

علم و تحقیق کا خزانہ

خطبات و مقالات افضلیہ

تألیف

استاذ العلماء پیشواکے اہلسنت
پیر محمد افضل قادری
سجادہ نشین نیک آباد مراڑیاں شریف

ناشر

حلقہ افضلیہ نیک آباد مراڑیاں شریف، گجرات



فہرست

نمبر شمار	نوعیت	عنوان	صفحہ
1		کلمۃ الاسلام (یعنی عقیدہ توحید و رسالت)	4
2		تمتہ ابحاث کلمۃ الاسلام	15
		 محبوبانِ خدا کو مشکل کشا و حاجت روا کہنے کی شرعی حیثیت	15
		 انبیاء کرام و اولیاء عظام کو داتا کہنے کی شرعی حیثیت	17
		 سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”غوثِ اعظم“ کہنے کی شرعی حیثیت	18
		 انبیاء کرام و اولیاء عظام کو پکارنے کی شرعی حیثیت	20
		 عقیدہ علمِ غیب	21
3		نماز کی اہمیت و افادیت	24
4	درس قرآن	روزہ کے فضائل و مسائل	33
5	درس حدیث	رمضان المبارک اور اس کی عبادات	38
6	درس قرآن	زکوٰۃ کے مسائل و فضائل	45
7	درس قرآن	مسائل حج اور مقامات و اصطلاحات حج و عمرہ	52
8	درس قرآن	آیت اللہ الکبریٰ (اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی)	64
9	درس قرآن	نور انبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم	73
10	درس قرآن	سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی	78
11	درس قرآن	انبیاء کرام کی ولادت کا ذکر کرنا سنتِ خدا ہے	83
12		میلا و شریف کی برکات اور اعتراضات کے جوابات	86
13	درس حدیث	ذکر میلا و اور ختم نبوت	96
14		ختم نبوت	100
15	درس حدیث	نبوت کے جھوٹے دعویدار میلہ کذاب پر ایک نظر	108
16		مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکی نام نہاد جماعت احمدیہ	113

123	سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے اور اپنی نبوت کو جانتے تھے	17
126	عصمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم	18
131	معراج النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم	19
145	محبت رسول اور اس کے تقاضے	20
152	درود شریف کی حقیقت اور فضائل و فوائد	21
159	قانون ناموس رسالت کی شرعی حیثیت	22
166	حاضری بارگاہ نبوی اور وسیلہ کی شرعی حیثیت	23
172	حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں میں وسیلہ اور شفیع ہیں	24
177	انبیاء کرام کے تبرکات اور موئے مبارک کی عظمت و برکت	25
183	آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت	26
193	بدعت کی حقیقت اور اقسام	27
200	علمائے نجد اور ان کے حامیوں سے چند سوالات	28
207	غزوہ بدر	29
217	غزوہ خیبر	30
223	جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام	31
234	امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	32
283	امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	33
303	امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	34
328	امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	35
367	امیر المؤمنین حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ	36
378	سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	37
391	امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	38
399	حضرت داتا گنج بخش سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ	39

فہرست	(3)	خطبات و مقالات افضلیہ
406	امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	40 درس حدیث
413	حضرت خواجہ پیر نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ	41
419	حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ	42
427	شہید کے فضائل اور شہادت کی قسمیں	43 درس قرآن
435	جہاد اور اس کی اقسام	44 درس حدیث
440	شبِ برأت کے فضائل و معمولات	45 درس حدیث
448	نماز تراویح اور نماز وتر	46 درس حدیث
456	عید الفطر کے مسائل و فضائل	47
460	عید الاضحیٰ اور قربانی	48 درس قرآن
465	قربانی کے فضائل و مسائل	49 درس حدیث
469	اولیاء اللہ کی شان و عظمت	50 درس قرآن
473	اولیاء عظام کے کمالات	51 درس حدیث
478	ختم گیارہویں شریف اور اعتراضات کے جوابات	52
497	سات مہلک گناہ	53 درس حدیث
505	مفہوم عبادت و حقوق والدین	54 درس قرآن
516	 تتمہ در حقوق استاذ	
519	اسلام میں احکام پردہ و حجاب	55
525	سود کے دینی، اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی نقصانات	56 درس قرآن
529	طلاق کی اقسام اور مسائل	57
534	میراث کے بنیادی مسائل	58 درس قرآن
539	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	59 درس قرآن
541	امت مسلمہ کے فضائل و خصوصیات	60 درس قرآن
544	مصنف پر ایک نظر	

کَلِمَةُ الْإِسْلَام

(یعنی عقیدہ توحید و رسالت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کے پہلے حصے یعنی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (۱) میں اللہ تعالیٰ کی شانِ اُلُوہیت اور عقیدہ توحید کا بیان ہے اور دوسرے حصے ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ (۲) میں خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات

اللہ نام ہے اس ہستی کا جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمال کی جامع ہے (۳)

”واجب الوجود“ کا معنی ہے جس ہستی کا موجود ہونا ضروری ہے اس پر عدم (نہ ہونا) نہ آیا ہے اور نہ آسکتا ہے اسی کو ازلی وابدی بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید اس مفہوم کو ”اللَّهُ الصَّمَدُ“ (۴) سے تعبیر کرتا ہے۔ ”اللَّهُ الصَّمَدُ“ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے کیونکہ اس کی ذات اور صفات پیدا نہیں ہوئیں اور اس کی صفات ذاتی ہیں یعنی کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سارا جہان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی جہان پیدا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی پورے جہان کو چلا رہا ہے اور ایک ایک ذرہ کی ربوبیت فرما رہا ہے۔

صفات کمال سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نقائص وعیوب سے پاک ہیں، قدیم وازلی (غیر مخلوق اور ہمیشہ سے) ہیں، حادث و مخلوق نہیں، ذاتی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں، حقیقی ہیں مجازی نہیں، مستقل ہیں زوال پذیر نہیں ہو سکتیں، لامحدود ہیں محدود نہیں۔ یاد رہے کہ تمام مخلوقات کی تمام صفات مخلوق، مجازی، عطائی، غیر مستقل اور محدود ہیں لہذا کوئی مخلوق بھی ذات و صفات میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات ہیں:

①- حیات ②- قدرت ③- کلام ④- دیکھنا ⑤- سنا ⑥- علم ⑦- ارادہ ⑧- تکوین

حیات: اللہ تعالیٰ کی حیات سے مراد ہمیشہ ہمیشہ موجود ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حیات، روح و جسم کے بغیر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ روح و جسم کا خالق ہے۔

(۱) سورہ محمد: ۱۹ (۲) سورہ فتح: ۲۹ (۳) مناظرہ رشیدیہ، ص ۲ (۴) سورہ اخلاص: ۲

اس آیت مبارکہ کی رو سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے عطائی علم غیب کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔

اور ارشاد نبوی ہے:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَ إِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ“ (۳۱)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے رکھ دیا ہے میں اسے روز قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو۔“ (علم غیب پر مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ”تتمۃ ابحاث کلمۃ الاسلام“)

فضائل سیدنا محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک جھلک

آخر میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمتوں کے چند اشارات پیش کئے جاتے ہیں جو کہ کتاب و سنت کے مضبوط دلائل سے ثابت ہیں:

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی اوّل المخلوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور (حقیقت محمدیہ) کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی روح عالم اور جوہر کائنات ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے ساری کائنات پیدا کی۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی رحمۃ للعالمین ہیں کہ ساری کائنات کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے وجود ملا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی پوری کائنات کے لئے فیوض الہیہ کے حصول کیلئے واسطہ کبریٰ اور وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بالاجماع افضل المخلوق ہیں اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم احسن المخلوق بھی ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جیسا حسین و جمیل کائنات میں دیکھا نہیں گیا۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دائمی معجزہ ہے دنیا بھر کے کفار اس کی ایک سورت کی مثل سورت نہیں بنا سکتے۔

..... قرآن مجید علوم و معارف کا سمندر ہے اور قیامت تک تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل و اکمل دستور حیات ہے جس پر عمل کر کے مسلمان اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد تا قیامت کسی نبی کی بعثت نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ”امتِ مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنا دین ان کے لیے مکمل کر دیا اب اس کے علاوہ نہ کسی نئے دین کی ضرورت ہے نہ نئے نبی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انبیائے عظام کا خاتم بنایا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت تمام انسانوں اور جنوں (اور تمام مخلوقات) کی طرف ہوئی حلال وہ ہے جسے آپ نے حلال ٹھہرایا اور حرام وہ ہے جو آپ نے حرام بتایا۔ دین وہ ہے جو آپ نے شروع کیا جس کی آپ نے خبر دی وہ سچ اور حق ہے اس میں نہ جھوٹ ہے نہ اس کا خلاف ہو۔“

3..... ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ (۸)

ترجمہ: ”اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرسانے والا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔“

اس آیت میں نبی رحمت رسول مکرم، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت تادمہ عامہ شاملہ کاملہ کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت جن وانس و ملائکہ، اسود و احمر، عرب و عجم، پہلوں پچھلوں، سبھی کے لیے عام ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا: اُزْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ کَافَّةً (۹) ترجمہ: ”مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ تمام مخلوقات آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احاطہ رسالت میں شامل ہیں قیامت تک آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت باقی ہے اس لیے کسی نئے نبی نئے رسول کی بعثت ممکن نہیں۔

4..... ”قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا“ (۱۰)

ترجمہ: ”اے محبوب تم فرما دو! اے لوگو بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

یہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت جمیع خلق کی طرف ہے۔ غور کیجئے! اگر آمنہ کے لعل صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد کسی نبی یا رسول کا آنا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم نہ دیتا کہ آپ اعلان کر دیں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

پس انکار عقیدہ ختم نبوت سے یہ نظریہ رکھنا لازم آتا ہے کہ آپ تمام لوگوں کے لئے رسول نہیں کیونکہ بعض کے لئے کوئی اور ہوگا۔ لہذا یہ مفروضہ سراسر اس آیت قرآنیہ کے خلاف ہے۔

5..... ”تَبٰرَکَ الَّذِیْ ذٰلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عِبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا“ (۱۱)

ترجمہ: ”بارک تہ ہے وہ ذات جس نے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرسانے والے ہوں۔“

اندازہ کیجئے! جب سب کو ڈرسانے والے یہ ہیں تو پھر دوسرا آکر کیا کرے گا؟ اگر آنا ممکن ہو تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب کو ڈرسانے والے نہ رہے۔

6..... ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (۱۲)

ترجمہ: ”اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت کے بعد صاحبان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ صاحبان امر سے پہلے اس نبی کی اطاعت کا حکم دیتا۔ اس آیت مبارکہ سے بھی عقیدہ ختم نبوت مزید واضح ہو رہا ہے۔

7..... ”وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا“ (۱۳)

ترجمہ: ”اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس کے لئے واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے تو وہ جس طرف پھرے، ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔“

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد سبیل المؤمنین یعنی اجماع امت کی پیروی کو ضروری قرار دیا ہے اگر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو ایمان والوں کے راستہ کی اتباع سے پہلے اس کی اتباع کا حکم دیا جاتا۔

8..... ”لَا يَسْتَوْيُ مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ ۖ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَفُقِّلُوا“ (۱۴)

ترجمہ: ”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔“

دیکھئے تو سہی! قیامت تک کوئی مسلمان فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے اجر میں نہیں بڑھ سکتا اور نبی تو غیر نبی سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔

اگر بالفرض والحال آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو وہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے افضل ہوتا۔ اور یہ اسی آیت کے خلاف ہے۔

9..... ”وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا۔“

اس آیت میں وحی کی دو قسمیں بیان کی گئیں ہیں۔ ایک جو آپ پر نازل ہوئی اور دوسری جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی ہوتا تو اُس وحی کا بھی ذکر کیا جاتا۔

10..... ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔“

جن، انسان، مومن، کافر سبھی کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رحمت شامل ہے، مومن کے لیے رحمت

دنیا و آخرت میں ہے اور کافر کو عذاب میں تاخیر سے اور مسخ، خسف، قذف کے عذاب اٹھا دینے کی رحمت حاصل ہے۔ آیت کے معنی ہیں کہ ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت کاملہ، شاملہ، جامعہ، محیطہ، برجیع مقیدات، رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ و غیر ذلک تمام جہانوں کے لیے، عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام کے لیے رحمت ہوگا وہ سب کے لیے کافی ہوگا ان کی ہدایت اسی سے وابستہ ہوگی لہذا اس کے بعد کسی نئے رسول و نئے نبی کے آنے یا نبوت کے جاری ہونے کا امکان ثابت کرنا اس رحمت کاملہ شاملہ عامہ کا انکار ہے۔

اگرچہ بہت سی آیات اس موضوع پر مزید اور دال ہیں مگر ہم ”تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ“ (۱۷) کے تحت انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

احادیث کی روشنی میں

ختم نبوت کے معنی کی وضاحت کے لیے احادیث صحیحہ صریحہ کا ایک کثیر ذخیرہ ہے۔ اس مقام پر سب کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا یہاں دس احادیث درج کی جاتی ہیں تاکہ دلوں کو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشاد سے اطمینان ہو۔

1..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَإِنَّا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ (۱۸)

ترجمہ: ”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے ایک عمارت تعمیر کی اور اس کو حسین و جمیل بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں ”خاتم النبیین“ ہوں۔“

اس حدیث میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس اعجاز سے ختم نبوت کا مفہوم واضح کیا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اس میں کوئی جگہ اینٹ لگانے کی خالی نہیں رہتی تو اس عمارت میں کوئی باہر سے بھی نئی اینٹ نہیں لگا سکتا، ہاں عمارت میں پہلے سے لگی ہوئی کوئی اینٹ اکھاڑ دے اور نئی اینٹ لگا دے اس اکھاڑ پچھاڑ سے عمارت کا حسن ضائع ہو جائے گا۔ قصر نبوت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آنے سے مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس خوبصورت عمارت میں تغیر و تبدل کیسے پسند فرمائے گا۔ اس حدیث کی جامعیت اور معنی خیزی کے ہوتے ہوئے ختم نبوت کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

2..... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”سَيَكُونُ فِي أَمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ (۱۹)

ترجمہ: ”میری امت میں تیس بہت بڑے جھوٹے شخص ہوں گے اور سب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔“

3..... ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ نَبِيَّ إِسْرَآئِيلَ كَانَتْ تَسْوَئُهُمُ الْأَنْبِيَاءَ إِذَا مَاتَ نَبِيٌّ قَامَ نَبِيٌّ مَكَانَهُ وَأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ (۲۰)

ترجمہ: ”بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

4..... انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ“ (۲۱)

ترجمہ: ”میرے بعد نبوت و رسالت منقطع ہوگئی، پس میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔“

5..... حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”ذَهَبَتِ النَّبُوَّةُ وَبَقِيَّتِ الْمُبَشِّرَاتُ“ (۲۲)

ترجمہ: ”نبوت رخصت ہوگئی اور خوشخبریاں باقی رہ گئیں ہیں۔“

6..... ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا:

”وَأَنَا أَحَرُّ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ أَحَرُّ الْأُمَمِ“ (۲۳)

ترجمہ: میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں آخری امت ہو۔

7..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ“ (۲۴)

ترجمہ: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔“

8..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ“ (۲۵)

ترجمہ: ”میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔“

(۱۹) جامع ترمذی، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتى يخرج، الرقم: ۲۲۱۹ - صحيح ابن حبان، الرقم: ۴۲۳۸

(۲۰) صحيح بخاری، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، الرقم: ۳۳۵۵ (۲۱) جامع ترمذی، باب ذهبت النبوة، الرقم: ۲۲۴۲ - المستدرک، الرقم: ۸۱۴۸

(۲۲) سنن ابن ماجه، باب الرؤيا الصالحة، الرقم: ۳۸۹۶ - (۲۳) سنن ابن ماجه، باب فتنة الدجال، الرقم: ۴۰۴۴ -

(۲۴) جامع ترمذی، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۶۸۶ (۲۵) صحيح مسلم، باب اسمائه، الرقم: ۲۳۵۳

9..... حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنْ أَدْرَاكَ لِمُنْجِدٍ فِي طِينَتِهِ“ (۲۶)

ترجمہ: بیشک میں اللہ تعالیٰ کے پاس آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

10..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُجِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ،

وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ ظَهْرًا وَمَسْجِدًا، وَأُذِيتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ“ (۲۷)

ترجمہ: ”مجھے انبیائے کرام پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی: ① مجھے جوامع کلام بنایا گیا۔ ② رعب کے ذریعے میری مدد کی

گئی۔ ③ اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئیں ④ اور میری وجہ سے ساری زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنا دی

گئی ⑤ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے ⑥ اور مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا گیا۔“

اسی طرح کی بہت سی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں مگر ”الْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ“ یا در زبان فارسی ”عقل را

اشارہ کافی است“

(۲۶) مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الثانی، الرقم: ۵۶۵۹۔ مسند احمد، الرقم: ۱۶۱۶۳

(۲۷) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، الرقم: ۵۲۳۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی الغنیمۃ، الرقم: ۱۵۵۳

نبوت کے جھوٹے دعویٰ اور مسلمہ کذاب پر ایک نظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ: إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ بِالْأَمْرِ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ بَنُ شَمَّاسٍ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةٌ جَرِيدٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ: لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ وَلَكِنْ أَذْبَرْتُ لِيَعْقُرَنَّكَ اللَّهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيدُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ وَهَذَا ثَابِتٌ يُحِبُّبُكَ عَنِّي ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ“ (۱)

ترجمہ:

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مسلمہ کذاب“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں (مدینہ منورہ میں) آیا اور کہنے لگا: ”اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد مقرر کر دیں تو میں آپ کی پیروی اختیار کر لوں گا اور وہ آپ کے پاس اپنے قبیلے کے بہت سے افراد کے ساتھ آیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کے پاس اس کے ساتھیوں میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: (اے مسلمہ کذاب) اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ مانگے تو میں تجھے نہیں دوں گا اور تو ہرگز اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قضا سے ہٹ نہیں سکے گا اور اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ ضرور تجھے ہلاک کر دے گا اور مجھے یقین ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا اور اب یہ ثابت بن قیس تجھے میری طرف سے جواب دیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ گئے۔

نبوت کے جھوٹے دعویٰ اور مسلمہ کذاب پر ایک نظر

مسلمہ بن شمامہ بن کبیر بن حبیب بن عبدالمحارث عرب شریف کے صوبہ نجد میں مقام یمامہ کا رہنے والا تھا۔ یمامہ مکہ مکرمہ سے مشرق کی سمت میں چار منزل کے فاصلے پر ہے اس کا تعلق ایک طاقتور قبیلہ ”بنو حنیفہ“ سے تھا اس کے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا اور

قبیلہ کی طرف سے جو نمائندہ وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا یہ مسلمہ کذاب اس وفد میں موجود تھا لیکن جب وفد نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی تو ”مسلمہ کذاب“ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے نہ آیا جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی بدبختی کی پیش گوئی فرمائی۔

مسلمہ نے ابتدا میں اسلام قبول کر لیا تھا اور بعد میں دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ ابتدا میں اس شخص نے اپنی قوم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی وفات کے بعد اس (مسلمہ) کے لیے ولی عہد ہونے کا اعلان کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ حدیث بالا میں اس کا ذکر ہے۔ چونکہ نبی غیب دان ﷺ کے سامنے تھے کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے اور کافر و مرتد ہو کر مرنے والا ہے لہذا آپ ﷺ نے اس کے مطالبہ کو یکسر مسترد فرما دیا جیسا کہ حدیث بالا میں مذکور ہے۔

مسلمہ نہایت چالاک اور مکار تھا، عمر رسیدہ اور نہایت سازشی تھا۔ بلا واقعہ کے بعد اس نے اپنے قبیلہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے خلاف افسانہ شروع کیا کہ قبیلہ قریش کے پیغمبر نے قبیلہ بنو حنیفہ کے ساتھ نا انصافی کی ہے اور وہ ہمیں اپنی خلافت دینے کے لیے بھی تیار نہیں۔ قبیلہ کے کچھ لوگ اس کے ساتھ مل گئے تو اس نے حجۃ الوداع کے بعد یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات سے چند ہفتے قبل نبوت کا دعویٰ کر دیا لیکن اس کے ساتھ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمات بھی موجود تھے۔ بلکہ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نام ایک خط لکھا جس میں تھا:

”مِنْ مُسَيِّلِمَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ“ اور اس خط میں اس نے حضور نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ نصف زمین میں آپ نبوت و رسالت کا کام کریں اور نصف زمین مجھے دے دیں جس کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے لکھا:

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُسَيِّلِمَةَ الْكَذَّابِ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورُثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ“ (۲)
ترجمہ: ”اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے، مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ کی جانب سے نہایت ہی جھوٹے مسلمہ کی طرف، سلام ہو ہر اُس شخص پر جو ہدایت کا پیرو کار رہے، بعد ازاں بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام پر ہیزگاروں کا ہے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس خط کے بعد مسلمہ کذاب نے اپنے قبیلہ کو پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف مزید افسانہ اور اضافہ ہو گیا حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے مطالبہ کو یکسر مسترد فرما دیا جیسا کہ حدیث بالا میں مذکور ہے۔

خلافت صدیقی میں مسلمانہ کذاب کی سرکوبی

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد عرب میں فتنہ ارتداد (دین سے پھر جانے کا فتنہ) زور پکڑ گیا۔ مسلمانہ کذاب کے علاوہ مالک بن نویرہ، طلحہ اور سجاح نامی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عرب کے اکثر قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جس کی بنا پر انہیں بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا۔ اس فتنہ ارتداد نے پورے کے پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ تمام شہروں میں نماز جمعہ بند ہو گئی تو خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل رہ جانے کے باوجود بڑی جرأت و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے لاکھوں مرتدوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا اور چند مہینوں کے اندر تمام مرتد قبائل کو اسلام میں واپس آنے پر مجبور کر دیا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو جب جہادی مہمات سپرد کیں تو سب سے پہلے منکرینِ ختم نبوت کی سرکوبی کا حکم دیا۔

طلحہ نے شکست کھانے کے بعد اسلام قبول کر لیا، مالک بن نویرہ قتل ہوا اس اثناء میں سجاح نامی عورت نے مسلمانہ کذاب کے ساتھ نکاح کر لیا، جس کے بعد مسلمانہ کذاب کی قوت میں اور اضافہ ہو گیا اور قبیلہ بنو حنیفہ کے علاوہ دیگر قبائل کے لوگ بھی مسلمانہ کے ساتھ مل گئے۔

مسلمانہ کذاب نے اپنی شریعت میں نماز معاف کرنے اور شراب و زنا کو حلال کرنے کا اعلان کر دیا جس کے بعد اس کا فتنہ اور زور پکڑ گیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسلمانہ کذاب کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانہ کذاب کے لشکر سے ایک لڑائی کر چکے تھے جس میں وہ مسلمانہ کے لشکر کو ہرا کر سکے۔

جنگ یمامہ کی سختی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

حضور نبی اکرم ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا

۱۱ ہجری کے آخر میں منکرینِ ختم نبوت کے ساتھ یمامہ کے مقام پر فیصلہ کن جنگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑی گئی۔ ختم نبوت کی اس جنگ میں بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حصہ لیا۔ مسلمانہ کذاب کی قوم نے بڑی بے جگری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ حافظ ابن کثیر دمشقی ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھتے ہیں:

”اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی دلیری اور استقامت کا مظاہرہ کیا جس کی مثال پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی:

”وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدًا“ (۳)

ترجمہ: ”اس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مخصوص لفظ ”يَا مُحَمَّدًا“ (اے محمد ﷺ) اور ﷺ کے علاوہ کسی اور کا نہیں (تھا)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشکل حالات اور مصائب میں وفاتِ نبوی کے بعد دروازے سے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے پکارتے تھے۔

اس جنگ میں میلہ کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا، اس وقت میلہ کی عمر 150 سال تھی اور ایک روایت کے مطابق اکیس ہزار مرتد قتل ہوئے۔ (۴)

اس واقعہ سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ خلیفہ اول نے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے اتنی بڑی جہادی کارروائی کی جس میں سینکڑوں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور اکیس ہزار سے زائد منکرین ختم نبوت قتل کر دیئے گئے۔

جنگ یمامہ میں زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

اس جنگ میں بارہ سو کے قریب صحابہ کبار رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں سات سو کے قریب حفاظ قرآن تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی انہی شہداء میں سے تھے۔ بعد میں مسلمانوں نے آپ کے مزار پر عظیم الشان قبہ تعمیر کیا جسے نجدی مذہب کے بانی محمد بن عبد الوہاب نجدی نے مسمار کیا جیسا کہ ان کی کتب میں ہے: ”هَذِهِ قَبْرُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ بِبَيْدَه“ یعنی اس نے اپنے ہاتھ سے زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسمار کیا۔ (۵)

جنگ یمامہ اور جمع وتدوین قرآن مجید

اس جنگ میں سینکڑوں حفاظ قرآن ختم نبوت پر قربان ہو کر جام شہادت نوش فرما گئے جبکہ قرآن مجید اس وقت کتاب کی صورت میں موجود نہیں تھا۔ جب قرآن مجید کا نزول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کاتبین وحی کو کسی چیز پر لکھنے کا حکم دیتے چنانچہ کسی نے کاغذ پر، کسی نے پاک چمڑے پر، کسی نے لکڑی وغیرہ پر قرآن مجید لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا البتہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دی ہوئی ترتیب (یعنی موجودہ ترتیب رسولی) کے مطابق قرآن مجید کو حفظ بھی کیا ہوا تھا۔

جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ آپ قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کرنے کا اہتمام فرمائیں کیونکہ اگر جنگ یمامہ کی طرح دیگر جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو قرآن مجید کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ ابتدا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ؟“ (۶)

ترجمہ: ”میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں کیا؟“

تو جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں کیا لیکن یہ بہتر ہے، بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عظیم کام کے کرنے پر رضی ہو گئے تو آپ نے مشہور کاتب وحی حضرت

(۴) البدایۃ والنہایۃ، باب مقتل مسیلمۃ الکذاب، ج ۶، ص ۳۵۷

(۵) دعوتہ الامام محمد بن عبد الوہاب، باب الثامن، الفصل السادس ۱/۳۳۱ - مجموع فتاویٰ ابن باز، باب الامام محمد بن عبد الوہاب دعوتہ وسیرتہ، ۱/۳۵۸

(۶) صحیح بخاری، باب یستحب للکاتب ان یشکر امینا، الرقم: ۷۱۹۱

زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ کام سونپا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت سے قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کیا اور آج ”الْحَمْدُ“ سے لے کر ”وَالنَّاسِ“ تک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ پوری دنیا میں امت کے پاس موجود ہے۔

حدیث بالاسے ثابت ہونے والے چند نکات

- 1..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمان کذاب اور اپنی امت میں نبوت کے دیگر جھوٹے دعویداروں کو کذاب (سب سے بڑا جھوٹا) فرمایا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے بڑا جھوٹ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت کے بعد سے قیامت تک کسی شخص کا دعویٰ نبوت ہے۔
- 2..... مسلمان کذاب نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس شرط کے ساتھ اپنی پیروی کی پیش کش کی کہ آپ اسے اپنے بعد ولی عہد مقرر فرمائیں جسے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یکسر مسترد فرمادیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیر مشروط پیروی فرض ہے جو شخص کسی لالچ یا ہوائے نفس کے لیے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرے تو اس کی پیروی مقبول نہیں ہوتی۔
- 3..... اس حدیث سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا علم غیب ثابت ہوا کہ آپ نے میلہ کذاب کو فرمایا: اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا اور آپ کی پیش گوئی کے مطابق میلہ کذاب جنگ یمامہ میں قتل ہوا۔
- 4..... میلہ کذاب نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ولی عہد ہونے کا مطالبہ کیا تھا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میلہ کی بدبختی اور گمراہی کے واضح اشارات بیان کر کے واضح فرمادیا کہ تجھ جیسا شقی اور گمراہ میرا ولی عہد نہیں ہو سکتا۔
- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خلافت کے حقدار صرف متقی پرہیزگار، اہل ایمان ہی ہیں۔ اس سے خلفائے راشدین کا برحق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث میں خلفائے راشدین کی خلافت و امامت کے واضح اشارات موجود ہیں۔
- 5..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کھجور کی ایک شاخ تھی جو کہ بطور عشاء (لاٹھی) تھی یہ عصا مبارک اکثر آپ کے ہاتھ مبارک میں ہوتا تھا جس سے ثابت ہوا کہ عصا یا کھوٹی کا ہاتھ میں ہونا سنت عادت ہے۔
- 6..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مختصر گفتگو کے بعد میلہ کذاب کے ساتھ مفصل گفتگو کرنے اور اس کے جواب دینے کے لیے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی، جس سے ثابت ہوا کہ مناظرہ و مباحثہ کے لیے اور کسی مقدمہ میں اپنا موقف پیش کرنے اور دعویٰ و جواب دعویٰ وغیرہ کے لیے وکیل یا نائب مقرر کر سکتا ہے۔
- 7..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب یقین تھا کہ یہ شخص دعویٰ نبوت کرے گا تو آپ نے اسے قتل کیوں نہیں کروایا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے وہ وفد کے ساتھ آیا تھا اور شریعت اسلامیہ میں وفود کو قتل کرنا جائز نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابھی اس نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اور اسلام میں جرم کے ارتکاب سے پہلے کسی کو سزا نہیں دی جاتی۔

..... ﴿اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شاہد یعنی حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نور نبوت سے اپنی حیاتِ ظاہرہ میں اور اب قبرِ انور میں پوری امت کے اعمال و احوال اور دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے باخبر ہیں بلکہ کائنات کے ایک ایک ذرہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمت کیلئے استغفار فرماتے ہیں۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبرِ انور کے اندر بھی شافع اور وسیلہ ہیں اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بعد از وصال قریب و بعید سے مدد مانگنا ثابت ہے۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی قبرِ انور سے پہلے پچھلے تمام اولیائے امت کی فیض رسانی کر رہے ہیں اور تمام اولیائے امت کی کرامات کا سرچشمہ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی انسان سے پڑھنے کے بغیر قیامت تک پوری دنیا کے لوگوں کو ایک کامل واکمل اور بے مثل نظامِ حیات عطا فرمایا۔ دنیا کے ترقی یافتہ پڑھے لکھے لوگ اجتماعی کوششوں کے باوجود بھی ایسا کامل نظامِ حیات پیش نہ کر سکے جس سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رسول اللہ ہونا عقلاً ثابت ہوتا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بے شمار معجزات کا مشاہدہ کیا۔ یہ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رسول ہونے کی واضح دلیل ہے۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیاء و رسل کے اخلاقِ عالیہ کے جامع ہیں بلکہ ہر خلق میں ہر ایک سے زیادہ کامل واکمل ہیں۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیش گوئیاں سب کی سب سچ ثابت ہوئیں اور ہو رہی ہیں یہ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

..... ﴿شبِ معراج آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ شرف آپ کے علاوہ کسی پیغمبر یا فرشتے کو عطا نہیں فرمایا۔

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سراپا طہارت اور ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ آپ نے بچپن سے لے کر وصال تک کوئی ناپسندیدہ کام بھی نہیں کیا۔ افسوس کہ ”وَاسْتَغْفِرُ لَذَنبِكَ“ (۳۲) اور ”لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ“ (۳۳) کے تحت مخالفینِ اہلسنت نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف گناہوں کی نسبت کر دی ہے۔ حالانکہ ان مقامات پر حضور شفیق المذنبین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کے گناہ مراد ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکی نام نہاد جماعت احمدیہ

برصغیر میں انگریزی حکومت نے اسلام کے چہرہ کو مسخ کرنے کی غرض سے یہ مذہب ایک انتہائی شاطر و کذاب شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعے قائم کیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف احادیث نزول مسیح (قریب قیامت آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نازل ہونے کے بارے میں احادیث نبویہ) کا انکار کر کے خود مثیل مسیح و امام مہدی ہونے اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ شانِ اُلُوہیت، شانِ رسالت، قرآن و حدیث اور آل و اصحاب رسول کی کھلی توہین کی اور اپنے آپ کو مثیل مسیح و نبی نہ ماننے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو انتہائی گندی گالیاں دیں اور انہیں کافر قرار دیا نیز اس انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے کفار کے خلاف جہاد کا تمسخر اڑایا اور اسے سخت حرام قرار دیا اور اپنے ماننے والوں کے لیے انگریزی حکومت کی وفاداری و اطاعت کو اپنے مذہب کا رکن قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مختصر حالات زندگی

مرزا غلام احمد قادیانی 1839/40ء کو قادیان ضلع گرداسپور مشرقی پنجاب انڈیا میں پیدا ہوا۔ مرزا کے والد کا نام مرزا مرتضیٰ بیگ اور والدہ کا نام چراغ بی بی ہے۔ مرزا کا والد اور خاندان بھی حکومت برطانیہ انگریزوں کا وفادار اور جانثار تھا۔ چنانچہ مرزا لکھتا ہے:

”میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ (انگریز حکومت) کا کپکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گرینٹ صاحب کی ”تاریخ ریسان پنجاب“ میں ہے اور 1857ء (مسلمانوں کی انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی) میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر (جنگ آزادی) کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔“ (۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے گھر میں (تنخواہ پر رکھے گئے اساتذہ سے) حاصل کی۔ بعد ازاں ڈی سی دفتر گرداسپور میں منشی کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ 1868ء میں مختاری کے امتحان میں فیل ہو گیا اور نوکری چھوڑ دی۔ اب اسلام اور دیگر مذاہب کا مطالعہ کرنے لگا، اسلام کا مبلغ بنا۔ غیر مسلموں سے مناظرے کئے اور ہندوستان میں خوب شہرت حاصل کی۔ ”براہین احمدیہ“ نام کی پچاس جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب لکھنے کا اعلان کیا جس کے لیے بے پناہ چندہ بھی جمع کیا لیکن صرف چار جلدیں لکھیں۔

(۱) کتاب البرید، باب اشتہار و اجاب الاظہار، ص ۳۔ روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۴

..... 1884ء کے بعد مجدد، صاحب کرامات، کلیم، امام مہدی، مسیح زمان ہونے کے دعوے کئے اسکے بعد اپنے فرقہ کا نام ”فرقہ احمدیہ“ تجویز کیا اور 10 شرائط پر بیعت نامہ شائع کیا اور اپنے ماننے والوں کو اپنی بیعت میں لینے لگا۔

..... 1890ء کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں زندہ ہونے کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پا جانے کا ایک نیا نظریہ پیش کیا اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”فتح الاسلام“ لکھی اور اپنے بارے میں مثیل مسیح موعود و امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

..... 1900ء میں اپنی مسجد کے خطیب مولوی عبدالکریم سے اپنے نبی و رسول ہونے کا اعلان کروایا اور بعد میں شور و غل ہوا تو خطیب کے اعلان کی تردید کی پھر 1901ء میں صاف صاف نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔

..... 1900ء میں قطب الاولیاء حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گوڑہ شریف نے مرزا کے رد میں ایک معرکتہ الآرا کتاب ”شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح“ لکھی اور مرزا کی کتاب ”اعجاز المسیح“ کے جواب میں ایک شاہکار تصنیف ”سیف چشتیانی“ 1902ء میں تصنیف فرمائی جس کو پڑھ کر کثیر تعداد میں مرزائی مسلمان ہوئے۔

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان 25 جولائی 1899ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک مناظرہ بھی طے پایا۔ حضرت پیر صاحب برصغیر کے سینکڑوں علماء اور ہزاروں عوام کی معیت میں لاہور بادشاہی مسجد پہنچے لیکن مرزا بار بار چیلنج مناظرہ کرنے کے باوجود بھاگ گیا۔ اس موقع پر پھر بے شمار مرزائی مسلمان ہوئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے

..... 1884ء میں ”الْمُقَالَاتُ الْمُسْقِرَّةُ فِي أَحْكَامِ الْبِدْعَةِ الْمَكْفُورَةِ“ لکھی۔

..... پھر 1900ء میں ”جَزَاءُ اللَّهِ عَذْوَةً بِأَبَائِهِ خَتَمَ التَّبَوُّةَ“ میں ختم نبوت پر 120 نصوص رقم فرمائیں۔ اس تاریخی کتاب کو عرب و عجم کے علماء نے بے حد سراہا۔

..... پھر 1906ء میں ”حسام الحرمین“ میں علماء دیوبند اور مرزا قادیانی کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوؤں کی 39 علماء حرمین سے بھی تائید حاصل کی۔ اسکے علاوہ آپ نے

..... السُّوءُ وَالْعِقَابُ عَلَى الْمَسِيحِ الْكَذَّابِ (1902)،

..... قَهْرُ الدِّيَانِ عَلَى مُرْتَدِّ بَقَادِيَانِ (1895)،

..... رِسَالَةُ بَابِ الْعُقَايِدِ وَالْكَلَامِ (1917)،

..... اَلْمُبِينِ خَتَمَ النَّبِيِّينَ (1908)،

..... اَلْجَزَاءُ الدِّيَانِي عَلَى الْمُرْتَدِّ الْقَادِيَانِي (1921) اور دیگر کتب بھی تصنیف فرمائیں۔

مرزا کی عبرتناک موت

مئی 1908ء کو اہلسنت کے مشہور بزرگ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد لاہور میں خطاب جمعہ

کے دوران مرزا کو مہالہ کا چیلنج کیا جس کا مرزا نے جواب نہ دیا۔

پھر حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے 22 مئی 1908ء کو پیش گوئی فرمائی کہ مرزا چند دنوں میں ہلاک ہو جائے گا، چنانچہ مرزا 26 مئی 1908ء کو ہیضے کی بیماری میں چوک دالگراں لاہور کی ایک عمارت کے کٹی خانہ میں مرزا اور قادیان میں مدفون ہوا۔

مرزا کی انگریز ایجنٹی

مرزا غلام احمد قادیانی پر الزام نہیں کہ وہ انگریز ایجنٹ اور انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے بلکہ مرزا نے خود اپنی تصانیف میں کھلا اقرار کیا ہے کہ وہ انگریزوں کا وفادار اطاعت گزار اور خود کاشتہ پودا ہے چنانچہ بطور نمونہ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

مرزا کا آنا ملکہ وکٹوریہ کی تحریک سے ہوا:

مرزا لکھتا ہے:

”اے بابرکت قیصر ہند! تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اس ملک پہ ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اُس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں۔“ (۲)

انگریز کا خود کاشتہ پودا:

مرزا اپنی انگریزی سرکاری خدمت میں عریضہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”یہ التماس ہے کہ سرکار دولتہ مدار (حکومت انگلشیہ) مدار ایسے خاندان (مرزا کے خاندان) کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔“ (۳)

حکومت برطانیہ کی اطاعت مرزا کا مذہب ہے:

مرزا قنطراز ہے:

”سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔“ (۴)

(۲) ستارۃ قیصرہ، ص ۶۔ روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۱۲۰ (۳) کتاب البریہ، ص ۱۳۔ روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۳۵۰

(۴) شہادۃ القرآن، ص ۸۳۔ روحانی خزائن، ج ۲، ص ۳۸۰

سرکار انگریزی کی خدمت، پچاس ہزار کتابوں کی اشاعت:

مرزا تحریر کرتا ہے:

”اور مجھے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کو شائع کیا کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نا فہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔“ (۵)

قادیانی جماعت کو تین نصیحتوں کی محافظت کا حکم:

پھر لکھتا ہے:

”ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق..... دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی..... سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان و مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔“ (۶)

قادیانی من حیث الجماعة انگریز کے دلی جان نثار ہیں:

چنانچہ مرزا لکھتا ہے:

”جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوتی جا رہی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ (انگریزی) کے لیے دلی جان نثار ہیں۔“ (۷)

(۵) سنارۃ قیصرہ، ص ۳۔ روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۱۱۳ (۶) کتاب البرید، ص ۱۳۔ روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۳

(۷) مجموعہ اشتہارات، ج ۲، ص ۳۶۴، الناشر: الشركة الاسلامیہ ربوہ

مرزا قادیانی کے عقائدِ باطلہ

.....﴿ قادیانیوں کا عجیب و غریب خدا:﴾

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عجیب الخلقیت کا تصور پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”قَيُّوْمُ الْعَالَمِيْنَ (خدا تعالیٰ) ایک ایسا وجودِ اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض و طول رکھتا ہے اور تندوے کی طرح اس وجودِ اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔“ (۸)

.....﴿ خطا کا خدا:﴾

بقول مرزا اس کے خدا نے وحی میں کہا:

”إِنِّي مَعَ الرَّسُولِ أَجِيبُ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ“ (۹)

ترجمہ: ”میں رسول کے ساتھ جواب دوں گا، کبھی خطا کروں گا اور کبھی درست بات کہوں گا۔“

.....﴿ مرزا کا دعویٰ خدائی:﴾

مرزا لکھتا ہے:

”میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں..... سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا..... پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔“ (۱۰)

.....﴿ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ﴾

مرزا کے خدا نے اسے وحی بھیجی:

- (۱) ”أَنْتَ مِنْ مَّائِنَا“ ”تو ہمارے پانی سے ہے۔“ (۱۱)
- (۲) ”أَنْتَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ وَلَدِي“ ”تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔“ (۱۲)
- (۳) ”أَنْتَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِي“ ”تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔“ (۱۳)

.....﴿ خدا کا باپ ہونے کا دعویٰ﴾

بقول مرزا کے خدا نے کہا:

”اے مرزا! ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں گویا آسمان سے خدا اترے گا۔“ (۱۴)

(۸) توضیح مرام، ص ۶۵۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۹۰ (۹) حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۳۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۶

(۱۰) کتاب البریہ، ص ۶۸۔ روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۰۳ (۱۱) ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، ص ۲۶۔ روحانی خزائن، ج ۱۶، ص ۶۱

(۱۲) حقیقۃ الوحی، ص ۸۶۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۹ (۱۳) دافع البلاء، ص ۶۔ روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۴۶

(۱۴) حقیقۃ الوحی، ص ۹۵۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۹۸

.....﴿ **مرزا کی نسوانیت، نیز خدا کی بیوی ہونے کا دعویٰ:**

(1)..... قاضی یار محمد قادیانی لکھتا ہے:

”کشف کی حالت (مرزا صاحب) پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کا اظہار فرمایا (خدا نے مرزا سے وہ فعل کیا جو مرد عورت سے کرتا ہے۔ معاذ اللہ)۔“ (۱۵)

(2)..... مرزا کے بقول خدا نے اس سے کہا

”باہو الیٰ بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے..... اور تجھ میں حیض نہیں (رہا) بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ (خدا کی اولاد) ہے۔“ (۱۶)

.....﴿ **قرآن کی توبین:**

مرزا لکھتا ہے:

”مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔“ (۱۷)

.....﴿ **قرآن میرے منہ کی باتیں:**

مرزا کہتا ہے:

”قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔“ (۱۸)

.....﴿ **قادیان کا نام قرآن میں؟**

مرزا کہتا ہے:

”ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ، مدینہ اور قادیان۔“ (۱۹)

.....﴿ **قرآن کے الفاظ میں تحریف:**

مرزا لکھتا ہے:

”إِنَّا أُنْزِلْنَا قَرِيبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ“..... فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔“ (۲۰)

مرزا کی قرآن میں یہ تحریف جسے ہر شخص چیک کر سکتا ہے۔

(۱۵) اسلامی قربانی، ٹریکٹ نمبر ۳۴، از قاضی یار محمد قادیانی (۱۶) تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۳۳۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۸۱

(۱۷) اربعین نمبر ۴، ص ۲۲۔ روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۴۵۳ (۱۸) حقیقۃ الوحی، ص ۸۳۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۷

(۱۹) ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۷۶۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۳۰ (۲۰) ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۷۶۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۳۰

..... ﴿شانِ ”لَوْلَاكَ“ پر قبضہ کی کوشش:

بقول مرزا خدا نے کہا:

”لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ“ (۲۱)

ترجمہ: ”(اے مرزا) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“

..... ﴿”یسین“ کا خطاب مرزا کیلئے؟

بقول مرزا، اس کو وحی بھیجی گئی:

”يُسِّىٰ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اے سردار (مرزا قادیانی) تو خدا کا مرسل ہے۔“

..... ﴿مالک کوثر بھی مرزا؟

مرزا کے ہلم نے ان کو وحی کی کہ اے مرزا:

”اِنَّا اَعْظَمْنٰكَ الْكُوْثَرَ“ (۲۳)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے تجھے کوثر دیا۔“

..... ﴿”سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا“؟

بقول مرزا، اس کے پاس وحی آئی:

”سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا“ (۲۴)

ترجمہ: ”وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے (مرزا کو) سیر کر دیا۔“

..... ﴿رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہونے کا دعویٰ:

بقول مرزا، اس کو وحی بھیجی گئی:

”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اور ہم نے تجھ کو (اے مرزا) تمام دنیا پر رحمت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔“

..... ﴿پیغمبر اسلام کے معجزے تین ہزار مرزا کے تین لاکھ:

مرزا قنطر از ہے:

”تین ہزار معجزات ہمارے نبی محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) سے ظہور میں آئے۔“ (۲۶)

(۲۱) حقیقۃ الوحی، ص ۹۹۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۳ (۲۲) حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۶۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۱۰

(۲۳) حقیقۃ الوحی، ص ۱۰۲۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۵ (۲۴) حقیقۃ الوحی، ص ۶۸۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۱

(۲۵) حقیقۃ الوحی، ص ۸۲۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۵ (۲۶) تحفہ گولڑوید، ص ۴۰۔ روحانی خزائن، ج ۱۶، ص ۱۵۳

..... اور خود اپنے لئے مرزا کہتا ہے:

میری تائید میں اُس نے وہ نشان (معجزے) ظاہر فرمائے ہیں..... میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (۲۷)

..... ﴿برقادیانی محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) سے بھی بڑھ سکتا ہے:

مرزا محمود بن غلام احمد قادیانی کہتا ہے:
”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔“ (۲۸)

..... ﴿تمام انبیاء کا مجموعہ:

مرزا لکھتا ہے:
”دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا..... میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ہوں۔“ (۲۹)

..... ﴿سب سے اونچا تخت:

بقول مرزا کے خدا نے اس سے کہا:
”آسمان سے کئی تخت (نبوت) کے اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھا یا گیا۔“ (۳۰)

..... ﴿پیغمبر اسلام کی پیشین گوئیاں غلط:

بقول مرزا:
”حضرت محمد صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پیشین گوئیاں بھی غلط نکلیں اور مسیح ابن مریم، دجال، دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج وغیرہ کی حقیقت بھی آپ پر ظاہر نہ ہوئی۔“ (۳۱)

..... ﴿چار سو پیغمبروں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی:

مرزا لکھتا ہے:
”چار سونبی نے پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے..... وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھانوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔“ (۳۲)

(۲۷) حقیقۃ الوحی، ص ۶۸۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۶۰

(۲۸) اخبار الفضل قادیان، ۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء۔ ڈائری مرزا محمود اخبار الفضل، ۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء۔ قادیانی امت، ص ۱۹

(۲۹) تنصہ حقیقۃ الوحی، ص ۸۵۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۲۱ (۳۰) حقیقۃ الوحی، ص ۸۹۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۹۲

(۳۱) ازالہ اوہام، حصہ دوم، ص ۶۹۱۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۴۳ (۳۲) ازالہ اوہام، حصہ دوم، ص ۶۲۹۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۳۹

حضرت نوح علیہ السلام کی توبین:

مرزا کہتا ہے:

”خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“ (۳۳)

معجزوں کا انکار:

مرزا لکھتا ہے:

- (۱) ”غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنادیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب (مسمریزم) تھا۔“ (۳۴)
- (۲) ”حق بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ (۳۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شرابی ہونے کی تہمت:

”عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔“ (۳۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیادہ پیشگوئیاں غلط نکلیں:

”جس قدر مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں، اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔“ (۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں:

”نادان اسرائیلی“، ”شریر مکار“، ”موٹی عقل والا“، ”جابل عورتوں اور عوام الناس کی طرح“، ”گالیاں دینے والا“، ”بد زبان“، ”جھوٹ بولنے والا“، ”چوری کرنے والا“، ”علمی و عملی قویٰ میں کچے“، ”آپ کے ہاتھ میں سواکرا اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔“ (۳۸)

تمام مسلمان کافر ہیں:

مرزا کہتا ہے:

”جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔“ (۳۹)

مسلمانوں کا جنازہ حرام:

”جس طرح عیسائی بچہ کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا اگرچہ وہ معصوم ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی (مسلمان) کے بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جاسکتا۔“ (۴۰)

(۳۳) تنمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۳۴۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۴۵ (۳۴) ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۳۴۲۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۲۶۳

(۳۵) ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، ص ۶۔ روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۹۰ (۳۶) نور القرآن، نمبر ۲، ص ۴۶۔ روحانی خزائن، ج ۹، ص ۴۴۹

(۳۷) ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۶۔ روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۰۶ (۳۸) ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، ص ۵۔ روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۸۹

(۳۹) حقیقۃ الوحی، ص ۱۶۳۔ روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۶۴ (۴۰) اخبار الفضل، ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء۔ انوار خلافت، ص ۱۹۱ از مرزا بشیر الدین

مسلمانوں سے بر چیز میں اختلاف:

.....﴿

میاں بشیر الدین لکھتا ہے:

”یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارے اختلافات صرف وفات مسیح اور چند دیگر مسائل میں ہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ہر ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔“ (۴۱)

مسلمانوں کیلئے سڑی بوئی گالیاں:

.....﴿

”میری ان کتابوں کی ہر شخص تصدیق کرتا ہے سوا کنجریوں کی اولاد کے۔“ (۴۲)،

.....﴿

”ان کی ناک کٹ جائے گی اور ذات کے سیاہ داغ ان کے مخوس چروں پر بندروں، سوروں کی طرح کر دیں گے۔“ (۴۳)

.....﴿

”دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں.....“ (۴۴)

.....﴿

”دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ گئی ہیں“ (۴۵)

.....﴿

”جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو اس کو ولد الحرام (زنا کی اولاد) بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔“ (۴۶)

(۴۱) اخبار الفضل، ۳۰ جولائی ۱۹۳۲ء۔ (۴۲) آئینہ کمالات، ص ۵۳۸۔ روحانی خزائن، ج ۵، ص ۵۴۸

(۴۳) ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، ص ۵۳۔ روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۳۳۶ (۴۴) ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، ص ۲۱۔ روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۳۰۵

(۴۵) نجم الہدی، ص ۱۰۔ روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۵۳ (۴۶) انوار الاسلام، ص ۳۰۔ روحانی خزائن، ج ۹، ص ۳۱

تمتہ ابجاث کلمۃ الاسلام

محبوبانِ خدا کو مشکل کشا و حاجت روا کہنے کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے عام انسان کو پتھر کی طرح بے اختیار و مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ گونا گوں اختیارات عطا کیے ہیں جن کی بدولت انسان دیگر انسانوں اور جانوروں کی مشکل کشائی و حاجت روائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے عظام اور اولیائے کرام کو غیر معمولی قوتیں اور اختیارات عطا فرمائے ہیں جن کی بدولت انبیائے عظام اور اولیائے کرام نے مخلوق خدا کی مشکلات کا ازالہ فرمایا اور حاجتوں کو پورا فرمایا۔

..... ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

وَأَبْرَأُ الْآلَمَةَ وَالْأَبْصَرَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ (۱)

ترجمہ: اور میں مادرِ ادا نندھوں اور کوڑھوں کو درست کرتا ہوں اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

سبحان اللہ! یہ کتنی بڑی مشکل کشائی و حاجت روائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

..... ﴿حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

إِذْ هَبْنَا بِمُصْحٰی هٰذَا فَالْقُوْهُ عَلَىٰ وَجْهِ اٰبٰی يٰٓاٰتِ بِصِدْقًا (۲)

ترجمہ: میری یہ قمیض لے جاؤ پس اسے میرے والد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے۔

یہ کتنی بڑی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی شان ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے عظام کو عطا فرمائی ہے سُبْحَانَ اللَّهِ

..... ﴿حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا بہت بڑا تخت یمن سے شام لانے کے لئے فرمایا: کون ہے جو وہ (تخت) میرے پاس اُن کے مسلمان ہو کر میرے پاس آنے سے پہلے لائے گا تو قرآن مجید فرماتا ہے:

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَتِيَنَّكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ ظَرْفُكَ (۳)

ترجمہ: اس شخص نے کہا: جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس (تخت بلقیس) کو آپ کے پاس ایک پل مارنے سے پہلے لاتا ہوں۔

..... ﴿پھر قرآن فرماتا ہے:

فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي (۴)

ترجمہ: ”پس جب آپ (حضرت سلیمان علیہ السلام) نے اپنے سامنے رکھا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ! سلیمانی ولی حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان ہے تو محمدی اولیاء کی شان کیا ہوگی؟

..... ﴿حدیبیہ کے مقام پر پانی ختم ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں

سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے بھی نبی تھے اور اپنی نبوت کو جانتے تھے

اجمالی دلائل:

(1)

..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“ (۱)

ترجمہ: ”اور جب اللہ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا یقیناً میں نے جو تمہیں کتاب اور حکمت عطا کی پھر تمہارے پاس رسول آئے تصدیق کرنے والا اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور بالضرور اس کی مدد کرو گے۔“ اس آیت میں مذکورہ ميثاق ”عالم ارواح“ میں ہوا تھا اس آیت میں واضح اشارہ ہے کہ انبیائے عظام علیہم السلام عالم ارواح میں مرتبہ نبوت پر فائز تھے۔

(2)

..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا“ (۲)

ترجمہ: ”میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔“ مفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام اپنی والدہ کی گود میں ولادت کے بعد کیا، جب قوم نے آپ کی کنواری والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔ نیز آیت کا سیاق و سباق بھی اس پر دلالت کر رہا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کی عمر میں نبی تھے اسی طرح ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دودھ پینے کے ایام میں نبی تھے۔

(3)

..... عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: خَرَجَ أَبُو طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا أَشْرَفُوا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوا فَحَوَّلُوا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ

الرَّاهِبُ وَكَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ يَسْرُونَ بِهِ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ قَالَ: وَهُمْ يَحْلُونَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمْ حَتَّى جَاءَ فَأَخَذَ بِبِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ هَذَا يَبْعَثُهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فَقَالَ لَهُ أَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ: وَمَا عَلِمْتُ بِذَلِكَ؟ قَالَ: إِنَّكُمْ حِينَ شَرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا حَرَّ سَاجِدًا وَلَا تَسْجُدُ إِلَّا لِنَبِيِّ وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوفٍ كَتِفِهِ وَمِثْلَ الثَّقَاخَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا ثُمَّ أَتَاهُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فِي رِعِيَّةِ الْإِبِلِ قَالَ: أَرْسِلُوا إِلَيَّ فَأَقْبَلْ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ تُظِلُّهُ قَالَ: أَنْظِرُوا إِلَيْهِ عِمَامَةً تُظِلُّهُ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوهُ إِلَى فِيءِ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فِيءِ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ قَالَ: أَنْظِرُوا إِلَيَّ فِيءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ“ (۳)

ترجمہ: ”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطالب شام کی طرف گئے ان کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے۔ جب وہ اس راہب کے پاس پہنچے تو اپنی سواریاں کھولیں۔ ان کے پاس وہ راہب آیا حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ اس پر گزرتے تھے وہ ان کے پاس نہ آتا تھا۔ فرمایا کہ لوگ اپنا سامان کھول رہے تھے راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا بولا یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ نے انہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو سردار ان قریش نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ بولا کہ تم جب اس گھاٹی سے سامنے آئے تو کوئی درخت اور پتھر نہ رہا مگر وہ سجدے میں گر گیا۔ یہ مخلوق نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سب کی طرح ہے۔ پھر وہ لوٹ گیا، لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا جب ان لوگوں کے پاس کھانا لایا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اونٹ چرانے والوں میں تشریف فرما تھے تو بولا انہیں بلا بھیجو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آئے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر بادل تھا جو سایہ کر رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قوم سے قریب ہوئے تو ان کو درخت کے سایہ میں پہلے پہنچا ہوا پایا جب حضور بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا۔ راہب نے کہا: دیکھو درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا ہے۔“

(4)

”وَعَنِ الْعِزْبَاضِ بْنِ سَارِيَّةٍ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّ آدَمَ لَمُنْعَدِلٌ فِي طِينِهِ“ (۴)

(۳) جامع ترمذی، باب ما جاء في بدء نبوة النبي، الرقم: ۳۶۲۰ - المستدرک، ومن کتاب آیات رسول اللہ، الرقم: ۴۲۲۹ - مشکوٰۃ، الرقم: ۵۹۱۸

(۴) المستدرک، باب ذکر اخبار سید المرسلین، الرقم: ۴۱۴۵ - مسند احمد، الرقم: ۱۴۱۵۰ - مسند الزبیر، الرقم: ۴۱۹۹ - مشکوٰۃ، الرقم: ۵۹۱۸

ترجمہ: ”حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے پاس آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے خیر میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔“

(5)

..... ﴿ حدیث قدسی ہے کہ

”وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَأَخْرَجْتَهُمُ بَعَثًا“ (۵)

ترجمہ: ”(اے محبوب!) میں نے تمہیں تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے نبی بنایا اور بعثت میں تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا۔“

(6)

..... ﴿ ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَنِي وَجَبْتُ لَكَ التُّبُوءُ؟ قَالَ: وَأَدُمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ (۶)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس وقت واجب ہوئی) جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔“

(7)

..... ﴿ حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجْرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَا أَعْرِفُهُ الْآنَ“ (۷)

ترجمہ: ”بے شک میں مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا۔ بے شک میں اسے آج بھی پہچانتا ہوں۔“

(8)

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ حَبِلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۸)

ترجمہ: ”میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے ارد گرد نکلتا تو جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ کہتا۔“

(۵) مجمع الزوائد، باب منہ فی الاسراء، الرقم: ۲۳۵ - مسند البزار، الرقم: ۵۱۸ - (۶) جامع ترمذی، باب فی فضل النبی، الرقم: ۳۶۰۹ - مسند احمد، الرقم: ۱۶۶۲۳
(۷) صحیح مسلم، باب فضل نسب النبی، الرقم: ۲۲۴۴ - (۸) جامع ترمذی، باب فی آیات نبوة النبی، الرقم: ۳۶۲۶

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ

عصمت مصطفیٰ

اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء عظام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں اور حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء و امام المعصومین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بچپن سے وصال تک اعلیٰ ترین تقویٰ و طہارت سے بھری پڑی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر کوئی گناہ اور کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ! مخالفین قیامت تک امام المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر میں ایک گناہ اور ایک کوتاہی ثابت نہیں کر سکیں گے ”وَ اذْعُوْا شَہَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ“ یاد رہے کہ شرع شریف میں گناہ کی تعریف یہ ہے کہ ”کوئی شخص کسی عذر شرعی کے بغیر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔“

قرآن مجید کی روشنی میں

1..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَا صَلَّٰ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی“ (۱)

ترجمہ: ”تمہارے ساتھی (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور نہ کبھی بہکے۔“ اس آیت میں ”صَلَّ“ اور ”غَوٰی“ ماضی مطلق کے صیغے ہیں اور ماضی مطلق، ماضی قریب و ماضی بعید دونوں کو شامل ہوتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کوئی صغیرہ و کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا۔

اس آیت کے تحت مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَلَیْسَ بِغَفٰی وَ اَحَدٍ فَاِنَّ الْغَوٰیۃَ هِيَ الْخَطَاۃُ فِی الْاِغْتِقَادِ خَاصَّةً وَ الصَّلَالِ اَعَمُّ مِنْهَا یَتَنَاوَلُ الْخَطَاۃُ فِی الْاَقْوَالِ وَ الْاَفْعَالِ وَ الْاَخْلَاقِ“ (۲)

ترجمہ: ”صَلَّ“ اور ”غَوٰی“ دونوں کا ایک معنی نہیں ہے بیشک ”غَوٰی“ وہ خاص طور پر اعتقاد میں غلطی کو کہتے ہیں اور ”صلال“ عام ہے پس وہ اقوال، افعال اور اخلاق میں غلطی کو شامل ہے۔

ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد، اقوال، افعال اور اخلاق کے تمام گناہوں اور تمام

برائیوں سے معصوم ہیں۔

2..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ“ (۳)

ترجمہ: ”آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی کبھی ناراض ہوا۔“

یہ آیت بھی کس قدر روشن دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زندگی میں کوئی گناہ، کوئی غلطی، کوئی کوتاہی، کسی ناجائز کام چاہے خلافِ اولیٰ کیوں نہ ہو، کا ارتکاب کبھی نہیں ہوا۔

3..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ“ (۴)

ترجمہ: بیشک آپ ہدایتِ مستقیم پر ثابت ہیں۔

4..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ“ (۵)

ترجمہ: بیشک آپ یقیناً مرسلین سے ہیں صراطِ مستقیم پر۔“

ان آیات میں ”جملہ اسمیہ“ لایا گیا ہے جو کہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہدایت اور صراطِ مستقیم پر ہونا ہر زمانہ میں ہے۔

5..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا يَنْطُغِي عَنِ الْهُوٰی ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُُّوْحٰی“ (۶)

ترجمہ: ”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔“

ان آیات کی رو سے بھی عصمت ثابت ہے کیوں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر بات آپ کا ہر ارشاد اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اور وحی کیسے غلط ہو سکتی ہے؟

6..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (۷)

ترجمہ: ”بیشک تمہارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں۔“

یہ آیت مبارکہ بھی روشن دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری سیرت طیبہ رشد و ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت طیبہ ہر قسم کے گناہوں و تقصیرات سے پاک ہے۔

یاد رہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ”ساری سیرت مبارکہ، کامل نمونہ اور قابلِ اتباع ہے“ کے تحت محدثین اور فقہائے اسلام نے یہ صراحت تو فرمائی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت طیبہ کے یہ حصے منسوخ ہیں (جیسے ابتدائے اسلام میں دورانِ نماز سلام و کلام) یا سیرت طیبہ کے یہ حصے خاصہ ہیں (جیسے ایک وقت میں چار سے زیادہ نکاح) لہذا ان

امور پر عمل نہ کیا جائے لیکن قسم بخدا! آج تک کسی مفسر، کسی محدث، کسی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ سیرت طیبہ کا یہ حصہ گناہ یا کوتاہی ہے لہذا امت اس پر عمل نہ کرے کیوں کہ رب کعبہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں آج تک ایک گناہ یا تقصیر ثابت نہیں۔

7..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“ (۸)

ترجمہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس آیت مبارکہ میں اطاعت رسول کو اطاعت اللہ تعالیٰ قرار دیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے رشد و ہدایت اور نیکی کے سوا کچھ سرزد نہیں ہو سکتا چونکہ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو گناہوں سے پاک ماننا لازم ہے کیوں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو گناہ کریں گے تو گناہ میں اُن کی اطاعت کیسے اطاعت اللہ تعالیٰ بنے گی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَطِيعُوا مِمَّا أَطَعْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِذَا عَصَيْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ“ (۹)

ترجمہ: ”اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کروں تو تم پر میری اطاعت جائز نہیں۔“

لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کروں تو میری نافرمانی کرو بلکہ آپ نے اپنی مطلق اطاعت کا حکم دیا اور قرآن پاک نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دے کر عصمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اشارہ دیا ہے۔

8..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ“ (۱۰)

ترجمہ: ”بیشک میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔“

اعلان نبوت سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ چالیس سالہ زندگی ایسی پاک صاف اور مطہر اور بے عیب تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس زندگی کو مشرکین کے سامنے بطور دلیل پیش کرایا۔ اس آیت کے تحت امام المفسرین حضرت شمس الدین القرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَنِّي لَبِثْتُ فِيكُمْ مَدَّةَ شَبَابِي لَمْ أَغْصِ اللَّهَ أَفْتَرِيذُونَ مِنِّي الْآنَ وَقَدْ بَلَغْتُ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَنْ

أُحَالِفَ أَمَرَ اللَّهُ“ (۱۱)

(۸) سورہ نساء: ۸۰ (۹) تاریخ الخلفاء، الخليفة الاول، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ۵۴/۱ (۱۰) سورہ یونس: ۱۶ (۱۱) تفسیر القرطبی، زیر بحث آیت مذکورہ ۳۲۱/۸

ترجمہ: ”یعنی اپنی جوانی کی ایک مدت تم میں اس حال میں گزاری ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تو کیا تم مجھ سے اب یہ ارادہ کرتے ہو حالانکہ میری عمر چالیس سال گزر چکی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کروں گا؟“

احادیث کی روشنی میں

احادیث نبویہ سے بھی عقیدہ عصمت مصطفیٰ ثابت ہے اختصار کے پیش نظر چند احادیث پیش کی جاتی ہے۔

1..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں جو بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ سناؤ لکھ لیتا تاکہ میں اسے محفوظ کر دوں تو مجھے بعض قریش نے اس سے منع کیا اور کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اَلَا حَقُّ“ (۱۲) ترجمہ: ”تو لکھ قسم بخدا اس سے ماسوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔“

2..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیشک میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا“ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ (بعض دفعہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا“ (۱۳) ترجمہ: ”بیشک میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔“

3..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں کوئی ایسا نہیں مگر اس پر ایک جن (شیطان) مقرر نہ ہو“ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بھی؟ فرمایا: ”وَاَيَّاهِ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ“ (۱۴) ترجمہ: ”مجھ پر بھی لیکن مجھے رب نے اس پر مدد دی جس سے وہ مسلمان ہو گیا ہے اب وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔“

اجماع امت کی روشنی میں

..... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اَجْمَعَتِ الْاُُمَّةُ عَلَى عَصْمَةِ الْاَنْبِيَاءِ فَيَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالتَّبْلِيغِ وَفِي غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْكِبَائِرِ وَمِنَ الصَّغَائِرِ“ (۱۵)

(۱۲) سنن ابی داؤد، باب فی کتاب العلم، الرقم: ۳۶۳۶ (۱۳) جامع ترمذی، باب فی المزاح، الرقم: ۱۹۹۰

(۱۴) صحیح مسلم، باب تحریش الشیطان وبعثہ سرا یا، الرقم: ۲۸۱۴ (۱۵) خصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ ﷺ بالعصمة من کل ذنب ۴۴۹/۲

ترجمہ: ”تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام جو احکام تبلیغ کے ساتھ متعلق ہیں اور اس کے علاوہ تمام کبیرہ اور تمام صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔“

قیاس کی روشنی میں

عقل کی رو سے بھی نبی کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں کہ وہ ایک شخص کو گناہوں سے روکنے کے لئے بھیجے اور اس شخص (نبی) کو گناہوں سے پاک نہ رکھے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے ایک مقصد ”وَيُزَكِّيهِمْ“ (۱۶) ہے یعنی وہ انہیں گناہوں کی آلودگی سے ستھرا فرمائیں، تو کیسے ممکن ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے غلاموں کو تو گناہوں سے ستھرا فرمائیں اور خود گناہوں سے ستھرا نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے غلطیوں کے صدور کا نظریہ کس قدر خطرناک ہے؟

یہ نظریہ کس قدر خطرناک ہے اس کے نتیجے میں تو سارے کا سارا دین مشکوک ہو جائے گا کیوں کہ جو شخص اس گستاخانہ نظریہ کو مان لے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خطائیں اور غلطیاں ہوئیں تو اس کے ذہن میں ضرور آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد اسلامیہ، شان توحید و رسالت، ملائکہ، جنت و دوزخ وغیرہ اور عبادات و معاملات کی تفصیلات حتیٰ کہ وحی کے وصول کرنے اور پہنچانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے غلطیاں ہوئی ہوں گی۔

نیز یہ کہ محدثین اُس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں جس کے راوی سے کسی وجہ سے (مثلاً ضعف حافظہ وغیرہ) کبھی روایت میں غلطی ہو جائے، تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نبوت و رسالت کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمائے اور اسے حامل وحی اور شارع اسلام جیسی بے شمار عظیم الشان ذمہ داریاں عطا فرمائے اور پھر ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے غلطیاں ہوں؟ یعنی غلطیاں کرنے والا شخص راوی نہیں ہو سکتا تو وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے؟

لہذا مسلمانوں کے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ مسلمان اپنے اسلاف کے اسی عقیدہ پر پختہ رہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گناہوں، تقصیرات، غلطیوں اور خطاؤں سے پاک ہیں اور ان کی ساری سیرت طیبہ حق ہے اور امت کے لئے مینارِ نور ہے یہی عقیدہ قرآن و سنت اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں کیا خوب عرض کیا۔

خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: آپ (اے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس طرح پیدا کئے گئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چاہتے تھے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ

معراج النبی

سَرَّيْتُ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا إِلَى حَرَمٍ كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِي دَاخٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْفَعُ إِلَيَّ أَنْ ذَلَّتْ مَنْزِلَتُهُ قَدْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ وَلَمْ تُرْمِ
وَقَدْ مَثَّكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا وَالرُّسُلُ تَقْدِيمَ مَعْدُومٍ عَلَى خَدَمِ (۱)

یہی سماء تھا کہ پیگ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مُمَجَّد
نثار جاؤں یہ کیا نہ تھی یہ کیا عاں تھا یہ کیا مزے تھے
تَبَارَكَ اللَّهُ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لے تُو تَرَانِ کہیں تقاضے وصال کے تھے

معراج کا لفظی معنی ہے: اوپر چڑھنے کا بڑا آلہ یعنی بڑی سیڑھی، یا یہ لفظ ”میلا“ کی طرح مصدر کے معنی میں ہے یعنی

بہت اوپر چڑھنا جبکہ مسلمانوں کے عرف میں ”معراج“ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روشن و اعظم ترین معجزات اور اعلیٰ ترین فضائل و کمالات سے ہے جس میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیداری کی حالت میں جسم و روح کے ساتھ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ میں پہنچے اور انبیاء و رسل اور ملائکہ عظام کی نماز کی امامت فرمائی پھر ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ اور عرش سے گزر کر مقام قاب قوسین پر فائز ہو کر تمام اولین و آخرین سب پر سبقت لے گئے۔ کیوں کہ جہاں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہنچے وہاں نہ کوئی نبی پہنچا، نہ کوئی رسول اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار عظیم الشان نشانیوں کو دیکھا حتیٰ کہ اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ جل جلالہ کا دیدار فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بے شمار علوم و معارف اور انعامات و اکرامات سے نوازا۔

ذکر معراج قرآن مجید میں

1..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”سُبْحَنَ الَّذِيْ اَشْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بُرُکْنَا حَوْلَہٗ

لِنُرِيَهُ مِنْ أَيْنَ نَاطَ إِنَّهُ هُوَ السَّيِّعُ الْبَصِيرُ“ (۳)

ترجمہ: وہ ذات (ہر نقص و عیب اور کمزوری و عجز) سے پاک ہے جس نے اپنے بندہ محبوب کو رات کے کچھ حصے میں سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت فرمادیا تاکہ ہم (آسمانوں کی سیر اور مقام قاب قوسین پر فائز کر کے) اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔

۲..... وَ النَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ۚ ۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ ۲ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ ۳ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ ۴ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۚ ۵ ذُو مِرَّةٍ ۚ ۶ فَاسْتَوَىٰ ۚ ۷ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ ۸ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۚ ۹ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۚ ۱۰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۚ ۱۱ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۚ ۱۲ أَفَتُمَكِّرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۚ ۱۳ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۚ ۱۴ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۚ ۱۵ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۚ ۱۶ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۚ ۱۷ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ ۱۸ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۚ ۱۹ (۴)

ترجمہ: قسم ہے پیارے تارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب وہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ کبھی بہکے، اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے وہ تو نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے۔ انہیں خوب پڑھایا سخت قوتوں والے طاقتور دانا (اللہ) نے۔ پھر اس نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ (اللہ) قریب ہوا پس وہ خوب قریب ہوا یہاں تک کہ فاصلہ تھا دو کمانوں کا یا اس سے کم، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم جھگڑتے ہو؟ اس کے دیکھنے پر اس نے تو اسے پھر دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ پھری نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

یاد رہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ معراج ہجرت مدینہ سے قبل ہوئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِعْلَمُوا أَنَّهُ قَدْ اشْتَهَرَ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ بِدِيَارِ الْعَرَبِ أَنَّ مِعْرَاجَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَجَبٍ“ (۵)

ترجمہ: ”تم جان لو! کہ دیار عرب کے لوگوں میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ رجب المرجب کی تاریخ مشہور ہے۔“

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانَ لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَجَبٍ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ“ (۶)

(۳) سورہ بنی اسرائیل: ۱۰ (۴) سورہ نجم: ۱۸ تا ۱۹ (۵) مائت من السنہ، باب ذکر شہر رجب، صفحہ ۲۵۲ (۶) شرح الزرقانی علی المواہب، وقت الاسراء ج ۲، ص ۴۱

پیاس کی شکایت پیش کی..... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک رکوہ (کڑی کا برتن) میں اپنا ہاتھ رکھا:

”فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْغُيُونِ“

ترجمہ: ”تو پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح نکلنے لگا۔“

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کیا، پانی پیا اور برتن بھرے لیکن پانی ختم نہ ہوا۔ پوچھا گیا کہ صحابہ کی تعداد کتنی تھی؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَّكَفَانَا كُنَّا خَمْسَةَ عَشَرَ مِائَةً“ (۵)

ترجمہ: ”پندرہ سو تھے لیکن ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں پانی کافی تھا۔“ یہ کتنی بڑی مشکل کشائی اور حاجت روائی ہے؟

..... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خیر کے روز فرمایا: میں کل یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا فرمائے گا..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی اُن کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ تو فرمایا: انہیں پیغام بھیجو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا:

فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَالَهُ فَبَرَأَ كَأَن لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ (۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اُن کی آنکھوں میں لعاب ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے گویا کہ آپ کو کوئی درد نہ تھا۔

..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ”مصنف“ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: دو ر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں قحط پڑھا تو ایک شخص (صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ) روضہ نبوی پر حاضر ہوئے اور درخواست کی:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا“

ترجمہ: ”اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! آپ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہونے والی ہے“

تو خواب میں زیارت نبوی سے مشرف ہوئے، حکم ہوا جاو عمر کو سلام کہو اور بتاؤ کہ انہیں باران رحمت سے نوازا جا رہا ہے (۷) شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ اور ناصر الدین البانی نے اپنی تصنیف ”التوسل انواع و احکامہ“ میں اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ (۸)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قبر میں بھی فریادیں سنتے ہیں اور مشکل کشائی کرتے ہیں اور آپ قبر میں بھی وسیلہ ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی امت کے اولیائے کرام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اُن کی حیات اور وفات

(۵) صحیح بخاری، باب غزوة الحدیبیہ، الرقم: ۴۱۵۲ (۶) صحیح بخاری، الرقم: ۴۰۰۹ (۷) مسند ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲

(۸) فتح الباری، قولہ بَابُ سُؤْلِ النَّاسِ إِلَّا نَامَ إِلَّا شَيْئًا، جلد ۲، صفحہ: ۳۹۵۔ التوسل انواع و احکامہ، الفصل الرابع، الشبهة الثالثة، جلد ۱، صفحہ: ۱۱۸

ترجمہ: معراج 27 رجب المرجب کی رات کو ہوئی اور اسی پر ہی مسلمانوں کا عمل ہے۔
..... نیز فرماتے ہیں:

”فَهُوَ لَآءٌ خَمْسَةٌ وَأَرْبَعُونَ صَحَابَةً رَوَوْا الْقِصَّةَ“ (۷)

ترجمہ: ”پس یہ 45 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔“

خلاصہ واقعاتِ معراج

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم کعبہ میں لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو گردن کے نیچے سے لے کر ناف کے نیچے تک چاک کیا۔ اس واقعہ کو ”شق صدر“ کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر نکال کر سونے کے طشت میں رکھا اور آپ زمزم سے غسل دے کر انوارِ ایمان و حکمت (علم الموجودات) سے خوب بھر کر پھر سینہ میں رکھ کر پیٹ کو بند کر دیا۔

پھر براق (بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتار جانور) پیش کیا گیا، جو گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا تھا اور اس قدر تیز رفتار تھا کہ اپنی نظریں انتہا پر اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس موقع پر براق نے اس عظیم اعزاز پر شوقی کی تو جبریل امین علیہ السلام نے کہا:

”أَبِئْ حَمْدٌ تَفْعَلُ هَذَا؟ فَمَا رَكِبَكَ أَحَدٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنْهُ..... فَأَرْفَضَ عَرَقًا“ (۸)

ترجمہ: ”کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے؟ کوئی بھی ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا نہیں جو تجھ پر سواری کرے پس وہ براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ، مدین، مزار حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ولادت گاہ عیسیٰ علیہ السلام سے گزرتے ہوئے مسجد اقصیٰ پہنچے اور بعض مقدس مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں کثیف احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا:

”وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ“ (۹)

ترجمہ: ”وہ اپنی قبر میں کھڑے تھے اور صلوٰۃ (یعنی نماز یا درود شریف) پڑھ رہے تھے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب مسجد اقصیٰ پہنچا تو

”جَبْرِئِلٌ بِاصْبَعِهِ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ“ (۱۰)

ترجمہ: ”تو جبریل علیہ السلام نے انگلی سے اشارہ کر کے پتھر میں سوراخ کیا اور اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔“

اس سے حضرت جبریل امین علیہ السلام کا خادم ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخدوم ہونا واضح ہوتا ہے

(۷) شرح الزرقانی علی المواہب، باب المقصد الخامس فی تخصیصہ ج ۸، ص ۲۴ (۸) جامع ترمذی، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل الرقم: ۳۱۳۱

(۹) صحیح مسلم، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، الرقم: ۲۳۳۵ (۱۰) جامع ترمذی، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، الرقم: ۳۱۳۲ * المستدرک: الرقم: ۳۴۴۰

جیسا کہ درود تاج میں ہے ”جَبْرِیلُ تَحَادُّمُهُ“ اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔
تیرے درکار ہاں ہے جبریل اعظم

تیرا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے (۱۱)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: میں نے انبیاء کو پہچان لیا، کچھ قیام، کچھ رکوع اور کچھ سجدہ کر رہے تھے۔ تو مؤذن نے اذان پڑھی پھر اقامت پڑھی پس ہم کھڑے ہو کر صرف بستہ انتظار کرنے لگے کہ امامت کون کرائے گا؟ تو جبریل امین علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا تو میں نے انبیائے عظام علیہم السلام کی امامت کرائی۔ اس موقع پر متعدد انبیائے عظام جن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ انعامات کے ذکر پر مشتمل خطبے پڑھے پھر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ خطبہ پڑھا:

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا اَنْزَلَ عَلَی الْفُرْقَانَ فِیْہِ تَبْیَانَ لِّکُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اُمِّیّی حَبِیْرًا اُمَّةً اُخْرِجَتْ لِّلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمِّیّی وَسَطًا وَجَعَلَ اُمِّیّی ہُمْ الْاَوَّلُوْنَ وَ ہُمْ الْاٰخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَنِّیْ وَدُرِّیْ وَ رَفَعَ لِیْ ذِکْرِیْ وَ جَعَلَ لِیْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا“ (۱۲)

ترجمہ: ”ہر شائے خیر اس اللہ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا اور تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرسانے والا اور مجھ پر ایسا کلام نازل کیا جو حق و باطل میں فرق کرنے والا اور جس میں ہر شے کا بیان موجود ہے اور میری امت کو مرکز کی امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا اور میرا سینہ کھول دیا اور میرا بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے ہر میدان میں فاتح بنایا اور نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والا۔“

اس کے بعد جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فیصلہ سنایا:

”بِهٰذَا فَصَّلَکُمْ مُحَمَّدٌ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)“ (۱۲)

ترجمہ: ”ان فضائل کی وجہ سے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تم سب پر فضیلت لے گئے۔“

تو سب انبیاء خاموش رہے اور اس طرح تمام انبیائے عظام کا اجماع ہوا کہ حبیب خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”ثُمَّ عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا (اسی سے اس واقعہ کو معراج کہا جاتا ہے)“

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آسمان کے خازن (منتظم) سے کہا: کھولو!

انہوں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: جبریل

اس نے پوچھا: آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ کہا: محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اس نے پوچھا: کیا انہیں بلا یا گیا ہے؟ کہا: ہاں

تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ یہ سب سوالات و جوابات ساتوں آسمانوں پر ہوئے۔

..... پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نے استقبال کیا اور کہا: خوش آمدید! بہت صلاحیت و قابلیت والے نبی اور بڑی قابلیت

والے بیٹے، جب حضرت آدم علیہ السلام دائیں جانب صورتیں دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں جانب صورتوں کو دیکھتے تو

رونے لگتے، جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی: دائیں جانب اہل جنت اور بائیں جانب اہل جہنم کی صورتیں ہیں۔

..... دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

..... تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا ہے۔

..... چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نے استقبال کیا۔

..... پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

..... چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا، رونے لگے اور وجہ پوچھنے پر کہنے لگے:

”لَا نَ غَلَامًا یُّبْعَثُ بَعْدَیْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اَمَّتِہٖ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَدْخُلُہَا مِنْ اُمَّتِی“ (۱۵)

ترجمہ: یہ بڑی صلاحیت والے نوجوان میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں لیکن ان کی امت میری امت کی نسبت بڑی زیادہ تعداد

میں جنت میں داخل ہوگی۔

..... اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فرماتے ہیں:

”مُسْنِدًا اَظْہَرُ اِلَی الْبَیْتِ الْمَعْمُورِ وَاِذَا هُوَ یَدْخُلُہُ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلٰٓئِکَ لَا یُعَوِّدُوْنَ اِلَیْہِ“ (۱۶)

ترجمہ: (ملائکہ کے قبیلہ) بیت المعمور کی طرف وہ ایک لگا کر تشریف فرما ہیں اور اس میں ہر روز 70 ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں اور

دوبارہ اُن کو باری نہیں ملتی۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”ثُمَّ رَفِعْتُ اِلَی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی“ (۱۷)

ترجمہ: ”پھر مجھے مقام جبریل سدرۃ المنتہٰی پر فائز کیا گیا۔“

تو دیکھا کہ جو اعمال زمین سے یہاں پہنچتے ہیں انہیں یہاں سے وصول کر لیا جاتا ہے اور جو امور اوپر سے نازل ہوتے

ہیں وہ بھی یہاں سے وصول کر لئے جاتے ہیں۔

جب جبریل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور جبریل امین علیہ السلام کا مکالمہ یوں بیان فرماتے ہیں: ے

بدو گفت سالار بیت الحرام کہ اے حاملِ وحی برتر خرام
اگر یک سرموئے برتر پریم فروغ تجلی بسوزد پریم (۱۸)

یعنی جبریل امین علیہ السلام سے بیت الحرام کے سردار نے کہا: اے وحی لانے والے فرشتے اوپر آؤ۔ تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی اگر ایک بال کے سرے کے برابر اوپر پرواز کروں تو تجلیات کی شدت کی وجہ سے میرے پر چل جائیں گے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

”لَوْ دَنَوْتُ أَنْمَلَةً لَّا خَتَرْتُكَ“ (۱۹)

ترجمہ: ”اگر میں ایک انگلی کے برابر آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب آؤں تو جل جاؤں گا۔“
اور تفسیر درمنثور میں ہے جب میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا:

”فَرَفَضَنِي جِبْرِيلُ وَخَرَزْتُ سَاجِدًا لِلَّهِ تَعَالَى“ (۲۰)

ترجمہ: ”تو جبریل امین علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گیا۔“
آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں:

”ثُمَّ عَرِجَ حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”پھر مجھے بلند مقام پر چڑھایا گیا جہاں میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔“
امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَإِذَا مَرَّ عَلَى الرَّحِيمِ كَانَ رَحِيمًا أَوْ عَلَى الْغَفُورِ كَانَ غَفُورًا أَوْ عَلَى الْكَرِيمِ كَانَ كَرِيمًا أَوْ عَلَى الْحَلِيمِ كَانَ حَلِيمًا أَوْ عَلَى الشَّكُورِ كَانَ شَكُورًا أَوْ عَلَى الْجَوَادِ كَانَ جَوَادًا وَهَكَذَا فَمَا يَزِجُّ مِنْ ذَلِكَ الْيَعْرَاجِ إِلَّا وَهُوَ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ“ (۲۲)

ترجمہ: (معراج کے موقع پر آپ کا اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کی بارگاہوں سے بھی گزر ہوا جس کی صفات سے آپ متصف ہوئے)
جب رحیم سے گزرے تو رحیم ہوئے، جب غفور سے گزرے تو غفور ہوئے، جب کریم سے گزرے تو کریم ہوئے، جب حلیم سے گزرے تو حلیم ہوئے، جب شکور سے گزرے تو شکور ہوئے اور جب جواد پر گزرے تو جواد ہوئے اور اسی طرح اس معراج میں جب کسی بھی اسم مبارک سے گزرتے تو انتہائی کمال عطا کر دیئے جاتے۔

(۱۸) بوستان سعدی، ص ۵ (۱۹) شرح شفاء، فصل: فی فوائد متفرقة، ج ۱، ص ۳۴ (۲۰) تفسیر درمنثور، زیر بحث سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱

(۲۱) صحیح بخاری، باب کیف فرضت الصلوة، الرقم: ۳۳۹ (۲۲) البواقیت و الجواہر امام شعرانی، الجزء الثانی، باب فی بیان صحۃ الاسراء، ص ۳۶۸

اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا

رؤف و رحیم و علیم و علی ہے

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں:

”ثُمَّ دُلِّيَ لِي قَطْرَةٌ مِنَ الْعَرْشِ فَوَقَعَتْ عَلَى لِسَانِي..... فَأَنْبَأَنِي اللَّهُ بِهَا نَبَأَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَتَوَدَّ قَلْبِي“ (۲۳)

ترجمہ: ”پھر عرش سے ایک قطرہ گرا دیا گیا جو میری زبان پر پڑا..... تو اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں بتا دیں اور میرے دل کو خوب خوب روشن فرما دیا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے 70 ہزار حجابات جن میں سے ہر ایک کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت تھی طے کیے، فرماتے ہیں: میں نے کچھ وحشت محسوس کی تو کسی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں کہا:

”قِفْ يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي“ (۲۴)

ترجمہ: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ٹھہر جائیں، تمہارا رب صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: میری وحشت دور ہو گئی تو آواز آئی:

”أُذُنْ يَا أَحْمَدُ أُذُنْ يَا مُحَمَّدُ“ (۲۴)

ترجمہ: اے احمد! قریب آؤ، اے محمد! قریب آؤ۔

جبکہ قرآن مجید میں ہے:

”ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ“ (۲۵)

ترجمہ: ”پھر وہ قریب ہوا پس اور قرب چاہا پس فاصلہ رہا دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم۔“

اور صحیح بخاری میں ہے:

”وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلَّى“ (۲۶)

ترجمہ: ”اور رب العزت جبار قریب ہوا پس اور قرب چاہا۔“

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ کا خوب دیدار کیا۔ اسرار و رموز کی باتیں ہوئیں، بے شمار علوم و معارف آپ کو عطا ہوئے، سورہ بقرہ کی آخری آیات کا بلا واسطہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نزول ہوا اور پچاس نمازیں آپ پر اور آپ کی امت پر فرض کی گئیں اور آپ نے امت کی مغفرت کا سوال کیا اور

(۲۳) المداہب اللدنیہ، المقصد الخامس الاسراء، ج ۲، ص ۲۸۴ * نزہۃ المجالس، فصل فی المعراج، ج ۲، ص ۱۱۵

(۲۴) مدارج النبوت جلد اول، باب رؤیت الہی، ص ۲۲۱ (۲۵) سورہ نجم: ۸، ۹ (۲۶) صحیح بخاری، باب وکلم اللہ موسیٰ تکلیما، الرقم: ۵۱۴۷

بارگاہِ الوہیت سے مغفرت امت اور قبولِ شفاعت کا وعدہ فرمایا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”فَوَصَّعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوْجَدَتْ بَرَدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک سینہ میں پائی تو میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔

واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا آپ کی امت پر کیا فرض ہوا، فرمایا: دن رات میں پچاس نمازیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: آپ کی امت ہرگز پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں:

”فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلِّهُ التَّخْفِيفَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”آپ اپنے رب کی طرف جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔“

چنانچہ خلاصہ حدیث یہ ہے: آپ ﷺ بار بار اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر حاضر ہوتے رہے اور نمازوں میں تخفیف ہوتی رہی یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) دن رات میں پانچ رہ گئیں ہر نماز پر 10 نمازوں کا ثواب ہے لہذا یہ (ثواب میں) پچاس ہی ہیں جو ایک نماز پڑھے گا اس کو 10 کا ثواب ملے گا اور جو ایک نماز چھوڑے گا اسے صرف ایک نماز کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر باقی پانچ نمازوں کی معافی کا سوال کرنے پر اصرار کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں اتنی بار حاضر ہوا ہوں اب مجھے حیا محسوس ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

”لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى“ (۲۹)

ترجمہ: ”تحقیق اس (بندہ محبوب) نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

واپسی پر جنت و دوزخ کا مشاہدہ بھی فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں اور ارواحِ انبیاء کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ فرمایا اور جو بے شمار عظیم نشانیاں دیکھیں، دکھانے والا اللہ تعالیٰ اور دیکھنے والے حبیب اکرم ﷺ ہی جانتے ہیں۔

سفرِ معراج میں عالمِ برزخ کے چند نظارے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ”سُبْحَنَ الَّذِي

أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا“ کی تفسیر میں فرمایا:

”میرے پاس ایک جانور لایا گیا اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا

قدم منتمی بصر پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبریل بھی چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوقت تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیوں کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے پکلا جا رہا تھا اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ پھر سر کچل دیا جاتا) میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے۔ پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا تو پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں۔“ (۳۰)

سفر معراج سے واپسی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم نے نماز فجر کے بعد معراج اور خصوصاً مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر فرمایا تو کفار نے بہت شور کیا۔ کچھ مسلم اسلام سے مرتد بھی ہو گئے۔ ابو جہل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اس قوی اُمید پر کہ آج ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بھی پیغمبر اسلام کا ساتھ چھوڑ دیں گے، انہیں بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم نے راتوں رات میں مسجد اقصیٰ سے ہو کر واپس آنے کا دعویٰ کیا ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے تو جیسا ہے اور میں اُن سے اس سے بڑھ کر صبح و شام آسمانوں کی خبریں سنتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔ اس موقع پر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم سے آپ کو صدیق کا خطاب عطا کیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کا مسجد اقصیٰ اور تین قافلوں کی نشانیاں بیان فرمانا

پھر کفار نے مسجد اقصیٰ کی عمارت، نقشہ اور مسجد اقصیٰ پہاڑ سے کتنی قریب ہے وغیرہ نشانوں کے بارے میں سوال کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ نے آج تک مسجد اقصیٰ کا سفر نہیں فرمایا تو آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے ایک ایک نشانی بیان فرمادی پھر انہوں نے آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم سے شام سے واپس آنے والے قافلوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا: ایک قافلہ روحا کے مقام پر، دوسرا ذی طویٰ کے مقام پر اور تیسرا تنعیم کے مقام پر دیکھا ہے اور سب کی نشانیاں بھی بیان فرمادیں جس پر انہوں نے آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم پر جادو کا الزام لگایا اور ایمان نہ لائے۔

معجزہ حبیب شمس:

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سے سورج پلٹ آنے کے معجزہ کی طرح چلتے ہوئے سورج کا ٹھہر جانا بھی ایک عظیم معجزہ ہے جو معراج سے اگلے روز وقوع پذیر ہوا۔

جب کفار قریش نے حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم سے اپنے اس قافلہ کے حالات دریافت کیے جو ملک شام سے مکہ آ رہا تھا تو آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے تمہارے اس قافلہ کو بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہے اور وہ بدھ کے دن مکہ آجائے گا۔ چنانچہ قریش نے بدھ کے دن شہر سے باہر نکل کر اپنے قافلہ کی آمد کا انتظار کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا اور قافلہ نہیں آیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الشَّمْسَ فَتَأَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ“ (۳۱)

ترجمہ: ”بیشک حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو سورج دن کی ایک گھڑی ڈوبنے سے رک گیا۔“
یہاں تک کہ وہ قافلہ آ پہنچا۔

..... شارح مسلم امام نووی اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہا فرماتے ہیں:

”قَدَّرُوْیَ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ حُسِبَتْ لَہٗ الشَّمْسُ مَرَّتَیْنِ اِحْدَاھُمَا یَوْمَ الْغَنَدَقِ حِیْنَ شَغِلُوْا عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰی غَرَبَتْ فَرَدَّہَا اللہُ عَلَیْہِ حَتّٰی صَلَّی الْعَصْرَ وَ الثَّانیۃُ صَبِیْحَۃُ الْاَسْرَآءِ حِیْنَ اِنْتَظَرَ الْعِیْرَ النَّبِیُّ اَخْبَرَ بِوُضُوْلِہَا مَعَ شُرُوْقِ الشَّمْسِ“ (۳۲)

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ بیشک ہمارے حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے لیے دوبار ”حبس شمس“ کیا گیا۔ ایک بار جس دن آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم خندق کھودنے کی وجہ سے نماز عصر سے مشغول رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا یہاں تک کہ آپ نے نماز عصر ادا فرمائی اور دوسری بار معراج کی صبح جب آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم اس قافلہ کا انتظار فرما رہے تھے جس کی آنے کی خبر آپ نے دی تھی۔

(۳۱) المعجم الاوسط، الرقم: ۴۰۳۹۔ مجمع الزوائد، باب حبس الشمس له ﷺ، الرقم: ۱۴۰۹۲

(۳۲) شرح النووی، باب تحلیل الغنائم لهذه الامة، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۴۴۶، ج ۱۲ ص ۵۲۔ سقاة المفاتیح، زیر بحث حدیث نمبر: ۴۰۳۳، ج ۶، ص ۲۶۰۲

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند نکات افضلیہ

پہلا نکتہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”فُشِّرَ صَدْرِي إِلَى كَذَا وَكَذَا..... فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِي فَعُيِّلَ بِمَاءٍ زَمْزَمَ ثُمَّ أُعِيدَ مَكَانَهُ“ (۳۳)

ترجمہ: ”پھر میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کیا گیا..... پھر میرا دل نکالا گیا پھر اس کو آب زم زم سے دھویا گیا پھر دل کو اس کی جگہ پر دوبارہ رکھ دیا گیا۔“

جبکہ کسی انسان کا دل سینے سے نکالا جائے تو اس کے ہوس و حواس قائم نہیں رہتے کیونکہ روح کا مستقر دل ہوتا ہے اور دل کے جسم سے نکلنے سے روح بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و روح نکلنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں، کان اور ذہن و دماغ کام کرتے رہے، فرشتوں کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے رہے، اُن کی باتیں سنتے رہے اور یہ سب کچھ اپنے ذہن و دماغ میں محفوظ بھی رکھا جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک روح اور دل کے بغیر بھی زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے لہذا قبض روح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک دنیاوی زندگی کی طرح قبر مبارک میں بھی زندہ ہے۔

مفسر قرآن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شارح بخاری امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شق صدر کا واقعہ چار بار ہوا:

﴿.....﴾ پہلی بار جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور اس کی حکمت یہ تھی کہ بچوں کے دلوں میں جو کھیل کود کی رغبت ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایسے رجحانات پیدا ہی نہ ہوں۔

﴿.....﴾ دوسری بار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 12 سال کے قریب تھی اس کی حکمت یہ تھی کہ جوانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت آپ کے دل مبارک میں علی وجہ الکمال پیدا کر دی جائے۔

﴿.....﴾ تیسری بار پہلی وحی کے نزول سے پہلے چالیس سال کی عمر مبارک میں ہوا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ جس قرآن مجید کی شان ہے:

”لَوْ أَتَوْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ تَخَاشُعًا مُتَّصِدًا عَا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ“ (۳۴)

ترجمہ: اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اسے دیکھتا کہ اس میں خشیت الہی پیدا ہوتی کہ وہ اللہ کی خشیت کی وجہ سے بھٹ جاتا۔

اس بار شق صدر اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قولِ ثقیل یعنی قرآن مجید کے نزول کو برداشت کر سکیں۔

﴿.....﴾ چوتھی بار شق صدر ہوا اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ نے 70,000 حجابات (جہاں جبریل امین علیہ السلام نے

پرواز کرنے سے معذرت کر لی تھی) طے کر کے مقام قاب قوسین پر فائز ہو کر اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے تو رب العزت نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ملکیت اور قدسیت کو بالفعل کرنے اور قلب اطہر کو اتنا مضبوط کرنے کہ ”مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا ظَلَمَ“ (۳۵) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھ نہ پھری، نہ حد سے بڑھی کے مطابق آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رؤیت باری تعالیٰ کو برداشت کیا اور آپ نے تبسم کی حالت میں دیدار فرمایا (۳۶) جیسا کہ شیخ جلال الدین جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خواب فرمایا: ے

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات

تو عین ذات سے نگری در تبسمی

اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ے

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

دوسرا نکتہ:

بجلی کو عربی میں ”بَرْقٌ“ کہتے ہیں جبکہ ”براق“ میں حروف کا زیادہ ہونا معنی کی زیادتی کی دلیل ہے جبکہ بجلی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے۔ براق اس سے بھی تیز رفتار تھا۔

..... حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام براق سے پہلے آسمانوں پر پہنچے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی رفتار اور طاقت ”براق“ سے زیادہ ہے۔

..... بہت طاقتور بجلی کے جانور پر سوار ہونا بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کمال ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نوری بشر ہونے کی دلیل ہے ورنہ محض بشر تو بجلی کی کرنٹ سے موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

تیسرا نکتہ:

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: کہ میں کثیبِ احمر کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا ”وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ“ (۳۷)

ترجمہ: ”اور موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے، اپنی قبر میں صلوٰۃ (یعنی نماز یا درود شریف) پڑھ رہے تھے۔“ اس سے ثابت ہوا کہ

..... محبوبانِ خدا کی قبروں پر جانا سنتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے۔

(۳۵) سورہ نجم: ۱۴ (۳۶) تفہیمات عزیز، سورہ الم نشرح * المواہب اللدنیہ، جلد اول، ص ۲۸۰

(۳۷) صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام الرقم: ۲۳۳۵

کے بعد مشکل کشائی و حاجت روائی اور فیض رسانی کی شانیں عطا فرمائی ہیں۔

..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”او در قدیر خود مثل احیا تصرف مے کند“ (۹)

ترجمہ: آپ (حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ) اپنی قبر میں بھی زندہ لوگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

..... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”امام غزالی گفتم ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ مے شود بوے

بعد از وفات“ (۱۰)

ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنما (۱۱)

انبیاء و اولیاء کو داتا کہنے کی شرعی حیثیت

داتا: کا معنی ہے: دینے والا، فیاض، سخی، درویش وغیرہا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں اور مخلوقات کی صفات عطائی ہیں۔ آیۃ الکرسی میں وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (۱۲) میں لفظ ”علی“ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہی لفظ ”علی“ اپنے چچا زاد بھائی شیر خدا نبی اللہ کا نام رکھا۔ ”علی“ کا معنی اونچا اور بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر اونچا اور بلند ہے، اسے کسی نے اونچا اور بلند نہیں کیا اور حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کی عطا سے بلند اور اونچے ہیں لہذا شرک نہ ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر کسی کی عطا کے بغیر داتا (سخی) ہے اور بزرگان دین اللہ تعالیٰ کی عطا سے (وَمَا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ) (۱۳) اور جو ہم نے انہیں دیا وہ اسے خرچ کرتے ہیں) مخلوق خدا کو جسمانی و روحانی غذا کی سخاوت کرتے ہیں لہذا شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔

حضرت شیخ سید علی بن سید عثمان، جویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی ہجری میں غزنی (افغانستان) سے گھر، خاندان اور وطن چھوڑ کر اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ ابوالفضل خٹکی جنابی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر لاہور تشریف لائے مسجد، مدرسہ اور خانقاہ قائم کی۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دینی تعلیم و تربیت کی اور عوام و خواص کے لئے لنگر جاری کیا حتیٰ کہ دریا کے کنارے جانوروں کو بھی خوراک کھلاتے۔ ۱۰ صدیاں گزرنے کے باوجود آپ کا لنگر آج بھی چوبیس گھنٹے جاری ہے اور قبر مبارک میں بھی فیض رسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر چلہ کاٹنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنما

(۹) بیعات، باب نسب و یتیم، ص: ۱۲۴ (۱۰) اشعة اللمعات، شروع باب زیارت القبور، جلد اول، ص: ۳۶۱

(۱۱) ارشاد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) سورہ بقرہ: ۲۵۵ (۱۳) سورہ بقرہ: ۳

..... حضور نبی اکرم ﷺ نے بجلی سے تیز برق پر بیٹھنے کے باوجود عالم برزخ کا مشاہدہ فرمایا اور صاحب قبر کے عمل کو بیان فرمایا اس سے نگاہ مصطفیٰ کا ایک جہان سے دوسرے جہان تک دیکھنا ثابت ہوا۔

..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں حالت قیام میں صلوٰۃ (یعنی نماز یا درود شریف) پڑھ رہے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی ارواح صرف جنت میں زندہ نہیں بلکہ انبیائے کرام کے اجسام اپنی قبروں کے اندر بھی زندہ ہیں اور نقل و حرکت بھی فرماتے ہیں۔

..... پھر تمام انبیائے عظام کا اپنی قبروں سے نکل کر مسجد اقصیٰ میں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنا، خطبہ دینا اور آپ ﷺ کا خطبہ سننا اور پھر بعض انبیاء عظام کا آسمانوں پر براق سے پہلے پہنچ کر آپ ﷺ کا استقبال کرنا عقائد اہلسنت و جماعت کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چوتھا نکتہ:

کتب احادیث میں آیا ہے کہ معراج سے واپسی پر جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میں نے بنی اسرائیل کا تجربہ کیا ہے آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی لہذا

”فَاذْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسَلِّهُ التَّخْفِيفَ“ (۳۸)

ترجمہ: ”آپ اپنے رب کی طرف جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔“

چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کر کے بار بار بارگاہ الوہیت میں بھیجا حتیٰ کہ نمازیں صرف پانچ رہ گئیں۔

..... اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انبیائے عظام وفات کے بعد بھی اپنے مزاروں میں زندہ ہیں اور جہاں چاہیں حتیٰ کہ آسمانوں پر پہنچ سکتے ہیں جس کی چاہیں امداد کر سکتے ہیں۔

..... حضور نبی اکرم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے محبوب ہیں اور ایسے شافع ہیں کہ آپ کے چاہنے سے اللہ تعالیٰ اپنی قضا اور فیصلوں کو بھی تبدیل فرما دیتا ہے۔

..... ثابت ہوا کہ نبی حیات ظاہرہ میں ہو یا عالم برزخ میں، وسیلہ بن سکتا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نمازوں کی کمی کے لئے حیات ظاہرہ میں وسیلہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات کے بعد عالم برزخ میں نمازوں کی کمی کے لئے وسیلہ بنے۔

..... ”اِذْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ“ یعنی ”آپ اپنے رب کی طرف لوٹیں“ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر کے آئے تھے اور پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نمازوں میں کمی کرائی۔ جب

نمازیں پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ایک بار اور جائیں اور معاف کرانے کے لئے عرض کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب مجھے حیا محسوس ہوتی ہے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ میں نے اپنی استعداد کے مطابق معراج کی ہے اور امت کے لئے پانچ نمازوں کی صورت میں معراج ساتھ لے کر جاؤں اور میری امت نماز کے ذریعے سعادت دارین سے بہرہ ور ہو سکے۔

پانچواں نکتہ:

معراج بیداری کی حالت میں جسم و روح کے ساتھ ہوئی جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی کتاب ”مختصر سیرت رسول“ میں لکھا ہے:

ترجمہ و خلاصہ: ”جب نبی اکرم ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کیا تو مطعم بن عدی نے کہا آپ کا معاملہ پہلے تو درست تھا لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس بات میں کاذب ہیں کیونکہ ہم اونٹوں کو خوب دوڑاتے ہیں اور مسجد اقصیٰ میں 2 ماہ میں پہنچتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ میں ایک رات میں وہاں گیا ہوں۔“

اگر آپ ﷺ نے معراج کا خواب میں ہونا بیان کیا ہوتا تو خواب میں تو مسجد اقصیٰ سے بھی دور جانا ممکن ہے مطعم بن عدی اہل لسان تھا اور قریشی تھا یقیناً آپ نے بیداری کا واقعہ بیان کیا تھا جس پر آپ ﷺ نے الہ و ﷺ کی بے حد مخالفت ہوئی بلکہ کئی نو مسلم مرتد بھی ہوئے۔

سبحان اللہ! اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ بے شک میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں اور اس سے آگے صبح و شام آسمانوں کی جو خبریں دیتے ہیں میں اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں چنانچہ اس موقع پر آپ ﷺ نے آپ کو ”صدیق“ کا لقب دیا۔

دنیا بھر میں درس نظامی میں شامل اصول فقہ کی معتبر کتاب ”نور الانوار“ کے مصنف اور مفسر قرآن امام ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ”تفسیرات احمدیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْيَقَظَةِ بِجَسَدِهِ مَعَ رُوحِهِ وَعَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَمَنْ قَالَ إِنَّهُ بِالرُّوحِ فَقَطَّ أَوْ فِي النَّوْمِ فَقَطَّ فَمُبْتَدِئٌ صَالٍ مُّضِلٌّ فَاسِقٌ“ (۳۹)

ترجمہ: ”صحیح ترین یہ ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھی اور اہلسنت و جماعت اسی عقیدہ پر ہیں تو جو کہے کہ صرف روح کے ساتھ یا نیند کی حالت میں تھی وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا اور فاسق ہے۔“

محبت رسول اور اس کے تقاضے

”عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

ایمان و کفر کی تعریف

”ایمان“ کا لغوی معنی ہے: تصدیق کرنا، کسی کو بے خوف کرنا۔

اور ایمان کا شرعی معنی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے، اُس کی دل سے تصدیق کرنا اور اگر اکراہ اور اضطراب کی حالت نہ ہو تو زبان سے اظہار کرنا۔“

”کفر“ ایمان کی ضد ہے۔ کفر کا لغوی معنی ہے: چھپانا، انکار کرنا، ناشکری کرنا وغیرہ۔

اور کفر کا شرعی معنی ہے: ”ضروریات دین (یعنی وہ دینی باتیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہوں اور جنہیں خاص و عام جانتے ہوں کہ یہ دین میں سے ہیں) میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر دینا۔“

محبت نبوی ایمان کے لیے شرط ہے

جیسے وضو نماز کے لئے شرط ہے یعنی اگر کوئی وضو پر قادر ہونے کے باوجود بغیر وضو کیے نماز پڑھے تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، ایسے ہی محبت نبوی ایمان کے لئے بمنزلہ وضو کے ہے بلکہ وضو سے بھی زیادہ اہم ہے۔

بعض حالات میں وضو کی بجائے تیمم سے نماز ادا ہو جاتی ہے، لیکن محبت رسول کے بغیر ایمان کے قبول ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارکہ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

(۱) صحیح بخاری، باب حب الرسول من الایمان، الرقم: ۱۵ - صحیح مسلم، باب وجوب محبة رسول الله، الرقم: ۴۴

محبت نبوی کا سب محبتوں پر غلبہ ضروری ہے

یاد رہے کہ صرف محبت نبوی کافی نہیں بلکہ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت دنیا کی ہر پیاری چیز جتنی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الَّذِينَ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ“ (۲)

ترجمہ: ”نبی (ﷺ) اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے، اُن کی جانوں سے بھی زیادہ مالک ہیں۔“
نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ۭ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“ (۳)

ترجمہ: ”فرما دو! (اے نبی اکرم ﷺ) اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اگر تمہیں تمہارے باپ دادے، تمہارے بیٹے پوتے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان، تمہارے مال جو تم نے محنت کر کے کمائے، تمہاری تجارتیں جن میں خسارے کی تمہیں فکر رہتی ہے اور تمہارے پسندیدہ گھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں، تو انتظار کرو جتنی کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب کا) لے آئے اور اللہ (اس حکم کے) نافرمانوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔“
بخاری شریف میں ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔ تو آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ“

ترجمہ: ”نہیں! قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تجھے جان سے پیارا نہ ہو جاؤں۔“
تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قسم بخدا! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہو گئے ہیں۔
تو آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”أَلَا نَ يَا عُمَرُ“ (۴)

ترجمہ: ”عمر اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔“

شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری کی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں یکدم محبت نبوی کا کامل ہو جانا:

”بِبَرَكَةِ تَوَجُّهِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ“ (۵)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باطنی توجہ کی برکت سے تھا۔“

(۲) سورہ احزاب: ۶ (۳) سورہ توبہ: ۲۴ (۴) صحیح بخاری باب کیف كانت يمين النبي ﷺ، الرقم: ۶۶۴۲

(۵) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب ایمان، زیر بحث حدیث نمبر ۴

محبت کی قسمیں اور حدیث میں کونسی قسم مراد ہے؟

محبت کی تین قسمیں ہیں:

- 1..... محبت طبعی: یعنی جن محبتوں کا طبعیت تقاضا کرتی ہے۔
- 2..... محبت عقلی: یعنی جن محبتوں کا عقل تقاضا کرتی ہے۔ جیسے مریض طبعا کڑوی دوائی کو ناپسند کرتا ہے، لیکن عقل کے تقاضا سے وہ دوائی کھا لیتا ہے۔

- 3..... محبت ایمانی: یعنی وہ محبت جس کا ایمان تقاضا کرتا ہے جیسا کہ اگر کافر باپ یا کافر بیٹے کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنگ میں قتل کرنے کا حکم دیں تو محبت طبعی کا تقاضا تو یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کو قتل نہ کیا جائے لیکن محبت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے باپ اور بیٹے کو قتل کر دے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد جراح کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے لڑائی اور اُسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔

حدیث بالا میں محبت عقلی اور محبت ایمانی مراد ہے

محبت طبعی انسان کے اختیار میں نہیں، لہذا مسلمان محبت طبعی کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ محبت عقلی اور محبت ایمانی کا مسلمان مکلف ہے۔ محبت ایمانی کی بنیاد پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا کی ہر چیز سے عزیز جاننا حدیث بالا اور دیگر مذکورہ بالا دلائل شرعیہ سے واضح ہے۔

لیکن محبت عقلی کی رو سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کا دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ محبت کی بنیاد کسی شے کا حسن، کمال اور احسان ہے۔ اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین و جمیل سب سے زیادہ با کمال اور صاحب فضائل اور سب سے بڑے محسن و کریم صرف اور صرف سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لعل، محبوب خدا، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سراج منیر، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، فداہ رومی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں۔ لہذا ایمان کے ساتھ ساتھ عقل کا بھی تقاضا یہی ہے کہ مسلمان دنیا کی ہر شے سے زیادہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو محبوب جانے۔

محبت رسول سب سے زیادہ محبوب

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:
- ”ثَلَاثٌ مَنْ كُنْ فِيْہِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا، وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ، وَاَنْ يَّكُوْرَ اَنْ يَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ كَمَا يَّكُوْرُ اَنْ يُقْدَفَ فِی النَّارِ“ (۶)
- ترجمہ: ”تین چیزیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی چاشنی کو پالیا یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے ماسوا سے اسے زیادہ محبوب ہوں اور یہ کہ کسی مرد سے محض اللہ ہی کے لیے محبت رکھے اور یہ کہ کفر میں لوٹنے کو اسی طرح ناپسند جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند جانتا ہے۔“

..... ﴿حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پوچھا ”قیامت کب آئے گی؟“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”تو نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے؟“ عرض کی میں نے تو اس کے لیے نہ زیادہ نفلی نمازیں تیار کی ہیں اور نہ زیادہ نفلی روزے اور نہ زیادہ صدقہ لیکن ”وَلِكَيْفِي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ ہاں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ“ (۷)

ترجمہ: ”تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ: ”أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ“ (۸)
ترجمہ: ”اتنی خوشی ہمیں کسی چیز سے نہیں ہوئی جتنی خوشی ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قول ”أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ“ (تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا) سے ہوئی۔“

..... ﴿انصار کی ایک عورت کا باپ، بھائی اور خاوند جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ اس خبر کے سننے پر اس نے کہا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا حضور بھم اللہ خیریت سے ہیں۔ عورت نے کہا: مجھے دکھاؤ تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت کروں جب اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کرنے لگی:

”كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ“ (۹)

ترجمہ: ”جب آپ صحیح و سالم ہیں تو (باپ، بھائی شوہر وغیرہ کی شہادت کی) ہر مصیبت آسان ہے شاق نہیں۔“

..... ﴿جب اہل مکہ نے زید بن دشنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے نکالا تو ابوسفیان نے ان سے کہا اے زید تجھے خدا کی قسم یہ بتا کہ کیا تجھے یہ بات پسند تھی کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ہمارے ہاں تیری جگہ (یعنی قتل کے لیے ہوتے اور ان کی گردن مار دی جاتی اور تو اپنے گھر میں) صحیح و سالم) رہ جاتا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”وَاللَّهِ مَا أُحِبُّ أَنْ مُحَمَّدًا ابْنِ الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيهِ وَأَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي“
ترجمہ: ”اللہ کی قسم! میں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور اس وقت جہاں ہیں وہاں ہوں، انہیں کا نالگے اور میں اپنے گھر بیٹھا ہوں۔“

اس پر ابوسفیان نے کہا:

”مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا“ (۱۰)

ترجمہ: ”میں نے لوگوں میں سے کسی کو کسی کے ساتھ اتنا محبت والا نہ دیکھا جتنا کہ اصحاب محمد کو محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) سے محبت ہے۔“

(۷) صحیح بخاری، باب علامة حب اللہ، الرقم: ۶۱۴۱ (۸) صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۶۸۸

(۹) دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جرى بعد انقضاء الحرب - البداية والنهاية، فصل في عدد الشهداء ۴/۵۴

(۱۰) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، فصل ما روى عن السلف والائمة ۲/۵۴ - البداية والنهاية، غزوة الرجيع، ۴/۶۵

محبت نبوی کے تقاضے اور علامات

قرآن و سنت کی رو سے محبت نبوی کے تقاضے اور علامات درج ذیل ہیں:

شان رسالت پر ایمان کامل:

جس طرح محض اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر ایمان کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کو ماننا لازم ہے، اسی طرح سرورِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صرف نبی یعنی صاحبِ وحی ماننا کافی نہیں بلکہ آپ کے فضائل و کمالات مثلاً یہ کہ

- ﴿..... آپ اسلام کے شارح یعنی قانون ساز ہیں۔
- ﴿..... آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مَآکَانَ وَمَا یَکُونُ (جو ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کو جاننے والے ہیں۔
- ﴿..... آپ کو لاتعداد معجزات عطا کئے گئے۔
- ﴿..... آپ تمام جہانوں میں شفاعت فرمانے والے ہیں۔
- ﴿..... آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔
- ﴿..... آپ آخری نبی ہیں۔
- ﴿..... آپ سید المرسلین ہیں۔
- ﴿..... آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔
- ﴿..... آپ امام الانبیاء ہیں۔
- ﴿..... آپ کی گستاخی کفر ہے اور خدا تعالیٰ کی گستاخی ہے۔
- ﴿..... آپ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور صفاتی تجلیات کا مرکز ہیں۔
- ﴿..... آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔
- ﴿..... آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے خزانوں کے مالک ہیں
- ﴿..... آپ اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے درمیان وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں۔
- ﴿..... اور آپ کی حقیقت نور ہے۔
- ﴿..... اور دیگر لاتعداد فضائل و خصائص اور کمالات پر ایمان بھی لازم ہے۔

آپ کا ادب و احترام

محبت نبوی کا دوسرا بڑا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے بعد ساری کائنات میں سب سے زیادہ حضور نبی اکرم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب و احترام کرے۔
بخاری شریف میں ہے کہ جب سفیر قریش عروہ بن مسعود ثقفی "حدیبیہ" کے مقام پر رسول اللہ ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مذاکرات کر کے مکہ مکرمہ لوٹے تو قریش مکہ سے کہا:

”أَمَى قَوْمٍ! وَاللَّهِ لَقَدْ وَقَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَقَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكَيْسَرٍ وَالنَّجَاشِيَّ وَاللَّهِ إِنَّ رَأْيِيكَ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ إِنَّ تَنْخَعَهُ نَخَاعَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَصَّأَ كَاذِبًا يُفْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُجِدُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ حُطَّةٌ رُشِدٍ فَأَقْبِلُوهَا“ (۱۱)

ترجمہ: ”اے میری قوم! میں کئی بادشاہوں کے پاس سفیر بن کر گیا ہوں، میں قیصرِ روم، کسریٰ ایران اور نجاشی حبشہ کے پاس بھی سفیر بن کر گیا۔ اللہ کی قسم! کسی بادشاہ کے ساتھی کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم نہیں کرتے جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو اُن کا کھگار کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے تو وہ اُسے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے۔ اور وضو کرتے ہیں تو وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کے لئے لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور جب کلام کرتے ہیں تو سنانا چھا جاتا ہے۔ وہ اُن کی تعظیم کی وجہ سے انہیں آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ یقیناً اُس شخص (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر ہدایت پیش کی ہے تم اُسے قبول کر لو۔“

یہ حدیث مبارک ایک نمونہ ہے، وگرنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منسوب اشیاء، آپ کے لباس، برتن، آپ کے قیام کی جگہیں، آپ کے منبر مبارک اور دیگر آثار و تبرکات کی بے پناہ تعظیم کرتے اور آثارِ نبوی سے برکت و سکون حاصل کرتے تھے اور اس پر بعد میں اُمتِ مسلمہ کا عمل رہا۔

آپ کی اطاعتِ مطلقہ

آپ اللہ تعالیٰ کے بعد اسلام کے شارع (قانون ساز) ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں، آپ کا ہر قول و فعل وحیِ خفی ہے۔ لہذا آپ کا ہر قول و فعل شریعت ہے، دین ہے اور جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ آپ کا قول و فعل منسوخ ہے یا آپ کا خاصہ ہے، آپ کے ہر قول و فعل کی پیروی و اطاعت مسلمانوں پر مشروع ہے۔ بلکہ آپ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ عقائدِ اسلامیہ، عبادات، معاملات، اخلاقیات، بود و باش، آدابِ زندگی، تجارت، سیاست اور دیگر تمام امور میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت اختیار کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“ (۱۲)

ترجمہ: ”فرمادو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو! پھر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی محبت سے نوازے گا۔“

آپ پر ہر چیز کو فدا کر دینا

جیسا کہ ”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ أَخُ (۱۲)“ (آیت گزرجکی) سے واضح ہے کہ محبتِ نبوی کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیتِ عظام کی سنت کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور آپ کے

دین کی حفاظت و مدافعت کے لئے اپنی عزت، جان، مال، اولاد سمیت ہر پیاری چیز کو قربان کر دینا ضروری ہے۔

شارح بخاری علامہ احمد بن علی عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَمِنْ عِلَلٍ مَاتَ مَحَبَّتِهِ نَصْرُ دِينِهِ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالذَّبِّ عَنْ شَرِّ عَيْبِهِ“ (۱۳)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت کی علامات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دین کی قول اور فعل سے مدد کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شریعتِ مطہرہ کے دفاع کیلئے قربانیاں دینا۔“

کثرت سے درود و سلام و ثناء خوانی

ارشاد نبوی ہے: ”إِنَّ أَوْلَاكُمْ بِِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَى صَلَوةٍ فِي الدُّنْيَا“ (۱۴)

ترجمہ: ”تم میں سے قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہے جس کا درود و سلام زیادہ ہوگا۔“

ایسے ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معجزات، میلاد، معراج، سیرت و صورت اور دیگر کمالات کو بیان کرنا سنت صحابہ کرام ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ ایک ثنا خوان حضرت کعب بن زہیر سلمی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور حضرت عباس و حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ثنا خوانی و نعت خوانی و میلاد بیان کرنے پر دعاؤں سے نوازا۔

آپ کی خاطر غیر تمند ہونا

ارشاد نبوی ہے: ”مَنْ لَا غَيْرَةَ لَهُ لَا دِينَ لَهُ“ (۱۵)

ترجمہ: ”جس میں غیرت ایمانی نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔“

اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انہوں نے غیرتِ نبوی کی بنیاد پر اپنے باپوں، بیٹوں اور پیاروں سے لڑائیاں کیں اور پسندیدہ بیویوں کو طلاق دیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گستاخ رسول منافق کو قتل کر ڈالا تو اسید میں قرآن مجید کی آیت:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ“ (۱۶) اور دیگر آیات کا نزول ہوا۔ (۱۷)

افسوس ہے کہ آج کا مسلمان اپنی بہن، بیٹی اور اپنے خاندان کیلئے غیرت کھاتا ہے، لیکن محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے دین کیلئے غیرت کا جذبہ کمزور ہو چکا ہے!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل امت مسلمہ کو حضور سرکارِ مدینہ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی اعلیٰ و ارفع نسبتوں سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِينَ! بِحَبَابِ حَبِيبِكَ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَفْضَلُ التَّحِيَّةِ وَالسَّلَامِ

(۱۳) فتح الباری، باب الحب فی اللہ، زیر بحث حدیث نمبر ۶۰۳۱ (۱۴) مستند الباز، الرقم: ۱۳۶ - مستند ابی یعلی، الرقم: ۵۰۸۰

(۱۵) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۲۲، سورہ مجادلہ (۱۶) سورہ نساء: ۶۵ (۱۷) تفسیر بیضاوی، روح المعانی، تفسیر کبیر، زیر بحث آیت ۶۵ سورہ نساء

درویش شریف کی حقیقت اور فضائل و فوائد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (۱)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

صلوۃ یعنی درود شریف کی حقیقت

لفظ ”صلوۃ“ لغت عرب اور شرع شریف میں کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً رحمت و برکت، تعریف، دعا اور نماز وغیرہا۔ جب ”صلوۃ“ کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی رحمت و برکت عطا فرمانا اور ثناء بیان فرمانا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”صَلَوَةُ اللَّهِ: قِتَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ“ (۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے ”صلوۃ“ کا معنی فرشتوں کے سامنے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ثناء بیان کرنا ہے۔“ لیکن جب لفظ ”صلوۃ“ بندوں کی طرف منسوب ہوتا ہے تو پھر اس کا معنی اللہ تعالیٰ سے نزول رحمت و برکت کی دعا ہے۔ نماز کو شرع شریف میں ”صلوۃ“ کہا جاتا ہے، اس لیے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت و برکت کا نزول فرماتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے نزول رحمت و برکت کی دعا کرتا ہے یا اس لیے کہ درود شریف نماز کا ایک جز (حصہ) ہے اور بسا اوقات کل کو جز کا نام دے دیا جاتا ہے۔

درواہراہیمی اور دیگر کلمات درود شریف

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ”دروادورسلام“ بھیجنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ نماز کے اندر سلام کیلئے ”السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ کے کلمات اور درود شریف کیلئے درود ابراہیمی کی تعلیم دی گئی ہے۔ لہذا نماز کے اندر صلوۃ و سلام کے یہی کلمات مسنون ہیں، لیکن نماز سے باہر ان کلمات کی پابندی ضروری نہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک سب مسلمان حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نام مبارک کے ساتھ ”صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ کے کلمات درود شریف استعمال کرتے آئے ہیں اور احادیث مبارکہ میں درود ابراہیمی کے علاوہ دیگر الفاظ میں بھی درود و سلام کے کلمات وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانُوا يَقُولُونَ فِي تَحِيَّتِهِ الصَّلَوَةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ (۳)

(۱) سورہ احزاب: ۵۶ (۲) صحیح بخاری، باب قولہ: اَن تَبْدُوْا شَيْئًا وَتَخْشَوْهُ، الرقم: ۴۶۹۶ (۳) نسیم الریاض شرح شفاء شریف، ج ۳، ص ۴۵۴

حدیث پاک سے محبوبانِ خدا کیلئے ”اَجُود“ (داتا اور سخی) کا ثبوت

..... ارشادِ نبوی ہے:

وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي (۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (ہر نعمت) عطا فرماتا ہے اور میں (ہر نعمت) تقسیم کرتا ہوں۔

جو ہستی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تقسیم فرماتی ہے اسے داتا کیوں نہ کہا جائے؟

..... رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

هَلْ تَذَرُونَ مَنْ اَجُودٌ جُودًا؟

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی (داتا) کون ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

اللَّهُ تَعَالَى اَجُودٌ جُودًا ثُمَّ اَنَا اَجُودٌ بَيْنِي اَدَمَ وَاَجُودُهُمْ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عَلَمًا فَتَشْرَهُ يَأْتِي
يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرًا وَحْدَهُ اَوْ قَالَ اُمَّةً وَّاجِدَةً (۱۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اور پھر اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی (داتا) میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی (داتا) وہ ہے جو علم پڑھے اور اس کی اشاعت کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ایک امیر یا ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے گا۔

لہذا قرآن و سنت کی رو سے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات پر ایمان لانا لازم و ضروری ہے اسی طرح قرآن و سنت کی رو سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صفات کو ماننا بھی لازم و ضروری ہے اور اس میں شرک یا باربری کا کوئی شائبہ پیدا نہیں ہوتا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”غوثِ اعظم“ کہنے کی شرعی حیثیت

..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (۱۶)

ترجمہ: تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔

غوث کا معنی: فریاد اور فریادرس ہے۔ (۱۷)

اولیائے کرام کی جماعت میں جو ولی اللہ بارگاہِ اُلُوہیت میں سب سے زیادہ فریاد کرنے والا اور بندگانِ خدا کی سب سے زیادہ فریادری اور مدد کرنے والا ہو اس ہستی کو غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور تمام سلاسلِ روحانیہ کے اکابرین کا قطبِ الاقطاب مَجْنُوب الدِّین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و جلالت، فضیلت اور فیضِ رسانی پر اجماع منعقد ہو چکا ہے لہذا مسلمانوں کے عرف میں حضرت سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”غوثِ اعظم“ کہا جاتا ہے۔

(۱۳) صحیح بخاری، باب من یرد خیرا لفقہہ فی الدین، الرقم: ۴۱ (۱۵) شعب الایمان، نشر العلم، الرقم: ۱۶۳۲ - مشکوٰۃ، الرقم: ۲۵۹

(۱۶) سورہ مائدہ: ۵۵ (۱۷) غیبات اللغات، ص: ۲۹۳

ترجمہ: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں تحفہٴ سلام پیش کرنے کیلئے عرض کیا کرتے تھے: ”الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ“ یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول! آپ پر (اللہ کی طرف سے) صلوٰۃ و سلام نازل ہو۔“

اس مختصر گفتگو کے مخالفین کا مغالطہ ختم ہو گیا کہ درود شریف صرف درود ابراہیمی ہی ہے۔ اس مسئلہ کو مزید واضح کرنے کیلئے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح نماز میں ثنا اور حمد کیلئے مخصوص الفاظ ہیں، لیکن نماز سے باہر اللہ تعالیٰ کی ثناء اور حمد کے مخصوص الفاظ یا مخصوص زبان کی پابندی نہیں، اسی طرح نماز سے باہر درود شریف کیلئے بھی مخصوص الفاظ یا عربی زبان کی پابندی نہیں۔ مسلمان اردو، فارسی اور انگریزی زبان میں بھی حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درود و سلام عرض کر سکتے ہیں جیسا کہ ہر زمانے میں علمائے امت ایسا کرتے رہے ہیں۔

درود شریف کے فضائل و برکات

درود شریف کے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔ درود شریف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے۔

..... ﴿ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”أَوَّلُ النَّاسِ بِیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَی صَلٰوۃٍ“ (۴)

ترجمہ: قیامت کے روز مجھ سے سب سے قریب یا میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہوگا، جس نے مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھا ہوگا۔

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحَی حَتّٰی اُرَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ“ (۵)

ترجمہ: جو بھی مجھے سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر امتی کی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پیش کرنے والوں کو سلام کا جواب خود ارشاد فرماتے ہیں۔

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ“ (۶)

ترجمہ: تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود شریف پڑھو، بیشک تمہارا درود شریف مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

..... ﴿ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

(۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی، الرقم: ۳۸۴ (۵) سنن ابی داؤد، باب زیارۃ قبور، الرقم: ۲۰۳۱

(۶) المعجم الکبیر للطبرانی، الرقم: ۲۴۲۹ - مجمع الزوائد، الرقم: ۱۴۲۵

”إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعُ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّيَ عَلَى أَحَدٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَلْبَغَنِي بِأَسْمِهِ وَأَسْمِ هَذَا فَلَانُ ابْنُ فَلَانٍ قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ“ (۷)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے میری قبر میں ایک فرشتے کو مقرر فرمایا ہے اس کو تمام مخلوقات کے سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جو بھی قیامت تک مجھ پر درد شریف پڑتا ہے وہ مجھے اس کے نام اور اس کے والد کے نام کے ساتھ پہنچا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درد شریف پڑھا ہے۔

..... ﴿ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں آپ پر کتنا درد شریف مقرر کروں؟ فرمایا جتنا چاہو، میں نے کہا چہارم؟ فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درد شریف بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا آدھا دن؟ فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درد شریف بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا دن کا دو تہائی؟ فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درد شریف بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا میں سارا دن درد شریف ہی پڑھوں گا۔ فرمایا:

”إِذَا تُكْفِيَ هَمَّكَ، وَيَغْفِرَ لَكَ ذَنْبَكَ“ (۸)

ترجمہ: ”تب تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔“

..... ﴿ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَ رُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ“ (۹)

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک بار درد شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اسکے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

..... ﴿ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَوةً“ (۱۰)

ترجمہ: جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایک بار درد شریف پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درد شریف پڑھتے ہیں۔

..... ﴿ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ صَلَّى عَلَى مَائَةِ كَتَبَ اللَّهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ بَرَاءَةً مِنَ التَّفَاقِي وَبَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَأَسْكَتَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ“ (۱۱)

(۷) مسند البزار، الرقم: ۱۳۲۵ - کنز العمال، باب فی الصلوۃ علیہ، الرقم: ۲۲۱۸ (۸) جامع ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ اوانی الحوض، الرقم: ۲۳۵۴

(۹) سنن نسائی، باب فضل فی الصلوۃ علی النبی، الرقم: ۱۲۹۴ (۱۰) مسند احمد، الرقم: ۶۴۵۳ - مجمع الزوائد، باب الصلوۃ علی النبی، الرقم: ۱۴۲۸۳

(۱۱) المعجم الاوسط للطبرانی، الرقم: ۷۲۳۵ - مجمع الزوائد، الرقم: ۱۷۲۹۸

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کے درمیان لکھ دے گا کہ وہ نفاق سے آزاد ہے اور وہ جہنم سے آزاد ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے ساتھ رکھے گا۔

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ“ (۱۲)

ترجمہ: بڑا بخلی وہ شخص ہے، جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

..... ﴿ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَخَطِيَ الصَّلَاةَ عَلَى طَرِيقِ الْجَنَّةِ“ (۱۳)

ترجمہ: جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

..... ﴿ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ“ (۱۴)

ترجمہ: دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے۔ اس سے کچھ اوپر آسمان کی طرف نہیں چڑھتی، جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجو۔

درود شریف سے متعلقہ چند مسائل

..... ﴿ درود شریف با وضو ہو کر پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ پڑھنا چاہئے، اگرچہ شرع شریف میں وضو کے بغیر بھی درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

..... ﴿ درود شریف عمر میں ایک بار فرض عین ہے۔

..... ﴿ ہر مجلس میں جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نام لیا جائے پہلی بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

..... ﴿ نام اقدس لکھتے وقت درود شریف لکھنا ضروری ہے اور بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔

..... ﴿ درود شریف کی جگہ ”ص یاعلم یا صلعم“ وغیرہا مخفف کر کے لکھنا سخت حرام ہے۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إِنَّ أَوَّلَ مَنْ رَمَزَهُمَا بِصَلْعَمَ قُطِعَتْ يَدُهُ“ (۱۵) یعنی وہ پہلا شخص جس نے درود و سلام کی جگہ ”صلعم“ لکھا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

..... ﴿ فرض نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف سنت مؤکدہ اور بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور نفل نماز کے پہلے قعدہ میں بھی درود شریف سنت ہے۔

(۱۲) جامع ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والسفغار، الرقم: ۳۵۴۶ (۱۳) المعجم الکبیر، الرقم: ۲۸۸۴ - مجمع الزوائد، الرقم: ۱۴۳

(۱۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی، الرقم: ۲۸۸۶ (۱۵) تدریب الراوی، فصل الرابعة یجب مقابله کتابہ، ج ۱ ص ۵۰۴

کب درود شریف پڑھنا مستحب ہے؟

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”کُلُّ اَمْرِ دِیْنِیْ بَالٍ لَّمْ یُبْدَ اَفِیْہِ یَذْکُرُ اللہُ ثُمَّ بِالصَّلٰوۃِ عَلٰی فُہُوْ اَقْطَعُ مَخْخُوْیٍّ مِّنْ کُلِّ بَرَکَۃٍ“ (۱۶)

ترجمہ: ”ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مجھ پر درود شریف سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص اور برکت سے خالی ہے۔“

اس حدیث پاک کی رو سے ہر نیک کام سے پہلے درود شریف پڑھنا ذریعہ برکت ہے۔ فقہائے اسلام نے ان مقامات پر درود شریف کے استحباب کا ذکر کیا ہے:

- ﴿..... جمعہ کے دن، جب کوئی چیز بھول جائے، مسجد میں آتے اور جاتے وقت،
- ﴿..... جمعہ کی رات، گھر میں داخل ہوتے وقت، تعلیم و تعلم کے وقت خصوصاً حدیث کی تعلیم کے وقت،
- ﴿..... صفا اور مرو پر وعظ سے پہلے اور بعد، اذان میں ”اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ“ سننے پر،
- ﴿..... خطبہ میں، دعا سے پہلے اور بعد، فتویٰ لکھتے وقت اور تصنیف کے وقت۔
- ﴿..... وضو کے وقت، احرام باندھنے کے بعد، ہر مجلس میں کم از کم ایک بار،
- ﴿..... مسئلہ پوچھتے وقت، ملاقات اور وداع کے وقت، روضہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر حاضری کے وقت،
- ﴿..... اذان کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت،

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حاضر و ناظر ہیں

اور ہر جگہ سے خود درود شریف سنتے ہیں

اہل سنت و جماعت صیغہ خطاب کے ساتھ دور و نزدیک سے بارگاہِ نبوی میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نور نبوت کے ذریعے ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، آپ کی بارگاہ میں صیغہ خطاب کے ساتھ درود شریف بھیجنے کے مختصر دلائل پیش کرتے ہیں۔

﴿..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا“ (۱۷)

ترجمہ: ”اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو شاہد (مشاہدہ کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے۔“

اس آیت کے تحت علامہ ابوالسعود عمادی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شہاب الدین محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”عَلٰی مَنۢ بُعِثَ اِلَیْہِمۡ تُرَاقِبُ اٰحْوَالُہُمۡ وَتُشَٰہِدُ اَعْمَالُہُمۡ“ (۱۸)

ترجمہ: جن کیلئے آپ کی بعثت ہوئی ہے (ان کا شاہد بنا کر بھیجا ہے) آپ ان کے حالات سے باخبر ہیں اور ان کے اعمال کا

(۱۶) مرقاة المفاتیح، باب مقدمة المؤلف، ج ۱، ص ۳۔ کنز العمال، الرقم: ۲۵۱۰ (۱۷) سورہ احزاب: ۳۵

(۱۸) تفسیر ابی سعود، تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت مذکورہ

مشاہدہ کرتے ہیں۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ (۱۹)

ترجمہ: اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے۔

اس آیت کے تحت مسلمہ علمی شخصیت، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

”او مطلع ست بنور نبوت بررتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و جابہ کہ بدان از ترقی محبوب ماندہ است کد ام ست پس او سے شناسد گناہان شمارا در درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا“ (۲۰)

ترجمہ: ”رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ کو پہنچا ہے؟ اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور کونسا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے؟ پس حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمہارے گناہوں کو، تمہارے درجات ایمان کو، تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔“

..... اور شارح بخاری امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأَمْرِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَعْوَالِهِمْ وَعَزَائِهِمْ وَذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”اپنی امت کا مشاہدہ کرنے اور امت کے حالات، نیتوں، ارادوں اور دل میں کھلنے والے امور کو جاننے میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حیات ظاہرہ اور وفات میں کوئی فرق نہیں، یہ تمام امور آپ پر روشن ہیں، کوئی شے آپ سے مخفی نہیں۔“

..... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَى إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے، وہ جہاں بھی ہو۔“

..... اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کی وفات کے بعد بھی؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ حَوْرَمٌ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادُ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ“ (۲۳)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے، اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اسے رزق عطا کیا جاتا ہے۔“

مختصر دلائل بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حیات ظاہرہ میں اور

(۱۹) سورہ بقرہ: ۱۴۳ (۲۰) تفسیر عزیزی، زیر بحث آیت مذکورہ، ج ۱، ص ۵۱۸ (۲۱) المواہب اللدنیۃ، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ۳/۵۹۵

(۲۲) جلاء الافہام، فصل واما حدیث ابی الدرداء، ۱/۱۲۶ (۲۳) سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ، الرقم: ۱۶۳۴

وصال کے بعد بھی ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، امت کے جسم و دل کے تمام اعمال سے مکمل واقف ہیں اور ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کا درد و شریف سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

﴿..... نماز میں پوری امت مسلمہ کو

”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ (۲۴)

ترجمہ: ”اے نبی! آپ پر سلام ہو۔“

کے کلمات خطاب کے ساتھ سلام عرض کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

﴿..... در مختار جلد اول میں ہے:

”وَيَقْصِدُ بِالْفَاطِ الْتَشْهُدِ “الْإِنْشَاءُ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اور نمازی ان الفاظ سے انشاء یعنی دعا کا ارادہ کرے۔“

﴿..... اس کی شرح میں امام شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَيُّ لَا يَقْصِدُ الْإِنْخَبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْبَعْزِ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِنْ رَدِّهِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”ان کلمات میں معراج کے اس قصے کی نیت نہ کرے، جو نبی علیہ السلام اور آپ کے رب کے درمیان ہوا۔“

﴿..... اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَآخِضِرْ فِي قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَشَغْصَصَهُ الْكَرِيمَ وَقُلْ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا

النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ (۲۶)

ترجمہ: ”اے نمازی! تو اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو حاضر و ناظر جان اور پھر کہہ: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ

أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور

برکات ہوں۔“

تو نتیجہ واضح ہے کہ نماز کے اندر دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے صغیر خطاب سے سلام پیش کرنا جائز و سنت ہے، لہذا نماز سے

باہر بھی جائز ہے، ناجائز و شرک ہرگز نہیں۔

مضمون کے اختصار کے پیش نظر بہت سے حوالہ جات ترک کر دیئے ہیں، وگرنہ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اہل بیت، ائمہ مجتہدین، اولیاء سلاسل روحانیہ اور مخالفین کے مسلمہ اکابرین سے حضور و انائے غیوب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دور دراز سے پکارنا، آپ پر درد و شریف بھیجنا، اپنی حوائج و مشکلات کیلئے آپ کو وسیلہ پکڑنا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں فریادیں کرنا ثابت ہے۔ مزید دلائل کے لیے استاذی معظم، حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ”جاء الحق“ نہایت مفید ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں زیر مطالعہ ہونی چاہیے۔

قانونِ ناموس رسالت کی شرعی حیثیت

متن قانونِ توبین رسالت 295/C

”جو کوئی عداوتِ زبانی یا تحریری طور پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی یا بواسطہ اشارۃً یا کنایۃً نامِ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت۔۔۔۔۔ کا مستوجب ہوگا۔“

یہ قانون وفاقی شرعی عدالت اسلامی جمہوریہ پاکستان نے منظور کیا پھر اسے قومی اسمبلی پاکستان نے فوجداری قانونی (تریمی) ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور کیا۔

شرعی حیثیت

یہ قانون قرآن مجید، حدیث پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے، جبکہ گزشتہ مذاہب کی الہامی کتب توریت، انجیل، موجودہ بائبل وغیرہ میں بھی گستاخ کیلئے یہی سزا بیان کی گئی ہے۔ جبکہ شرعی دلائل درج ذیل ہیں:

قرآن مجید سے:

..... ﴿ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا“ (۱)

ترجمہ: ”بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت میں اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔“

..... ﴿پھر آگے فرمایا:

”مَلْعُونَيْنِ ۖ أَيُّمَّا تُفْقَهُوا أُحْذُوا وَقَتْلُوا تَقْتِيلًا“ (۲)

ترجمہ: ”وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں، جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لئے جائیں اور وہ گن گن کر خوب قتل کئے جائیں۔“

احادیث صحیحہ سے:

حدیث نمبر 1

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے کعب بن اشرف کیلئے (یعنی اسے کون قتل کریگا؟) کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 3

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ تو ایک شخص حاضر ہوا، عرض کیا: بیشک ابنِ خطل (گستاخِ رسول) کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَقْتُلُوهُ“

ترجمہ: ”اسے قتل کر دو۔“ (۵)

تشریح:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام قریش مکہ کو معاف فرما دیا لیکن چند گستاخ مردوں اور عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جن میں سے ایک ابنِ خطل تھا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شانِ اقدس میں خود بھی اور اپنی باندیوں سے بھی گستاخی کرواتا تھا۔ لہذا ابنِ خطل کے ساتھ اس کی دو باندیوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دے کر واضح کر دیا گیا کہ اس جرم (ارتداد غیظ) میں مرد اور عورت کیلئے یکساں سزا ہے۔

حدیث نمبر 4

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مشرک نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی گستاخی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو میرے دشمن کو قتل کرے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں یہ کام کروں گا۔

”فَبَارَزَهُ الزُّبَيْرُ فَقَتَلَهُ“

ترجمہ: پس آپ نے اس کو لاکار اور اسے قتل کیا۔ (۶)

حدیث نمبر 5

حضرت عروہ بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مشرکہ عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی گستاخی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو میرے دشمن کو قتل کرے؟

”فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَتَلَهَا“ (۷)

ترجمہ: ”تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف گئے اور اس کو قتل کر دیا۔“

حدیث نمبر 6

حضرت ابی ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا

(۵) صحیح بخاری، باب دخول الحرم ومكة، الرقم: ۱۸۲۶ - مسند احمد، الرقم: ۱۳۴۶۶ (۶) مصنف عبد الرزاق، باب من سب النبي ﷺ، الرقم: ۹۶۰۳

(۷) مصنف عبد الرزاق، باب من سب النبي ﷺ، الرقم: ۹۶۰۵

گفتگو کی، تو میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلیفہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَيْسَ هَذَا إِلَّا لِمَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ (۸)
ترجمہ: ”یہ (قتل کی سزا) اس شخص کیلئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی گستاخی کرے۔“

حدیث نمبر 7

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ“ (۹)

ترجمہ: ”جو مسلمان اپنے دین کو بدلے تو اس کی سزا قتل ہے۔“

تشریح: ”مرتد“ اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لے یا پھر کلمہ گو ہوا اور اپنے آپ کو مسلمان کہے اور اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے۔

شریعت مطہرہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر اسلام میں واپس آجائے تو درست و گرنہ اس کی سزا قتل ہے لیکن عورت مرتد ہو جائے تو اس کیلئے سزا قتل نہیں بلکہ اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے لیکن گستاخی رسول جو کہ ارتدادِ غلیظ ہے، میں عورت کو بھی قتل کیا جائے گا اور اس جرم میں مرد اور عورت کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

یاد رہے کہ شریعت میں ذمی (وہ غیر مسلم جو اسلامی ممالک میں ریاست کی اجازت سے قیام پذیر ہے) کے مال و جان کی حفاظت مسلمانوں پر لازم ہے اور جنگ میں عام خواتین کا قتل ممنوع لیکن وہ ذمی یا وہ عورت جو گستاخی رسول کا ارتکاب کرے اس کیلئے کوئی رخصت نہیں۔

حدیث نمبر 8

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ایک نابینا کی ام ولد (وہ لونڈی جس سے اولاد پیدا ہو جائے) تھی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی اور آپ کے بارے تو بین آمیز باتیں کرتی تھی۔ وہ (نابینا صحابی) اسے منع کرتے تو باز نہ آتی، اسے ڈانٹتے تو وہ ڈانٹ کو قبول نہ کرتی۔ چنانچہ ایک رات وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے لگی تو انہوں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے قتل کر دیا۔۔۔

صبح آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قتل کے متعلق بتایا گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے میرا اس پر جوق ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ تو نابینا

(۸) المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، الرقم: ۸۰۳۶

(۹) مسیح بخاری، باب لا یُعَذَّبُ بعذاب اللہ، الرقم: ۳۰۱۶۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی المرتد، الرقم: ۱۳۵۸

..... مشائخ چشتیہ کے بانی خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یا غوثِ معظم نورِ ہدیٰ مختارِ نبی مختارِ خدا سلطانِ دو عالم، قطبِ علی حیرانِ زجلالت ارض و سماء

چوں پائے نبی شد تاجِ سر تاجِ ہمہ عالم شد قدمت اقطابِ جہاں در پیشِ درت افتادہ چوں پیشِ شاہِ گدا (۱۷)

..... سلسلہ نقشبندیہ کے تاج، شیخ الشیوخ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبد القادر است سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبد القادر است

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم نورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبد القادر است (۱۸)

..... حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں صفحہ: ۴۱۰ پر سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ العالم حضرت

خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

غوثِ اعظم کا معنی ہے سب سے بڑا فریادرس اور وہ تو اللہ تعالیٰ ہے لہذا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوثِ اعظم کہنے سے شرک لازم آتا ہے؟

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے تصوف کی اصطلاح میں ”غوثِ اعظم“ کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اضافی معنی مراد ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جماعتِ صحابہ کرام میں صدیق اکبر (سب سے بڑا سچا) کہا جاتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جماعتِ صحابہ کرام میں فاروقِ اعظم (حق و باطل میں سب سے بڑا فرق کرنے والا) کہا جاتا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جماعتِ فقہاء کے اندر امامِ اعظم (سب سے بڑا پیشوا) کہا جاتا ہے اسی طرح حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ میں غوثِ اعظم کہا جاتا ہے لہذا غوثِ اعظم قطعاً شرک کی کلمہ نہیں ہے۔

نیز تمام سلاسلِ روحانیہ کے اولیاء کرام کا اجماع ہو چکا ہے کہ اصحابِ روحانیت ہستیوں کے روحانی فیوض و برکات بعد از وفات بھی جاری رہتے ہیں اور صحیح بخاری کی حدیث نمبر 349 سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج کی رات کو پچاس سے پانچ نمازیں کرانے کے لئے امتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد فرمائی۔ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اکابر اولیاء کرام کا اجماع ہے کہ آپ اپنے مزارِ اقدس میں صاحبِ تصرف ہیں اور آپ کے فیوض و برکات قیامت تک جاری ہیں۔

..... مسلمہ بزرگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اودر قبر خود مثلِ احیاء تصرف مے کند“ (۱۹)

ترجمہ: آپ (حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) اپنی قبر میں بھی زندہ لوگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

..... اور فرمانِ غوثِ اعظم ہے:

أَفَلَتِ شُمُوسُ الْأَوَّلَيْنِ وَشَمْسُنَا أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: پہلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے آفاق پر رہے گا کبھی غروب نہ ہوگا۔

صحابی کھڑے ہو گئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، گرتے پڑتے (آگے آئے) حتیٰ کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا: میں اس کا قاتل ہوں یہ آپ کی گستاخیاں کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا تو باز نہیں آتی تھی اور میں اسے ڈانٹا تھا یہ ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ نہیں کرتی تھی اور میرے اس سے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی مانند ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخیاں اور توہین آمیز باتیں کرنے لگی:

”فَاتَّخَذْتُ الْمَغُولَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا“ (۱۰)

ترجمہ: ”تو میں نے چھرالے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور میں نے چھرے کو زور سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔“ تب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ“ (۱۰)

ترجمہ: ”خبردار گواہ بن جاؤ کہ اس کا خون رازیاں گاہے۔“ (یعنی اس کا قتل جرم نہیں اور اس میں قصاص و دیت بھی نہیں)۔ حدیث کی اسناد کے متعلق تحقیق کرنے والی بہت بڑی شخصیت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب ”مستدرک حاکم“ میں درج کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد حدیث ہے۔ (۱۱)

حدیث نمبر 9

تفسیر بیضاوی، تفسیر روح المعانی، تفسیر مدارک، تفسیر مظہری اور دیگر کتب تفاسیر میں سورہ نساء کی آیت نمبر 60 کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بشر نامی کلمہ گو اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا تو باہر نکل کر بشر نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے مقدمہ کا فیصلہ کروانے کا مطالبہ کیا تو یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اس مقدمے کا فیصلہ قبل ازیں حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے حق میں کر چکے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو میں واپس آتا ہوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تلوار نکالی اور بشر کی گردن پر مار کر اسے قتل کر دیا اور فرمایا:

”هَكَذَا أَقْضَى لِمَنْ لَمْ يَزُضْ بِقِصَاصِ اللَّهِ وَقِصَاصَ رَسُولِهِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ نہیں مانتا میں اس طرح اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔“ چنانچہ اس قتل کو بھی رازیاں قرار دیا گیا۔

حدیث نمبر 10

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک ایک یہودی عورت حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخی کرتی تھی اور توہین آمیز باتیں کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ (کر مار) دیا تو

(۱۰) سنن ابی داؤد، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، الرقم: ۴۳۶۱۔ سنن النسائی، الرقم: ۴۰۶۰ (۱۱) المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، الرقم: ۸۰۴۴۔

(۱۲) مرقاة المفاتیح، زیر بحث حدیث نمبر ۱۔ تفسیر بیضاوی، تفسیر درمشتور، تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر و دیگر تفاسیر، زیر بحث آیت نمبر ۶۰، سورہ نساء

”فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا“ (۱۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے قصاص یا دیت طلب نہیں فرمائی۔“

اجماع امت کی رو سے:

..... دوسری صدی ہجری کے امام محمد بن سحنون، تیسری کے امام ابو بکر بن منذر نیشابوری، چھٹی کے قاضی عیاض مالکی اندلسی اور ساتویں کے قاضی القضاۃ امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہم اللہ و دیگر اکابر ائمہ اسلام اور مختلف صدیوں کے مجتہدین اپنی تصنیفات میں تحریر کرتے ہیں کہ:

”أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ شَأْنَهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَنَقِّصُ لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللَّهِ لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ كَفَرُ“ (۱۴)

ترجمہ: ”علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے کو قتل کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید گستاخ رسول کیلئے وارد ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک گستاخ رسول کو قتل کرنے کا حکم ہے اور جو بھی ایسے شخص کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔“

..... بارہویں صدی ہجری کے امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ گستاخ کے متعلق اجماع ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وَنَفْسُ الْمُؤْمِنِ لَا تَشْتَفِي مِنْ هَذَا السَّابِّ اللَّعِينِ الطَّاعِنِ فِي سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا بِقَتْلِهِ وَصَلْبِهِ بَعْدَ تَعْدِيهِ وَضَرْبِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ هُوَ اللَّائِقُ بِهِ“ (۱۵)

ترجمہ: ”سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخ لعنتی کے متعلق صاحب ایمان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک کہ تکلیف دینے اور مارنے کے بعد اسے قتل نہ کرے یا سولی نہ چڑھائے کیوں کہ یہی اسکے لائق ہے۔“

..... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ ہارون الرشید نے گستاخ رسول کے شرعی حکم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

”مَا بَقَاءُ الْأُمَّةِ بَعْدَ شَتْمِ نَبِيِّهَا، مَنْ شَتَمَ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اس امت کے نبی کو گالی کے بعد اس امت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ جو انبیاء عظام کی گستاخی کرے اسے قتل کیا جائیگا۔“

..... ابن تیمیہ حنبلی نے بھی لکھا ہے:

”أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ حَدَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَتْلُ“ (۱۷)

ترجمہ: ”اہل علم کا اجماع (اتفاق) ہو چکا ہے کہ جو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرے اسکی حد (شرعی سزا) قتل ہے۔“

(۱۳) سنن ابی داؤد، باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، الرقم: ۴۳۶۲۔ السنن الكبرى للبيهقي، باب دوام الحمى له خاص، الرقم: ۱۳۴۶۶

(۱۴) الشفاء، باب الحكم الشرعي فيمن سب النبي، ج ۲، ص ۴۶۹۔ الصارم المسلول، باب ان من سب النبي، ج ۱، ص ۴۔ شرح الزرقاني على المواهب، ج ۴، ص ۳۳۸

(۱۵) رسائل ابن عابدین، ج ۲، ص ۱۹۰ (۱۶) الشفاء، الفصل الثاني الحجة في ايجاب قتل من سبه، ج ۲، ص ۴۹۲۔ سبيل الهادي، باب الرابع، ج ۱۳، ص ۳۸۱

(۱۷) الصارم المسلول، باب انه يتعين قتله، ج ۱، ص ۲۵۳

اس طویل موضوع کو سمیٹتے ہوئے آخر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا فیصلہ کن ارشاد سنن کبریٰ بیہقی اور دیگر کتب کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

خلیفہ اسلام حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں گورنر کوفہ نے آپ کو خط لکھا کہ ایک ایسے شخص کو کناسہ بازار میں سے گرفتار کیا گیا ہے جو آپ کو گالیاں دیتا ہے اور گواہی موجود ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے قتل کر دوں یا اسے سخت سزا دوں پھر سوچا کہ آپ سے مشورہ کر لوں؟ تو سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کے بعد لکھا کہ اے گورنر! اگر تو اسے قتل کرتا تو میں تجھے قتل کر دیتا میرا خط پہنچنے کے بعد اسے واپس کناسہ چھوڑ دو مجھے یہ بات سزا دینے سے زیادہ پسند ہے اور فرمایا:

”فَإِنَّهُ لَا يَجِلُّ قَتْلُ أَمْرٍ مُسْلِمٍ بِسَبِّ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا رَجُلٌ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّى سَبَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى إِلَهٍ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَلَّ دَمُهُ“ (۱۸)

ترجمہ: ”یاد رکھو! کسی انسان کو گالی نکالنے والے کا قتل جائز نہیں ماسوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کے کیونکہ جب وہ توہین رسالت کرتا ہے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔“

حاضری بارگاہ نبوی اور وسیلہ کی شرعی حیثیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ طَلَوْا أَنْهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا“ (۱)

ترجمہ: ”اور اگر بیشک وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت کر دیں تو اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان پائیں گے۔“

آیت مبارکہ کے اس حصے میں گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کیلئے حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وسیلہ پکڑنے کی تعلیم دی گئی ہے اور واضح فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہات و عنایات کے حصول کیلئے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تعلق قائم کرنا اور پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شفاعت فرمانا ضروری ہے۔

اس آیت کے بارے میں محدث امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَتَعْمَلُ بِعُمُورِ الْعِلَّةِ كُلِّ مَنْ وَجَدَ فِيهِ ذَالِكَ الْوُصْفِ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ وَلِذَا لِكَ فَهَمَّ الْعُلَمَاءُ مِنْ الْأَيَّةِ الْعُمُورِ فِي الْحَالَتَيْنِ“ (۲)

ترجمہ: ”علت کے عام ہونے کی وجہ سے یہ حکم ہر آنے والے کا ہوگا خواہ وہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زندگی میں آپ کی خدمت میں پہنچا ہو یا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد، اسی لیے علماء کرام نے آیت سے دونوں حالتوں میں اس حکم کا عموم سمجھا ہے۔“

شان نزول:

بشرنامی ایک منافق نے ایک یہودی کے حق میں ایک مقدمہ کا فیصلہ نبوی ماننے سے انکار کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کے لئے رابطہ کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گستاخانہ فعل کی بنا پر اس کو قتل کر دیا۔ بعض لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کے خلاف احتجاج کیا تو ان آیتوں کا نزول ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مؤمنانہ اقدام کی تائید کی گئی اور اس کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو اس گناہ سے توبہ کرنے کا طریقہ بتایا گیا۔ (۳)

(۱) سورہ نساء: ۶۴ (۲) شفاء السقام فی زیارة خیر الانام، باب خامس، ص: ۲۳۵

(۳) تفسیر بیضاوی، تفسیر درمثور، تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر و دیگر تفاسیر، زیر بحث آیت نمبر ۶۰، سورہ نساء

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حیات ظاہرہ کی طرح

قبرِ انور میں بھی زندہ ہیں اور وسیلہ ہیں

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں کیلئے رسول اور رحمت ہیں اور آپ کی رسالت عامہ اور شانِ رحمۃ للعالمین کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی حیات ظاہرہ کی طرح وصال کے بعد بھی اپنی امت کیلئے وسیلہ اور شافع ہوں۔

..... چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُون عَنِّي وَأُحَدِّثُ لَكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تُعْرِضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا أَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَدَّثْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا أَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَعْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ“ (۴)

ترجمہ: ”میری ظاہری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے (رہنمائی کیلئے) گفتگو کرتے ہو اور میں تم سے گفتگو کرتا ہوں اور

میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، میں اچھے اعمال پر اللہ کی حمد بیان

کروں گا اور برے اعمال پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔“

امام علی بن ابوبکر البکشی نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی توثیق فرمائی ہے۔ (۵)

اس حدیث صحیحہ سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قبرِ انور میں وسیلہ اور شافع ہونا ثابت ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم آپ کی حیات ظاہرہ کی طرح آپ کے وصال

کے بعد بھی آپ کو اپنی حاجات کے لئے وسیلہ بناتے اور آپ سے فریاد رسی کرتے تھے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

{1}

..... امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور کئی دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

”ایک نابینا صحابی نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آنکھوں کی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی

تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو دعا کرتا ہوں اور اگر تو صبر کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

نابینا صحابی نے دعا کیلئے اصرار کیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے فرمایا: اچھی طرح وضو

کر کے دو رکعتیں پڑھو پھر یہ دعا پڑھو:

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاتَّوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ

فِیْ حَاجَتِیْ ہٰذِہٖ لِتَقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَقِّعْ فِیْ“ (۶)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی، نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔

(۴) مجمع الزوائد، باب ما یحصل لامتہ، الرقم: ۱۳۴۵۰ - مسند البزار، الرقم: ۱۹۲۵ (۵) مجمع الزوائد، باب ما یحصل لامتہ، الرقم: ۱۳۴۵۰ -

(۶) جامع ترمذی، باب فی الدعاء الضیف، الرقم: ۳۵۶۸ - سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی صلوة الحاجۃ، الرقم: ۱۳۸۵

یا محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت کیلئے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہو تاکہ وہ پوری کی جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔“

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ نابینا صحابی واپس آئے:

”وَقَدْ أَبْصَرَ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ صَرٌّ“ (۷)

ترجمہ: ”وہ بینا ہو چکے تھے، گویا کہ انہیں پہلے کوئی بیماری نہیں تھی۔“

قارئین! یہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی حیات ظاہرہ کا واقعہ ہے۔ جب حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم وصال فرما گئے تو بھی صحابہ کرام اسی دعا کے الفاظ کے ساتھ وسیلہ نبوی اختیار کرتے اور اس طرح ان کی حاجات پوری ہوتیں۔

{2}

..... چنانچہ امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ
”ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے لئے حاضر ہوتا تھا اور آپ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے تو اسے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھو اور یہ دعا (جو دعا حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی تھی) پڑھو اور پھر میرے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چلو۔ اس شخص نے وسیلہ نبوی والی دعا پڑھی اور امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کا خادم باہر نکل کر اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا اور اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑی عزت کے ساتھ بٹھایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سے کام دریافت کر کے کام کر دیا۔

باہر نکل کر اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کی سفارش کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میرا کام کر دیا ہے۔ جس پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نابینا صحابی کا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ میں نے تمہاری سفارش نہیں کی۔“ (۸)

{3}

..... شارح بخاری امام احمد قسطلانی نے روایت کیا ہے کہ وصال نبوی کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرہ انور سے کپڑا اٹھا کر عرض کیا:

”اَذْكُرُنَا يَا مُحَمَّدُ عِنْدَ رَبِّكَ وَلَنَكُنْ مِنْ مُّبَالِكَ“ (۹)

ترجمہ: ”یا محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم)! اپنے پروردگار کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ضرور ہمارا خیال رکھنا۔“

(۷) المستدرک، کتاب الدعاء، الرقم: ۱۹۳۰ - المعجم الكبير، الرقم: ۸۳۱ (۸) المعجم الصغير، باب الطاء من اسماء طایر، الرقم: ۵۰۹ - جامع صغير للسيوطي، الرقم: ۱۵۰۸

(۹) المواهب اللدنیة، الفصل الاول في اتمامة تعالیٰ نعمته، ج ۳، ص ۵۴۰

{4}

..... ﴿حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وصال کے تین دن بعد ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبر مبارک پر لٹا دیا اور مٹی سر میں ڈالی اور "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الْخ" پڑھ کر عرض کیا:

حضور میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ تو قبر مبارک سے آواز آئی:

"قَدْ غُفِرَ لَكَ"

ترجمہ: "بیشک تجھے بخش دیا گیا ہے۔" (۱۰)

{5}

..... ﴿امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الایمان" میں روایت کرتے ہیں کہ ابو حرب ہلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایک اعرابی حج کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کی:

يَا بَنِي آدْتِ وَأُحْيِي يَارَسُوْلَ اللهِ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الْخ" میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کی طرف شفیع (سفارش کرنے والا) بناتے ہوئے حاضر ہو گیا ہوں۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے

يَا حَيِّزٍ مَنْ دُفِنَتْ فِي الثُّرْبِ أَعْظَمُهُ
فَطَابَ مِنْ طَيْبِهِ الْقَاعُ وَالْأَكْمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ بِقَبْرِ أَدْتِ سَاكِنُهُ
فِيهِ الْعَقَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرْمُ (۱۱)

حضرت امام عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھر اعرابی لوٹا تو مجھ پر نیند غالب آگئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

"الْحَقِّي الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَهُ" (۱۲)

ترجمہ: "اعرابی کے پیچھے جاؤ اور اسے خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔"

{6}

..... ﴿محدث ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑا تو

(۱۰) تفسیر مدارک، زیر بحث آیت نمبر ۶۳، سورہ نساء - کنز العمال، باب سورۃ النساء، الرقم: ۴۲۲۲ - جامع الاحادیث للسیوطی، الرقم: ۳۴۱۵۳

(۱۱) شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرة، الرقم: ۳۸۸۰ - (۱۲) تفسیر ابن کثیر، تفسیر الشعالبی، زیر بحث آیت نمبر ۶۳، سورہ نساء

حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ قبر نبوی پر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لَأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ هَلَكُوا“

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) آپ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں کیوں کہ وہ ہلاک ہونے والی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خواب میں فرمایا:

”إِنِّي عَمَرْتُ فَأَقْرَأُ السَّلَامَ وَأُخْبِرُكُمْ أَنْكُمْ مُسْقُونَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”عمر کے پاس جاؤ انہیں سلام کہو اور بشارت دو کہ بارش ہوگی۔“

{7}

..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوسعیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے نام اپنا خط دے کر یرموک بھیجا تو وہ مسجد سے نکل کر واپس آئے اور روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ وہاں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عباس عم رسول اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے دعا کی درخواست کی تو دونوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

”اللَّهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهَذَا النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى وَالرَّسُولِ الْمُجْتَبَى الَّذِي تَوَسَّلَ بِهِ أَدَمُ فَأَجِيبَتْ دَعْوَتُهُ وَغُفِرَتْ خَطِيئَتُهُ إِلَّا سَهْلَتُ عَلَى عَبْدٍ اللَّهُ طَرِيقَهُ وَطَوَّيْتُ لَهُ الْبَعِيدَ وَآيَدْتُ أَصْحَابَ نَبِيِّكَ بِالنُّصْرِ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اس نبی مصطفیٰ اور رسول مجتبیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوگئی اور ان کی لغزش معاف ہوگئی۔ (اے اللہ!) عبداللہ کے لئے راستہ آسان فرما، اور دور کو نزدیک فرما اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے فرما! بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور دراز سے حضور کو امداد کیلئے پکارنا

..... حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”البدایہ والنہایہ“ میں جنگ یمامہ کے بارے میں لکھا ہے:

”وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدًا“ (۱۵)

ترجمہ: ”اس دن صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا مخصوص لفظ ”يَا مُحَمَّدًا“ تھا۔“

اور ”يَا مُحَمَّدًا“ کا معنی ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) میری مدد فرمائیں۔

(۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲ - کنز العمال، باب صلوة الاستسقاء، الرقم: ۲۳۵۳۵

(۱۴) فتوح الشام، باب حبلۃ الایام، ج ۱، ص ۱۶۸ (۱۵) البدایہ والنہایہ، باب بمقتل مسیلمۃ الکذاب، ج ۶، ص ۳۵۴

..... صحابی رسول حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جنگِ حلب میں جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے دس گنا ہو گئی ہے اور کئی مسلمان بھاگنے لگے ہیں تو یوں پکارا:

”يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا تَصْرَ اللَّهُ انْزِلْ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اے محمد! اے محمد! (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ) اے اللہ کی مدد نزول فرما۔“ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔

یہ چند حوالے بطور نمونہ لکھ دیئے ہیں، وگرنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں سینکڑوں ہزاروں حوالہ جات کتب معتبرہ میں موجود ہیں جن سے بالاعتماد روزِ روشن کی طرح ثابت ہیں۔

درس حدیث

حضرت محمد ﷺ

تمام جہانوں میں وسیلہ اور شفیع ہیں

”عَنْ مَالِكِ الدَّارِ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ (أَيُّ بِلَالُ بْنُ حَارِثِ الْمُرْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لَأَمْتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا. فَأَتَى الرَّجُلُ فِي الْمَتَاوِرِ (وَفِي رِوَايَةٍ فَاتَاؤُا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فِي مَتَامِهِ) فَقِيلَ لَهُ إِنَّتِ عُمَرَ فَاقْرَأْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقُونَ“

ترجمہ: ”حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کھانے کی اشیاء کے خازن تھے، آپ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مرنی رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ انہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہیں فرمایا گیا: تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں باران رحمت سے نوازا جا رہا ہے۔“

حدیث کی تخریج:

مذکورہ حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی اپنی تصنیف میں اس شاندار حدیث کو روایت کیا ہے:

..... ﴿امام بخاری اور امام مسلم کے دادا استاد حضرت محدث عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنی ”مصنف“ کے اندر (۱)

..... ﴿محدث ابن شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی ”مصنف“ کے اندر (۲)

..... ﴿محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”دلائل النبوة“ کے اندر (۳)

..... ﴿محدث امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ”جامع الاحادیث“ کے اندر (۴)

(۱) مصنف عبدالرزاق، باب الاستسقاء، الرقم: ۴۹۱۳ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲۔

(۳) دلائل النبوة، باب ما جاء فی رؤية النبی، ج ۴، ص ۴۴ (۴) جامع الاحادیث، باب مسند عمر بن الخطاب، الرقم: ۲۸۴۰۹۔

انبیاء اور اولیاء کو پکارنے کی شرعی حیثیت

مسلمانوں کیلئے اللہ کے بندوں کو پکارنا اور اُن سے مدد مانگنا نہ صرف جائز بلکہ سنتِ انبیاء و سنتِ صحابہ کبار ہے۔ قرآن

مجید میں ہے: قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّنَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ؟ (۲۰)

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا: کون ہے اللہ (یعنی اللہ کے دین) کیلئے میرا مددگار؟

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اس کے

پہنچنے سے پہلے میرے پاس لائے تو ایک جن کے بعد ایک عالمِ ربانی (آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ) نے کہا:

”أَنَا أَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ إِلَيْكَ ظَرْفُكَ“ (۲۱)

ترجمہ: ”میں اسے آپ کی آنکھ چھپکنے سے بھی پہلے لاتا ہوں۔“

کتبِ تفسیر کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت ملکِ شام میں تھے اور بلقیس کا تخت صنعاء یمن میں تھا تو

حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی اللہ وہ بہت بڑا تخت ایک پل مارنے سے پہلے ایک ملک سے اٹھا کر دوسرے ملک میں

لے آئے۔ جس سے واضح ہے کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور انہیں مدد کے لیے پکارنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔

نماز میں روئے زمین کے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ان لفظوں میں بارگاہِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں سلام عرض کریں:

”اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اے غیب جاننے والے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات۔“

صیغہٴ خطاب سے دور و نزدیک سے مسلمانوں کا سلام عرض کرنا دلیل ہے کہ سرکارِ مدینہ نگاہِ نبوت سے پوری کائنات سے

اپنے غلاموں کو دیکھتے اور ان کا سلام سنتے ہیں۔ معلوم ہوا دور و نزدیک سے صیغہٴ خطاب سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کو پکارنا اور سلام عرض کرنا شرک نہیں عینِ توحید ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ کے

دوران تین بار کہا: ”يَا سَارِيَّةُ الْجَبَلِ“ ترجمہ: ”اے ساریہ! پہاڑ کے ساتھ رہو۔“ (۲۳)

جبکہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا ملکِ عراق میں نہاوند کے مقام پر کفار کے خلاف جنگ کی کمان کر رہے تھے۔ چند دنوں

کے بعد ایک شخص مدینہ منورہ آیا تو انہوں نے بتایا کہ جنگ نہاوند میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز ”يَا سَارِيَّةُ

الْجَبَلِ“ سنی تھی اور اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح یاب فرمادیا۔

(۲۰) سورہ صف: ۱۲ (۲۱) سورہ نمل: ۴۰ (۲۲) صحیح البخاری، باب التشہد، الرقم: ۸۳۱

(۲۳) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ، باب مناقب عمر، زیر بحث حدیث نمبر: ۶۰۵۵ - المقاصد الحسنیة، الرقم: ۱۳۴۳ - کنز العمال، الرقم: ۳۵۷۸۹

حدیث کی توثیق:

..... ناصر الدین البانی نے اپنی تصنیف ”العوسل انواعه واحكامه“ میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ (۵)

..... علامہ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ میں اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا۔ (۶)

..... علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے ”شرح الزرقانی علی المواہب“ میں اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا۔ (۷)

اس حدیث سے درج ذیل مسائل روز روشن کی طرح ثابت ہوتے ہیں:

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وسیلہ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین اور تمام اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ وہ حبیب خدا حضور سید الانبیاء ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلہ سے بارگاہ رب العالمین سے فیض و برکات حاصل کرتے رہے ہیں اور امت مسلمہ کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صرف عالم دنیا بلکہ عالم ارواح، عالم برزخ اور عالم آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کے درمیان وسیلہ عظمیٰ اور واسطہ کبریٰ ہیں۔

لیکن کچھ لوگ اس عقیدہ کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ حدیث بالا سے وسیلہ کے بارے میں ان لوگوں کے عقیدہ کا ابطال اور امت مسلمہ کے عقیدہ کی واضح تائید ہو رہی ہے۔ صحابی رسول حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بارش کی دعا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب کریم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درخواست کر رہے ہیں کہ

”يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَشْقِ لِأُمَّتِكَ“

ترجمہ: ”یا رسول اللہ ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ (اپنے رب تعالیٰ سے) اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔“

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبر انور میں زندہ ہیں:

ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد انبیائے کرام کو شاندار زندگی عطا فرمائی ہے۔ صحیح مسلم اور دیگر کتب میں حضور نبی اکرم ﷺ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد موجود ہے آپ فرماتے ہیں:

”معراج کی شب جب میں کثیف احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا:

”وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِہٖ“ (۸)

ترجمہ: ”اور وہ کھڑے ہیں اور صلوٰۃ ادا فرما رہے ہیں۔“

حدیث مذکورہ سے بھی اہل اسلام کے اجماعی عقیدہ کی زبردست تائید ہو رہی ہے کہ صحابی رسول حضرت بلال بن حارث

(۵) التوسل انواعه واحكامه، الفصل الرابع، الشبهة الثالثة، جلد ۱، صفحہ: ۱۱۸ (۶) فتح الباری، باب سوال الناس الامام المستسقاء، ج ۲، ص ۳۹۵

(۷) شرح الزرقانی علی المواہب، باب فی ذکر صلاتہ، ج ۱۱، ص ۱۵۰ (۸) صحیح مسلم، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، الرقم: ۲۳۳۵

رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہو کر آپ کی بارگاہ میں بارش کیلئے درخواست پیش کر رہے ہیں۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کو قبر انور میں زندہ سمجھتے تھے اسی لئے قبر انور پر حاضر ہو کر آپ سے فریادیں کرتے تھے۔

(3) **نبی اکرم ﷺ کو یارسول اللہ کے الفاظ سے پکارنا سنت صحابہ ہے:**
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ کی طرح آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کو ”یَا رَسُولَ اللہ“ کے الفاظ سے پکارتے تھے۔ اس حدیث مبارک میں آپ کی قبر انور پر آپ کو ”یَا رَسُولَ اللہ“ کے الفاظ سے پکارنا ثابت ہے۔ جبکہ دیگر روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وصال نبوی کے بعد دروازے کے علاقوں میں مصائب و مشکلات کے وقت حبیب خدا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو پکارتے تھے اور آپ کی بارگاہ سے کس پناہ میں فریادیں کرتے تھے۔

..... حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں جنگ یمامہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ثُمَّ نَادَى بِشُعَارِ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدًا“ (۹)

ترجمہ: پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے مخصوص لفظ کے ساتھ ندا کی اور اس روز ان کا مخصوص لفظ ”یَا مُحَمَّدًا“ تھا۔ جس کا معنی ہے ”اے محمد ﷺ کو پکارو“۔

ان بدعتیہ لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو مدد کیلئے پکارنا بھی کفر و شرک ہے اور ان کا اصل مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کو شرک و کافر قرار دے کر دشمنان اسلام کے خطرناک عزائم کی تکمیل کرنا ہے۔

(4) **اہل قبور سنتے ہیں:**

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اہل قبور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ

..... اہل قبور قبر میں منکر و نکیر (دو فرشتوں) کو سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ (۱۰)

..... مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کہیں جس سے بھی اہل قبور کا سننا ثابت ہوتا ہے۔ (۱۱)

..... اور ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کو پکارتے ہوئے ہے:

”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ“ (۱۲)

ترجمہ: ”یقیناً میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

اور الحمد للہ! اس حدیث مذکورہ سے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو قبر انور میں سننا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کو یارسول اللہ کے الفاظ سے پکارنا سنتے ہیں۔

(۹) البدایہ والنہایہ، باب مقتل مسیلمۃ الکذاب، ج ۶، ص ۳۵۴ (۱۰) سنن ابی داؤد، باب فی المسئلۃ فی القبر، الرقم: ۴۵۳

(۱۱) جامع ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، الرقم: ۱۰۵۳ (۱۲) صحیح بخاری، باب المیت یسمع خفق النعال، الرقم: ۱۳۳۸

”إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى“ (۱۳) کا غلط ترجمہ کرنے والے عوام المسلمین کو گمراہ کرتے ہیں، ان الفاظ کا یہ مفہوم نہیں کہ مردے آپ کی آواز نہیں سنتے بلکہ یہاں ”موتی“ سے مراد کفار ہیں (۱۴) اور معنی یہ ہے کہ یہ کافر آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ عرف میں نہ سننے کا مفہوم قبول نہ کرنا بھی ہوتا ہے اور اس آیت میں اسی سماع اجابت کی نفی ہے۔

(۵) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں میں شافع ہیں:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور شفیع المذنبین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظاہری زندگی کی طرح اپنی قبر انور میں اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمانے والے ہیں۔ جب کہ کچھ بدعتیہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ رحلت نبوی کے بعد آپ کی شفاعت کا عقیدہ کفر ہے۔ (أَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

حدیث مذکورہ سے ان لوگوں کے عقیدہ کی نفی اور اہل سنت کے عقیدہ کا ثبوت واضح ہے کہ صحابی رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ قبر انور پر حاضر ہو کر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے امت کیلئے بارش کی سفارش کرنے کی درخواست کر رہے ہیں اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر کے امت کو بارش عطا فرما رہے ہیں۔

(۶) قبر نبوی پر حاضر ہو کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد مانگنا جائز ہے:

دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک مسلمان حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درِ اقدس پر حاضر ہوتے رہے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنی مصائب کا ذکر کر کے آپ سے امداد مانگتے رہے ہیں۔

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ! حدیث مذکورہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ قبر انور پر حاضر ہو کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کرنا سنت صحابہ کرام ہے۔

(۷) نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبر انور میں بھی امداد فرماتے ہیں:

حدیث مذکورہ میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خواب میں صحابی کو فرمانا:

”إِنَّكُمْ مُسْقُونَ“

ترجمہ: ”تمہیں باران رحمت سے عنقریب نوازا جا رہا ہے۔“

اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبر انور میں بھی امداد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشکل کشائی اور حاجت روائی بھی فرماتے ہیں۔

(۸) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بارش اور آئندہ کے حالات کا علم حاصل ہے:

بارش کب ہوگی؟ اس کا تعلق امور غیب سے ہے۔ أَلْحَمْدُ لِلّٰہ! حضور دانا غیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی عطا سے دیگر غیب کی طرح بارش کے ہونے کا علم بھی رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“ (۱۵)

ترجمہ: ”آپ کے رب نے آپ کو ہر اس چیز کا علم عطا فرما دیا جسے آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔“

(۹)..... **حضور نبی اکرم ﷺ اپنے امتیوں کو جانتے ہیں:**

حدیث مذکورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے علیؑ کو خواب میں صحابی کو فرمایا:

”إِنِّي عُمَرَ فَأَقْرَأُ السَّلَامَ“

ترجمہ: ”عمر کے پاس جا کر انہیں سلام کہو۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے علیؑ کو سب معلوم ہے۔ قبر پر سوال کرنے والا کون ہے؟ اور کس کا دور خلافت چل رہا ہے؟ اور اس وقت مسلمانوں کا امیر المؤمنین کون ہے؟ اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے علیؑ کو فرمایا:

(۱۰)..... **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں مقبول ہیں:**

حدیث مذکورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے علیؑ کو ارشاد فرمایا کہ

”إِنِّي عُمَرَ فَأَقْرَأُ السَّلَامَ وَأَخْبِرُهُ أَنَّكُمْ مُسْقُونَ“

ترجمہ: ”عمر کے پاس جا کر انہیں سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں باران رحمت سے نوازا جا رہا ہے۔“

ان الفاظ میں واضح اشارہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں مقبول ہیں اور آپ کو حضور نبی اکرم

ﷺ نے علیؑ کو پوری پوری تائید حاصل ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اعتراض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَ اَنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا“ (۲۴) ترجمہ: ”اور بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔“ لہذا اس آیت کی رو سے یا رسول اللہ، یا علی، وغیرہ کلمات شرکیہ ہیں۔

جواب:

”فَلَا تَدْعُوا“ اور اس جیسے دیگر کلمات قرآن مجید میں عبادت و پوجا کے معنی میں ہیں اسی آیت کے تحت تفسیر ابن عباس میں ہے:

”{ فَلَا تَدْعُوا } فَلَا تَعْبُدُوا“ (۲۵)

یعنی ”فَلَا تَدْعُوا“ کا معنی ”فَلَا تَعْبُدُوا“ کی گیا ہے یعنی تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ برصغیر کی مسلمہ علمی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے ترجمہ ”فتح الرحمن“ میں اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

”و آنکہ مسجد ہا مخصوص برائے خدا است پس عبادت میکند با خدا بیچ کس را“ (۲۶)

ترجمہ: مسجدیں خاص اللہ کی ہیں پس اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

دیگر جمہور مفسرین نے بھی ”فَلَا تَدْعُوا“ کو ”فَلَا تَعْبُدُوا“ کے معنی میں لکھا ہے۔

نیز اگر ان مقامات پر ”فَلَا تَدْعُوا“ سے غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت مراد لی جائے گی تو پھر بیوی، بچوں تک کو پکارنا حرام ہو جائے گا حالانکہ نماز میں ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُہُ“ کی ندائے رسول کی خود حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تعلیم دی ہے۔

عقیدہ علم غیب

غیب کیا ہے؟ غیب کا لغوی معنی ہے چھپنا یا چھپی ہوئی چیز اور شریعت اسلامیہ میں غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو جو اس خمسہ (آنکھ، کان، زبان، ناک، بدن) سے محسوس نہیں ہوتیں اور عقل سے بھی بداہتہ (بغیر نظر و فکر) ان کا ادراک نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس، فرشتے، جنت، دوزخ، قبر کے سوالات اور عالم برزخ اور آخرت وغیرہ۔

تحقیق یہ ہے کہ علم غیب، ذاتی صفت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم: ازلی، غیر مخلوق، غیر متناہی، ذاتی، مستقل اور حقیقی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انبیاء و ملائکہ کو اور پھر انبیائے کرام کی وساطت سے اولیائے کاملین کو علم غیب کی استعداد عطا کرنے پر قادر ہے یعنی علم غیب کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے محال و ناممکن نہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ (۲۸)

ترجمہ: اور نہیں ہے کہ اللہ تم کو غیب کی اطلاع دے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

یہ آیت واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو علم غیب عطا نہیں فرماتا لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس (نعمت) کے لیے چن لیتا ہے۔

شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي فِي صُورِهَا فِي الظُّلُمِ كَمَا عُرِضَتْ عَلَيَّ أَدَمُ وَأَعْلَمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي وَمَنْ يَكْفُرُ بِي ترجمہ: مجھ پر میری امت ذرات کی صورت میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر اولاد آدم پیش کی گئی تھی تو مجھے پہچان کر ادی گئی کہ کون میرے ساتھ ایمان لائے گا اور کون میرے ساتھ کفر کرے گا۔ اس موقع پر منافقین نے استہزاء کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) پوری امت کے مؤمنین اور کافروں کو پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ ہم ان کے پاس ہیں اور اندر سے ان سے مخلص نہیں اور انہیں تو ہمارا بھی پتہ نہیں چہ جائیکہ ان کو ساری امت کا پتہ ہو تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم غضب ناک ہو کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عَلَمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا أَنْتَابُكُمْ بِهِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَذَافَةُ ترجمہ: ان اقوام کا کیا حال ہوگا جنہوں نے میرے علم (غیب) پر طعن کیا؟ تم مجھ سے اس وقت سے قیامت تک کسی شے کے بارے میں جو سوال کرو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میرا والد کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، ہمیں معاف فرمادیں۔ (۲۹)

اس سے ثابت ہوا کہ منافقین کے عقائدِ باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں۔

نیز اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے علم غیب عطا فرماتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ قلم لوح محفوظ پر غیب و شہادت لکھنے کا علم عطا فرماتا ہے، جس طرح ماں کے پیٹ میں ہی ایک بچے کی پوری زندگی کے عمل، اس کی موت، اس کے رزق، اس کے شقی یا نیک بخت ہونے کا علم فرشتے کو عطا فرماتا ہے اسی طرح انبیائے عظام و ملائکہ کرام اور پھر انبیاء کے واسطے سے اولیائے کاملین کو علوم غیبیہ میں سے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جس کے ناقابل تردید دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

علم نبوی کے بارے میں عقیدہ صحیحہ

عقیدہ صحیحہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتوں کے جنت میں داخل ہونے تک ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی عطا فرمادیا ہے اور اس علم کلی کی تکمیل نزول قرآن کے مکمل ہونے کے ساتھ فرمادی ہے اور اس عقیدہ سے قطعاً شرک لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود اور ذاتی ہے جبکہ علم نبوی محدود

قدرت: اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مراد یہ ہے کہ ہر ممکن (جس کا موجود ہونا جائز ہو) اللہ تعالیٰ کے زیر قدرت ہے البتہ واجب الوجود جیسے دوسرے الہ اور محال جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں عیب کا ہونا زیر قدرت نہیں ہے۔

کلام: کلام سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادے میں ہے اسے ”کلام نفسی“ کہتے ہیں جو کہ غیر مخلوق اور قدیم ہے جبکہ قلم، لوح محفوظ، کاغذ، سیاہی کے نقوش اور زبان سے پیدا ہونے والے الفاظ سب مخلوق ہیں الفاظ کو ”کلام لفظی“ کہا جاتا ہے زبان بھی مخلوق ہے اور الفاظ بھی۔ معتزلہ فرقہ کے نزدیک ”کلام اللہ“ مخلوق ہے۔ امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دو عباسی میں اسی عقیدے کی وجہ سے کوڑے مار کر شدید تشدد کیا گیا لیکن آپ ڈٹے رہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اہلسنت کے نزدیک ”کلام اللہ“ کو مخلوق کہنا کفر ہے۔

دیکھنا: اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے مراد ہر شے کو ہر وقت دیکھنا ہے۔

سننا: اللہ تعالیٰ کے سننے سے مراد ہر آواز کو ہر وقت سننا ہے۔

علم: اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد اہلسنت کے نزدیک یہ ہے کہ جو کچھ ہو چکا، جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ سے کامل ہے وہ زیادہ اور کم ہونے کے عیب سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرنے، معلوم کرنے، تجربہ کرنے اور سمجھنے کے عیب سے پاک ہے۔ یہ عقیدہ کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بدلتا ہوتا ہے یعنی کچھ مخفی امور اللہ تعالیٰ پر منکشف ہوتے ہیں۔

ارادہ: اللہ تعالیٰ کے ارادے سے مراد زیر قدرت دو چیزوں (کرنا یا نہ کرنا) میں سے ایک کو اختیار کرنا ہے۔

تکوین: اللہ تعالیٰ کی تکوین سے مراد کسی شے یا حالت کو عدم سے وجود میں لانا ہے۔

صفات سلبیہ تنزیہیہ

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کا تمام عیوب و نقائص سے موصوف بالفعل اور موصوف بالقوہ ہونے سے پاک ہونا ہے جیسا کہ موت، بیمار ہونا، عاجز ہونا، تھک جانا، بھول جانا، کسی کا محتاج ہونا، کسی شے سے ناواقف ہونا، ظلم کرنا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، بکروفریب کرنا، دغا کرنا، بھٹھے کرنا، مذاق کرنا، ہنسی کرنا، قہقہہ لگانا، جسم ہونا، باپ ہونا، شوہر ہونا، بیٹا ہونا، جسمانی اعضاء والا ہونا، یا جسمانی صفات سے موصوف ہونا وغیرہ۔

..... چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَسَيُحْيِي بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ (۵)

ترجمہ: ”اور تم اس کی صبح و شام تسبیح یعنی پاکی بیان کرو۔“

..... مفسر کبیر حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْتَّسْبِيْحُ تَنْزِيْهُ ذَاتِهِ عَنْ صِفَةِ الْاَجْسَامِ وَالتَّقْدِيْسُ تَنْزِيْهُهُ اَعْمَالِهِ عَنْ صِفَةِ الذَّرِّ وَنَعَتِ السَّفَهَةِ (۶)
ترجمہ: ”تسبیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جسم کی صفات سے پاک قرار دیا جائے اور تقدیس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال کو

اور عطائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (۳۰) ترجمہ: اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شے کا بیان (یعنی کھلی وضاحت) موجود ہے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (۳۱) ترجمہ: بیشک اس قرآن کو بیان کرنا (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر) ہماری ذمہ داری ہے۔ یعنی قرآن میں کائنات کی ہر شے کا علم ہے اور اس قرآن کو بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے لہذا نتیجہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا تخصیص ہر شے کا علم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خود سکھادیا ہے۔

اور حدیث صحیح میں ہے حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَيَسَا هُوَ كَأَنَّهُ (۳۲) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو ہو چکا تھا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا ایک ایک چیز کے بارے میں ہمیں بتادیا۔

..... حضرت امام بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے ”قصیدہ بردہ شریف“ میں کیا خوب فرمایا: ے

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ: بیشک آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جو دوسخا سے دنیا اور آخرت ہے اور لوح و قلم کا علم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علوم کا حصہ ہے۔

..... حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام اور جہان کے تمام اہل علم کے علوم اور لوح و قلم کے علوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علوم کے سمندر کے سامنے ایک قطرہ کی طرح ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تمام علوم اللہ جل جلالہ کے غیر متناہی علوم کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹا یا چلو کی طرح (بھی نہیں) ہیں (۳۳)

پھر امام بوسیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل فرماتے ہیں:

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

ترجمہ: اور تمام انبیاء و رسل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ ایک چلو سمندر سے یا ایک چھینٹا موسلا دھار بارش سے (۳۴)

نماز کی اہمیت و افادیت

نماز دین اسلام میں ایمان اور تصحیح عقائد کے بعد مؤکد ترین فرض، اہم ترین عبادت اور تحفہ معراج ہے۔ قرآن مجید میں نماز کا ذکر سینکڑوں مقامات پر کیا گیا ہے جبکہ اتنی کثرت کے ساتھ کسی اور عبادت کا ذکر نہیں کیا گیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز نہایت ضروری اور مفید عبادت ہے۔

..... نماز کی فرضیت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا“ (۱)

ترجمہ: بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

اس آیت مبارکہ سے جس طرح نماز کی فرضیت ثابت ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ کسی نماز کو وقت سے ہٹ کر پڑھنا بھی خلاف قرآن ہے البتہ 9 ذوالحجہ کو میدان عرفات میں عصر کی نماز باجماعت ظہر کے وقت میں اور 10 ذوالحجہ رات کو مقام مزدلفہ میں مغرب کی نماز، عشاء کے وقت میں پڑھنا احادیث متواترہ کی بنیاد پر اس حکم شرعی میں شامل نہیں۔

کچھ لوگ سفر اور موسم خراب ہونے کی صورت میں ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر اور مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء جمع کرتے ہیں یہ بھی اس حکم قرآن کے خلاف ہے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سفر میں ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو ابتدائی وقت میں پڑھا ہے اور اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا ہے یہ جمع صوری ہے لیکن حقیقت میں ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر ہی ادا فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی نماز وقت سے ہٹ کر پڑھی ہو مگر یہ کہ آپ نے مزدلفہ میں دو نمازیں جمع فرمائیں“ (۲)

نماز کا مقام و مرتبہ و فضائل و فوائد

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”يَبْنِي الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ“ (۳)

ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حق نہیں اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج (عمر میں ایک بار) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

(۱) سورہ نساء: ۱۰۳ (۲) صحیح بخاری، باب منی یصلی الفجر یجمع، الرقم: ۱۶۸۲ (۳) صحیح بخاری، باب قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، الرقم: ۱۶۸۲

..... ﴿حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا: حضور! مجھے ایسے عمل کی تعلیم فرمادیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے نجات دلائے تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِی الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ“ (۴)

ترجمہ: تو صرف اللہ کی عبادت کر، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان المبارک کے روزے رکھ اور بیت اللہ شریف کا حج کر۔

..... ﴿ایک اور حدیث میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز کو جنت کی چابی قرار دیا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ“ (۵) ترجمہ: نماز جنت کی چابی ہے۔

..... ﴿نماز ہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلَواتُہٗ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ (۶)

ترجمہ: روز قیامت بندے کے اعمال سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر یہ حساب ٹھیک ہو گیا تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور فلاح پا جائے گا اور اگر یہ حساب درست نہ ہو تو وہ خسارے اور نقصان میں رہے گا۔

..... ﴿نماز افضل العبادات ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا:

”أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ؟“ یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟

تو فرمایا: ”الصَّلَاةُ لَوْ قُبِيْہَا“ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ عرض کیا پھر کونسا عمل؟

فرمایا: ”يُؤَاتِي الدِّينَ“ ماں باپ سے حسن سلوک کرنا۔ عرض کیا پھر کونسا عمل؟

فرمایا: ”أَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ (۷) اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

نماز اس لئے بھی جامع العبادات اور افضل العبادات ہے کہ نماز ہر قسم کے اذکار مثلاً تکبیر، ثنا، تعوذ، تسمیہ، حمد باری تعالیٰ، تلاوت قرآن پاک، تسبیح، تحیات، صلوٰۃ و سلام، دعا اور تحفہ سلام پر مشتمل ہے نیز نماز ملائکہ کی عبادات کی تمام صورتوں پر بھی مشتمل ہے اس لئے کہ بعض فرشتے کھڑے ہو کر، بعض سجدہ میں، بعض رکوع میں اور بعض بیٹھ کر عبادات انجام دیتے ہیں۔ نماز اس لئے بھی افضل اور جامع العبادات ہے کہ قلبی، بدنی، لسانی اور مالی ہر قسم کی عبادتوں پر مشتمل ہے۔

(۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی حرمة الصلوٰۃ، الرقم: ۲۶۱۶۔ مسند احمد، الرقم: ۲۲۰۱۶ (۵) جامع ترمذی، باب ماجاء ان مفتاح الصلوٰۃ الطہور، الرقم: ۴۵۳۳

(۶) جامع ترمذی، باب ماجاء ان اول ما يحاسب، الرقم: ۴۱۳۳ (۷) صحيح بخاری، باب وسمى النبي ﷺ الصلوة عملاً، الرقم: ۴۵۳۳

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا يُبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَنْفِي مِنْ دَرَدِهِ شَيْءٌ؟“ ترجمہ: بتاؤ! تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گی؟ عرض کی نہیں، تو فرمایا:

”فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَ الْخَطَايَا“ (۸)

ترجمہ: یہ پانچوں نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سب خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔

..... ﴿ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سردیوں میں باہر تشریف لے گئے (میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہمراہ تھا) یہ موسم خزاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دو ٹہنیاں پکڑ لیں اس سے پتے گرنے لگے تو فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لِيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ يُرِيدُ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ فَتَهَاقَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَهَاقَتْ هَذَا الْوَرَقُ عَنِ هَذِهِ الشَّجَرَةِ“ (۹)

ترجمہ: مسلمان بندہ اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے، تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے۔

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَلَمْ لَا يَكُنْ تَصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُعْذِرْ“ (۱۰)

ترجمہ: جو بندہ نماز پڑھ کر اسی جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اس وقت تک کہ بے وضو ہو جائے۔

اور ملائکہ کا استغفار اس کے لئے یہ ہے: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ اَرْحَمْهُ“ (۱۰)

ترجمہ: اے اللہ! اس بندے کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم۔

نماز کے جسمانی و دنیاوی فائدے

..... ﴿ نماز کی برکت سے دنیا میں بھی اللہ کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے اور مشکلیں کشا ہوتی ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

”وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ“ (۱۱)

ترجمہ: اور تم صبر اور نماز کے ذریعے خدا کی مدد حاصل کرو۔

..... ﴿ حدیث پاک ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَرَّغَ إِلَى الصَّلَاةِ (۱۲)

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو جلدی سے نماز کی طرف توجہ فرماتے۔

(۸) صحیح مسلم، باب المشی الی الصلوۃ، الرقم: ۶۶۸ (۹) مسند احمد، الرقم: ۲۱۵۵۶۔ مجمع الزوائد، باب فضل الصلوۃ، الرقم: ۳۵۰۱

(۱۰) صحیح بخاری، باب الحدث فی المسجد، الرقم: ۴۳۵ (۱۱) سورہ بقرہ: ۴۵ (۱۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ، باب عبادة المریض، ج ۳، ص ۱۱۲

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورج گرہن پر نمازِ کسوف، چاند گرہن پر نمازِ خسوف، قحط کے وقت نمازِ استسقاء اور جہاد کے وقت نماز کے ذریعے خدا کی مدد حاصل کرنے کی تعلیم دی۔

نماز کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نماز باجماعت سے مسلمانوں کی تنظیم قائم ہو جاتی ہے۔ وہ نماز میں اکٹھے ہو کر اپنے اجتماعی مسائل پر غور کر سکتے ہیں۔ نمازوں میں بار بار ملاقاتوں سے اخوت و محبت قائم ہوتی ہے۔ نماز کی غفلت نماز سے دور ہوتی ہے۔ جان و جسم کو نماز و روزہ سے سکون ملتا ہے۔ نماز سے نظام الاوقات بنتا ہے۔ چونکہ نماز کیلئے طہارت شرط ہے بالخصوص مسواک، ناک میں پانی چڑھانا اور آنکھوں کو دھونا وضو میں شامل ہے۔ مسواک کی برکت سے درجنوں بیماریوں سے شفا ملتی ہے اور طہارت بدن و لباس سے نماز اُن بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے جو کہ گندگی سے پیدا ہوتی ہیں۔

نماز کی اہمیت و فرضیت

..... ﴿ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مُرُوا اَبَا بَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ“ ترجمہ: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیماری میں تخفیف محسوس فرمائی،

”فَقَامَ یُضَاهِدُنِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ وَرَجُلَاہُ یَخْطَانِیْ فِی الْاَرْضِ“

پھر آپ کھڑے ہو گئے اور دوسروں (حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) کے درمیان سہارے سے چلنے لگے اور آپ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسیٹ رہے تھے حتیٰ کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں داخل ہوئے..... پس رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ (۱۳)

مرض الوصال میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دو آدمیوں کے درمیان اُن کا سہارا لے کر اوپاؤں مبارک گھسیٹ کر نماز کے لئے مسجد میں جانے سے نماز کی فرضیت و اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز میں کوتاہی کرنے والوں کو ہدایت فرمائے۔

..... ﴿ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امت کو آخری وصیت فرمائی وہ یہ تھی کہ

”اَصْلُوْا وَّمَا عَلَکُمْ اَیْمَانُکُمْ“ (۱۴) ترجمہ: نماز کی پابندی کرو اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

..... ﴿ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں کے گورنروں کو جو احکام جاری کیے تھے اُن میں ایک فرمان یہ بھی لکھا:

(۱۳) صحیح بخاری، باب الرجل یاتم بالامام و یاتم الناس بالماموم، الرقم: ۴۱۳ (۱۴) سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، الرقم: ۴۱۳

”إِنَّ أَهَمَّ أُمُورٍ كُنْتُ عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ“ (۱۵)

ترجمہ: ”میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کرتا ہے وہ دیگر امور دین کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر سکتا ہے۔“

..... حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صہباء کے مقام پر نماز ظہر ادا فرمائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی (ضروری) کام کے لیے بھیجا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس آئے (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے سے قبل) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نماز عصر ادا فرما چکے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے علی! (رضی اللہ عنہ) تم نے نماز عصر پڑھی ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ قُوَّةٌ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اے اللہ! بے شک حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے ان پر سورج واپس پھیر دے۔“ تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔

..... میدانِ کربلا میں نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جبکہ مصائب و آلام کی انتہاء ہو چکی تھی اور آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجیوں، بھانجوں اور جانثار ساتھیوں کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں تھیں اور آپ کے اپنے جسم میں تلواروں، نیزوں اور تیروں کے درجنوں زخم لگ چکے تھے، نماز ظہر ادا فرمائی اور عین حالتِ سجدہ میں آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز ایسا اہم دینی فریضہ ہے جسے مشکل ترین حالات اور سخت ترین مصائب میں بھی ترک نہیں کیا جاتا۔

نماز بڑی اہم عبادت ہے اور اسلام میں نماز ترک کرنے یا اس میں سستی کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ نماز ایسی اہم عبادت ہے کہ یہ نہ سفر میں معاف ہوتی ہے، نہ بیماری میں معاف ہوتی ہے، نہ حالتِ اَمْن میں معاف ہوتی ہے، نہ حالتِ جنگ میں معاف ہوتی ہے۔ اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر نماز پڑھ لے، اگر لیٹ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔

..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جہاں بالغ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا وہاں یہ تعلیم بھی دی کہ مسلمان اپنے بچوں کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیں چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاصْرِبْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الصَّاعِجِ (۱۷)“

ترجمہ: ”تم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں ترک نماز پر سزا دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔“

اس حدیث مبارکہ میں والدین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بچوں کو ابتدائی عمر میں ہی نمازی بنانے کی کوشش کریں اور سات سال کی عمر میں بچوں کو پیار سے نماز کی عادت ڈالیں اور دس سال کی عمر میں سختی کر کے نماز پڑھائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ہلکی سزا بھی دیں اور ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دیں کیونکہ بچوں اور بچیوں کے اکٹھے سونے میں غلط عادات کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اگرچہ وہ حقیقی بہن بھائی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اولاد کیلئے بے پناہ محبت و شفقت پیدا فرمائی ہے جس کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو دنیا و آخرت کی سعادت کا حقدار بنانے کے لیے تمام تدابیر اختیار کریں اور خصوصی طور پر انہیں عذاب قبر و عذاب جہنم سے بچانے کی فکر اختیار کریں اور یاد رکھیں کہ آخرت کی نجات کے لیے تقویٰ اور اتباع رسول کے بغیر کوئی چارہ نہیں لہذا والدین اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت و اطاعت کی تعلیم دیں۔

نماز نہ پڑھنے کے نقصانات

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالَُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصَلِّينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ الْمِسْكِينَ ۚ“ (۱۸)

ترجمہ: ”تمہیں کونسا کام جہنم میں لے گیا؟ تو وہ (جہنمی) کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ دیتے تھے۔“
..... اور دوسری جگہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

”فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۚ“ (۱۹)

ترجمہ: ”تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ خالف آئے جنہوں نے نماز میں ضائع کر دیں اور ناجائز خواہشات کی پیروی کی تو یہ لوگ جلد جہنم کے غی نامی جنگل میں عذاب پائیں گے۔“

..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعِدِّدًا كَتَبَ اللَّهُ اسْمَهُ عَلَىٰ بَابِ النَّارِ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا“ (۲۰)

ترجمہ: ”جس نے قصد نماز چھوڑی جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔“

..... حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

(۱۷) سنن ابی داؤد، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، الرقم: ۴۹۵ (۱۸) سورة مدثر: ۱۷ تا ۱۹ (۱۹) سورة مريم: ۵۹

(۲۰) کنز العمال، الفصل الثانی فی فضائل الصلوة، الرقم: ۱۹۰۹۰ - جامع الاحادیث للسیوطی، الرقم: ۲۱۴۴۳

”مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَدِّدًا فَقَدْ بَرَّكَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرو کہ جو جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے اللہ اور اس کا رسول صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس سے بری الذمہ ہیں۔

نماز کا منکر تمام ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک نماز بھی عمداً چھوڑنے والا کافر ہے، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تارک نماز واجب القتل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تارک نماز کو کافر تو قرار نہیں دیا جائے گا البتہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (۲۲)

نماز باجماعت کی اہمیت و فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

..... ﴿إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهَا لَا تَوَهَّمَا وَلَوْ حَبَوَا وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ ثُمَّ أُمِرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَتُطْلَقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ﴾ (۲۳)

ترجمہ: ”منافقین پر سب سے زیادہ گراں نماز عشاء و فجر ہے اور اگر وہ جان لیتے کہ اس میں کتنا ثواب ہے؟ تو گھسٹتے ہوئے آتے اور بیشک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ایسے لوگوں کے پاس جاؤں، جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

اور ایک روایت میں میں الفاظ یوں ہیں:

..... ﴿لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذَّرِيَّةِ لَأَقْمَتُ الصَّلَاةَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْنِيَانِي يُحْرِقُونَ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالنَّارِ﴾ (۲۴)

ترجمہ: ”اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور جوانوں کو حکم دیتا کہ جو کچھ گھروں میں ہے، اسے آگ سے جلا دیں۔“

ان روایات پر غور کریں کہ رسول اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن لوگوں کے گھروں کے جلانے کا قصد فرما رہے ہیں جو نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے اور اَلْعِيَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ جو لوگ نماز پڑھتے نہیں اُن لوگوں پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کس قدر غضب ناک ہوں گے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرَيْنَ دَرَجَةً“ (۲۵)

(۲۱) مسند احمد، الرقم: ۲۴۳۶۲۔ مجمع الزوائد، باب فی تارک الصلوٰۃ، الرقم: ۱۹۳۳ (۲۲) مالا یدہ منہ، فصل در اہتمام نماز، ص: ۱۳

(۲۳) صحیح مسلم، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ، الرقم: ۶۵۱ (۲۴) مسند احمد، الرقم: ۸۴۹۶۔ مجمع الزوائد، الرقم: ۲۱۶۲

(۲۵) صحیح بخاری، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ، الرقم: ۶۳۵

ترجمہ: ”نماز جماعت کیساتھ پڑھنا، تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَىٰ إِلَىٰ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللَّهِ لِيَقْضَىٰ فَرِيضَتَهُ مِّنْ فَرَائِضِ اللَّهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَىٰ تَرْفَعُ دَرَجَةً“ (۲۶)

ترجمہ: ”جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو و غسل) کر کے فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر گناہ معاف ہوتا ہے دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔“

..... ﴿ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ يَصُفُّ اللَّيْلَ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ“ (۲۷)

ترجمہ: ”جس نے باجماعت عشاء کی نماز پڑھی، گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔“

..... ﴿ نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ حضور کی بارگاہ میں آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! کیا مجھے رخصت ہے کہ میں نماز گھر میں پڑھ لوں؟ فرمایا: ”حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ“ سنتے ہو؟ عرض کی: ہاں۔ تو فرمایا: تم جماعت میں آؤ۔ (۲۸)

بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا سخت گناہ ہے اور نماز کو لوٹانا لازم ہے:

..... ﴿ حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کو نماز پڑھائی اور قبلہ کی طرف تھوک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے جب وہ فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس قوم سے فرمایا: ”لَا يُصَلِّيْكُمْ“ یہ شخص آئندہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔۔۔۔۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ”إِنَّكَ أَذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔ (۲۹)

..... ﴿ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرق باطلہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا:

”فَلَا تَوَاكُلُوهُمْ وَلَا تَشَارِبُوهُمْ وَلَا تُجَالِسُوهُمْ وَلَا تُصَلُّوا مَعَهُمْ وَلَا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ“ (۳۰)

ترجمہ: ”تم اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، تم اُن کے ساتھ پانی نہ پیو، تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، تم اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور تم اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔“

..... ﴿ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے اور ایسی نماز کو لوٹانا واجب ہے۔ (۳۱)

(۲۶) صحیح مسلم، باب المشی الى الصلوة، الرقم: ۶۶۶ (۲۷) صحیح مسلم، باب فضل صلوة العشاء والصبح، الرقم: ۶۵۶

(۲۸) سنن السنائی، باب المحافظة على الصلوات، الرقم: ۴۸۵۱۔ (۲۹) سنن ابی داود، باب فی کراهیة البزاق فی المسجد، الرقم: ۴۸۱

(۳۰) کنز العمال، الفصل الاول فی فضائل الصحابة، الرقم: ۳۲۵۲۹۔ جامع الاحادیث للسیوطی، الرقم: ۶۶۲۱ (۳۱) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۳۸۶

داڑھی منڈیے اور داڑھی کترے امام کے پیچھے نماز ناجائز اور واجب الاعادہ ہے:

..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”تَحَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفَرُّوا اللَّيْلِي، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ“ (۳۲)

ترجمہ: ”مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹ کر پست کرو۔“

..... ”صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج اور عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو داڑھی مٹھی سے

زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے۔“ (۳۳)

..... مشہور مفسر وفقیہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تراشیدن ریش پیش از قبضہ حرام است“ (۳۴)

ترجمہ: ”ایک مشت کی حد سے پہلے داڑھی کٹنا حرام ہے۔“

..... امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ داڑھی کترے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز

پڑھنا حرام اور واجب الاعادہ ہے (۳۵)

نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا سنت ہے:

..... امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم يَأْمُرُ بِسُتْرِ الرَّأْسِ بِالْعِمَامَةِ أَوِ الْقُلَنْسُوَةِ وَيَنْهَى

عَنْ كَشْفِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ“ (۳۶)

ترجمہ: ”رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے اور ننگے سر نماز

سے منع فرماتے تھے۔“

نوٹ: آج کل کچھ لوگ عمامہ کے ساتھ نماز کو واجب قرار دیتے ہیں یہ ہرگز درست نہیں، عمامہ مستحب ہے اور صرف ٹوپی کے ساتھ بھی

نماز جائز ہے کسی فقیہ نے عمامہ کو واجب قرار نہیں دیا۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ ٹوپی پہننے والا امام

عمامہ والے مقتدی کی امامت کروا سکتا ہے۔ (۳۷)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل مجھے، میری اولاد، میرے خلفاء، مریدین

و تلامذہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو باجماعت نماز کا پابند فرمائے۔

أٰمِیْن وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

نماز کے مسائل تفصیل کے ساتھ معلوم کرنے کے لئے بہار شریعت حصہ دوم و حصہ سوم کا مطالعہ کریں یا پھر کم از کم بہار شریعت

کے خلاصہ ”قانون شریعت“ کا مطالعہ کریں بلکہ یہ کتابیں ہر گھر میں ضرور رکھیں۔

(۳۲) صحیح بخاری، باب تعلیم الاطفال، الرقم: ۵۸۹۲ (۳۳) صحیح بخاری، باب تعلیم الاطفال، الرقم: ۵۸۹۲ (۳۴) مالا بدہ منہ، فصل ذمہ منفرقات و آداب معاشرت، ص: ۱۳۹

(۳۵) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۵۰۵ (۳۶) کشف الغمۃ عن جمیع الأئمۃ، باب شروط الصلوۃ قبل الدخول فیہا، ص: ۱۲۲ (۳۷) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۶۳۱

ہر بری صفت اور فضول بات سے پاک قرار دیا جائے۔“

..... عقیدہ تنزیہیہ باری تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو ہر عیب سے پاک قرار دینا) اس قدر اہم ہے کہ نماز کا آغاز ہی اس عقیدہ سے کیا جاتا ہے اور نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد عرض کرتا ہے ”سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ“ یعنی اے اللہ! تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور رکوع و سجود کے اندر بھی نمازی اسی عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتا ہے ”سُبْحَنَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ میرا رب عظیم ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ ”سُبْحَنَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ میرا رب اعلیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث سب سے آخر میں لائے وہ حدیث مبارک اسی عقیدہ کی فضیلت و اہمیت بیان کر رہی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

”كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَنَ اللَّهُ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَنَ اللَّهُ الْعَظِيمِ“ (۷)

ترجمہ: ”دو کلمے رحمن کو بہت ہی زیادہ پیارے ہیں، زبان پر بہت ہلکے ہیں اور ترازو پر بہت وزنی ہیں (اور وہ یہ ہیں): ”سُبْحَنَ اللَّهُ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَنَ اللَّهُ الْعَظِيمِ“ (اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور اس کی حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک ہے جو بہت بزرگی والا ہے۔)

اللہ کسے کہتے ہیں؟

اللہ کا اطلاق لغت عرب میں ہر معبود پر ہوتا رہا ہے لیکن بعد میں اس کا استعمال معبود برحق اللہ تعالیٰ کے لیے غالب ہو گیا لیکن شریعت اسلامیہ میں اللہ کا اطلاق معبود برحق اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے نیز اصح قول کے مطابق لفظ ”اللہ“ الہ سے بنا ہے۔ ہمزہ مکسورہ گرا کر اس کے عوض الف و لام لایا گیا اور لام کو لام میں مدغم کر دیا گیا (۸) اللہ کی طرح الہ کا مطلقاً اطلاق بھی اسلام میں صرف ذات واجب الوجود پر ہوتا ہے۔

عقیدہ توحید کیا ہے؟

لفظ ”توحید“ وحدت سے بنا ہے۔ وحدت کا معنی ہے ”تنہائی یا ایک ہونا“ اور توحید کا معنی ہے ”ایک یا یکتا ماننا“ اور شرع شریف میں توحید کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو شانِ اُلوہیت (یعنی الہ ہونے) میں ایک ماننا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور وہی مستحقِ عبادت ہے یعنی کائنات میں کوئی بھی ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات جیسی نہیں اور نہ ہی کسی کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات جیسی ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی حقدار ہے۔

عبادت کیا ہے؟

لغت عرب میں عبادت کا معنی ہے:

”أَقْضَى غَايَةَ الْخُضُوعِ وَالتَّذَلُّلِ“ (۹) یعنی عاجزی اور اطاعت کا آخری درجہ۔

(۷) صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ وَنُفِخَ الْمَوَازِينَ، الرقم: ۵۶۳، (۸) تفسیر بیضاوی، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۳، سورہ بقرہ (۹) تفسیر بیضاوی، زیر بحث آیت نمبر ۳ سورہ فاتحہ

درس قرآن:

روزہ کے فضائل و مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“
”صِيَامٌ“، ”صَوْمٌ“ کی جمع ہے اور صوم کا شرعی معنی ہے: ”عاقل، بالغ، مسلمان کا جان بوجھ کر کھانے، پینے اور جنسی خواہش (جائز و ناجائز) پوری کرنے سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے رکنا۔“

یاد رہے کہ روزہ میں عورت کے لیے حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔ جبکہ غیبت، جھوٹ، چغل خوری، گالی گلوچ اور دیگر گناہوں کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

روزہ کی نیت فرض ہے، روزہ رمضان، نفلی روزہ اور روزہ نذر معین کی نیت نصف النہار شرعی تک ہو سکتی ہے اور دیگر روزوں جیسے قضا، نذر غیر معین اور کفارات کے روزہ کی نیت طلوع صبح صادق سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

نصف النہار شرعی:

”نصف النہار شرعی، روزہ کے کل وقت کا نصف وقت گزر جانے سے شروع ہوتا ہے اور زوال حقیقی سے ختم ہوتا ہے۔“

روزہ کی مشق:

روزہ کے طبی، اخلاقی، معاشرتی، روحانی اور اخروی فوائد ہمیشہ سے مسلم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام شرائع میں روزہ کی عبادت موجود ہے حتیٰ کہ قدیم مصری، یونانی، رومن اور ہندو تہذیبوں میں بھی روزہ کا ذکر موجود ہے۔

اسلام میں ہر ماہ ایام بیض 13، 14 اور 15 کے روزے فرض تھے پھر ایک سال 10 محرم کا روزہ بھی فرض ہوا اور پھر 10 شعبان 2 ہجری کو ماہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے اور دیگر روزے نفلی عبادت کا درجہ اختیار کر گئے۔

آیت بالا میں روزہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ بیان ہوا کہ جب مسلمان پورا ایک ماہ روزانہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک سخت بھوک، پیاس اور جنسی خواہش کے باوجود دین میں کئی بار اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے حلال نعمتیں چھوڑنے کی مشقیں کرے گا تو ان مشقوں کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے احکام کے ادب کی وجہ سے حرام چیزوں کو چھوڑ کر تقویٰ و پرہیزگاری کی عظیم نعمت پالے گا۔

روزہ کے چند اہم فوائد

..... روزہ کی وجہ سے دماغ، معدہ، انتڑیوں اور اعماق بدن میں کئی فالتور طوبیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

.....﴿ کئی بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

.....﴿ روزہ کی حالت میں بھوک و پیاس برداشت کرنے سے صبر اور برداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔

.....﴿ بھوکے اور محتاج لوگوں سے ہمدردی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

.....﴿ سلوک کے تین بنیادی اسباق ہیں: کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا۔

.....﴿ معدہ جب خالی ہوتا ہے تو فالٹو چربی پگل کر جسم کی غذا بنتی ہے جس سے ہارٹ انٹیک، فالج اور کئی دوسری جان لیوا بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

.....﴿ روزہ ذہن کو تیز، حافظہ کو قوی اور نسیان کو ختم کرتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”خَمْسٌ يُذْهِبْنَ النَّسِيَانَ وَيَزِدْنَ فِي الْحِفْظِ وَيُذْهِبْنَ الْبَلْغَمَ السَّوَاكُ وَالصِّيَامُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَالْعَسَلُ وَاللَّبَانُ“ (۲)

ترجمہ: ”پانچ چیزیں بھولنے کی بیماری کو ختم کرتی ہیں اور قوتِ حافظہ بڑھاتی ہیں اور بلغم کو ختم کرتی ہیں (۱) مسواک (۲) روزہ

(۳) قرآن کی تلاوت (۴) شہد (۵) لبان (کندر)۔“

.....﴿ روزہ دار سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

”لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ“ (۳)

ترجمہ: ”روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔“

.....﴿ اور حدیثِ قدسی ہے:

”الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أُجْزِي بِهِ“ (۴)

ترجمہ: ”روزہ خالص میرے لیے ہے لہذا میں خود اس کی جزا ہوں۔“

اور اگر ”أَجْزِي“ ہو تو معنی ہے ”میں خود اس کی جزا عطا کرتا ہوں۔“

.....﴿ ارشادِ نبوی ہے:

”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (۵)

ترجمہ: ”جو ایمان کی حالت میں ثوابِ پانے کے لیے روزہ رکھے تو اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

.....﴿ نیز ارشادِ نبوی ہے:

”الصَّوْمُ جَنَّةٌ“ (۶)

ترجمہ: ”روزہ دوزخ سے ڈھال (بچاؤ) ہے۔“

(۲) الفردوس للہ یلمی، باب الخاء، الرقم: ۲۹۸۰ (۳) صحیح بخاری، باب یذکر فی المسک الرقم: ۵۹۲۴ (۴) صحیح بخاری، باب یُریدون أن یتبدلوا، الرقم: ۲۹۲۲

(۵) صحیح بخاری، باب صوم رمضان احتساباً، الرقم: ۳۸ (۶) صحیح بخاری، باب قول تعالیٰ یُریدون أن یتبدلوا، الرقم: ۴۹۲۲

روزہ کے چند مسائل

..... اگر جان بوجھ کر بغیر عذر شرعی کے پانی، غذا یا دوائی کھائی یا جماع کیا تو روزہ کی قضا کے علاوہ کفارہ بھی لازم ہوگا۔
 کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر طاقت نہ ہو تو پے درپے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو 2 ٹائم کھانا کھلائے۔

..... مسلمان اپنے فوت شدہ روزوں اور نمازوں کی خود قضا کرے۔
 اگر موت کا وقت آجائے تو کفن و دفن اور قرضے اُتارنے کے بعد ترکہ کے تیسرے حصے سے فی روزہ اور فی نماز نصف صاع (2 کلو اور 73 گرام) گندم کی قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“ (۷)

ترجمہ: جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے اتنی گنتی (قضا کر لے)۔

..... بیمار کی رخصت کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جو سخت بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو، یا جسے روزہ رکھنے سے بیماری میں مزید شدت پیدا ہونے یا بیماری کے لمبا ہونے کا خطرہ ہو، یا جو بیمار نہ ہو لیکن کوئی دیانت دار طبیب کہے کہ روزہ رکھنے سے یہ شخص بیمار ہو جائے گا، یا وہ حاملہ خاتون جس کے روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، یا وہ دودھ پلانے والی کہ روزہ رکھنے کی صورت میں دودھ سے بچے کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو اور غذا کا متبادل انتظام بھی نہ ہو ان سب کو روزہ افطار کرنے کی رخصت ہے لیکن ایام منہیہ (جن دنوں میں روزہ حرام ہے): عید الفطر، عید الاضحیٰ اور 11، 12 اور 13 ذوالحجہ کے علاوہ روزہ کی قضا لازم ہے۔

..... سفر سے مراد تین دن کا سفر ہے جو بڑی منازل کے حساب سے ساڑھے ستاون میل یا 93.47 کلومیٹر بنتا ہے اور کسی جگہ 15 یا زیادہ دن اقامت کا ارادہ نہ ہو۔ جب وہ شہر یا گاؤں کی حدود سے نکلے تو وہ شخص مسافر ہے۔

یاد رہے کہ جو شخص روزہ کا وقت شروع ہونے کے بعد روانہ ہو تو اسے اس دن کا روزہ افطار کرنے کی رخصت نہیں۔
 جو شخص روزہ رکھنے اور قضا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جسے شیخ فانی کہا جاتا ہے صرف ایسا شخص روزہ نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ دے گا جو نصف صاع گندم یا آٹا یا اسکی قیمت ہے یا مکمل صاع کھجور، کشمش یا جو یا اس کی قیمت ہے۔ نصف صاع 2 کلو اور 73 گرام ہے اور مکمل صاع 4 کلو 146 گرام ہے۔

..... یاد رہے کہ جس طرح اہل ثروت لوگ اچھا مکان، اچھی خوراک، اچھا لباس اور اچھی سواری اختیار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو چاہیے کہ زیادہ قیمت والا فدیہ صوم اور فطرانہ ادا کر کے زیادہ ثواب حاصل کریں۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ (۸)

ترجمہ: ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔“
 قمری مہینے 12 ہیں: محرم الحرام، صفر المظفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ، رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذیقعد، ذی الحج۔
 رمضان: رَمَضٌ سے بنا ہے جس کا معنی ہے اس نے جلادیا یعنی گناہ جلادئیے۔

ماہِ رمضان المبارک

- ﴿ نزول قرآن شب قدر میں،
- ﴿ نزول صحائف حضرت ابراہیم علیہ السلام یکم رمضان المبارک میں، (۹)
- ﴿ نزول توریت 6 رمضان المبارک میں،
- ﴿ نزول انجیل 13 رمضان المبارک میں،
- ﴿ نزول زبور 18 رمضان المبارک میں،
- ﴿ 3 رمضان المبارک کو یوم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا،
- ﴿ 10 رمضان المبارک کو یوم أم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا،
- ﴿ 10 رمضان المبارک کو غزوہ فتح مکہ (۱۰)
- ﴿ 17 رمضان المبارک کو غزوہ بدر،
- ﴿ 17 رمضان المبارک کو یوم أم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۱۱)،
- ﴿ پھر اس ماہ کی 21 کو یوم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۱۲)،
- ﴿ نماز تراویح، شب قدر، سنت اعتکاف اور عبادت کا ثواب ستر گنا زیادہ ہونے، روزوں کے فرض ہونے اور قرآن کی کثرت تلاوت اور زکوٰۃ و صدقات کی بہتات کی وجہ سے اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل مہینہ ہے
- ﴿ فرمان نبوی ہے:

”رَمَضَانُ شَهْرُ أَمِّي“ (۱۳)

ترجمہ: ”رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔“
 لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ رمضان المبارک میں اپنی مغفرت کا سامان ضرور تیار کریں۔

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَاهِ الرَّفْقُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ“ (۱۴)

ترجمہ: ”تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے مقاربت حلال کر دی گئی ہے۔“

(۹) تفسیر بیضاوی زیر بحث آیت نمبر ۱۸۵، سورہ بقرہ (۱۰) مدارج النبوت، ج ۲، ص ۳۴۱ (۱۱) مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۴۳ (۱۲) تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۹ (۱۳) شعب الایمان، الرقم: ۳۵۳۲ (۱۴) سورہ بقرہ: ۱۸۵

ابتداء میں روزہ افطار کر کے سونے کے بعد کھانا، پینا اور جماع ممنوع تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے خلاف ورزی ہو گئی اور روتے ہوئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور صحابی رسول حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ شام کو گھر پہنچ کر کھانا لیٹ تھا، سو گئے۔ کھانا نہ کھا سکے دوسرے دن دوپہر کے وقت بے ہوش ہو گئے تو ان محبوبانِ خدا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی وجہ سے یہ پابندیاں اٹھانے کا آیت بالا میں اعلان کیا گیا۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تُبَايِسْ زُفُورَهُنَّ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسْجِدِ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اور تم عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو“

اعتکاف کا معنی ٹھہرنا ہے اور شرع شریف میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ مسافر کی طرح معتکف کے لیے بھی مسجد میں سونا اور کھانا پینا جائز ہے۔

اعتکاف کی اقسام

- اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت کفایہ اور نفل۔
- اعتکاف کی نذر مانی تھی یہ اعتکاف مع روزہ کے واجب ہے۔
- 20 رمضان غروب آفتاب سے عید الفطر کا چاند ثابت ہونے تک ایسی مسجد میں جہاں صحیح العقیدہ امام جماعت سے نماز پڑھاتا ہو سنت کفایہ ہے یعنی ایک یا چند لوگ اعتکاف کریں تو باقی لوگوں سے ترک سنت پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس اعتکاف میں بھی روزہ رکھنا لازم ہے۔
- اعتکاف نفل چند منٹوں، چند مہینوں اور اس سے زائد بھی ہو سکتا ہے۔ عورتوں کو گھروں میں اعتکاف بیٹھنا چاہیے۔ اعتکاف کے مسائل قانون شریعت یا بہار شریعت حصہ سوم میں دیکھیں۔

رمضان المبارک اور اس کی عبادات

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: خَظَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكُكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللَّهُ تَعَالَى صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَتَهُ فِيْنَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَتَهُ فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيْنَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمَوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يَزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةٌ لِدُنُوبِهِ وَعِثْقٌ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ غَيْرِهِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ"

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا نَفْطُرُ بِهِ الصَّائِمَ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ:

"يُعْطِي اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا عَلَى مَذَقَةٍ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِثْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ فِيهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ" (۱)

ترجمہ: "حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ماہ شعبان المعظم کے آخری دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، پس فرمایا: اے لوگو! تحقیق تم پر ایک بڑی عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض اور اس کی راتوں کو قیام (عبادت) نفل فرمایا ہے، جو شخص اس میں ایک نیکی (نفل کام) کرے وہ اس کی طرح ہے جس نے اس ماہ کے سوا کسی اور ماہ میں فرض کام کیا اور جس نے اس ماہ میں ایک فرض ادا کیا تو وہ اس کی طرح ہے جس نے اس ماہ کے سوا کسی اور ماہ میں ستر فرض ادا کئے اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور ایک دوسرے کی غنغھاری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے جو شخص اس میں روزہ دار کو افطار کروائے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سبب ہے اور اس کے لئے بھی روزہ دار کے برابر ثواب ہے اس کے بغیر کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کی افطاری کی استطاعت نہیں رکھتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ

یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرماتا ہے جو دودھ، کھجور یا مخض پانی سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے تو اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔ اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا بخشش اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے اور جو شخص اس میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کرے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے گا اور اسے دوزخ سے آزادی دے گا۔“

رمضان المبارک کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے، چنانچہ رمضان المبارک 2 ہجری کے آغاز سے ایک روز پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ نہایت جامع خطبہ مبارک ارشاد فرمایا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس خطبہ مبارک کے آغاز میں (جیسا کہ طریقہ نبوی تھا) حمد و ثناء کے کلمات نہیں ہیں، شاریع مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارک کے آغاز میں ”حَظَبْنَا“ (ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حدیث بالا کے ارشاد فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، کیونکہ شرع شریف میں خطبہ کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ خطبہ میں آغاز حمد و ثناء سے کیا جاتا ہے۔ (۲)

رمضان المبارک شہر عظیم و شہر مبارک ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حدیث بالا میں رمضان المبارک کو شہر عظیم اور شہر مبارک کے نام دیئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رمضان المبارک کی عظمت و برکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”شَهْرٌ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ (۳)

ترجمہ: ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) نازل کیا گیا۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نسبتیں زمان و مکان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ دیگر روایات سے ثابت ہے کہ صحائف ابراہیم علیہ السلام اور توریت، زبور اور انجیل کا نزول بھی ماہ مقدس رمضان المبارک میں ہوا۔

گویا ماہ رمضان المبارک جشن نزول قرآن کا ماہ ہے، اس سے ربیع الاول مبارک میں جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے کہ 12 ربیع الاول کو صاحب قرآن حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ کے وسیلہ سے ہمیں قرآن، اسلام، اور بے شمار نعمتیں عطا کی گئیں۔

ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ایک رات

قرآن مجید میں اس مبارک رات کا نام ”لیلۃ القدر“ رکھا گیا ہے۔ اور لیلۃ القدر کی عبادت ایک ہزار ماہ، یعنی 83 سال اور چار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اور ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (۴)

ترجمہ: ”جس نے لیلۃ القدر کو ایمان کی حالت میں اور ثواب پانے کی نیت سے عبادت کی تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو گئے۔“

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۹۶۵ ج ۴، ص ۱۳۶ (۳) سورۃ بقرہ: ۱۸۵ (۴) صحیح بخاری، باب تطوع قیام رمضان، الرقم: ۳۴

احادیث صحیحہ میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی اکیسویں، بیسویں، ستائیسویں اور تیسویں راتوں میں اس مبارک رات کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان پانچ راتوں میں شب بیداری کی جائے تو لیلیۃ القدر کی عبادت کا یقیناً ثواب مل جاتا ہے۔ اسی طرح اعتکاف بیٹھنے والوں کو بھی یقینی طور پر لیلیۃ القدر کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے کیونکہ معتکف کا سونا بھی عبادت شمار ہوتا ہے۔

اعتکاف

اعتکاف کا لغوی معنی ”ٹھہرنا“ ہے۔ اور شرع شریف میں اعتکاف کا معنی کسی ایسی مسجد میں عبادت کی نیت سے ٹھہرنا ہے جہاں اذان و جماعت کا انتظام موجود ہو۔

نفلی اعتکاف کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں، نفلی اعتکاف چند منٹوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن سنت اعتکاف کی مدت 20 رمضان المبارک غروب آفتاب سے لے کر عید الفطر کا چاند ثابت ہونے تک ہے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَنْ اَعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ“ (۵)

ترجمہ: ”جس نے رمضان المبارک کے دس روز اعتکاف کیا تو وہ دو حج اور دو عمروں کی مثل ہے۔“

اعتکاف کی حالت میں پیشاب، پاخانہ، فرض غسل اور نماز جمعہ کے سوا مسجد سے نکلنا ممنوع ہے۔ معتکف کو چاہئے کہ فضول اور بے مقصد گفتگو سے پرہیز کرے، قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف اور دینی کتب کے مطالعہ اور تعلیم و تعلم میں مشغول رہے۔

روزہ کے چند مسائل

..... صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور رضی کاموں سے پرہیز کرنا روزہ ہے۔

..... روزہ کی حالت میں چغل خوری، غیبت، جھوٹ، گالی، جھگڑا اور کسی بھی ناجائز قول و فعل سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

..... روزہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا شخص کا فرو مرتد ہے۔

..... جو شخص جان بوجھ کر بغیر عذر شرعی روزہ توڑے اس پر لازم ہے کہ رمضان المبارک کے بعد روزہ کی قضا کرے اور کفارہ ادا کرے۔

..... کفارہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو دو ناٹم کھانا کھلائے، یا ساٹھ روزے مسلسل رکھے اور نقد کی صورت میں یہ ہے کہ ساٹھ مسکین میں سے ہر ایک کو 2 کو 73 گرام گندم یا آٹا دے یا اس کی قیمت دے اور اگر دینی مدارس کے طلبہ کو دے دے تو زیادہ ثواب ہے۔

..... جو شخص 57 میل اور 4 فرلانگ یا اس سے بے سفر کے لئے گھر سے نکلے یا بیمار ہو یا بیمار ہونے یا بیماری لمبی یا شدید ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو یا دودھ پلانے والی عورت یا حاملہ عورت کو روزہ کی صورت میں بچے یا جنین (پیٹ میں بچہ) کے بارے میں خطرہ ہو تو ایسے لوگ روزہ افطار کر سکتے ہیں، لیکن بعد میں قضا لازم ہے۔

..... حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر روزہ رکھنا حرام ہے البتہ بعد میں قضا لازم ہے۔
 وہ بوڑھا جو کمزوری کی وجہ سے روزہ اور اس کی قضا پر قادر نہ ہو روزہ افطار کر سکتا ہے، لیکن اس پر لازم ہے کہ ہر روزے کے بدلے فدیہ دے۔ یعنی ایک مسکین کو دو نانم کھانا کھلائے یا سودا ویر گندم یا اس کی قیمت فی روزہ کے حساب سے ضرور تمندوں یا دینی مدارس کے طلبہ کو دے۔

روزہ کے چند فضائل

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:
 ”قَالَ اللَّهُ: كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَلِئَلِّيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَزِدُّهُ وَلَا يَنْصُغِبُ فَإِنْ سَأَبَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ إِمْرُؤٌ صَائِمٌ“ (۶)
 ترجمہ: ”اللہ عزوجل نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کا ہے مگر روزہ میرا ہے اور میں اس کی خود جزا دیتا ہوں یا میں ہی اس کی جزا ہوں اور روزہ (دوزخ سے) ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کسی ایک کا روزہ ہو تو وہ رشت (وہ گفتگو جوشوہر اور بیوی آپس میں محبت میں کرتے ہیں یا یہودہ باتیں) نہ کرے اور نہ ہی شور و غل کرے، پس اگر اسے کوئی گالی دے تو کہے میں روزہ دار ہوں۔“

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:
 ”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: الصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِيْ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ وَلَخُلُوفٌ فِيهِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ“ (۷)

ترجمہ: ”اللہ عزوجل نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کا ہے مگر روزہ میرا ہے اور میں اس کی خود جزا دیتا ہوں یا میں ہی اس کی جزا ہوں وہ اپنی شہوت، اپنے کھانے، اپنے پینے کو میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے اور روزہ (دوزخ سے) ڈھال ہے، روزہ دار کے لئے 2 خوشیاں ہیں: ایک خوشی جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ اچھی ہے۔

..... اور ارشاد نبوی ہے: ”أَغْزُوا تَغْنَمُوا وَصُومُوا تَصِحُّوا وَسَافَرُوا تَسْتَغْنُوا“ (۸)

ترجمہ: ”جہاد کرو تم غنیمت پاؤ گے، روزہ رکھو تم صحت مند ہو جاؤ گے، سفر کرو تمہیں غنا حاصل ہوگا۔“

..... ایک اور حدیث نبوی میں ہے:

”الْصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۹)

ترجمہ: ”روزہ اور قرآن قیامت کے روز بندے کے لئے شفاعت کریں گے۔“

(۶) صحیح بخاری، باب هل يقول اني صائم اذا شتم، الرقم: ۱۹۰۳ (۷) صحیح بخاری، باب قول الله تعالى: يريدون ان يبذلوا كلام الله، الرقم: ۴۳۹۲

(۸) مجمع الزوائد، باب فضل الصوم، الرقم: ۵۰۴۰ (۹) المستدرک، باب اخبار في فضائل القرآن، الرقم: ۲۰۳۶

قیام لیل یعنی نماز تراویح

حدیث بالا میں فرمایا: ”وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی راتوں کا قیام تطوع (نفل) فرمادیا۔
 ”قیام لیل“ سے مراد نماز تراویح ہے۔ ”تَطَوُّع“ کا اطلاق سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ اور جملہ نمازوں پر ہوتا ہے جو فرض یا واجب نہیں۔ نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے اور جماعت تراویح میں ایک قرآن مجید ختم کرنا سنت متواتر ہے۔

نماز تراویح کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (۱۰)

ترجمہ: ”جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح ادا کی) ایمان کی حالت میں اور ثواب پانے کی نیت سے اس کے پہلے گناہ معاف ہو گئے۔“

نماز تراویح 20 رکعت پر اجماع صحابہ و ائمہ اربعہ

..... ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوُتْرِ﴾ (۱۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ 20 رکعت (نماز تراویح) ادا فرماتے تھے۔“

..... ﴿حَضَرْتُ سَائِبَ بْنَ يَزِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَمَاتِي هِيَ:

”كُنَّا نَقُومُ فِي رَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْعَطَّابِ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً“ (۱۲)

ترجمہ: ”ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت نماز تراویح ادا کرتے تھے۔“
 ﴿شَارَعَ مُشْلُوكَةُ عَلَامَةُ عَلِي قَارِي كِي رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ فَرَمَاتِي هِيَ:

”أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّارَويحَ عَشْرُونَ رَكْعَةً“ (۱۳)

ترجمہ: ”تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ نماز تراویح 20 رکعت ہے۔“
 ﴿امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”میزان الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں:

”وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ أَنَّ صَلَاةَ التَّارَويحِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَشْرُونَ رَكْعَةً“ (۱۴)

ترجمہ: ”امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نماز تراویح 20 رکعت ہے۔“

ضروری نوٹ: 8 رکعت کے بارے میں مٹھی بھر غیر مقلدین جو روایتیں پیش کرتے ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا پھر ان سے مراد نماز تہجد ہے اور یہی تحقیق ہے۔ تراویح پر مفصل کلام کیلئے ہمارا مقالہ ”نماز تراویح اور نماز وتر“

(۱۰) صحیح بخاری، باب تطوع قیام رمضان، الرقم: ۲۴۶ (۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة، الرقم: ۶۹۲۔ معجم کبیر، الرقم: ۱۲۱۰۲

(۱۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما روی فی عدد رکعات القیام، الرقم: ۴۲۸۸ (۱۳) مرقاة المفاتیح، باب قیام شہر رمضان، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۳۰۳

(۱۴) ”کتاب المیزان الکبریٰ“ امام عبد الوہاب شعرانی، باب صلوة النفل، ج ۱، ص ۴۰۱

اور شریعت اسلامیہ میں عبادت کا اطلاق اس عاجزی و اطاعت پر ہوتا ہے جو کسی ہستی کو الہ تصور کر کے اس کے لئے اختیار کی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی ہستی کو جب الہ تصور کر کے اس کی اطاعت کی جائے گی یا اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا جائے گا تو وہی اطاعت و عاجزی آخری درجے کی ہوگی۔

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر الہ کی اطاعت اور اس کی تعظیم پر عبادت کا اطلاق نہیں ہوگا جیسا کہ اسلام میں ماں، باپ، اُستاد، بزرگانِ دین اور انبیائے کرام علیہم السلام کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے ہی مقاماتِ مقدّسہ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کی بھی تعلیم دی گئی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔“

اور قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب پتھر مقامِ ابراہیم اور حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا سے منسوب پہاڑیوں صفا و مروہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا ہے۔ اور مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا خصوصی حکم دے کر واجبِ تعظیم اور متبرک قرار دیا ہے۔

عبادت اور تعظیم میں فرق کی ایک مثال دوزائو بیٹھنا ہے جیسے حضرت جبریل امین علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دوزائو بیٹھے (۱۱) یہ ادب ہے یہ ادب والدین، اساتذہ اور بزرگانِ دین کے لئے سب کے نزدیک جائز ہے جبکہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہی دوزانوں بیٹھنا عبادت ہے تو واضح ہوا کہ جب تک کسی ہستی کو الہ یا اس کا شریک قرار نہ دیا جائے تو ادب عبادت نہیں بنتا لہذا قرآن مجید کا ادب، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مزاراتِ اولیاء اللہ کا ادب، غلافِ کعبہ کا ادب اور آثارِ رسول و آثارِ اصحاب کا ادب قطعاً عبادت نہیں کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو الہ نہیں مانتے جبکہ بت کی تعظیم شرک ہے کیونکہ کافرتوں کو الہ مانتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ کسی ہستی کو الہ سمجھ کر اس کے ساتھ ادب و اطاعت کا جو معاملہ بھی ہوگا اس پر عبادت کا اطلاق ہوگا اور اگر کسی ہستی کے بارے میں الہ ہونے کا عقیدہ نہیں ہوگا تو اس کی تعظیم و تکریم اور اطاعت پر عبادت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لہذا مسلمانوں کا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی قبور پر کھڑے ہو کر یا دوزانوں بیٹھ کر سلام عرض کرنا یا فاتحہ خوانی کرنا محض ادب و تعظیم ہے اور قطعاً عبادتِ قبور نہیں کیوں کہ کوئی مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو الہ یعنی خدا نہیں مانتا۔

شرک کیا ہے؟

شرک کا معنی ہے ”حصہ داری“ اور شریک حصہ دار کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں شرک کا معنی ہے کسی ہستی کی ذات یا صفات کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں حصہ دار بنانا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق ماننا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ

داڑھی کتروں کے پیچھے نمازیں خراب نہ کریں

..... ﴿ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفَرِّدُوا اللَّحْيَ، وَأَخْفُوا الشَّوَابَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور موچھیں کاٹ کر پست کرو۔“

..... ﴿ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج اور عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو داڑھی مٹھی سے

زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے۔ (۱۶)

..... ﴿ مشہور مفسر و فقیہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تراشیدن ریش پیش از قبضہ حرام است“ (۱۷)

ترجمہ: ”ایک مشت کی حد سے پہلے داڑھی کاٹنا حرام ہے۔“

..... ﴿ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ داڑھی کترے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز

پڑھنا حرام اور واجب الاعادہ ہے (۱۸)

لہذا جن حفاظ کی داڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے وہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی امامت کراتے ہیں، ایسے

فاسق ملعون حفاظ وائمہ مساجد کی اقتدا میں نماز ہرگز نہیں ہوتی۔ نیز بدعتیہ امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز نہ صرف واجب الاعادہ ہے

بلکہ بدعتیہ امام کی اقتدا کرنا ہی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

ماہ رمضان میں زکوٰۃ و صدقات

حدیث بالا میں فرمایا:

”كَانَ كَمَنْ أَذَى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَذَى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَذَى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ“

ترجمہ: ”رمضان المبارک میں نفلی عبادت کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے“

لہذا رمضان المبارک کی اس برکت کو حاصل کرنے کے لئے بہت سے مسلمان زکوٰۃ کا فریضہ رمضان المبارک میں ادا

کرتے ہیں اور احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ”صدقۃ الفطر“ (جو کہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت

واجب ہوتا ہے) رمضان المبارک میں ہی ادا کر دیا کرتے تھے۔ (۱۹) اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے

پوچھا گیا کونسا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ“ یعنی رمضان میں

صدقہ کرنا (افضل) ہے (۲۰)

(۱۵) صحیح بخاری، باب تعلیم الاظفار، الرقم: ۵۸۹۲ (۱۶) صحیح بخاری، باب تعلیم الاظفار، الرقم: ۵۸۹۲

(۱۷) مالا یدہ منہ، فصل در متفرقات و آداب معاشرت، ص: ۱۳۹ (۱۸) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص: ۵۰۵

(۱۹) صحیح بخاری، باب صدقۃ الفطر علی الحر و المملوک، الرقم: ۱۵۱۱ (۲۰) جامع ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصدقة، الرقم: ۶۶۳

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر کی مقدار فی کس سواد ویر گندم یا اس کی قیمت ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وَعَلَى إِلِهِ وَسَلَّمَ رمضان المبارک میں کھلی ہوئے سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔“ (۲۱)

لہذا مسلمانوں کو ماہ مقدس رمضان المبارک میں جملہ امور خیر اور بالخصوص دینی مدارس اور قرآنی رشتہ داروں میں دل کھول کر پیسہ خرچ کرنا چاہئے۔

رمضان اور قرآن مجید

رمضان المبارک میں قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب کا نزول ہوا ہے، لہذا رمضان المبارک میں خصوصی طور پر قرآن مجید کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے

”كَانَ جَبْرِيلُ يُلْقِيهِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيَدَارِسُهُ الْقُرْآنَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”حضرت جبریل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔“

اس لئے ہر مسلمان کو کم از کم ایک بار قرآن مجید کی تلاوت ضرور مکمل کرنی چاہیے۔

ہمارے امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما رمضان المبارک میں 61 بار قرآن مجید کی تلاوت مکمل فرماتے تھے۔ (۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ (۲۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس شخص کو (کبھی) فاقہ نہیں ہوگا جو قرآن مجید پڑھتا ہے۔ (۲۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین باتیں سیکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت اور میرے گھر والوں کی محبت اور تلاوت قرآن۔ (۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دلوں کو چکانے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت۔ (۲۷)

(۲۱) صحیح بخاری، باب اجود ما كان النبي، الرقم: ۶۴۲ (۲۲) صحیح بخاری، باب ذكر الملائكة، الرقم: ۳۲۲۰

(۲۳) بہار شریعت، حصہ چہارم، باب تراویح، ج ۱، ص ۶۹۵ (۲۴) المستدرک للحاکم، باب اخبار فی فضائل القرآن، الرقم: ۲۰۳۶

(۲۵) مصنف ابن شیبہ، باب فضل من قرأ القرآن، الرقم: ۲۹۹۵۴ (۲۶) كشف الخفاء، الرقم: ۱۴۳۔ * الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۳۹۶

(۲۷) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، الرقم: ۲۱۶۸

زکوٰۃ کے مسائل و فضائل

..... ﴿ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ (۱)

ترجمہ: ”بے شک کامیاب ہو گئے دین مصطفیٰ کی تصدیق کرنے والے جو اپنی نماز میں خشیت اختیار کرتے ہیں اور وہ جو بیہودہ بات سے منہ پھیرنے والے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔“

زکوٰۃ کا لغوی و شرعی معنی:

”زکوٰۃ“ کا لغوی معنی ہے: ستھرا ہونا، پاک ہونا، عمدہ نشوونما، خوشحال ہونا، بڑھنا، زیادہ ہونا، زمین کا زرخیز ہونا، ذکی و ذہین ہونا، صالح ہونا وغیرہا۔

اور شریعت اسلامیہ میں زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو شرائط و وجوب پائے جانے پر فرض ہوتی ہے اور جسے مخصوص مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے زکوٰۃ ٹیکس نہیں اگر حکومت وصول نہ بھی کرے یا ”مسلمان“ غیر مسلم ملک میں رہتا ہو تو بھی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔

شرائط وجوب زکوٰۃ

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی دس شرطیں ہیں:

- 1..... ﴿مسلمان ہونا۔
- 2..... ﴿عقل ہونا یعنی پاگل و مجنون نہ ہو۔
- 3..... ﴿بالغ ہونا۔
- 4..... ﴿آزاد ہونا یعنی غلام ہونا۔
- 5..... ﴿بقدر رنصاب مال کا مالک ہونا۔

یاد رکھئے کہ چاندی کا نصاب: ساڑھے باون (52.50) تولہ ہے اور سونے کا نصاب: ساڑھے (7.50) سات تولہ ہے، اونٹ کا پانچ، گائے اور بھینس کا تیس، بکری کا چالیس ہے جبکہ یہ جانور سال کا اکثر حصہ چر کر گزارتے ہوں۔ مال تجارت کچھ بھی ہو، کا نصاب یہ ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون (52.50) تولہ چاندی کے برابر ہو جائے۔

- 6..... مال کا پورے طور پر مالک ہونا اور اس پر قابض ہونا۔
- 7..... ”حولان حول“ یعنی نصاب کا مالک ہونے کے بعد پورا سال گزر جائے۔ اب سال گزرنے پر جو تاریخ ہوگی اس تاریخ کو وہ مال جس پر سال گزر گیا اور وہ مال جو دوران سال حاصل ہوا اس تاریخ کو جو کچھ بچا ہوا ہو اس کا چالیسواں (1/40) حصہ کے حساب سے زکوٰۃ دینا فرض ہے۔
- 8..... یہ مال قرض سے فارغ ہو یعنی حساب و کتاب میں فارغ کیا جائے اور اگر باقی بقدر نصاب یا زائد ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔
- 9..... ”حاجتِ اصلیہ“ یعنی رہائش کا مکان، سواری، استعمال کے برتن (ماسوائے سونے اور چاندی کے برتنوں کے کہ ان میں زکوٰۃ فرض ہے) استعمال والے کپڑے، اوزار اور علماء کی کتب مطالعہ وغیرہا سے فارغ ہو۔
- 10..... ”مال کا نامی ہونا“ یعنی مالِ خلقی یا عملی طور پر قابل تجارت ہو۔

زکوٰۃ کے مصارف

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ طَرِيفَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“ (۲)

ترجمہ: ”صدقات (واجبہ) صرف ضرورت مندوں، ناداروں (زکوٰۃ کی وصول و تقسیم میں) کام کرنے والوں، جن کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا ہے اور (غلاموں کی) گردنوں کے (چھوڑانے کے) لیے اور اللہ کی راہ (یعنی مجاہدین اور دینی تعلیم دینے اور حاصل کرنے والوں) اور مسافروں کے لئے ہیں اللہ کی طرف سے فرض کیے ہوئے ہیں اور اللہ بہت جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔

زکوٰۃ کے مستحق لوگ

- 1..... ”الْفُقَرَاءُ“: فقیر کی جمع ہے، فقیر (محتاج) وہ ہے جو حاجتِ اصلیہ (گھر، سواری، لباس، استعمال کے برتن و بستر اور اوزار پیشہ) کے علاوہ کسی نصاب کا مالک نہ ہو۔ آج کل سب سے سستا نصاب ساڑھے 52 تولہ چاندی کا ہے۔
- 2..... ”الْمَسْكِينُ“: مسکین کی جمع ہے نادار یعنی اس کے پاس ایک وقت کی روٹی بھی نہ ہو۔
- 3..... ”الْعَمِلِينَ عَلَيْهَا“: جو حکومت کی طرف سے زکوٰۃ اکٹھی کرنے پر مقرر ہو لیکن اگر سید (اولادِ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) یا دیگر بنو ہاشم میں سے ہوں تو نہیں لے سکتا۔
- 4..... ”الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُ“: جن کے دلوں کو اسلام یا مسلمانوں سے الفت دینا ہو اس سے مراد نو مسلم ہیں یا جو اسلام کی طرف راغب ہو چکے یا پھر جو مسلم اقلیتی علاقوں میں رہتے ہوں اور کفار ظالم ہوں۔
- نوٹ: دورِ فاروقی میں جب غلبہ اسلام ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماعی فیصلہ کیا کہ اب مؤلفہ قلوب کے علاوہ دیگر مصارف میں زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ (۳)

5..... ”الرِّقَابُ“: سے مراد غلام اور باندیاں ہیں جن کو مالک نے مکاتب بنادیا ہو یعنی ان سے طے پایا ہو کہ اتنی رقم لاؤ تو تم آزاد ہو۔“

6..... ”الْغُرْمِينُ“: وہ غلام ہیں جن کو آزاد کرنے کیلئے مال صرف کیا جائے۔

7..... ”فِي سَبِيلِ اللَّهِ“: سے مراد مجاہدین، ضرورت مند علماء دین، طلباء علم دین، اور نادار حاجی ہیں۔

8..... ”ابْنِ السَّبِيلِ“: جسے سفر میں خوراک، رہائش، دوائی، کرایہ وغیرہ کی ضرورت پڑ جائے۔ اور اسکے پاس مال نہ ہو۔

خبردار: مسجد، سادات ہاشمی، گلی، سڑک، قبرستان، ہسپتال کی عمارت، مدرسہ کی عمارت، سکول کی عمارت، اپنے باپ،

دادا، اپنی ماں، اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد، اپنی بیوی اور اپنے شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کردی ہے تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔ البتہ بہن و بھائی اگر مستحق ہوں تو ان پر زکوٰۃ صرف کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

زکوٰۃ کے چند ضروری مسائل

..... صدقہ فطر کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہونے کی تاریخ سے پہلے مستحق لوگوں کو دینا جائز ہے البتہ بعد وجوب ادائیگی بلا تاخیر لازم ہے۔

..... متقی پر ہیز گار اور اہل علم و طلبہ علم دین کو زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر اور صدقہ جاریہ ہے۔

..... رہن (گروی) رکھی ہوئی چیز مثلاً زیور وغیرہ کی زکوٰۃ راہن، مرتہن دونوں پر فرض نہیں۔

..... زکوٰۃ کی نیت دل میں ہونا ضروری ہے۔ ضرورت مند اور رشتہ دار کو ہدیہ ظاہر کر کے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

یاد رہے کہ اس دور میں مستحق علماء اور طلبہ پر زکوٰۃ خرچ کرنا سب سے افضل ہے بلکہ ضروری ہے کیوں کہ ماہر علماء کے کم

ہونے کی وجہ سے مساجد، مدارس، خانقاہوں اور دیگر مراکز اسلام میں دینی تعلیم و تربیت کی شدید کمی ہے۔ بلکہ بے شمار مسجدیں اور

مراکز دین علماء نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد پڑے ہیں !!!

زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ“ (۴)

ترجمہ: ”اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔“

..... رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد عرب کے کئی قبائل مرتد ہو گئے کچھ نے کہا: وفات نبوی

پر اسلام کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ کچھ نے کہا: اگر سچے نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے، کچھ لوگ نبوت کے جھوٹے دعویداروں

سے جا ملے اور قبیلہ عیس، قبیلہ ذبیان، قبیلہ فزارہ، قبیلہ غطفان اور دیگر بہت سے بڑے قبائل نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی

توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دیں گے، نماز پڑھیں گے، رمضان

کے روزے رکھیں گے اور فریضہ حج ادا کریں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب کے خلاف قتال کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے خلیفہ رسول! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”أَمِزْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالُهُ وَنَفْسُهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ“ (۵)

ترجمہ: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں، جس شخص نے کہہ لیا اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا سوائے اس کے جو اس پر لازم ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔“

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللَّهِ لَا أَقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَتَّعُونِي عَتَاقًا كَانُوا يُوَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَوَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا“ (۶)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! جو نماز کو مان کر اور زکوٰۃ کو نہ مان کر ان دونوں فریضوں میں تفریق کرے گا تو میں اس کے خلاف ضرور بالضرور قتال کروں گا، بیشک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے ایک بکری کے بچے کی زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں ادا کرتے تھے تو میں اس پر بھی اُن سے قتال کروں گا۔“

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”يُنْبِئُ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ“ (۷)

ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج (عمر میں ایک بار) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

..... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”الزَّكَاةُ فَتَنْظُرُةُ الْإِسْلَامِ“ (۸)

ترجمہ: ”زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔“

..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”أَمِزْنَا بِإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ فَمَنْ لَّمْ يَزَلْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ“ (۹)

(۵) صحیح بخاری، باب القتداء بسنن، الرقم: ۴۲۸۳ (۶) صحیح بخاری، باب وجوب الزکوٰۃ، الرقم: ۱۳۰۰ (۷) صحیح بخاری، باب بُنِيَ الْإِسْلَامُ، الرقم: ۱۶۸۴

(۸) المعجم الاوسط، باب الميم، الرقم: ۸۹۳۶ (۹) المعجم الكبير، باب من روى من ابن مسعود، الرقم: ۸۹۳۶

ترجمہ: ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں۔“

..... ﴿ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أَرْبَعُ فَرَصَظْنِ اللّٰهُ فِي الْإِسْلَامِ فَمَنْ جَاءَ بِثَلَاثٍ لَّمْ يُغْنِنِ عَنْهُ شَيْئًا حَتَّى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيعًا الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَحُجُّ الْبَيْتِ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک پوری چاروں ادا نہ کرے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں: نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کا روزے اور حج بیت اللہ۔“

فضائل وفوائد

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْتِ سَبْعَ سُنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضِعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ (۱۱)

ترجمہ: ”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جو سات خوشے اُگائے۔ ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کیلئے چاہے زیادہ بڑھادے اور اللہ بڑی وسعت والا، بڑے علم والا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں، نہ ایذا پہنچاتے ہیں اُن کے لئے اُن کا ثواب اُن کے رب کے حضور ہے اور نہ اُن پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ“ (۱۲)

ترجمہ: ”اور (متقی وہ ہیں کہ) ہم نے جو انہیں دیا ہے اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”أَكْفَلُوا لِي بِسِتِّ خِصَالٍ وَأَكْفُلُ لَكُمْ الْجَنَّةَ“

ترجمہ: ”جو مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے، میں اُس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔“

میں نے عرض کی: وہ کیا ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم؟، فرمایا:

”الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْأَمَانَةُ وَالْفَرْجُ وَالْبَطْنُ وَاللِّسَانُ“ (۱۳)

ترجمہ: ”نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ، شکم اور زبان۔“

(۱۰) المسند، الرقم: ۱۶۷۸۹ - مجمع الزوائد، باب فيما بنى عليه السلام، الرقم: ۱۳۸ (۱۱) سورة بقرہ: ۲۶۱، ۲۶۲ (۱۲) سورة بقرہ: ۳

(۱۳) المعجم الاوسط، الرقم: ۳۹۲۵ - كنز العمال، الفصل السادس في الترغيب السداسي، الرقم: ۳۳۵۳۰

..... ﴿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ”تُخْرِجُ الزَّكَاةَ مِنْ مَالِكَ فَإِنَّهَا طَهْرَةٌ تُطَهِّرُكَ وَتَصِلُ أَقْرَبَاءَكَ وَتَعْرِفُ حَقَّ السَّائِلِ وَالْجَارِ وَالْيَسْكِينِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”اپنے مال کی زکوٰۃ دے کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر اور سائل اور یرزوی اور مسکین کا حق پہچان۔“

..... ﴿ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ آذَى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ“ (۱۵)

ترجمہ: ”جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی، بے شک اس سے اس کا شر دور ہو گیا۔“

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَدَاوُوا مَرَضًا كُمْ بِالصَّدَقَةِ وَأَعِدُّوا لِلْبَلَاءِ الدُّعَاءَ“ (۱۶)

ترجمہ: ”زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال کو مضبوط قلعہ میں محفوظ کر لو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور مصیبت نازل ہونے پر دعا و عاجزی سے مدد مانگو۔“

زکوٰۃ نہ دینے کے نقصانات

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ يَوْمَ يُخْلَىٰ عَنْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فُتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۚ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا أَنْفُسَكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ“ (۱۷)

ترجمہ: ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو، وہ (سونا چاندی) آتش جہنم میں تپایا جائے گا اور اُس سے اُن کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور اُن سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جو مال تم جمع کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَفْرَعُ لَهُ رَيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالِكٌ أَنَا كُنُوكُ“ (۱۸)

ترجمہ: ”جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجه سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا۔ جس کی آنکھوں کے درمیان دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کے دونوں جبرڑوں سے پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا مال ہوں۔“

(۱۴) المسند احمد، الرقم: ۱۲۳۹۳ - مجمع الزوائد، باب فرض الزكاة، الرقم: ۴۳۲۲ (۱۵) المعجم الاوسط، الرقم: ۱۵۶۹ - مجمع الزوائد، الرقم: ۴۳۳۳
(۱۶) المعجم الكبير، الرقم: ۱۰۱۹۶ - شعب الایمان، فصل فیمن اتاه الله مالا، الرقم: ۴۲۶۹ (۱۷) سورة توبه: ۳۴ (۱۸) صحیح بخاری، باب اثم مانع الزكاة، الرقم: ۱۴۰۳

..... ﴿ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَا مَنَعَ قَوْمٍ زَكَاةً إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللَّهُ بِالسِّنِينَ“ (۱۹)

ترجمہ: ”جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔“

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”لَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةً أَمْوَالَهُمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُنْظَرُوا“ (۲۰)

ترجمہ: ”جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ بارش سے روک دیئے جاتے ہیں اور اگر زمین پر چوپائے موجود نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔“

..... ﴿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنَعَ الزَكَاةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔“

عُشْر

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اور تم زمین کی پیداوار کا حق کٹائی کے روز ادا کرو۔“

..... ﴿ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر کے لئے کوئی نصاب نہیں، زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ اس میں عشر فرض ہے۔

..... ﴿ ”عشر“ پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہے جب زمین کا پانی قیمت اور محنت کے بغیر ہو اور اگر زمین کے پانی پر پیسہ خرچ کیا ہو

یا محنت سے زمین کو سیراب کیا ہو تو عشر نصف ہو جائے گا یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ۔

..... ﴿ عشر کے مصارف وہی ہیں جو جو زکوٰۃ کے ہیں البتہ شرائط وجوب وہ نہیں جو زکوٰۃ کی ہیں بلکہ نابالغ یا مجنون کی زمین کی

پیداوار میں بھی عشر واجب ہے۔

..... ﴿ ٹھیکہ میں ٹھیکہ پر زمین لینے والے پر عشر واجب ہے نہ کہ مالک پر۔ مزارعت یعنی حصہ پر دی ہوئی زمین کی پیداوار

کا عشر مالک اور مزارع دونوں پر بقدر حصہ آمدن واجب ہے۔

..... ﴿ عشری زمین مسلمان کو عاریۃً کچھ مدت کے لئے دی تو عشر کا شکار پر ہے نہ کہ مالک پر اور اگر کافر کو عاریۃً دی تو عشر مالک

پر واجب ہے۔

(۱۹) المعجم الاوسط، الرقم: ۳۵۴۴۔ الفصل فی تہییب مانع الزکاة، الرقم: ۱۵۸۱۱ (۲۰) سنن ابن ماجہ، باب العقوبات، الرقم: ۴۰۱۹

(۲۱) المعجم الصغیر، الرقم: ۹۳۵۔ مجمع الزوائد، باب فرض الزکاة، الرقم: ۴۳۳۴ (۲۲) سورۃ توبہ: ۱۴۱

مسائل حج اور مقامات واصطلاحات حج و عمرہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا“ (۱)

ترجمہ: ”اور اللہ کیلئے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر لازم ہے، جسے وہاں پہنچنے کی طاقت ہو۔“

حج بیت اللہ

حج کا لغوی معنی ہے: ارادہ کرنا، زیارت کرنا، غالب آنا وغیرہا۔

لیکن اسلام میں حج سے مراد خانہ کعبہ کی زیارت اور مسجد حرام، صفا و مروہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات وغیرہ میں مخصوص ایام (8، 9، 10، 11 اور 12 ذوالحجہ) میں مخصوص عبادات انجام دینا ہے۔

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ جس مسلمان میں اس کے فرض ہونے کی شرطیں پائی جائیں اس پر عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔

حج میں کچھ کام فرض ہیں جن کے بغیر حج ہوتا ہی نہیں۔ کچھ کام واجب ہیں جن میں سے کسی ایک کے رہ جانے سے عموماً دم (قربانی) واجب ہو جاتا ہے۔ کچھ کام سنت ہیں جن کے رہ جانے سے ثواب و برکت میں کمی آتی ہے لیکن حج ہو جاتا ہے اور کچھ کام منع ہیں جن کے کر لینے سے جرمانہ واجب ہوتا ہے اور بعض میں حج فاسد ہو جاتا ہے۔

حج کے فضائل و مسائل اور مقامات حج واصطلاحات حج کا خلاصہ ہم یہاں بیان کر رہے ہیں، اگر پوری تفصیل مطلوب ہو تو ”بہار شریعت“ جلد ششم یا کم از کم ”قانون شریعت“ یا ”ہمارا اسلام“ حصہ نہم کا مطالعہ فرمائیں۔

حج کے فضائل و برکات

حج کے بے شمار فضائل و برکات ہیں جن میں سے چند ایک نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں:

1..... حاجی اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب کچھ چھوڑ کر اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں کی بخشش کیلئے حاضر ہو جاتا ہے، اس لئے رحیم و کریم رب تعالیٰ اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ حَجَّ يَلْتَمِسْ فَلَہٗ یُزْفَتْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَبُورًا وَلَدَتْهُ اُمُّہُ“ (۲)

ترجمہ: ”جو اللہ کیلئے حج کرے اور حج کے دوران رَفَث (عورت سے بہتری اور اس کے متعلقات) اور نافرمانی نہ کرے۔ تو وہ حج

سے (گناہوں سے پاک ہو کر) اس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اسے ماں نے جنم دیا تھا۔“

علیہ السلام اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مشرکین عرب نے ملائکہ اور جنوں کو اللہ کی اولاد یعنی ہم جنس قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کیا اور مشرکین عرب نے بتوں کو بعض اُمور میں اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیا جیسا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کائنات پیدا کر کے تھک گیا اور نظام کائنات چلانے میں بتوں کا محتاج ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ہے فرمایا:

﴿..... ۱) وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ (۱۲) ترجمہ: ہمیں جہان کے پیدا کرنے میں کوئی تھکن نہیں پہنچی۔

﴿..... ۲) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلِيلِ (۱۳) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی کمزوری کی وجہ سے دوست نہیں بنایا۔

﴿..... ۳) ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ (۱۴) ترجمہ: پھر کفار (بتوں کو) اپنے رب کے برابر کر دیتے ہیں۔

نیز کفار کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بعض ہستیوں کی شفاعت ماننے کا پابند ہے اس لیے اس شفاعت کے عقیدہ کو بھی شرک قرار دیا گیا اور واضح کیا گیا ہے شفاعت صرف اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مشرکین اپنے ان عقائد کی بنا پر بتوں کو اپنا الہ قرار دیتے تھے تو پھر ان کا بتوں کو پکارنا یا ان کی کسی طرح تعظیم کرنا شرک قرار دیا گیا۔ یعنی مشرکین عرب کا اصل شرک پکارنا، فریاد کرنا یا تعظیم کرنا تھا کیونکہ یہ اُمور قرآن و سنت میں عباد اللہ کے لیے ثابت ہیں بلکہ اصل شرک بعض ہستیوں اور بتوں کو الہ قرار دینا تھا۔

لِکِنَ الْاَحْمَدُیْلَہُ! اہلسنت وجماعت تو انبیاء کرام و اولیاء عظام کو کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کے برابر قرار نہیں دیتے، نہ ہی کسی کے اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، نہ ہی کسی کی شفاعت پر خدا تعالیٰ کے مجبور ہونے یا اللہ تعالیٰ کے عاجز ہونے یا نظام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے کسی نبی، ولی یا فرشتے کا محتاج ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لہذا کس قدر ظلم ہے کہ روئے زمین کے مسلمان جو صرف اللہ تعالیٰ کو الہ مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں، کو شرک قرار دیا جاتا ہے۔

﴿..... جب کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے:

اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلَکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَتَنَافَسُوْہَا فِیْہَا (۱۵) ترجمہ: مجھے یقیناً تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خوف ہے کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ گے۔

جولوگ جمہور اُمت کو شرک قرار دیتے ہیں وہ ایک طرف تو نبی غیب دان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمت کے بارے میں شرک نہ کرنے کی پیش گوئی کو جھٹلاتے ہیں اور دوسری طرف کروڑوں عربوں مسلمانوں کو بلا جواز شرک قرار دے کر خود کافر ہو جاتے ہیں کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

”اَیْمًا اَمْرًا قَالَ لَا حَیْہَیْہَ یَا کَافِرُوْہُ فَقَدْ بَآءَ بِہَا اَحَدُہُمَا اِنْ کَانَ کَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعْتَ عَلَیْہِ“ (۱۶) ترجمہ: ”جس نے اپنے بھائی سے کہا ”اے کافر“ تو دونوں میں سے ایک (کفری) اس (نسبت) کے ساتھ لوٹے گا اگر وہ ایسا ہی

(۱۲) سورہ ق: ۳۸ (۱۳) سورہ بنی اسرائیل: ۱۱۱ (۱۴) سورہ انعام: ۱ (۱۵) صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، الرقم: ۴۰۴۲۔

(۱۶) صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من قال لا ٰیہ، الرقم: ۶۰۔

..... ﴿﴾ ارشاد نبوی ہے:

”الْحَجَّاجُ وَالْعُمْرَارُ وَقَدْ اِنَّ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنْ اسْتَعْفَرُوهُ عَفَّرَ لَهُمْ“ (۳)

ترجمہ: ”حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفد ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کو معاف فرمادیتا ہے۔“

..... ﴿﴾ ارشاد نبوی ہے:

”وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ“ (۴)

ترجمہ: ”مقبول حج کی جزا جنت ہے۔“

..... ﴿﴾ ایک اور حدیث میں ہے:

”الْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي اَرْبَعٍ مِائَةِ اَهْلِ بَيْتٍ“ (۵)

ترجمہ: ”حاجی 400 افراد کی شفاعت کرے گا۔“

..... ﴿﴾ 2 ”حج کے دوران حاجی پر سخت پابندیاں لگا دی جاتی ہیں اور لاکھوں افراد کے سخت ہجوم میں افعال حج انجام دیئے جاتے ہیں۔ لمبے سفر کی مشقت اور بے پناہ ہجوم و گرمی کے باوجود حاجی کو اپنے ساتھیوں اور دیگر حجاج کے ساتھ نرمی و ملاحظت اور نیکی و ایثار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح حج تقویٰ اور بلندی اخلاق کا ذریعہ ہے اور ایک عسکری تربیت بھی۔“

..... ﴿﴾ 3 ”دنیا بھر سے مسلمان فضائی، بری اور بحری راستوں سے کائنات ارضی کا مطالعہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچتے ہیں، جہاں مختلف رنگوں، نسلوں، علاقوں اور تہذیبوں کے لوگوں سے ملاقات کر کے قسم قسم کی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ گویا حج ایک عبادت کے ساتھ ساتھ ایک عالمگیر مطالعاتی و معلوماتی سفر بھی ہے۔“

..... ﴿﴾ 4 ”حج کے موقع پر دنیا بھر کے علماء، محققین، سائنسدان، سیاست دان، تاجر، قانون دان، اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ جمع ہوتے ہیں تو وہ حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے ملکی اور عالمی پیچیدہ مسائل پر افہام و تفہیم کر کے ملت اسلامیہ کے لئے بہتر لائحہ عمل تجویز کر سکتے ہیں۔ اس طرح حج ایک عالمی اسلامی کانفرنس بھی ہے۔“

..... ﴿﴾ 5 ”حج کے مقامات، انبیائے کرام اور محبوبان خدا کی یادگاریں ہیں، جن کی زیارت سے برکت کے حصول کے علاوہ انبیائے کرام اور دیگر محبوبان خدا کے عظیم واقعات کا علم حاصل ہوتا ہے اور ان کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔“

حج 8 شرائط پائے جانے سے فرض ہوتا ہے

..... ﴿﴾ 1 مسلمان ہونا۔

..... ﴿﴾ 2 بالغ ہونا۔

..... ﴿﴾ 3 آزاد ہونا۔

..... ﴿﴾ 4 عقلمند ہونا یعنی پاگل نہ ہونا۔

5..... اگر کفار کے ملک میں ہو تو حج کے فرض ہونے کا علم ہونا۔

6..... تندرست ہونا کہ اعضا سلامت ہوں۔

لیکن اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط فرضیت حج پائے جانے کے بعد اپنا حج ہو گیا تو کسی دوسرے مسلمان کو اپنی طرف سے حج کرانا ضروری ہے اور اسے حج بدل کہا جاتا ہے۔

7..... مکہ مکرمہ پہنچنے کی طاقت ہونا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ حاجتِ اصلیہ مثلاً رہائش کا مکان، سواری، استعمال کے کپڑے، برتن و بستر اور ازار وغیرہا کے علاوہ اس کے پاس سوار ہو کر سفر کے اخراجات و دیگر ضروریات خورد و نوش و رہائش کے علاوہ اپنی واپسی تک اپنے اہل و عیال جن کا خرچہ اس کے ذمے ہے، موجود ہو۔

8..... ان شرائط بالا کا حج کے مہینوں شوال، ذیقعدہ، اور ذوالحجہ میں موجود ہونا۔

مسافر عورت کیلئے محرم یا شوہر کے ساتھ جانا ضروری ہے

عورت کیلئے اگر اس کا گھر خانہ کعبہ سے 57 میل 4 فرلانگ (93.47 کلومیٹر) کی مسافت پر یا اس سے زائد ہو تو واجب ہے کہ شوہر یا محرم کے ساتھ حج کیلئے روانہ ہو، ورنہ سخت گنہگار ہوگی۔

..... ارشادِ نبوی ہے:

”لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ مُسْلِمَةٍ أَنْ تَحُجَّ إِلَّا مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِي مَحْرَمٍ“ (۶)

ترجمہ: ”کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حج کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ شوہر ہو یا محرم رشتہ دار ہو۔“
محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہے جس کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہے۔ مثلاً باپ، بیٹا وغیرہ اور محرم کا بالغ اور صالح ہونا بھی ضروری ہے۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ عمرہ و حج کے مقامات اور اصطلاحات حج کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حج کے فرائض و واجبات و سنن و ممنوعات بیان کر کے عمرہ و حج کا طریقہ بیان کریں گے۔

اصطلاحات حج و مقامات حج و عمرہ

..... احرام:

سے مراد مرد کا بغیر سلا تہبند باندھنا اور بغیر سلی چادر اوڑھنا ہے اور چپل ہو تو ٹخنہ اور پاؤں کے اوپر کی ہڈی ننگی ہو۔ احرام کی حالت میں بہت سی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: ”عورت سے ہمبستری اور اس کے متعلقات، شکار کرنا یا شکار پر رہنمائی کرنا، خوشبو لگانا، حجامت بنوانا، جوں مارنا، سر اور چہرے کو کپڑے سے ڈھانپنا، جرابیں یا موزے پہننا وغیرہ۔“

البیۃ عورت: شلوار، قمیص اور سر پر بڑی چادر لیکن چہرے کے اوپر کپڑا نہ ڈالے۔ کسی شے کو چہرے سے دور رکھ کر منہ چھپا سکتی ہے جیسا اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے (۷)

میقات:

اس سے مراد وہ پانچ مقامات ہیں کہ جو بھی باہر سے حرم کعبہ میں عمرہ یا حج یا اور کسی غرض سے داخل ہونے کے لئے آئے تو اس پر واجب ہے کہ احرام باندھ کر ان مقامات سے آگے بڑھے وگرنہ اس پر اس جرم کی وجہ سے ایک دم (قربانی) واجب ہے۔ اہل مدینہ کیلئے ”ذوالحلیفہ“، عراق والوں کیلئے ”ذاتِ عرق“، مصر و شام والوں کیلئے ”جحفہ“، نجد والوں کیلئے ”قرن“ اور پاکستان، ہندوستان اور یمن والوں کے لئے ”یلملم“ میقات ہے۔

حرم:

حرم سے مراد خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی کئی میل تک کا معین علاقہ ہے۔ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا، میدان عرفات اور مسجد جعرانہ حرم سے باہر ہے۔ اور ”مزدلفہ“ حرم میں داخل ہے۔ حدود حرم میں ہمیشہ جنگلی جانور کا شکار اور درختوں و گھاس کا کاٹنا حرام ہے۔ صرف اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت ہے۔ حرم کی حدود کے اندر رہنے والوں یا وہاں پہنچ جانے والوں کیلئے حکم ہے کہ وہ عمرہ کا احرام حرم سے باہر نکل کر باندھیں اور حج کا احرام حرم کے اندر رہ کر باندھیں۔

حل:

سے مراد حرم اور پانچ میقاتوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ حل میں رہنے والوں کیلئے حکم ہے کہ حج و عمرہ کا احرام ”حل“ ہی سے باندھیں۔

لبیک یا تلبیہ اور دعائیں:

”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ

إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ“ (۸)

یہ درج بالا تلبیہ ہے، عمرہ یا حج کا احرام باندھنے کے بعد جب عمرہ یا حج یا دونوں کی نیت کرتے ہیں تو تلبیہ کہنا ضروری ہے۔ نیز عمرہ و حج کے سفر میں تلبیہ کی کثرت مسنون ہے۔ تلبیہ کے علاوہ مختلف مقامات پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم و بزرگان دین نے دعائیں کی ہیں، ان دعاؤں میں سے جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔ اور دعاؤں کی جگہ صرف درود شریف پڑھتا رہے تو زیادہ بہتر ہے۔

طواف:

اس سے مراد خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا ہے۔ ہر چکر کا آغاز حجرِ اسود والے کونے سے ذرا پہلے سے ہوتا ہے۔ عمرہ میں ایک طواف فرض ہے اور حج میں تین طواف ہیں۔

(۷) سنن ابی داؤد، باب فی المحرمۃ تعظی، الرقم: ۱۸۳۳۔ سنن ابن ماجہ، الرقم: ۲۹۳۵ (۸) صحیح بخاری، باب التلبیۃ، الرقم: ۱۵۳۹

-{ پہلا طواف جسے ”طوافِ قدوم“ کہتے ہیں سنت ہے۔
-{ دوسرا طواف جسے ”طوافِ زیارت“ یا ”طوافِ افاضہ“ یا ”طوافِ فرض“ کہتے ہیں حج کا رکن اور فرض ہے، یہ ”طواف“ دس گیارہ اور بارہ ذوالحجہ میں سے کسی روز کرنا ضروری ہے، البتہ اگر عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو اس حالت میں مسجد کی حدود میں داخل نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان ایام کے بعد طواف کرے گی۔
-{ تیسرا طواف جسے ”طوافِ وداع“ یا ”صدر“ کہتے ہیں واجب ہے، یہ حج سے واپسی کے وقت کیا جاتا ہے۔ اگر عورت حیض و نفاس میں ہو تو اس کیلئے یہ معاف ہو جاتا ہے۔

مطاف:

خانہ کعبہ کے ارد گرد وہ وسیع احاطہ جہاں طواف کیا جاتا ہے۔ ”مطاف“ کہلاتا ہے۔

مسجدِ حرام:

خانہ کعبہ کے چاروں طرف جو شاندار مسجد ہے اس کا نام ”مسجدِ حرام“ ہے۔ اس میں ایک نماز پر لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔

چار رکن:

خانہ کعبہ کے چاروں بیرونی کونوں کو ”رکن“ کہا جاتا ہے۔ شرقی و جنوبی کونہ جس میں حجرِ اسود (سیاہ پتھر) نصب ہے کو ”رکنِ اسود“ کہا جاتا ہے، جنوبی غربی کونے کو ”رکنِ یمانی“ کہا جاتا ہے، شمالی جنوبی کونے کو ”رکنِ شامی“ کہا جاتا ہے، اور شمالی شرقی کونے کو ”رکنِ عراقی“ کہتے ہیں۔

استلام:

سے مراد طواف کے ہر چکر کے شروع میں ”حجرِ اسود“ کو چومنا اور اگر چومنا ممکن نہ ہو تو ہاتھ یا لٹھی سے اشارہ کر کے اسے چوم لینا۔

ملترَم:

خانہ کعبہ کی شرقی دیوار میں دروازہ ہے۔ دروازہ اور حجرِ اسود کے درمیان دیوار کے حصے کو ”ملترَم“ کہتے ہیں، اس حصہ سے لپٹنا اپنے رخسار سینہ وغیرہ اس کے ساتھ لگانا بڑی برکت کا باعث ہے۔ یہ عمل طواف کے بعد کرتے ہیں۔

مُسْتَجَاب:

ملترَم سے بالمقابل غربی دیوار کا بیرونی حصہ ”مستجاب“ کہلاتا ہے۔

مُسْتَجَاب:

خانہ کعبہ کی جنوبی دیوار ”مستجاب“ کہلاتی ہے یہاں دعا کرنے پر ستر ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں (۹)

حَطِیم:

خانہ کعبہ کے شمال میں قوسی شکل میں کچھ جگہ ہے یہ جگہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے لیکن اس پر چھت نہیں۔ اسی جگہ میں خانہ کعبہ

کا پر نالہ جسے میرابِ رحمت کہتے ہیں گرتا ہے۔

رَمَل:

عمرہ کے طواف، حج کے طوافِ قدوم یا طوافِ فرض کے پہلے تین چکروں میں پہلوانوں کی طرح مرد حضرات کا شانے ہلانا کر تیز اور چھوٹے قدموں کے ساتھ چلنا، بشرطیکہ کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ ”رمل“ کہلاتا۔

اِضْطِبَاع:

مردوں کے لیے تین چکروں میں پہلوانوں کی طرح چھاتی تان کر چھوٹے تیز قدموں کے ساتھ چلنا اور احرام کی چادر کا ایک پلہ بائیں کندھے پر آگے لٹکانا اور دوسرا پیچھے سے دائیں کندھے کے نیچے سے سینہ سے گزار کر بائیں کندھے پر پیچھے لٹکانا سنت ہے۔

سَعْي:

اس سے مراد صفا اور مروہ دو پہاڑیوں (جو کہ خانہ کعبہ کے جنوب میں واقع ہیں) کے درمیان سات چکر لگانا ہے۔ صفا سے مروہ جانا ایک چکر ہے اور مروہ سے واپس صفا آنا دوسرا چکر ہے، اسی طرح سات چکر۔ ”سعی“ عمرہ و حج دونوں میں واجب ہے۔ سعی کے ہر چکر میں صفا و مروہ کے درمیان دو سبز لائنوں والے مقامات کے درمیان مرد حضرات دوڑیں اور عورتیں وقار کے ساتھ چلیں۔

حَلَق و تَقْصِير:

”حلق“ کا معنی ہے: سر کے بال استرے وغیرہ سے مونڈنا۔ اور ”تقصیر“ کا معنی ہے: بال چھوٹے کرنا۔ عمرہ میں ”سعی“ مکمل کرنے کے بعد مرد کیلئے حلق یا تقصیر واجب ہے، لیکن عورت کیلئے ایک پورے برابر بال کاٹنا کافی ہے۔ جبکہ حج میں ۱۰ اذواجِ الحج کو قربانی کے بعد حلق و تقصیر واجب ہے۔ حلق و تقصیر ہی سے احرام کی حالت ختم ہوتی ہے۔

مَنًى

”منًى“ یہ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ دو پہاڑیوں کے درمیان کھلا میدان ہے، اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی۔ اس میدان میں شیطان نے انسانی صورت میں متشکل ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا تو آپ نے اسے کنکر مارے چنانچہ یہاں تین جمرے (ستون) تعمیر کر دیئے گئے ہیں جنہیں حاجی کنکریاں مارتے ہیں۔ مشہور مسجد خیف بھی اسی میدان میں ہے۔ حاجیوں کے لئے آٹھ ذواجِ الحج کو منًى میں پہنچ کر ظہر سے فجر تک پانچ نمازیں پڑھنا مسنون ہے اور دس، گیارہ اور بارہ ذواجِ الحج کو منًى میں ٹھہرنا بھی مسنون ہے۔

۱۰ ذواجِ الحج کو منًى میں جمرہ عقبہ (جو مکہ مکرمہ کے سب سے زیادہ قریب ہے) کو سات کنکریاں مارنا اور اس کے بعد قربانی اور اس کے بعد حلق و تقصیر کر کے حاجی احرام سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور تمام پابندیاں ماسوائے عورت سے ہمبستری کے ختم ہو جاتی ہیں۔ اور عورت سے ہمبستری کی پابندی طوافِ زیارت کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

رمی:

رمی سے مراد تین جہروں (ستونوں) کو کنکریاں مارنا ہے۔ ۱۰ ذوالحج کے دن صرف جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جبکہ باقی دو یا تین ایام میں تین جہروں کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پہلے روز کنکریاں زوال سے پہلے ماری جاتی ہیں اور باقی ایام میں زوال کے بعد۔

مزدلفہ:

یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک کشادہ میدان ہے جو کہ مٹی سے تقریباً تین میل آگے ہے۔ اسی میدان میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تھی، ۹ ذوالحج کو حجاج میدان عرفات سے غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ آتے ہیں اور عشاء کے وقت میں نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں اور نماز فجر اندھیرے میں پڑھ کر اس میدان میں کچھ وقت ٹھہرنا واجب حج میں سے ہے۔

قرح / مشعر حرام:

مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان خاص جگہ کا نام ”مشعر حرام“ اور ”قرح“ ہے۔ سارے مزدلفہ میدان کو بھی مشعر حرام کہا جاتا ہے۔

وادی محسر:

یہ وہ مقام ہے جہاں ابرہہ یمن جب وہ خانہ کعبہ گرانے کے لئے ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا، ٹھہرا تھا۔ حکم ہے کہ حجاج یہاں نہ ٹھہریں اور اس منحوس جگہ سے تیزی سے گزر جائیں۔

عرفات اور جبل رحمت:

مزدلفہ سے مزید 3 میل آگے جبل عرفہ کے دامن میں وسیع و عریض میدان کا نام ”عرفات“ ہے۔ اس میدان میں 9 ذوالحج کے روز دو پہر کے بعد کچھ وقت ٹھہرنا حج کا رکن اعظم ہے۔ اس میدان میں حجاج نماز ظہر اور نماز عصر اکٹھی وقت ظہر میں باجماعت ادا کرتے ہیں اور خیموں میں نماز پڑھنے کی صورت میں نماز ظہر وقت ظہر میں اور نماز عصر وقت عصر میں ادا کرتے ہیں۔ اسی مقام پر ایک پہاڑ ”جبل رحمت“ ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا۔ اسے ”موقف اعظم“ بھی کہا جاتا ہے، یہ پہاڑ سطح ارض سے تین سو فٹ اور سطح سمندر سے تین ہزار فٹ اونچا ہے، میدان عرفات کے ایک کنارے پر مشہور مسجد نمبرہ بھی واقع ہے۔ یہ مسجد مشہور نالے عرفہ کے کنارے پر ہے۔ اس نالے میں وقوف عرفہ ممنوع ہے۔

مخصر:

مخصر وہ شخص ہے جو احرام باندھ کر عمرہ یا حج کی نیت کر لینے کے بعد بیماری، دشمن یا حکومت کی پابندی لگا دینے وغیرہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ نہ پہنچ سکے۔ اس کیلئے حکم یہ ہے کہ حرم میں کسی طریقہ سے ایک قربانی کروائے اور اس کے بعد احرام کھول کر حلق یا تقصیر کر کے احرام سے نکل جائے اور پھر کاوث دور ہونے کے بعد قضا کرے۔

بَدَنَہ:

اس سے مراد گائے یا اونٹ کی قربانی ہے۔ پورے بدنہ کی قربانی اس شخص پر فرض ہے جو وقوفِ عرفہ کے بعد حلق یا تقصیر سے پہلے بیوی سے ہمبستری کر لے اور حلق یا تقصیر کے بعد اور طوافِ فرض سے پہلے ہمبستری کرے تو دم (ایک قربانی) واجب ہے۔ اور جو شخص وقوفِ عرفہ سے پہلے ہمبستری کرے اس کا حج فاسد ہو جاتا ہے، وہ دم بھی دے، یہ حج بھی پورا کرے اور قضا بھی کرے۔

دَم:

دم سے مراد ایک بکری، یا گائے اونٹ کا 1/7 حصہ ہے۔ کسی واجب کے چھوٹ جانے یا کسی حرام کے کر لینے سے عموماً دم واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر کسی پابندی کی خلاف ورزی عذر کی وجہ سے ہو تو دم واجب ہونے کی صورت میں 6 مسکینوں کو چھ صدقے بھی دے سکتا ہے۔ ایک صدقہ ”صدقۃ الفطر“ کے برابر ہوتا ہے۔ اور چاہے تو ایک دم کی جگہ تین روزے رکھ لے۔ اور پابندی کی خلاف ورزی عذر کے بغیر ہو تو دم ہی دینا پڑے گا۔

حج کے فرائض

- 1..... نیت حج یعنی دل میں حج کا ارادہ کرنا۔
 - 2..... احرام۔
 - 3..... وقوفِ عرفات۔ یعنی میدانِ عرفات میں 9 ذوالحجہ کو دو پہر کے بعد کچھ وقت ٹھہرنا۔ وقوفِ عرفہ اگر دن کو نہ کر سکے تو آئندہ رات کو صبح صادق سے پہلے تک یہ فرض ادا کیا جاسکتا ہے۔
 - 4..... طوافِ زیارت۔
 - 5..... ان افعال میں ترتیب۔
- ان 5 فرائض میں سے ایک کے بھی رہ جانے سے حج نہیں ہوتا۔

حج کے واجبات

- 1۔ میقات سے باہر کے آنے والوں کیلئے میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، 2۔ سعی، 3۔ سعی صفا سے شروع کرنا، 4۔ اگر عذر نہ ہو تو سعی پیدل کرنا، 5۔ دن کو وقوفِ عرفہ کرنے والے کیلئے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا، 6۔ ”سعی“ کا طواف کے کم از کم چار چکروں کے بعد ہونا، 7۔ عرفات سے امام کے ساتھ مزدلفہ واپسی، 8۔ مزدلفہ میں ٹھہرنا، 9۔ مغرب و عشاء کی ”نماز“ عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں ادا کرنا، 10۔ 10 ذوالحجہ کو صرف پہلے جمرہ (ستون) کو سات کنکریاں اور گیارہ بارہ ذوالحجہ کے روز تینوں جمرہوں کو کنکریاں مارنا، 11۔ 10 ذوالحجہ کو ”رمی“ حلق سے پہلے کرنا، 12۔ حلق یا تقصیر دس، گیارہ اور بارہ میں سے کسی روز حرم کی حدود کے اندر کرنا، 13۔ عمرہ و حج دونوں کی سعادت حاصل کرنے والے کیلئے قربانی کرنا جو کہ ایامِ قربانی میں حدودِ حرم کے اندر ہو، نیز رمی کے بعد اور حلق و تقصیر سے پہلے ہو، 14۔ طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ایامِ قربانی کے اندر ادا کرنا، 15۔ طواف کا حطیم کعبہ سے باہر کرنا،

- 16۔ دائیں طرف طواف کرنا، 17۔ عذر نہ ہو تو پیدل طواف کرنا، 18۔ طواف با وضو کرنا، 19۔ طواف کے وقت اپنا ”ستر“ ڈھانپنا، 20۔ طواف کے بعد 2 رکعت نفل پڑھنا، 21۔ رمی، قربانی، حلق و تقصیر اور طواف زیارت میں ترتیب، 22۔ طواف صدران کیلئے جو میقات کے باہر سے آئے ہوں، 23۔ وقوف عرفہ کے بعد حلق و تقصیر سے پہلے جماع نہ کرنا، 24۔ احرام کی پابندیوں کا لحاظ رکھنا۔

حج کی سنتیں

- 1۔ طواف قدوم، یہ طواف صرف مفرد اور قارن حاجی کیلئے ہے اور اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے، 2۔ طواف کا ”حجر اسود“ سے شروع کرنا، 3۔ رمل، 4۔ سعی میں دونوں سبز لائنوں کے درمیان مرد کیلئے دوڑنا، 5۔ امام کا سات ذوالحجہ کو خطبہ دینا، 6۔ 9 ذوالحجہ کو عرفات میں خطبہ دینا، 7۔ منیٰ میں 11 ذوالحجہ کو خطبہ دینا، 8۔ آٹھویں ذوالحجہ کو مکہ سے منیٰ پہنچ کر پانچ نمازیں پڑھنا، 9۔ نویں رات منیٰ میں گزارنا، 10۔ 9 ذوالحجہ کو طولوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانگی، 11۔ وقوف عرفات کیلئے غسل کرنا، 12۔ عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات گزارنا، 13۔ 10 ذوالحجہ کو طولوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونا، 14۔ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا، 15۔ اٹح خانہ کعبہ کے قریب ایک مقام ہے جسے وادی محصب بھی کہتے ہیں، منیٰ سے واپسی پر یہاں کچھ دیر ٹھہرنا۔

احرام میں کونسی باتیں حرام ہیں

- 1۔ عورت سے صحبت کرنا، بوسہ لینا، یا شہوت سے چھونا وغیرہ، 2۔ عورت سے بیجان انگیز باتیں کرنا، 3۔ فحش کام اور فحش باتیں، 4۔ دنیاوی جھگڑا، 5۔ جنگلی جانور کا شکار یا شکاری کی مدد کرنا، 6۔ پرندوں کے انڈے توڑنا، کھانا، پکانا وغیرہ، اسی طرح کسی جنگلی جانور کو تکلیف پہنچانا یا اس کا دودھ دہونا، 7۔ ناخن کترنا، حجامت بنوانا، بال اکھیڑنا، یا کائنا وغیرہ، 8۔ مرد کیلئے منہ یا سر چھپانا، البتہ عورت اجنبی لوگوں کے سامنے اور نماز میں سر چھپائے، 9۔ عمامہ باندھنا برقعہ یا دستانے پہننا موزے یا جرابیں وغیرہ جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو چھپائے یا سلا کپڑا پہننا، یونہی ٹوپی پہننا، 10۔ جسم یا کپڑوں میں خوشبو لگانا، 11۔ کسی خوشبودار چیز سے رنگے کپڑے پہننا، جبکہ ابھی خوشبودے رہے ہوں، 12۔ خالص خوشبو یا کوئی خوشبودار چیز مثلاً الائچی، زعفران، دارچینی وغیرہ کھانا یا آٹھل میں باندھنا، 13۔ کسی دوائی سے سر یا داڑھی دھونا تاکہ جوئیں مرجائیں، 14۔ وسملہ اور مہندی وغیرہ کا استعمال، 15۔ گوند وغیرہ سے بال جمانا، 16۔ زیتون اور تل کا تیل لگانا، 17۔ کسی دوسرے کا سرمونڈنا، 18۔ جوں مارنا یا کسی کو اس کیلئے اشارہ کرنا، 19۔ کپڑوں کو جوئیں مارنے کے لئے دھوپ میں رکھنا۔

احرام کے مکروہات

یعنی وہ کام جن سے حج فاسد تو نہیں ہوتا اور نہ ہی دم (قربانی) واجب ہوتا ہے البتہ ثواب میں کمی آتی ہے۔

- 1۔ جسم کی میل دور کرنا، 2۔ کنگھی کرنا یا کھجنا، جس سے بال گریں یا جوئیں مریں، 3۔ جان بوجھ کر خوشبو سونگھنا، 4۔ سر یا منہ پر پٹی باندھنا، ناک یا منہ کا کچھ حصہ کپڑے سے چھپانا، 5۔ غلاف کعبہ کے اندر اس طرح داخل ہونا، کہ سر یا منہ غلاف سے چھوئے، 6۔ احرام کا بے سلا کپڑا جو رنویا ہوا ہو یا پوند لگا ہو، 7۔ تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھا لینا، 8۔ کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو ملائی

گئی ہو اور اسے زائل نہ کیا گیا ہو اور پکا یا نہ گیا ہو، 9۔ مہکتی خوشبو (خشک) کو ہاتھ لگانا، 10۔ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا، 11۔ سنگھار کرنا مثلاً آئینہ دیکھنا وغیرہ، 12۔ تہبند کوری یا کمر بند سے کنا، 13۔ تہبند دونوں کناروں میں گرا دینا، 14۔ چادر کے آنچلوں میں گرہ دینا، 15۔ بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا، 16۔ خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبودے رہا ہو پہننا یا اوڑھنا۔

حج کی تین قسمیں ہیں

افراد:

حج افراد یہ ہے کہ احرام باندھ کر صرف حج کیا جائے اور عمرہ نہ کیا جائے (عموماً یہ حج اہل مکہ کیلئے ہے کیونکہ اہل مکہ سارا سال عمرہ کرتے رہتے ہیں لہذا ان کے لئے حج افراد کافی ہے)۔

حج قرآن:

حج قرآن یہ ہے کہ عمرہ و حج کی اکٹھی نیت کر کے احرام باندھا جائے اور عمرہ (یعنی طواف و سعی) سے فارغ ہو کر احرام ختم نہ کیا جائے (یعنی حلق و تقصیر نہ کرائے) بلکہ اسی احرام سے حج کرے۔ یہ حج افضل ترین حج ہے، ”حجۃ الوداع“ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حج قرآن ہی کیا تھا۔

حج تمتع:

حج تمتع یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا جائے اور حلق یا تقصیر کر کے احرام ختم کر دے۔ پھر حج کیلئے علیحدہ احرام باندھ کر حج کرے۔ بشرطیکہ قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ گیا ہو۔ اور اگر قربانی کا جانور ساتھ لے گیا ہو تو اس کا اور قارن کا حکم یکساں ہے۔ حج قرآن اور حج تمتع میں قربانی واجب ہے۔ یہ قربانی ایامِ نحر یعنی 10، 11، 12، ذوالحجہ میں سے کسی یوم میں، حدودِ حرم کے اندر کرنا واجب ہے۔

یاد رہے کہ مکہ مکرمہ اور جبل کے لوگ صرف حج مفرد کریں اور باہر کے لوگ عمرہ و حج تمتع یا قرآن کی صورت میں کر سکتے ہیں۔

عمرہ

عمرہ یہ ہے کہ حسب دستور احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے، پھر صفا و مروہ کی سعی کر کے حلق یا تقصیر کرائے۔

عمرہ پانچ کاموں کا نام ہے:

(۱) احرام (۲) نیت و تلبیہ (۳) طواف کعبہ (۴) سعی صفا و مروہ (۵) بالوں کا حلق یا تقصیر۔

حج کا مختصر طریقہ

حج مفرد کرنے والا طوافِ قدوم اور پھر صفا و مروہ کی سعی بجالائے۔

حج قرآن کرنے والا عمرہ کے افعال ادا کر کے بغیر سر منڈوائے حج کیلئے طوافِ قدوم اور سعی ادا کرے۔

حج تمتع کرنے والا صرف عمرہ کے افعال ادا کرے پھر قربانی ساتھ نہ لایا ہو تو سر منڈوا کر احرام کھول دے، ورنہ احرام میں ہی رہے۔

8 ذوالحجہ: کو میقات کے باہر کے جو لوگ عمرہ کر چکے ہیں اور اہل حل و حرم سب حرم شریف کی حدود سے غسل یا وضو کر کے حج کا احرام باندھیں اور نیت کریں: ”یا اللہ میں حج کی نیت کرتا/کرتی ہوں تو اسے میرے لیے آسان فرما اور قبول فرما۔“ پھر تلبیہ پڑھے اور سفر حج میں تلبیہ کی کثرت کرے اور اس کے علاوہ درود شریف، تلاوت قرآن اور عربی و دیگر زبانوں میں دعاؤں کی کثرت کرنی چاہیے۔

8 ذوالحجہ: کو ظہر سے پہلے منیٰ پہنچے جہاں ظہر، عصر اور مغرب، عشاء اور 9 ذوالحجہ کی نماز فجر پڑھے۔
9 ذوالحجہ: کو دوپہر سے پہلے منیٰ سے عرفات پہنچے، دوپہر کے بعد کچھ ٹھہرنا جسے وقوف عرفہ کہتے ہیں حج کا رکن اعظم ہے بغیر اذان کے امام حج ظہر و عصر کی نماز، ظہر کے وقت میں پڑھائے پھر خطبہ دے اور اگر اپنے خیمہ میں اکیلے یا جماعت سے نماز پڑھے تو ظہر کی نماز، ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز، عصر کے وقت میں پڑھے۔ یہاں جبل رحمت آثار نبوی سے ہے یہاں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ حجۃ الوداع دیا تھا اگر ممکن ہو تو ضرور زیارت سے مشرف ہوں۔
9 ذوالحجہ: کی شام عرفات میں سورج غروب ہوتے ہی نماز مغرب پڑھے بغیر واپس مزدلفہ آئے۔ مزدلفہ میں مسجد مشعر حرام میں یا وادی محسر چھوڑ کر جہاں جگہ ملے عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء پڑھے پھر فجر کی نماز کے بعد کچھ وقت مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے اس کے بعد واپس منیٰ میں آئے۔

10 ذوالحجہ: اس دن چار کام کرنے ہیں نمبر 1: زوال سے پہلے جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کو سات کنکر ماریں ہیں۔ نمبر 2: منیٰ میں یا حرم میں کسی جگہ عمرہ و حج کرنے والے حاجیوں نے شکرانہ کی قربانی کرنی ہے۔ نمبر 3: سر کے بالوں کا حلق یا تقصیر کرنا ہے لیکن عورتوں نے صرف ایک مینڈھی سے پور برابر کاٹنا ہے۔ اس کے بعد احرام کھول دینا ہے، میاں بیوی کی تقاربت کے سوا تمام پابندیاں ختم ہو گئیں۔ نمبر 4: اسی روز یا 11 یا 12 ذوالحجہ مغرب سے پہلے دن کو زیارت کو حج کا اہم فرض طواف زیارت کرنا ہے اور اس کے ساتھ صفا و مروہ کی سعی بھی کرنی ہے اگر طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض آجائے تو حیض ختم ہونے تک مسجد حرام سے باہر ہے اور پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرے۔ اب اس کے بعد میاں بیوی سب پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔

11 ذوالحجہ: کو زوال کے بعد تینوں جہروں (تینوں شیطانوں) کو سات سات کنکر ماریں ماریں ہیں۔
12 ذوالحجہ: کو بھی زوال کے بعد تینوں جہروں کو سات سات کنکر ماریں ماریں ہیں اس روز اگر چاہے تو رمی جمرات کے بعد مکہ شریف واپس آجائے۔

13 ذوالحجہ: اگر حاجی منیٰ میں صبح صادق تک ٹھہرا رہے تو اس پر 13 ذوالحجہ کو بھی تینوں جہروں کو سات سات کنکر ماریں ماریں واجب ہو جاتی ہیں۔

واپسی پر طواف صدر جسے طواف وداع بھی کہتے ہیں واجب ہے اگر اس طواف کے وقت عورت کو حیض آجائے تو یہ طواف چھوڑنے کی رخصت ہے۔

ہے جس طرح اس نے کہا تو (ٹھیک) ورنہ یہ بات اسی (کہنے والے) پر لوٹ آئے گی“ (أَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

اہم کلامی مسئلہ:

کئی مترجمین نے تراجم قرآن میں ہنسی، ٹھٹھہ، مذاق، فریب، دھوکہ اور دغا جیسے عیوب و نقائص اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے عقیدہ تزیہہ باری تعالیٰ کی خلاف ورزی کی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے تراجم قرآن سے پرہیز کریں۔

عقیدہ رسالت

..... مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ (۱۷) ترجمہ: محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ) اللہ کے رسول ہیں۔

عقیدہ رسالت اسلام کا قطعی عقیدہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

لفظ ”محمد“ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ) کا معنی ہے بہت ہی زیادہ حمد و ثنا کیا ہوا، بہت ہی زیادہ حمد و ثنا کے لائق۔ بظاہر یہ نام حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے رکھا کیوں کہ حضرت عبدالمطلب نے اُمّ رسول حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا سے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان کے بارے میں آپ کے خوابوں اور مشاہدات کو سنا تھا اور آپ نے خود بھی ایام ولادت نبوی میں اور ولادت نبوی کے بعد آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کی برکات و عظمتوں کا مشاہدہ کیا تھا لہذا جب خاندان والوں نے آپ سے یہ نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

”أَرَدْتُ أَنْ يُحَمَّدَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي السَّمَاءِ وَخَلَقَهُ فِي الْأَرْضِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی حمد و ثنا فرمائے گا اور اس کی مخلوق زمین میں حمد و ثنا کرے گی۔“

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا جیسا کہ مستدرک حاکم کی صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

يَا رَبِّ اسْمُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِّمَا عَفَرْتَ لِي:

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادے،

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَقَدْ عَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ (۱۹)

ترجمہ: میں نے تمہاری لغزش بخش دی۔ اگر محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

..... حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَشَقَّى لَهُ مِنْ إِسْمِهِ لِيُجِلَّهُ قَدْ ذُو الْعَرْشِ مُحَمَّدٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ (۲۰)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کو عزت و بزرگی دینے کی خاطر آپ کا نام اپنے نام کے مادہ

(۱۷) سورۃ فتح: ۲۹ (۱۸) دلائل النبوة للبيهقي، باب تزويج عبد الله بن عبد المطلب

(۱۹) مستدرک للحاکم، باب ومن کتاب آیات رسول اللہ ﷺ، الرقم: ۴۲۲۸ (۲۰) تفسیر بیغوی، تفسیر خازن، زیر بحث آیت نمبر ۴، سورۃ الم نشرح

حج بدل:

- ﴿ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اور وہ اسکے بعد کمزوری یا معذور ہونے کی وجہ سے خود حج پر روانہ نہ ہو سکے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ کسی اور مسلمان کو اپنی جگہ حج پر بھیجے، جو اس کی طرف سے حج کرے۔
- ﴿ ایسے ہی وہ عورت جس پر حج فرض ہو گیا ہو، اگر اسے محرم یا شوہر کے ساتھ حج کیلئے جانا ممکن نہ ہو تو وہ حج بدل کیلئے کسی اور کو بھیجے۔
- ﴿ ایسے ہی اگر کوئی شخص وصیت کر گیا ہو، تو اسکے مال سے حج بدل کروادیا جائے۔ اگر مال کے 1/3 سے حج بدل ممکن ہو تو وراثہ پر وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مکہ مکرمہ میں مولد النبی ﷺ اور دیگر زیارات

یاد رہے کہ مکہ مکرمہ میں مولد النبی ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جسے آج کل مکتبۃ المکرمہ کہا جاتا ہے اور غار ثور، غار حرا، حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح مزار اقدس اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا و مزارات شہزادگان رسول حضرت قاسم و حضرت طیب و طاہر رضی اللہ عنہم اور مزار اقدس حضرت جبرئیل و متولی کعبہ حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی بھی کثرت سے زیارت کرے اور فاتحہ خوانی کرے، اپنے لیے، اسلام اور امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے دعائیں کرے۔

درس قرآن

آیۃ اللہ الکبریٰ

(اللہ کی سب سے بڑی نشانی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا“ (۱)
ترجمہ: ”اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نہایت واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن کر دینے والا نور نازل کر دیا۔“
يَا أَيُّهَا النَّاسُ (اے لوگو):

اس آیت مبارکہ میں یہ نہیں فرمایا: اے مکہ والو! یا اے عرب والو! بلکہ فرمایا: اے لوگو! اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت عامہ کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت کسی خاص شہر یا قبیلہ یا نسل کے لئے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قیامت تک تمام بنی نوع انسان کے رسول ہیں۔ چونکہ ساری مخلوقات آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی اللہ رب العالمین اور پوری مخلوقات کے درمیان ربوبیت کا واسطہ کبریٰ اور رحمۃ للعالمین ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس معنی میں تمام مخلوقات جن و انس و ملائکہ، زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم، چاند، سورج، ستاروں، جنت اور حوران و غلامان جنت اور دیگر خلق خدا کے رسول ہیں اس لیے ارشاد فرمایا: أَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (۲) ترجمہ: ”مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ درختوں، پتھروں اور جانوروں نے بھی آپ کا کلمہ پڑھا ہے اور آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے۔

برہان

..... امام راغب اصفہانی ”المفردات“ میں فرماتے ہیں: برہان برہ سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے سفید ہوا۔ نیز لکھتے ہیں:

”قَالَ بُرْهَانٌ أَوْ كَذَّالَا دَلِيلٌ“ (۳)

ترجمہ: ”برہان مضبوط ترین دلیل کو کہتے ہیں۔“

..... حافظ ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر میں برہان کے تحت لکھتے ہیں:

”الْبُرْهَانُ هُوَ الدَّلِيلُ الْقَاطِعُ لِلْعُدْرِ“ (۴)

ترجمہ: برہان وہ دلیل ہے جو مد مقابل کے عذر کو ختم کر کے اسے مطمئن کر دے۔

(۱) سورۃ نساء: ۱۴۳ (۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، الرقم: ۵۲۳ (۳) المفردات، ۱/۱۲۱ (۴) تفسیر ابن کثیر، زیر بحث آیت مذکورہ

لہذا برہان وہ نہایت واضح اور مضبوط ترین دلیل ہے جو دعویٰ کو ثابت کر دے اور اس سلسلہ میں کوئی شبہ یا عذر باقی نہ چھوڑے۔ اور دلیل کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا ایسی حالت میں ہونا کہ اس سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو جائے۔ جیسے دھوپ سے سورج کے طلوع ہونے کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ منطقیوں کے نزدیک برہان اس دلیل کو کہتے ہیں جس کے تمام مقدمات (اجزائے دلیل) قطعی اور یقینی ہوں۔

اس آیت میں برہان سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں

..... ﴿صحابی رسول سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”بُرْهَانٌ أَيْ رَسُولٌ قَدْ رَزَقَكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۵)

ترجمہ: ”برہان یعنی تمہارے رب کی طرف سے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم“

..... ﴿علامہ علاؤ الدین محمد بغدادی اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

”يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۶)

ترجمہ: ”برہان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔“

..... ﴿امام جلال الدین سیوطی اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

”وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۷)

ترجمہ: ”وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔“

..... ﴿علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَالْبُرْهَانُ هُوَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ“ (۸)

ترجمہ: ”برہان وہ محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ہیں۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیوں برہان ہیں؟

جس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح ذات و صفات باری تعالیٰ اور دیگر عقائد اسلامیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات و صفات اور کمالات کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس غیر مسلم نے بھی اسلام کو قبول کیا اس نے خدا کو نہیں دیکھا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات و صفات کو دیکھ کر پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے متاثر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان لایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ذات و صفات رب تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ سنا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے واسطے سے ایمان لایا۔

(۵) تفسیر تنویر المعباس من تفسیر ابن عباس زیر بحث آیت مذکورہ (۶) تفسیر خازن، تفسیر قرطبی زیر بحث آیت مذکورہ

(۷) تفسیر جلالین، تفسیر مظہری زیر بحث آیت مذکورہ (۸) تفسیر کبیر، زیر بحث آیت مذکورہ

گویا عقیدہ توحید اور دیگر عقائد اسلامیہ دعوے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان پر روشن دلیل ہیں۔ امام بوصری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا:

وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَى لِمُعْتَبِرٍ وَمَنْ هُوَ التَّعَيُّنَةُ الْعُظْمَى لِمُعْتَبِرٍ (۹)

ترجمہ: ”اور اے وہ ذات جو عبرت حاصل کرنے والے کے لیے بڑی نشانی ہے اور اے وہ ذات جو نعمت جاننے والے کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔“

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے برہان اسلام ہونے کی لاتعداد حقیقتیں ہیں جن میں سے چند ایک کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم برہان بین ذاتی محاسن کے اعتبار سے

..... ﴿آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جسم مبارک بلکہ پسینہ، خون، پیشاب اور دیگر فضلات سے بے نظیر خوشبو کا برآمد ہونا،

..... ﴿آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جسم مبارک سے عجیب و غریب برکات کا ظہور ہونا،

..... ﴿آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دانتوں سے مسکراتے وقت نور کا نکلنا اور دیواروں سے ٹکرا کر چمکنا،

..... ﴿آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چہرہ انور کا مسکراتے وقت شیشہ کی مانند ہو جانا اور اس سے اشیاء کی صورتیں نظر آنا،

یہ سب باتیں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے برہان ہونے کی روشن علامتیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہود کے سب سے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ”آیۃ اللہ الکبریٰ“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا چہرہ پر انوار دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیتے ہیں..... اور فرماتے ہیں:

”عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ“ (۱۰)

ترجمہ: ”مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔“

اس حدیث کا اگلا حصہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ! وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا

وَالنَّاسُ دِيَارَهُمْ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اور پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمائی: اے لوگو! تحفہ سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور

نماز پڑھو جب لوگ سورہے ہوں تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے“

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم برہان بین معجزات کی رو سے

ہمارے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف پہلے تمام انبیاء کے تمام معجزات عطا

کئے ہیں بلکہ اس پر مستزاد لاتعداد معجزات عطا کئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معجزات صرف عناصر ارضیہ،

جمادات، نباتات اور حیوانات تک محدود نہیں بلکہ ساوی امور میں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معجزات عطا فرمائے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بے شمار معجزات وہ بھی ہیں جنہیں بڑی بڑی جماعتوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جیسے چاند کے دو ٹکڑے کرنا، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لانا، اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا وغیرہ۔ یقیناً آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے معجزات کی رو سے بھی برہان اسلام ہیں اور خلق کثیر نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات دیکھ کر اسلام قبول کیا ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بُرہان ہیں سچی پیشین گوئیوں کی بنا پر

بڑے بڑے سائنسدانوں کی سب پیشین گوئیاں سچی ثابت نہیں ہوتیں لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سینکڑوں ہزاروں پیشین گوئیاں سب کی سب سچی ثابت ہوئی ہیں اور ہورہی ہیں۔
..... صحیح مسلم میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ يَا لَأُمِّسَ“ (۱۱)

ترجمہ: ”بیشک رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (غزوہ بدر سے) ایک روز پہلے (16 رمضان کو) ہمیں کفار کی قتل گاہیں دکھا رہے تھے۔“ اور فرما رہے تھے:

”هَذَا مَصْرَعُ فَلَانٍ غَدًا“ (۱۱)

ترجمہ: ”کل یہ فلاں کافر کے مرکز گرنے کی جگہ ہے۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ان مقامات کو دیکھا تو:

”فَمَا مَآظَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعٍ يَدَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۱۲)

ترجمہ: ”ان کفار میں سے ایک بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ سے مقرر کردہ جگہ سے ہٹ کر نہیں پڑا ہوا تھا۔“
آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی پیشین گوئیوں کی بنا پر بھی برہان اسلام ہیں کہ بے شمار لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیشین گوئیوں کے سچ ثابت ہونے پر ایمان لائے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بُرہان ہیں کہ بے مثل ضابطہ حیات پیش کیا

دنیا میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں نے بڑی بڑی اسمبلیوں اور کمیٹیوں کی صورت میں نظام حیات اور قوانین ریاست مرتب کئے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں قسم قسم کے نقائص کے ساتھ ہزاروں مسائل کے بارے میں تشکیکی باقی ہے۔

لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لعل حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی استاذ (دنیا میں) سے تعلیم حاصل کیے بغیر ایک ایسا کامل و اکمل نظام حیات پیش کیا جس میں تمام جسمانی اور روحانی مسائل کا حل موجود ہے۔ اور انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک مکمل رہنمائی کرتا ہے اور صرف دنیا نہیں بلکہ دیر آخرت کی فلاح کا بھی ضامن

ہے۔ تو کیا یہ کمال آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برہان ہونے کے لئے کافی نہیں؟

آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قول و عمل کے تضاد اور گناہوں سے معصوم ہیں!

دنیا میں بڑے بڑے غیر مسلم دانشور اور رہنما گزرے ہیں لیکن ان میں قول و عمل کے تضادات دیکھے گئے اور غیر مسلموں میں کوئی بھی ہستی ایسی نظر نہیں آتی جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہو کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری زندگی میں قول و عمل کا ایک بھی تضاد آج تک آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دشمن انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے باوجود ثابت نہیں کر سکے۔

اور اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گناہوں سے معصوم ہیں۔ معصوم ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے گناہ ممکن ہی نہیں۔

آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جامع الاخلاق ہیں

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام سابق انبیائے کرام کے معجزات اور علوم و معارف کا مجموعہ ہونے کی طرح تمام انبیائے کرام کے اخلاق و شمائل کا بھی مجموعہ ہیں بلکہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کا کمال اور خاصہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام اخلاق مرضیہ میں تمام مخلوقات میں ممتاز ہیں۔ دراصل آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اخلاق عالیہ کسی مخلوق سے نہیں دیکھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سکھائے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

”أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي“ (۱۳)

ترجمہ: ”میرے رب نے مجھے خود آداب و مکارم کی تعلیم دی اور خوب خوب مجھے آداب سکھائے۔“

ہم دیکھتے ہیں زمانہ قدیم میں اور آج بھی بے شمار غیر مسلم حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق عالیہ کی عظمت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ تو کیوں نہ کہا جائے کہ آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اخلاق عالیہ کی بنا پر بھی برہان اسلام ہیں۔ امام بوصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خُلُقٍ وَفِي خَلْقٍ وَلَمْ يُدَانُوا فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ (۱۴)

ترجمہ: ”آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حسن و جمال اور اخلاق میں تمام انبیائے کرام پر فوقیت رکھتے ہیں اور علم و کرم میں کوئی آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برابر نہیں۔“

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ آپ علوم و معارف کا سمندر ہے کنار ہیں!
 آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا میں کسی استاذ کے پاس پڑھنے کیلئے نہیں گئے لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلام جسے حدیث نبوی کہا جاتا ہے فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اور معانی و مطالب کے لحاظ سے علوم و معارف اور حکمتوں کا بے مثل خزانہ ہے۔ اور تمام علوم و فنون جدیدہ میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غیر مسلم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جامع الکلام اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علوم و معارف سے متاثر ہو کر بھی مسلمان ہوئے ہیں۔

لہذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے علوم و معارف کی بنا پر بھی برہان ہیں۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ وفات کے بعد بھی آپ کے کمالات کا ظہور جاری ہے
 آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے رحلت فرما جانے کے باوجود اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی حیات طیبہ کی طرح اپنی امت کی مکمل سرپرستی فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو تقسیم فرما رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحائے امت کے مشاہدات و مکاشفات اور روایات صالحہ کے حوالے موجود ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی وفات کے بعد بھی اپنے غلاموں کو نوازا اور بے حد نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد بھی قبر انور پر حاضر ہو کر اور دروازے کے علاقوں میں اپنی مشکلات حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ایسے ہی پیش کرتے جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیات ظاہرہ میں پیش کرتے تھے اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لطف و کرم سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ آپ پر نازل شدہ کتاب دائمی معجزہ ہے
 قرآن مجید نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دائمی معجزہ ہے۔ قرآن کا ہمیشہ سے روئے زمین کے غیر مسلموں کو چیلنج ہے کہ وہ اس قرآن مجید کی کم از کم ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت کی مثل کلام پیش کریں، جو فصاحت و بلاغت، جامعیت و معنویت، لطافت و شیرینی، حسن نظم و تالیف، اسلوب بیان اور دیگر کمالات میں قرآنی سورت کی مثل ہو۔

لیکن آج تک روئے زمین کے کفار ایسا نہیں کر سکے اور قرآن کریم کا چیلنج ہے کہ کفار قیامت تک ایسا نہیں کر سکیں گے۔
 الحمد للہ! آج سے چودہ سو سال پہلے کی طرح آج بھی اُن پڑھ مسلمان دنیا کے بڑے بڑے لکھے غیر مسلم کو یہی چیلنج کر کے مہبوت و لا جواب کر کے اسلام کی عظمت و سچائی کو ثابت کر سکتا ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برہان ہیں کہ آپ پر ملائکہ کا نزول دیکھا گیا
 بارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی اجنبی یا کسی معروف صحابی کی صورت میں جبریل امین علیہ السلام کو آپ صَلَّی اللہُ

عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے پاس آتے ہوئے دیکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود یقین کیا کہ یہ شخص یقیناً فرشتہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ جنگ بدر میں ایک غیبی آواز: ”أَقْدِمُ حَبِيزُومُ“ (ترجمہ: اے حیزوم! آگے بڑھو) سنی گئی تو نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: یہ جبریل امین (علیہ السلام) کی آواز تھی۔“ (۱۵)

اسی طرح وحی کے نزول کے وقت سخت سردی کے موسم میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم مبارک کا پسینہ سے شرابور ہو جانا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم مبارک کا وزن بڑھ جانا کہ اونٹ پر سوار ہونے کی صورت میں بھی اونٹ کھڑا رہنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ اور اس قسم کے واقعات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی جماعتوں کی صورت میں دیکھا جس سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صداقت عقلی طور پر بھی ثابت ہوتی ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس اعتبار سے بھی برہان ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ملائکہ اور وحی کا نزول عام لوگوں نے دیکھا۔ اس کے علاوہ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برہان ہونے کی سینکڑوں وجوہ ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر ترک کیا جا رہا ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برہان ہونے کا اللہ مدعی اور کفار مدعی علیہ ہیں

کمال شان رسالت ہے کہ اسلام دعویٰ ہے، مدعی خود اللہ تعالیٰ ہے اور دلیل جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور مدعی علیہ کفار ہیں۔ ہر مدعی اپنی دلیل کو مضبوط کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان و عظمت کی حد فرمادی ہے

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کو اپنی اطاعت،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخی کو اپنی گستاخی،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پکڑنے کو اپنا پکڑنا،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام کو اپنی وحی،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے،

﴿.....﴾ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیم کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے اور ارشاد فرمایا:

”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ (۱۶)

ترجمہ: ”اے پیارے حبیب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رب تعالیٰ نے ہر اس چیز کا علم دیا ہے جس کا علم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہلے نہ تھا۔“

..... اور ارشاد فرمایا:

”إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ“ (۱۷)

ترجمہ: ”بیشک ہم نے آپ کو بہت ہی زیادہ (خیر کثیر) عطا فرمادیا ہے۔“
جبکہ کفار نے ہمیشہ دلیل اسلام کو کمزور کرنا چاہا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تنقیص و توہین کی ہے۔
..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ۔“

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کا مددگار رہے اور کون کفار کا؟ جو اللہ تعالیٰ کی دلیل جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت و شان کو ثابت کرتا ہے۔ وہ حزب اللہ میں سے ہے اور جو خدا کی دلیل کی تنقیص کرتا ہے وہ حزب الشیطان میں سے ہے!!!

الحمد للہ اہلسنت و جماعت جن کی زندگی کا مشن تحفظ مقام مصطفیٰ ہے حزب اللہ ٹھہرے اور باطل فرقتے جن کی زندگی کا مشن دلیل خدا جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضائل و کمالات کی تنقیص و نفی ہے حزب الشیطان ٹھہرے۔
أَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَجْزِيْہ!

نور مبین:

مذکورہ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا: ”نُورًا مُّبِينًا“

نور کا معنی ہے روشنی۔ نور تین قسم کا ہوتا ہے: ① نور محض، ② نور مبین، ③ نور منیر۔

..... نور محض: جو خود روشن ہو لیکن دوسری چیز کو روشن نہ کرے جیسے ستارے۔

..... نور مبین: جو خود روشن ہو اور دوسری چیز کو روشن کرے۔ جیسے: چاند۔

..... نور منیر: جو خود بھی روشن ہو اور دوسری چیز کو نور گر یعنی روشن کرنے والا بنادے جیسے: سورج کہ چاند سورج سے روشنی پا کر کائنات کو روشن کرتا ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نور منیر ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَسِرَاجًا مُّبِينًا“ (۱۹)

ترجمہ: ”آپ چمکتا ہوا سورج ہیں اور دوسروں کو بھی نور گر بنانے والے ہیں۔“

..... امام یوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللَّهِ مَلْتَمِسٌ غَرْقًا مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

ترجمہ: ”اور تمام انبیاء و رسل، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ ایک ایک چلو سمندر سے یا ایک چھینٹا موسلا دھار بارش سے۔“

اس آیت میں نور مبین سے مراد اول الخلق حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں، اس لئے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اسماء صفاتی میں سے ایک اسم مبارک ”نور“ بھی ہے۔

قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر لفظ نور کا اطلاق موجود ہے۔ اس صورت میں واو تفسیری ہوگی اور اگر عطف مغایرت کیلئے ہو تو پھر نور مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔ جو کہ شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ، پیغمبر اسلام کا دائمی معجزہ، علوم و فنون کا بحر بے کنار، پوری کائنات کیلئے تابروز قیامت روشنی حاصل کرنے کا مینار اور مسلمانوں کیلئے شفا ہیں۔

محفل میلاد کا ثبوت

اس آیت سے محفل میلاد بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ محفل میلاد اس اجتماع کو کہتے ہیں جس میں حضرت نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری اور آپ کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا جائے۔

الحمد للہ! اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں آمد اور آپ کی عظمتِ شان کا ذکر فرمایا ہے، لہذا میلاد بیان کرنا سنت اللہ ٹھہرا !!

حمد سے مشتق فرمایا پس عرش والا ”محمود“ ہے اور یہ ”محمد“ ہے۔

”محمود“ اللہ کا نام ہے جس کا معنی ہے حمد کیا ہوا اور ”محمد“ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا معنی ہے بہت ہی زیادہ حمد کیا ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد صرف مخلوق کرتی ہے اور حضرت محمد رسول صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حمد مخلوق بھی کرتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

صَلُّوْۃُ اللّٰہِ ثَنَاءٌ ۙ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کے درود کی حقیقت، اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حمد و ثناء بیان کرنا ہے

آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذاتی و صفاتی اسماء

جہور محققین کے نزدیک حضور نبی اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کل اسماء نانوائے ہیں اور خاتمۃ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں فرمایا: ”نبی اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہزار نام ہیں اور سب سے زیادہ مشہور و اعظم، اسم مبارک احمد و محمد ہیں جو کہ بمنزلہ اسم ذات ہیں اور دیگر اسماء صفاتی ہیں“ (۲۲) لیکن علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دونوں ذاتی اسماء محمد صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور احمد صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں آپ کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ آپ کی صفات بھی ملحوظ ہیں۔

لفظ محمد صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں چند شرعی احکام

- ① کا فر جب اسلام قبول کرے تو لازم ہے کہ آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اسمائے مبارکہ میں سے صرف لفظ محمد صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ آپ کی رسالت کا اعلان کرے یعنی ”محمد رسول اللہ“ کہے، نہ کہ ”احمد رسول اللہ“ (۲۳)
- ② اسی طرح خطبہ، اذان اور شہد میں بھی اسمائے مبارکہ میں سے صرف ”محمد صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ لانا ضروری ہے۔
- ③ یہ اسم گرامی جب بھی قرآن کی تلاوت اور نماز و اذان کے باہر پڑھا جائے تو مجلس میں پہلی بار پڑھنے والے اور سننے والے پر درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (۲۴) جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو اس کی ناک غبار آلود ہو۔ اس اسم مبارک کے ساتھ درود شریف لکھنا بھی ضروری ہے۔ علمائے اسلام نے تنخیف کے ساتھ ”صلعم“ و غیرہ لکھنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (۲۵)
- اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ رَمَزَهُمَا بِصَلْعِهِ قُطْعَتُ يَدِهِ (۲۶) یعنی وہ پہلا شخص جس نے درود و سلام کی جگہ ”صلعم“ لکھا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

- ④ اذان میں لفظ ”محمد“ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سننے والے کے لئے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے کہ انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر ملے اور کہے: قَرُّوْۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور محدث کبیر شارح مشکوٰۃ

(۲۱) صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ: اِنْ تُبَدِّلُوْۤا شَیْئًا اَوْ تُحَفِّوْۤہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ، الرقم: ۴۶۹۶ (۲۲) مدارج النبوت، جلد اول، باب در اسماء نبوی، ص ۳۴۴

(۲۳) سبیل الہدی والرشاد، باب فی ذکر ما وقف علیہ من اسمائہ الشریفۃ ۱/۴۰۸ (۲۴) جامع ترمذی، الرقم: ۳۵۳۵ - مسند احمد، الرقم: ۴۵۱۰

(۲۵) شرح النووی علی مسلم، مقدمات، فصل تکرر فی صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۴ (۲۶) تدریب الراوی، فصل الرابعة یجب مقابله کتابہ، ج ۱ ص ۵۰۴

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ

نور انیت مصطفیٰ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (۱)

ترجمہ: ”تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب۔“

مفسرین کے نزدیک نور سے مراد

﴿.....﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، علامہ علاء الدین خازنی، امام بغوی اور علامہ محمد اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ يُعْغِي مُحَمَّدًا“ (۲)

ترجمہ: ”تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آگیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔“

﴿.....﴾ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ“ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۳)

ترجمہ: ”تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آگیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

﴿.....﴾ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّورِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَبِالْكِتَابِ الْقُرْآنُ“ (۴)

ترجمہ: ”پیشک نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔“

﴿.....﴾ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مِنَ اللَّهِ نُورٌ“ يُعْغِي بِالنُّورِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۵)

ترجمہ: ”مِنَ اللَّهِ نُورٌ“ میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

مفسرین کی غالب ترین اکثریت کے نزدیک یہاں نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جن کے نور کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا ہے اور کُتِبَ مُبِينٌ سے قرآن مجید مراد ہے جو اس قدر بَیِّنُ الْإِعْجَازِ ہے کہ اس نے پوری انسانیت کو ایک سورت کی مثل لانے سے عاجز کر دیا ہے۔

(۱) سورہ مائدہ: ۱۵ (۲) تفسیر ابن عباس، تفسیر خازن، تفسیر بغوی، تفسیر روح البیان زیر بحث آیت مذکورہ

(۳) تفسیر جلالین، زیر بحث آیت مذکورہ (۴) تفسیر کبیر، زیر بحث آیت مذکورہ (۵) تفسیر طبری، زیر بحث آیت مذکورہ

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات

مراد ہے چنانچہ

(۱)..... عظیم محدث حضرت ملا علی قاری کی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَأَيُّ مَا نَجَّ مِنْ أَنْ يُجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ نُوْرٌ عَظِيمٌ
يَكْمُلُ ظُهُورُهُ بَيْنَ الْأَنْوَارِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ حَيْثُ أَنَّهَ جَامِعٌ لِجَمِيعِ الْأَسْرَارِ وَمُظْهِرٌ لِلْأَحْكَامِ
وَالْأَحْوَالِ وَالْأَخْبَارِ“ (۶)

ترجمہ: ”اور اس بات میں کون سی رکاوٹ ہے؟ کہ دونوں نعیتیں یعنی نور اور کتاب مبین، رسول اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لیے ہوں۔ بیشک حضور ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بوجہ انوار کے کمال ظہور کے نور عظیم ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس حیثیت سے کتاب مبین ہیں کہ آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جمع اسرار کے جامع ہیں اور احکام و احوال و اخبار کو ظاہر فرمانے والے ہیں۔“

(۲)..... علامہ محمود بن عبد اللہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ”تفسیر روح المعانی“ میں فرماتے ہیں:

”عِنْدِي أَنْ يُزَادَ بِالنُّورِ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ (۷)
ترجمہ: ”میرے نزدیک (سب سے بہتر یہ ہے کہ) نور اور کتاب مبین سے نبی ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مراد لیے جائیں۔“
کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صرف معنوی طور پر نور ہیں حسی طور پر نور نہیں ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم معنوی طور پر بھی نور ہیں اور حسی طور پر بھی نور ہیں۔

نور کی تعریف:

”النُّورُ هُوَ الظَّاهِرُ بِتَفْسِيهِ الْمُظْهِرُ لِبَعْضِهِ“ (۸)

ترجمہ: ”نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر (روشن) ہو اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر (روشن) کر دے۔“

آپ معنوی طور پر بھی نور ہیں

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ تعالیٰ اور پوری مخلوق کے درمیان رحمت کا واسطہ کبریٰ ہیں اور آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پوری انسانیت کے لیے واسطہ ہدایت بھی ہیں کہ پوری انسانیت آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور ہدایت سے منور ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لے۔

آپ حسی طور پر بھی نور ہیں

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے ہمارے نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کو پیدا

(۶) شرح الشفاء، باب: فيما جاء من ذلك مجيء المدح، ۱/۵۱ (۷) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت مذکورہ

(۸) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب: بدء الخلق، زیر بحث حدیث نمبر: ۵۴۳۳

فرمایا اور آپ ﷺ کے نورِ مبارک میں تمام خیرات و کمالات رکھ کر آپ ﷺ اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے نور سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے دادا استاد حضرت محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

”عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْبَرٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَهُ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى؟ فَقَالَ: هُوَ نُورُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللَّهُ“ (۹)

ترجمہ: ”عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے منکدر سے انہوں نے (صحابی رسول) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! وہ تمہارے نبی کا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔“

اب ہم اس حدیث پاک کے چند اقتباسات کا اردو ترجمہ لاتے ہیں:

”پھر اس نور میں ہر قسم کا خیر پیدا کیا اور ہر شے اس کے بعد پیدا کی اور جب اس کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقامِ قرب میں ۱۲ ہزار سال تک رکھا۔..... پس عرش اور کرسی میرے نور سے ہیں اور مقرب فرشتے میرے نور سے ہیں اور روحانی مخلوق اور فرشتے میرے نور سے ہیں اور جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے ہیں اور سات آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں اور سورج اور چاند ستارے میرے نور سے ہیں اور عقل اور توفیق میرے نور سے ہیں۔ انبیاء اور رسل کی روحيں میرے نور سے ہیں۔ شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے ہیں۔..... پھر اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو زمین سے پیدا کیا۔ ان کی پیشانی میں نور رکھا پھر وہ نور حضرت شیث (علیہ السلام) کی طرف منتقل ہوا۔“

”وَكَانَ يَنْتَقِلُ مِنْ ظَاهِرٍ إِلَى ظَهِيبٍ وَمِنْ ظَهِيبٍ إِلَى ظَاهِرٍ إِلَى أَنْ أَوْصَلَهُ اللَّهُ صَلَْبَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ إِلَى رَجِمِ أُحْمَى أُمَّتَهُ بِنْتِ وَهْبٍ“

ترجمہ: ”اور وہ نور ایک طیب سے ایک ظاہر کی طرف اور ایک ظاہر سے ایک طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نور کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پشت میں اور ان سے میری والدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی رحم میں منتقل کیا۔“

”پھر مجھے اللہ تعالیٰ دنیا میں لایا پس اس نے مجھے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین اور اپنے مقرب بندوں کا قائد بنا دیا۔ اے جابر اس طرح تیرے نبی کی پیدائش کی ابتدا ہوئی۔“ (۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو انسانِ کامل ہونے کی شان بھی عطا فرمائی ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔

..... ﴿ امام جلال الدین سیوطی اور امام مناوی رحمۃ اللہ علیہا فرماتے ہیں:

”كَانَتْ ذَاتُهُ الشَّرِيفَةُ كُلُّهَا نُورًا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا“ (۱۰)

ترجمہ: ”آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تمام ذات شریفہ ظاہری اور باطنی طور پر نور ہے۔“

..... ﴿ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ النَّبِيِّتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ دُرِّي كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيَا“ (۱۱)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ثنایا (دوا پر اور دویچے کے درمیان والے دانتوں) میں کھڑکیاں تھیں

جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کلام فرماتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دانتوں سے نور نکلتا۔“

..... ﴿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”لَمَّا كَانَ الْيَوْمَ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ“ (۱۲)

ترجمہ: ”جن دن رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔“

..... ﴿ اس کی شرح کرتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَيُّ: تَنَوَّرَ جَمِيعُ أَجْزَاءِ الْمَدِينَةِ نُورًا حَسَنًا..... أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ كَأَنَّهُ اقْتَبَسَ النُّورَ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ“ (۱۳)

ترجمہ: ”یعنی مدینہ منورہ کے تمام حصے نورِ حسی کے طور پر روشن ہو گئے اور گویا کہ اُس دن کائنات کے ذرہ ذرہ نے مدینہ طیبہ سے

انوار و تجلیات حاصل کیے۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”وَإِذَا صَدَحَكَ يَتَلَأَلُ فِي الْجُدْرِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبسم فرماتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور دیواروں پر

چمکتا تھا۔“

..... ﴿ اس کی شرح کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱۰) الشمائل الشریفہ، باب کان وہی الشمائل الشریفہ ۲۹/۱۔ فیض القدیر، باب کان وہی الشمائل الشریفہ ۴۲/۵

(۱۱) سنن الدارمی، باب فی حسن النبی ﷺ، الرقم: ۵۹۔ معجم اوسط، الرقم: ۶۶ (۱۲) جامع ترمذی، الرقم: ۳۶۱۸۔ سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاته، الرقم: ۱۶۳۱

(۱۳) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی وفاة رسول اللہ ۲۰۹/۲

(۱۴) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، الفصل الثاني صفاته الخلقية ۱/۱۳۹۔ خصائص کبریٰ، باب ذکر المعجزات والخصائص ۱/۱۲۷

”أَنْ يُشْرِقَ نُورُهُ عَلَيْهِ إِشْرَاقًا كَإِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَيْهَا“ (۱۵)

ترجمہ: ”یعنی آپ ﷺ کا نور دیواروں پر ایسے چمکتا تھا جیسے کہ سورج کی روشنی سے دیواریں روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں۔“

..... ﴿ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سحری کے وقت کپڑے سی رہی تھی تو مجھ سے سوئی گر گئی۔ میں نے اسے تلاش کیا وہ مجھے نہ لی پھر حضور رسول اکرم ﷺ مجھ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف لائے:

”فَتَبَيَّنَتِ الْإِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُورٍ وَجْهَهُ“ (۱۶)

ترجمہ: ”آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چہرہ انور کے نور کی شعاع سے مجھے سوئی مل گئی۔“

..... ﴿ ابو قمر مافر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے، میری والدہ اور خالہ نے نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ بیعت کی جب ہم واپس لوٹے تو میری والدہ اور خالہ نے کہا: اے بیٹو!

”مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ أَحْسَنَ مِنْهُ وَجْهًا وَلَا أَنْفَى ثَوْبًا وَلَا أَلْيَنَ كَلَامًا وَرَأَيْنَا كَأَنَّ النُّورَ يَخْرُجُ مِنْ فَمِهِ“ (۱۷)

ترجمہ: ”ہم نے اس ہستی کی مانند کوئی شخص خوب صورت چہرے والا اور پاکیزہ لباس والا نرم گفتگو والا نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا گویا کہ نور آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے منہ مبارک سے نکل رہا تھا۔“

..... ﴿ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُبْزَى لَهُ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ“ (۱۸)

ترجمہ: ”آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ تھا۔“

اسی طرح آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیشاب کی جگہ اور قضاے حاجت کی جگہ سے عجیب خوشبو برآمد ہوتی اور آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خون مبارک، پسینہ مبارک، لعاب مبارک سے بے مثل خوشبو کا برآمد ہونا دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لباس بشری میں تھے اور آپ ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حقیقت نور تھی۔

یاد رہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین یعنی دونوں والا کہا جاتا ہے آپ کو ذوالنورین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضور نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما آئی تھیں۔

(۱۵) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ما جاء فی ضحک رسول ﷺ ۱۵/۲

(۱۶) کنز العمال، باب فضائلہ متفرقة، الرقم: ۳۵۴۹۲۔ الخصائص الکبریٰ، باب ذکر المعجزات والخصائص فی خلقه الشریف ﷺ، ج ۱، ص ۱۰۶

(۱۷) معجم کبیر، الرقم: ۲۵۱۸۔ مجمع الزوائد، باب صفته ﷺ، الرقم: ۱۳۰۳۲

(۱۸) الخصائص الکبریٰ، باب ذکر المعجزات والخصائص فی خلقه الشریف ﷺ، ج ۱، ص ۱۲۲

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ
دَرَجَاتٍ (۱)

ترجمہ: ”یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان سے کسی ایک کے درجات بہت بلند فرما دیے۔“

نفس نبوت میں تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہیں لیکن فضائل و کمالات میں مراتب مختلف ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے واسطے کے بغیر بھی کلام فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

”وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا“ (۲)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔“

اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ”کلیم اللہ“ کہا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے معجزات بھی موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے۔
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ: ﴿

جمہور مفسرین اور محققین امت کے نزدیک اس سے مراد سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جن کے افضل الخلق ہونے پر اولین و آخرین تمام اکابرین اسلام کا اجماع ہے۔

سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم افضل الخلق ہیں:

چند دلائل ملاحظہ ہوں:

..... ﴿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (۳)

ترجمہ: ”ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لیے۔“

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے۔ جن و انس ہیں، فرشتے ہیں، عرش و فرش ہے، لوح و قلم ہے، سورج و چاند اور ستارے ہیں۔ ہر شے جہان کا حصہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے کی ایک توجیہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نور، اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہے اور باقی تمام مخلوقات

حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے پیدا کی گئی ہیں لہذا تمام مخلوقات کو نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے وجود ملا ہے اور آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری مخلوقات کی اصل اور جوہر ہیں اس لیے آپ رحمۃ للعالمین ہیں لہذا آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم افضل المخلوق ہیں۔“

امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے دادا استاذ حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”مصنف عبدالرزاق“ میں صحیح الاسناد حدیث روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے وہ چیز بتائیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا: تو نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”هُوَ نُورٌ كَبِيْرٌ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللّٰهُ (۴)“

ترجمہ: ”اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پھر آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ساری مخلوقات: سورج، چاند، ستارے، عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان اور ملائکہ وغیرہا کا ذکر کر کے فرمایا یہ تمام میرے نور سے پیدا کی گئیں۔ (خلاصہ حدیث نور)

..... (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ“ (۵)

ترجمہ: ”بیشک ہم نے آپ کو کثر کا مالک بنا دیا۔“

”کثر“ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے اتنا زیادہ کہ اس کی تعداد، عظمت اور کثرت کا اندازہ نہ ہو سکے۔

..... امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْكَوْثَرِ جَمِيْعُ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَى مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ الْمَنْقُولُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِاَنَّ لَفْظَ الْكَوْثَرِ يَتَنَاوَلُ الْكَثْرَةَ الْكَبِيْرَةَ“ (۶)

ترجمہ: ”کثر سے مراد محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں ہیں اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کیونکہ کثر کا لفظ بہت زیادہ کثرت کو شامل ہے۔“

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”کثر“ وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بشر نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: لوگ تو کثر سے جنت میں ایک نہر مراد لیتے ہیں؟ تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اَلنَّهْرُ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ“ (۷)

(۴) الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، الرقم: ۱۸۰ مطبوعہ دوبئی (۵) سورۃ کوثر: ۱ (۶) تفسیر کبیر، زیر بحث آیت مذکورہ

(۷) صحیح بخاری، باب فی الحوض، الرقم: ۶۵۴۸

ترجمہ: ”وہ نہر جو جنت میں ہے وہ اسی خیر سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے جولا تعداد اور عظیم الشان نعمتیں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عطا کی ہیں اُن میں سے ایک علوم و معارف کا بحر بے کنار اور دائمی معجزہ قرآن مجید ہے جس کی ایک چھوٹی سورت کی مثل کلام تیار کرنا دنیا بھر کے لوگوں کے لیے تار و ز قیامت ممکن نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صاحب قرآن ہونے کی وجہ سے بھی افضل الخلق ہیں۔ انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت دین اسلام ہے جو مشارق و مغارب کے تمام انسانوں کے لیے روز قیامت تک تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور دنیا و آخرت سنوارنے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

انہی نعمتوں سے لاتعداد معجزات ہیں جو صرف عناصر ارضیہ تک محدود نہیں بلکہ رُخس، جس شمس، شق قمر اور بارش برسانے، بادلوں کو ہٹانے سے لے کر آسمانوں تک بلکہ عرش معلیٰ سے بھی آگے پرواز کرنے اور مقام قاب قوسین پر فائز ہونے تک وسیع ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیاء و مرسلین کے معجزات اور اس سے زائد بے شمار معجزوں کے حامل ہونے کی وجہ سے بھی افضل الخلق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۳).....

”وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلْفٰی عَظِیْمٌ“ (۸)

ترجمہ: ”اور بیشک آپ اخلاق عظیمہ کے مالک ہیں۔“

باقی تمام انبیائے عظام بعض اخلاق میں مشہور ہوئے اگرچہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام تمام اخلاقی کمزوریوں اور گناہوں سے پاک ہیں لیکن حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ کی بلند یوں کی انتہا تک پہنچ جانے کی وجہ سے بھی افضل الخلق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۴).....

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابْنًا اَحَدٍ مِّنْ دِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ“ (۹)

ترجمہ: ”محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ رسول اللہ اور (بعثت میں) آخری نبی ہیں۔“

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”سَبِّکُمْ فِیْ اُمَّتِیْ کَذٰبُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعُمُوْا اَنَّهُ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ“ (۱۰)

ترجمہ: ”میری امت میں تیس بہت بڑے جھوٹے شخص ہوں گے اور سب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری پر انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ بند کر دیا اور آپ کی امت کو ”کُنْتُمْ خَیْرُ اُمَّةٍ“ (۱۱) (تم سب سے بہتر امت ہو) کا لقب اور منصب عطا فرما کر آپ صَلَّی اللہُ

عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کو ایسے صحابہ کبار، اہل بیت عظام، اولیائے کاملین و علمائے ربانین اور بہادر و صالح سلاطین اسلام عطا فرمائے جنہوں نے انبیائے اکرام کا سلسلہ بند ہونے کے باوجود دین اسلام کی اشاعت و ترویج، تعلیم و تربیت کے لیے اور دین اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کی روک تھام کے لیے ہر قسم کی قربانیوں سے بھرپور وہ بلند کردار ادا کیا جس کی مثال کسی امت میں موجود نہیں۔ اس وجہ سے بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم افضل المخلوق ہیں۔

.....⑤ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا“ (۱۲)

ترجمہ: ”برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بند کو کامل پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ (بندہ کامل) تمام جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو۔“

..... حدیث نبوی میں ہے:

”أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً“ (۱۳)

ترجمہ: ”مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

لہذا حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف انسانوں اور جنوں کے رسول نہیں بلکہ آپ ملائکہ، انبیاء، چاند، سورج، ستاروں، لوح و قلم، عرش و کرسی، زمین و آسمان اور کائنات کی ایک ایک شے کے لیے رسول ہیں اور ہر چیز کو جس طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے وجود ملا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام فیوض و برکات بھی حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے واسطے سے حاصل ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ لہذا آپ رسول العالمین اور واسطہ کبریٰ ہونے کی وجہ سے بھی افضل المخلوق ہیں۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے افضل الخلق ہونے پر چند احادیث

.....① حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ“ (۱۴)

ترجمہ: ”میں روز قیامت تمام انبیاء کا امام، خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور یہ فخر نہیں۔“

انبیائے کرام علیہم السلام کی شفاعت کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قیادت میں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے تمام انبیاء کو ان کی امتوں کے لیے شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔

.....② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ“ (۱۵)

ترجمہ: ”روز قیامت میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا اور میری قبر سب سے پہلے کھولی جائے گی اور میں سب سے پہلے شفاعت

کرنے والا اور شفاعت قبول کیا ہوا ہوں گا۔“

..... (۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے:

”لَوْ كَانَ مَوْلَى حَيًّا مَا وَسِعَتْهُ إِلَّا اِتِّبَاعِي“ (۱۶)

ترجمہ: ”اگر مولا زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا اُن کے لیے کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔“

..... (۴) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک دعا کی قبولیت کا یقین دلایا گیا اور مجھے تین دعاؤں کی قبولیت کی گارنٹی دی گئی جن میں سے دو میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لیے کر لی ہیں:

”وَأَخْرَجْتُ النَّاسَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَى الْخَلْقِ كُلُّهُمْ حَتَّىٰ ابْرَاهِيمَ“ (۱۷)

ترجمہ: ”اور تیسری مقبول دعا میں نے اس دن کے لیے بچا کر رکھی ہوئی ہے جس دن تمام مخلوق (شفاعت کے لیے) میری طرف راغب ہوگی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔“

..... (۵) حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

أُعْطِيتُ حَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرًا وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَظَهْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْ وَأَجَلْتُ لِي الْمَغَانِمَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (۱۸)

ترجمہ: ”مجھے پانچ نعمتیں وہ دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: ① میری ایک ماہ کے راستہ سے رعب کے ذریعے مدد کی گئی ② اور میرے لیے ساری زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنادی گئی کہ میری امت کے آدمی کو جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہ وہاں ہی نماز پڑھ لے۔ ③ اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئیں مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں اور ④ مجھے شفاعت کا اذن دیا گیا ⑤ اور نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ (تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ)

سوال: فَصَلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ سے بعض رسولوں کی بعض پر فضیلت کا ذکر ہے جبکہ حدیث پاک میں ہے: لَا تَفْضَلُوا بَيْنَ أَنْبِيَائِ اللَّهِ (۱۹) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دو۔

جواب: جس سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک نبی کی اہانت و تحقیر کر کے دوسرے نبی کی فضیلت بیان نہ کرو، یعنی فضائل انبیاء بیان کرتے وقت تمام انبیاء کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱۶) شعب الایمان، الرقم: ۱۴۴ (۱۷) صحیح مسلم، باب بیان ان القرآن علی سبعة احرف، الرقم: ۸۲۰

(۱۸) صحیح بخاری، الرقم: ۳۳۵ (۱۹) صحیح بخاری، الرقم: ۳۴۱۳

حضرت ملا علی قاری کی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ إِلَى الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ" (۲۷) یعنی "یہ روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درجہ صحت کو پہنچی ہے لہذا ہمارے عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ ارشاد نبوی ہے تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔" اور امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فقہ حنفی کی معتبر کتاب رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۲۸) اور امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے گا وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا۔ (۲۹)

..... ⑤ صفاقی معنی (یعنی بہت زیادہ تعریف کیا ہوا) ملحوظ رکھ کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یا محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے الفاظ سے پکارنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ، جبریل امین اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ وصال نبوی کے بعد بھی صحابہ کرام یا محمد اور یا محمد اے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) مدد فرمائیں (کے الفاظ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قریب و بعید سے پکارتے تھے۔ لیکن یاد رہے کہ بے ادبی کے انداز میں یا محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کہنا سخت ممنوع ہے۔ لفظ محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بارے میں اسی پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ اس قدر فضائل و مسائل ہیں کہ زندگیاں بھی لگادی جائیں تو برکات نام محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شمار ممکن نہیں۔ اے اللہ! مجھے، قارئین اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نام مبارک کی برکتیں عطا فرما۔ آمین

رسول و نبی پر مختصر کلام

رسول:

رسالت سے ہے رسالت کا معنی "پیغام پہنچانا" ہے اور شریعت میں رسالت، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفارت کاری کو کہتے ہیں اور رسول فرشتوں میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی۔ فرشتوں میں حضرت جبریل امین علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور کئی دیگر فرشتے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیگر فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو پہنچاتے ہیں اور انسانوں میں رسول وہ انبیاء کرام ہیں جو نبی شریعت لے کر مبعوث ہوئے۔ رسولوں کی تعداد 313 یا 315 یا کم بیش ہے۔ لہذا نبی اور رسول کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

نبی:

نبی کا لغوی معنی ہے غیب کی خبر رکھنے والا، غیب کی خبر دینے والا، بلند مقام و مرتبہ پر فائز اور شریعت میں نبی وہ مرد ہے جس پر وحی الہی کا نزول ہو اور اللہ تعالیٰ نے خود اسے تبلیغ دین پر مامور فرمایا ہو۔

(۲۷) موضوعات کبیر، حدیث نمبر: ۴۳۵، ص ۶۳ (۲۸) رد المحتار علی در المختار، الباب فائدة التسليم بعد الاذان ۱/۲۹۳

(۲۹) المقاصد الحسنہ، زیر بحث حدیث نمبر ۱۰۲۱، حرف المیم، ۱/۲۰۳

درس قرآن:

انبیاء کرام کی ولادت کا ذکر کرنا سنتِ خدا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا“ (۱)

ترجمہ: ”(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے) کہا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور اپنا نبی بنایا ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلمات اس وقت کہے جب آپ علیہ السلام ابھی پہلے دن کے تھے اور اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں دودھ پی رہے تھے۔

قبل ازیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا بغیر نکاح کے حاملہ ہوئیں، جب دروزہ محسوس کیا تو مسجدِ اقصیٰ سے جانبِ مشرق ”بیت اللحم“ کے ایک الگ مقام پر بچہ جنم دینے کیلئے چلی گئیں، وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے غیب سے غذا کا بندوبست کیا، حضرت مریم سلام اللہ علیہا کھجور کے سوکھے ہوئے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں تو فرشتے نے انہیں ندا کی:

”اے مریم! اس تنے کو ہلاؤ یہ تروتازہ اور بار آور ہو کر تجھ پر تروتازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گراؤ گا اور اس کے ساتھ ہی

آپ کے پاؤں کے نیچے سے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جائے گا۔“

دوسری طرف خاندان کے لوگ آپ کی تلاش کرنے کیلئے ”بیت اللحم“ کی طرف نکلے تو آپ کی گود میں بچہ دیکھ کر سخت

متعجب ہوئے اور کہا:

”اے ہارون کی بہن! تیرا باپ بدکردار نہ تھا اور نہ ہی تیری ماں فاحشہ عورت تھی!“ تب حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے

بچے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بچے سے اصل صورت حال دریافت کرو! تو لوگوں نے کہا: ہم اس شیرخوار بچے سے جو ابھی پالنے میں ہے کس طرح کلام کریں؟ تو حضرت عیسیٰ علیہا السلام نے درج بالا جواب دیا۔

اس آیت سے درج ذیل باتیں مستفاد ہوتی ہیں:

①..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ ولادت میں جبکہ آپ کی عمر ابھی ایک دن کامل نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کمال عطا فرمایا کہ آپ علیہا السلام نے اپنی قوم سے کلام کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کی ولادت کے وقت خلافِ عادت و اوقات

ظاہر ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو کہ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں کی ولادت کے وقت بھی بے شمار خوارقِ عادت و افعات ظہور پذیر ہوئے اور بچپن میں کلام بھی فرمایا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا بچپن میں کلام کرنا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تُنَاغِي الْقَمَرَ وَتُشِيرُ إِلَيْهِ بِأَصْبِعِكَ فَحَيْثُ أَشْرْتَ إِلَيْهِ مَالَ، قَالَ: إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَيُحَدِّثُنِي وَيُلْهِمُنِي عَنِ الْبُكَاءِ وَأَسْمَعُ وَجِبَّتَهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ (۲)

ترجمہ: ”میں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گہوارے (جھولے) میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے چاند اسی طرف ہو جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرشِ الہی کے نیچے سجدے میں ہوتا تھا۔“

②..... اللہ تعالیٰ نے اس سورہ (مریم) میں عجائبات و کمالات کا ذکر کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے اور سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کیا ہے اور وہ عجیب و غریب واقعہ ذکر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کیلئے مصر کی عورتیں لائی گئیں تو آپ نے ان کا دودھ نہیں پیا تھا اور جب آپ کی والدہ کو بلایا گیا تو ان کا دودھ نہ لیا۔ قرآن مجید میں ہے:

”وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ“ (۳)

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ پر پہلے سے دودھ پلانے والیاں حرام کر دی تھیں۔“

معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام شیر خوار ہونے کی عمر میں دوسرے بچوں کی طرح نہ تھے بلکہ آپ علیہ السلام صاحب تمیز تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی ولادت اور ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے عجائب و غرائب اور کمالات کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) ہے۔ اور اس سے ”محافلِ میلاد“ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

③..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں“ گویا آپ علیہ السلام نظرِ نبوت سے جانتے تھے کہ میرے ماننے والے مجھے خدا تعالیٰ کا بیٹا کہیں گے لہذا آپ علیہ السلام نے پہلے ہی واضح فرما دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، بیٹا نہیں ہوں۔

یاد رہے کہ ”عَبْد“ کا لفظ بندہ اور غلام کے معنی میں آتا ہے۔ جب یہ لفظ اللہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی بندہ (عبادت کرنے والا) ہوتا ہے اور مخلوق کی طرف منسوب ہو (مثلاً: عبد اللہ) تو اس کا معنی غلام اور خادم ہوتا ہے۔ حدیث

(۲) دلائل النبوة للبیہقی، باب ما جاء في حفظه ﷺ رسولہ، ۴/۲۱۱۔ الخصائص الکبریٰ، باب ما غاثه وهو فی مہد، ۱/۹۱ (۳) سورہ قصص: ۱۲

مبارک میں ہے: جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سفر میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ہوتا تھا:

”كَانَتْ عِبْدَةُ وَتَحَادِمُهُ“ (۴)

ترجمہ: ”تو میں آپ کا عبد (غلام) اور خادم ہوتا تھا۔“

..... ﴿۴﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماضی کے الفاظ کے ساتھ فرمانا کہ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب عطا فرمادی ہے اور نبی بنا دیا ہوا ہے۔“ اس میں ایک اشارہ تو یہ ہے کہ میری والدہ فاحشہ نہیں ہیں کیونکہ فاحشہ عورت کے گھر نبی کی ولادت نہیں ہوتی اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء پیدا ہوتے وقت بھی صاحبِ نبوت ہوتے ہیں اور کتاب و حکمت سے واقف ہوتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں علمائے امت نے اجماع کیا ہے کہ آپ تمام انبیاء کرام کے کمالات کے جامع ہیں اور اس کیلئے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ شعر واضح دلیل ہے۔ آپ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْاَنَامِ فَضِيلَةٌ وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوعَةٌ لِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) (۵)

ترجمہ: ”ہر نبی کیلئے اس جہاں میں کوئی فضیلت ضرور ہے اور تمام کی تمام فضیلتیں حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں جمع کر دی گئی ہیں۔“

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شعر کا انکار نہیں فرمایا بلکہ تائید فرمائی ہے۔ تو جب ثابت ہو گیا کہ ہمارے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دودھ پینے کی عمر میں ”صاحبِ تیز“ ہوں اور شریعت سے واقف و باخبر ہوں اور حضرت سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے اپنی نبوت و رسالت سے بے خبر ہوں۔

جبکہ صحیح مسلم میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنِّي لَا أَعْرِفُ حَجْرًا يُبْمَكَّتْ عَلَى قَبْلِي أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَا أَعْرِفُهُ الْآنَ“ (۶)

ترجمہ: ”بے شک میں مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا۔ بے شک میں اسے آج بھی پہچانتا ہوں۔“

اس حدیثِ مبارک سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ بے جان پتھر بھی اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کی نبوت و رسالت سے خبردار تھے! تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت سید الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود اپنی نبوت و رسالت سے بے خبر ہوں؟

(۴) المستدرک، فصل فی توقیر العالم، الرقم: ۴۳۴ (۵) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۴، سورہ قلم ۱۰/۱۰۶

(۶) صحیح مسلم، الرقم: ۲۲۶۶۔۔۔ مستند احمد، الرقم: ۲۰۸۲۸

میلا د شریف کی برکات اور اعتراضات کے جوابات

”میلاد“ کا معنی ہے: ولادت کا وقت یا عظیم الشان ولادت۔ ”مولد“ کا معنی بھی ولادت کا وقت ہے۔

اہل اسلام کے عرف میں میلاد یا مولد سے مراد سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہے۔ اور محفل میلاد یا جلسہ میلاد یا میلاد کانفرنس سے مراد ایسا روح پرور اجتماع ہے جس میں سرکارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت طیبہ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کر کے برکات حاصل کی جائیں۔

”ذکر ولادتِ نبی“ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ولادت کے وقت ان انبیائے عظام کی ظاہر ہونے والی عظمتوں اور شانوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سنتِ رسول، سنتِ صحابہ و اہل بیت اور سنتِ سلف صالحین سے بھی ذکرِ میلاد ثابت ہے۔ اور محدثین نے تو کتبِ احادیث میں ”مولد النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم“ کے عنوان سے ابواب باندھے ہیں۔

میلا د شریف کے بے شمار فائدے اور برکات ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(1)..... ذکرِ انبیاء سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور قلب میں ثبات پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنْثِثُ بِهِ فَوَاذَكَ“ (۱)

ترجمہ: ”اور یہ سب کچھ رسولوں کی خبریں ہم آپ پر بیان کرتے ہیں جن کے سبب ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔“

توحید اور تمام عقائدِ اسلامیہ دعوے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان پر دلیل ہیں۔ دلیل ثابت ہونے سے دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فضائل و کمالات کی بڑی اہمیت ہے، میلاد میں حضور کے کمالات و معجزات کا تذکرہ کر کے ایمان کو مضبوط کیا جاتا ہے۔

(2)..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ“ (۲)

ترجمہ: ”آپ فرمادیں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ پس اسی پر وہ (اہل ایمان) خوش ہوں۔ یہ خوشی اس (دولت) سے

بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت و فضل عظیم ہیں۔ آپ کی آمد کی خوشی میں جشن منانا اس آیت مبارکہ کی تعمیل ہے اور شاندار نیکی ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

”حضرت ثوبیہ کو ابولہب نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا) جب ابولہب فوت ہوا تو اُسے گھر کے ایک فرد (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: تم کس طرح ہو؟ تو ابولہب نے جواب دیا:

”لَمَّا أَلْقَیْ بَعْدَکُمْ غَدِیْرَ اَنِّیْ سَقِیْتُ فِیْ ہٰذِہٖ بَعَثَاقِیْ ثُوْبِیَّةَ“ (۳)

ترجمہ: ”میں نے تمہاری جدائی کے بعد کوئی بھلائی نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ مجھے ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مشروب پلایا جاتا ہے۔“

محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس واقعہ میں میلا دمنانے والوں کیلئے اور جو رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کی شب مسرور ہوتے ہیں اور اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، کیلئے سند ہے۔ ابولہب کا فر تھا، اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، جب اس نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا (باندی آزادی) تو اسے بھی جزادی گئی، تو ایک مسلمان جس کا دل محبت نبی سے بھرا ہوا ہے اگر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی منائے اور دولت خرچ کرے تو اُس کا کیا حال ہوگا؟“ (۴)

(3)..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَآہِدًا وَّ مَّبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ لَّیُعْزِمُنَّوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ تَعَزَّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تَسْبِحُوْا بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا“ (۵)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ (انکی یہ شانیں دیکھ کر) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس رسول کی عزت کے ساتھ مدد کرو۔ اور انکی تعظیم بجالاؤ۔ اور (پھر) اس اللہ کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔“

اس آیت مبارکہ میں بعثت نبوی کا ایک مقصد یہ بھی بیان کیا ہے کہ اہل ایمان پیارے مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم بجالائیں اور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَمِنْ تَعْظِيمِهِ عَمَلُ الْمُؤَلِّدِ“ (۶)

ترجمہ: ”میلا دمنابھی آپ کی تعظیم کا حصہ ہے۔“

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (۷)

ترجمہ: ”اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔“

اور یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہیں، آپ کی تعظیم تو قیر افضل ترین عبادت ہے۔

(4)..... عمل میلا د میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کو اپنی نعمت عظمیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عطا کرنے پر اس کے شکر کا اظہار ہے۔ گویا عمل میلا د، اللہ کے ارشاد ”وَاشْكُرُوا لِي“ (۸) (ترجمہ: میرا شکر ادا کرو) کی تعمیل ہے۔

(5)..... میلا د شریف اشاعتِ علم کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اس میں فضائلِ نبوی اور سیرتِ مصطفیٰ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جو کہ علوم میں بڑی فضیلت والا علم ہے۔

(6)..... میلا د شریف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور حدیثِ نبوی ہے:

”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرًا“ (۹)

ترجمہ: ”جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہو تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔“

لہذا ذکر فضائل و میلا د شریف محبتِ نبوی کی علامت ہے۔

(7)..... صدقہ و خیرات اور مہمانوں کی ضیافت، امورِ خیر ہیں۔ جن پر اجر و ثواب ملتا ہے اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔

(8)..... صلوٰۃ و سلام سے دینی دنیاوی اور اخروی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اور خصوصی طور پر بارگاہِ نبوی میں قرب ملتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

”إِنَّ أَوَّلَى كُمْ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَى صَلَاةٍ فِي الدُّنْيَا“ (۱۰)

ترجمہ: ”تم میں سے قیامت کے روز میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے مجھ پر دنیا میں زیادہ درود و شریف پڑھا ہوگا۔“

اور میلا د شریف میں کثرت کے ساتھ درود و شریف پڑھا جاتا ہے۔

(9)..... قرآن مجید کی تلاوت، سعادت داریں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ محفل میلا د میں قرآن کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔

(10)..... نعت خوانی کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے، نعت خوانوں کو اپنی دعاؤں سے نوازا

ہے، بلکہ ایک نعت گو صحابی حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک بھی عطا فرمائی۔

”فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةً لَهُ فَاشْتَرَاهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ وَائِلٍ فَهِيَ الْبُرْدَةُ

(۶) تفسیر روح البیان زیر بحث آیت ۹، سورہ فتح، ج ۹، ص ۵۶ (۷) سورہ حج: ۳۲ (۸) سورہ بقرہ: ۱۵۲

(۹) کنز العمال، الرقم: ۱۸۴۹ المقاصد الحسنة، حرم الميم، الرقم: ۱۰۵۰ (۱۰) مستند البزار، الرقم: ۱۳۳۶ - مستند ابی یعلیٰ، الرقم: ۵۰۸۰

الَّتِي تَلَبَّسَهَا الْخُلُقَاءُ فِي الْأَعْيَادِ“ (۱۱)

ترجمہ: ”پس حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (خوش ہو کر) حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر پہنائی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اولاد سے مال کے بدلہ میں خرید لیا اور یہ وہ چادر ہے جسے (بعد میں) خلفاء عیدوں (اور اہم تہواروں کے مواقع) پر پہنا کرتے تھے۔“

اس چادر مبارک سے مسلمان سات صدیوں سے زائد عرصہ تک برکت حاصل کرتے رہے اور بغداد شریف پر ہلاکوں خاں کے حملے کے وقت یہ عظیم نشانی ضائع ہو گئی۔

میلاد شریف میں کثرت کے ساتھ نعت خوانی ہوتی ہے اور یہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے انعامات کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۱۱)..... محفل میلاد میں فضائل و کمالاتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان کرنے سے آپ کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ثمرۂ ایمان ہے۔

(۱۲)..... سند الہدٰی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”وَكُنْتُ قَبْلَ ذَلِكَ بِمَكَّةَ الْمُعَظَّمَةِ فِي مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِهِ وَلَادَتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُونَ إِذْهَا صَاتِهِ النَّبِيُّ ظَهَرَتْ فِي وَلَادَتِهِ فَتَأَمَّلْتُ تِلْكَ الْأَنْوَارَ فَوَجَدْتُهَا مِنْ قِبَلِ الْمَلَائِكَةِ الْمُوَكَّلِينَ بِأَمْثَالِ هَذِهِ الْمَشَاهِدِ وَأَبْأَمْثَالِ هَذِهِ الْمَجَالِسِ وَرَأَيْتُ بِمُخَالَظَةِ أَنْوَارِ الْمَلَائِكَةِ أَنْوَارَ الرَّحْمَةِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”میں مکہ مکرمہ میں ولادت نبی کے روز مولد مبارک (جہاں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت ہوئی)، میں حاضر ہوا تو لوگ درود شریف پڑھ رہے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کا ذکر کر رہے تھے اور وہ معجزات بیان کر رہے تھے جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تو میں نے اس مجلس میں انوار و برکات کا مشاہدہ کیا، میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ملائکہ کے ہیں جیسا کہ مجالس میں مقرر کئے جاتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت آپس میں ملے ہوئے ہیں۔“

میلاد شریف پر چند اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض: ۱۲ ربیع الاول یوم وفات ہے، لہذا اس روز خوشی منانا جائز نہیں؟

جواب:

۱۲ ربیع الاول خوشیوں کا دن ہے سوگ کا نہیں۔ اولاً یہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

(۱۱) الاصابة في تمييز الصحابة، فضل: کعب بن زہیر، ج ۵، ص ۴۴۴ (۱۲) فیوض الحرمین، فضل: ”تحقیق شریف و مشاہدہ آخری“، ص ۳۴

کا یوم وفات ہونے کے بارے میں جملہ روایات ضعیف ہیں اور علم تقویم کی رو سے بھی 12 ربیع الاول کو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یوم وفات ممکن نہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ سے دو باتیں ثابت ہیں:

10 ہجری میں حجۃ الوداع میں یوم عرفہ 9 ذوالحجۃ جمعۃ المبارک تھا۔

رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال سوموار کے روز ماہ ربیع الاول میں ہوا۔

اب 9 ذوالحجہ 10 ہجری اور ماہ ربیع الاول کے درمیان ماہ محرم اور ماہ صفر دو ماہ آتے ہیں لہذا ذوالحجہ محرم اور صفر تینوں ماہ جس طرح بھی شمار کر لیں (تینوں ماہ تیس دن کے، دو ماہ تیس دن کے، ایک ماہ اُنتیس دن کا، ایک ماہ تیس دن کا، دو ماہ اُنتیس دن کے، اور تینوں ماہ اُنتیس دن کے) کسی بھی صورت میں 12 ربیع الاول پیر کو نہیں بن سکتا۔

12 ربیع الاول 11 ہجری میں بالترتیب اتوار، ہفتہ، جمعہ، جمعرات میں سے کوئی ایک بن سکتا ہے۔ لہذا اشارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 12 ربیع الاول یوم وفات والی روایت کو عقل و نقل کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور 2 ربیع الاول یوم وفات والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (۱۳)

جب 12 ربیع الاول کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات ثابت نہیں ہوتی تو اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ 12 ربیع الاول یوم وفات ہے تو بھی میلا دمنانے اور خوشیاں منانے سے کوئی امر مانع نہیں کیونکہ بخاری و مسلم سمیت متعدد کتب حدیث میں تقریباً ۱۰ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ

”کُنَّا نُنْهٰی اَنْ تُحَدَّثَ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی دَفْنٍ“ (۱۴)

ترجمہ: ”ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم شوہر کے سوا کسی وفات پانے والے پر تین روز کے بعد سوگ (غم) منائیں۔“

اس حدیث سے ثابت ہے کہ سوگ منانا وفات کے بعد صرف تین دن جائز ہے۔ لہذا ہر سال نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے روز سوگ منانا شرعاً جائز نہیں البتہ تشریف آوری کی خوشی منانے کی شرعاً کوئی حد نہیں ہر سال جائز ہے۔

جمعہ کا دن حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا دن ہے اور جمعہ کا روز ہی آپ کا یوم وفات بھی ہے لیکن شریعت میں جمعہ کو سوگ منانے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ جمعہ کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

”اِنَّ هٰذَا یَوْمٌ عَیْدٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِیْنَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”بے شک یہ جمعہ عید کا دن ہے اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے عید کا دن بنایا ہے۔“

تو جس طرح جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور وفات کا دن ہے، لیکن اب جمعہ کے روز صرف عید منانا مشروع ہے

(۱۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری، باب مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ، ج ۸، ص ۱۴۰ (۱۴) صحیح بخاری، باب الطیب للمراۃ عند غسلها من المحیض، الرقم: ۳۱۳

(۱۵) سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الزینۃ یوم الجمعة، الرقم: ۱۰۹۸

اور سوگ ممنوع ہے اسی طرح 12 ربیع الاول کو یوم ولادت کے ساتھ اگر بالفرض یوم وصال مان بھی لیا جائے تو صرف ولادت کی خوشی جائز ہوگی اور سوگ ممنوع ہوگا۔ کیونکہ سوگ کی مدت صرف تین دن ہے۔

نیز ثابت ہوا کہ جمعۃ المبارک اگر خلقت آدم علیہ السلام کی وجہ سے یوم عید ہے تو 12 ربیع الاول ولادتِ امام الانبیاء حضرت رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ عید ہے۔

دوسرا اعتراض: یوم ولادت 9 ربیع الاول ہے؟

جواب:

..... امام حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے مضبوط سند کے ساتھ روایت کیا:

”وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَإِثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ“ (۱۶)

ترجمہ: ”رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت 12 ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔“

..... اس مضمون کی ایک صحیح الاسناد روایت امام شمس الدین محمد الذہبی نے امام حاکم سے ”تلخیص المستدرک علی الصحیحین للذہبی“ میں، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے۔ (۱۷)

..... حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”عَنْ جَابِرٍ وَأَبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهَا قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ الثَّانِي عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے بے شک دونوں نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز 12 ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔“

..... علاوہ ازیں ہمیشہ سے حرین شریفین سمیت دنیا بھر میں 12 ربیع الاول ہی بطور یوم ولادت نبوی معمول ہے۔

..... دیوبندیوں کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع نے ”سیرت خاتم الانبیاء“ (۱۹) میں اور

..... غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیثوں کے شیخ نواب سید صدیق حسن بھوپالی نے ”الشامة العنبرية“ (۲۰) میں

12 ربیع الاول کو یوم ولادت کی تصریح کی ہے۔

تیسرا اعتراض: ولادت ایک بار ہوئی میلا د ہر سال کیوں؟

جواب:

زمانوں کا آپس میں ربط اور زمانے کے ایک حصے کی کڑیاں دوسرے حصے کے ساتھ ملنا شریعت اسلامیہ میں ثابت ہے۔

(۱۶) المستدرک، باب ذکر اخبار سید المرسلین، الرقم: ۴۱۸۲ - شعب الايمان، باب حب النبي ﷺ، الرقم: ۱۳۲۴

(۱۷) تلخیص المستدرک علی الصحیحین للذہبی، باب ولد النبي ﷺ عام الفیل، ج ۲، ص ۶۰۳ (۱۸) البداية والنهاية، فصل تاریخ و مکان ولادتہ، ج ۳، ص ۳۵۵

(۱۹) سیرت خاتم الانبیاء، باب آنحضرت ﷺ کی ولادت، ص ۱۲ (۲۰) الشامة العنبرية، صفحہ: ۴

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوموار کے دن کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”ذَٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”یہ وہ (عظیم) دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی۔“

ثابت ہوا ولادت کی بار بار خوشی نہ صرف جائز بلکہ سنت نبوی ہے۔

..... اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت جمعۃ المبارک کے روز ایک بار ہوئی لیکن ہر جمعۃ المبارک کے روز بار بار عید منائی جاتی ہے۔

..... رمضان المبارک میں نزول قرآن ایک بار ہوا مگر جشن نزول قرآن ہر سال منایا جاتا ہے۔

..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

”رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا“ (۲۲)

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے (کھانوں کا) ایک دسترخوان نازل کر جو ہمارے پہلے اور پچھلے (سب لوگوں کیلئے) عید بن جائے۔“

معلوم ہوا کہ نزولِ نعمت کا دن بار بار منانا بلکہ عید اور جشن کے طور پر منانے کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ اسی قرآنی اصول کے تحت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور رحمت حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے دن عید اور جشن منانا شرعاً جائز و مستحب ہے۔

چوتھا اعتراض: میلاد منانا شاہ اربل ملک مظفر کی ایجاد ہے؟

جواب:

شاہ اربل ملک مظفر ابوسعید کی وفات 630 ہجری میں ہوئی۔ محدث ابن جوزی (المتوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

”لَا زَالَ أَهْلُ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَالْبَصْرَةِ وَالشَّامِ وَسَائِرِ بِلَادِ الْعَرَبِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ يَخْتَفِلُونَ بِمَجْلِسِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيَفْرَحُونَ بِقُدُومِ هَلَالِ شَهْرِ رَجَبِ الْأَوَّلِ وَيَغْتَسِلُونَ وَيَلْبَسُونَ بِالثِّيَابِ الْفَاخِرَةِ وَيَتَزَيَّنُونَ بِأَنْوَاعِ الزَّيْنَةِ وَيَتَطَيَّبُونَ وَيَكْتَحِلُونَ وَيَأْتُونَ بِالسُّورِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ وَيَبْذُلُونَ عَلَى النَّاسِ بِمَا كَانَ عِنْدَهُمْ مِنَ الْمَصْرُوبِ وَالْأَجْناسِ وَيَهْتَمُّونَ إِهْتِمَامًا بَلِيغًا عَلَى السِّمَاعِ وَالْقَرَاءَةِ لِمَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيَتَالَوْنَ بِذَلِكَ أَحْرًا جَزِيلًا وَقَوْرًا عَظِيمًا وَمِمَّا جَرَّبَ عَنْ ذَلِكَ أَنَّهُ وَجَدَ

وحی کیا ہے؟

لغت عرب میں وحی کا معنی ہے: تیز اشارہ، چپکے سے پیغام پہنچانا وغیرہ لیکن شریعت میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا خود بلا واسطہ یا بالواسطہ فرشتہ اپنے نبی پر اپنے کلام کو نازل کرنا ہے۔

وحی کی صورتیں

- ﴿وحی کی ایک صورت، انبیائے کرام کے خواب ہیں جو کہ قطعی و یقینی ہیں اور وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔﴾
- ﴿وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ، نبی کے دل میں اللہ کا کلام نازل کرتا ہے۔﴾
- ﴿وحی کی تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ نبی کے کان میں کلام الہی ڈالتا ہے۔﴾
- ﴿وحی کی چوتھی صورت یہ ہے کہ فرشتہ اپنی اصل صورت میں نبی کے سامنے حاضر ہو کر بالمشافہ کلام الہی پہنچاتا ہے۔﴾
- ﴿وحی کی پانچویں صورت یہ ہے کہ فرشتہ کسی انسان کبھی جانے پہنچانے اور کبھی اجنبی شخص کی صورت میں نبی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کلام الہی پہنچاتا ہے۔﴾
- ﴿وحی کی چھٹی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے کے بغیر خود نبی کے دل میں اپنا کلام نازل کرتا ہے۔﴾
- ﴿وحی کی ساتویں صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رویت کے بغیر نبی سے کلام فرماتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کیا۔﴾

..... ﴿آٹھویں صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کے ساتھ اپنے نبی سے کلام فرماتا ہے جیسا کہ شب معراج حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شرف دیدار بھی بخشا اور کلام بھی فرمایا۔﴾

یاد رہے کہ وحی کی اس آخری صورت کا شرف حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

غیب کیا ہے؟

غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو حواس اور ہدایت عقل کی پہنچ سے بالاتر ہوں جیسے ذات باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی وحی، ملائکہ، جنت و دوزخ اور قبر کا جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا بننا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کی طرح علم غیب بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر علم غیب کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ جب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دانا غیب غیب ہیں تو اس سے مراد عطا کی علم غیب ہوتا ہے۔

..... ﴿ارشاد باری تعالیٰ ہے:

غَلِیْمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَن اِذْ تَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (۳۰)

ترجمہ: ”غیب کا عالم (یعنی اللہ تعالیٰ) اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ماسوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔“

فِي ذَلِكَ الْعَامِ كَثُرَتْ الْخَيْرُ وَالْبَرَكَاتُ مَعَ السَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ وَسَعَةِ الرِّزْقِ وَالْمَالِ وَالْأَوْلَادِ
وَالْأَحْقَادِ وَدَوَائِرِ الْأَمْنِ وَالْأَمَانِ فِي الْبِلَادِ وَالْأَمْصَارِ وَالسُّلُوفِ وَالْقَرَارِ فِي الْبُيُوتِ“ (۲۳)
ترجمہ: ”زمانہ قدیم سے اہل حرمین شریف (مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ) مصر، یمن، شام، تمام عرب ممالک اور مشرق و مغرب کے
مسلمانوں کا معمول رہا ہے کہ وہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے، خوشیاں مناتے، غسل
کرتے، عمدہ لباس زیب تن کرتے، قسم قسم کی زیبائش و آرائش کرتے، خوشبو لگاتے، ان ایام میں خوب خوشی و مسرت کا
اظہار کرتے، حسب توفیق نقد و جنس لوگوں پر خرچ کرتے، میلاد، شریف پڑھنے اور سننے کا اہتمام بلیغ کرتے، اور اس کی
بدولت بڑا ثواب اور عظیم کامیابیاں حاصل کرتے۔ میلاد کی خوشی منانے کے مجربات سے یہ کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی برکت سے سال بھر کثرت سے خیر و برکت، سلامتی و عافیت، رزق و مال میں زیادتی اور
شہروں میں امن و امان اور گھر بار میں سکون و قرار رہتا۔

محدث ابن جوزی نے جو کہ شاذ اربل کے معاصر ہوئے بلکہ شاذ اربل سے 33 سال پہلے وفات پائی، لکھ رہے ہیں کہ
قدیم زمانہ سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور روئے زمین کے مسلمان ماہ ربیع الاول میں میلاد مناتے ہیں اور اس سے قسم قسم
کی برکات حاصل کرتے ہیں۔

اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ شاذ اربل میلاد کا موجد نہیں تھا، انہوں نے صرف اربل میں میلاد کا آغاز
کیا، جبکہ پوری دنیا میں اس سے پہلے قدیم زمانہ سے میلاد منانا مروج تھا۔

پانچواں اعتراض: میلاد منانا بدعت ہے کیونکہ سنت نبوی و صحابہ سے ثابت نہیں؟

جواب:

میلاد کی اصل (شکر خدا تعالیٰ، تعظیم رسول، محبت نبوی کا اظہار، صلوٰۃ و سلام، قرآن کی تلاوت، نعت خوانی، ذکر رسول،
اشاعت فضائل نبوی و تبلیغ دین وغیرہم) شرع شریف میں موجود ہے۔ صرف ہیئت کذا سی (مخصوص صورت و انداز) اور
تاریخ کا تعین لوگ اپنی مرضی کے مطابق خود کرتے ہیں۔ اس پر بدعت (سینہ) کا اطلاق ہرگز درست نہیں و گرنہ سینکڑوں
کام مخالفین کے ہاں بھی دین میں مروج ہیں جو سنت نبوی و سنت صحابہ سے ثابت نہیں اور کوئی بھی انہیں بدعت قرار نہیں
دیتا مثلاً قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں ترجمے، قرآن کے حاشیے اور تفاسیر، مخصوص ترتیب کے ساتھ کتب احادیث،
مسجدوں کے مینار، دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب، جدید طریقہ ہائے تعلیم، صرف و نحو و دیگر علوم و فنون
اور تبلیغ دین کے جدید طریقے۔

نیز مخالفین جو 12 ربیع الاول کے روز سیرت کانفرنسیں اور دیگر سینکڑوں کام سرانجام دیتے ہیں وہ اپنی مخصوص صورت کے

ساتھ سنت نبوی و سنت صحابہ سے ثابت نہیں، اسی طرح بے شمار کاموں کی تاریخ اور وقت سب فرقوں کے لوگ خود مقرر کرتے ہیں جیسا کہ تبلیغی اجتماعات کی تاریخ، تعلیم کیلئے نظام الاوقات، نماز کی جماعت کیلئے گھڑی کے مطابق روزانہ ایک ہی ٹائم، نکاح کا وقت اور تاریخ وغیرہ اور کوئی بھی اسے بدعت قرار نہیں دیتا حالانکہ یہ نظام الاوقات سنت نبوی و سنت صحابہ سے ثابت نہیں لوگ خود بناتے ہیں۔

تو انصاف یہی ہے کہ تعلیم و تبلیغ کے دیگر پروگراموں کی طرح میلا د شریف میں بھی نئی بدعت کذاً (مخصوص انداز) اور 12 ربیع الاول یا کسی اور تاریخ کے تعین سے بدعت کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔

بدعت کا لغوی معنی: ”ایجاد اور نئی چیز ہے“ اور شرع میں بدعت: ”وہ نئی چیز ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم کی ظاہری حیات میں نہ ہو“ بدعت کا مخذیہ حدیث نبوی ہے:

”مَنْ أَخَذَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (۲۴)

ترجمہ: ”جو ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرے جو ہمارے اس دین میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم نے ہر نئی چیز کو مردود قرار نہیں دیا بلکہ اس نئی چیز کو مردود قرار دیا جس کی اصل شرع میں موجود نہ ہو۔

اس حدیث پاک میں واضح اشارہ ہے کہ جس نئے کام کی اصل ہمارے دین میں موجود ہو وہ نیا کام بدعت نہیں ہے، لہذا تعلیم کے جدید طریقے، قرآن مجید کے ترجمے، مسجدوں کے مینار، میلا د شریف کے نئے انداز، بدعت سیئہ و مردود نہیں۔ کیونکہ ان سب کی اصل شرع شریف میں موجود ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت محدثین نے بدعت کو ”بدعت حسنہ“ و ”بدعت سیئہ“ میں تقسیم کیا ہے اور بہت سے کام جو سنت نبوی اور سنت صحابہ سے ثابت نہیں لیکن ان کی اصل شرع میں موجود ہے کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے اور بدعت حسنہ کی بعض صورتوں کو واجب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علم نوح اور فرقہ باطلہ کا رد وغیرہ۔

خليفة دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کے لیے لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع فرمایا تو فرمایا:

”نَعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔“

باقی رہا یہ اعتراض کہ حدیث مبارکہ میں ہے ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام محدثین و شارحین کے نزدیک اس حدیث میں بدعت سے مراد صرف بدعت سیئہ ہے۔ مزید تفصیل کیلئے شرح مسلم امام نووی، مرقاہ شرح مشکوٰۃ، اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کتب کا مطالعہ کیجئے۔

چھنا اعتراض: عیدین صرف دو ہیں؟

جواب:

یہ غلط ہے کہ سال میں عیدیں صرف دو ہیں اسی مضمون میں (پہلے اعتراض کے ضمن میں) ایک حدیث گزری ہے جس میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جمعہ کو مسلمانوں کی عید قرار دیا اور جمعہ سال میں پچاس کے قریب تعداد میں آتا ہے۔

سعودی عرب میں سالانہ عید الوطنی منائی جاتی ہے جس میں سعودی حکمرانوں کے علاوہ نجدی علماء بھی شامل ہوتے ہیں۔ کبھی کسی عید میلاد النبی (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے مخالف نے سعودیوں کی عید الوطنی کو بدعت قرار نہیں دیا، پاکستان میں یوم پاکستان منایا جاتا ہے اور عید سے بڑھ کر جشن کی کیفیت ہوتی ہے، کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتا ہے؟ 12 ربیع الاول یوم ولادت کو عید منانے کی اصل سورہ مائدہ کی آیت: 114 ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

”رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا“ (۲۶)

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے (کھانوں کا) ایک دسترخوان نازل کر جو ہمارے پہلے اور پچھلے (سب لوگوں کیلئے) عید بن جائے۔“
اس آیت کی رو سے نعمت پانے کے دن کو عید قرار دینا ثابت ہے۔

ساتواں اعتراض: میلا د میں ڈھول ڈھمکا وغیرہ خرافات ہوتے ہیں؟

جواب:

اہلسنت وجماعت کے مسلک میں میلا د شریف کے پروگرام میں ڈھول ڈھمکا اور دیگر خرافات قطعاً جائز نہیں، اگر بعض مقامات پر جہلا کے خرافات کی وجہ سے میلا د ناجائز ہے تو پھر نکاح بھی ناجائز ہونا چاہیے کیونکہ اکثر جگہ نکاح کے موقع پر بھی خرافات ڈھول ڈھمکا اور دیگر خرافات مروج ہیں۔ حالانکہ کوئی بھی اصل نکاح کو ناجائز نہیں کہتا، اسی طرح اصل میلا د بھی جائز ہے صرف خرافات جہاں کہیں بھی مروج ہیں ناجائز ہیں اور علمائے دین و مشائخ عظام کا منصب شرعی ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی المنکر کے تحت میلا د شریف اور اعراس بزرگان دین کو خلاف شرع رسوم سے پاک کریں۔

ذکرِ میلاد اور ختمِ نبوت

..... ارشادِ نبوی ہے:

”إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْنُوبٌ حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ أَدَمَ لَمُنْجِدِلٌ فِي طَيْبَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَةُ عِيسَى وَرُؤْيَا أُحْمَى النَّبِيِّ رَأَتْ حِينَ وَصَعْتَنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ“ (۱)

ترجمہ: ”بیشک میں اللہ تعالیٰ کے پاس آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے میر میں زمین پر پڑے ہوئے تھے اور اب میں تمہیں (دنیا میں ظہورِ نبوت اور رفعتِ شان کی) پہلی بات بتاتا ہوں: (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں، اور اپنی ماں کا نظارہ ہوں جو انہوں نے دیکھا جب انہوں نے مجھے جنم دیا اور ان (میری والدہ) سے ایک نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ان کے لیے شام کے محلات چمک اٹھے۔“
..... اس حدیث کو محدث امام حاکم (۲)، امام ذہبی (۳) اور ناصر البانی (۴) نے صحیح قرار دیا ہے۔

..... اس حدیثِ مبارک میں ”حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ“ کا معنی آخری نبی ہے اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ”حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ“ کا معنی آخری نبی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

”إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ (۵)
ترجمہ: ”رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یقیناً میری امت میں تیس انتہائی جھوٹے شخص ہوں گے، وہ سب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں ”حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ“ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

علاوہ ازیں امت کے علماء کرام اجماع (اتفاق) ہے کہ ”حَتَّائِمُ النَّبِيِّينَ“ کا معنی آخری نبی ہے اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور یہ کہ جو بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

نام نہاد ”جماعت احمدیہ“ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو دنیا نے اسی عقیدہ ختمِ نبوت کے انکار کی بنا پر کافر قرار دیا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائلِ سید المرسلین، الفصل الثانی، الرقم: ۵۴۵۹-مسند احمد، الرقم: ۱۴۱۶۳

(۲) المستدرک، باب ذکر اخبار سید المرسلین الرقم: ۴۱۴۵ (۳) تلخیص المستدرک علی الصحیحین للذہبی، باب ذکر اخبار سید المرسلین

(۴) تعلیق الألبانی علی مشکوٰۃ المصابیح الرقم: ۵۴۵۹ (۵) سنن ابی داود، باب ذکر فتن ودلائلہا، الرقم: ۴۲۵۲

دعوتِ ابراہیم (علیہ السلام)

دعوتِ ابراہیم سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی وہ دعا ہے جو انہوں نے تعمیرِ کعبہ کے بعد کی تھی۔ جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی:

”رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝“ (۶)

ترجمہ: ”اے رب ہمارے! اور ہمیں اپنا اطاعت گزار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت اپنی فرما بردار رکھ اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما، بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان“ ۝ اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستر فرمادے، بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔“

”دعائے خلیل و ذبیح“ علیہما السلام سے دیگر نکات کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے والدین اور دیگر آباؤ اجداد موحد تھے۔

بشارتِ عیسیٰ (علیہ السلام)

بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان ہے:

”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ“ (۷)

ترجمہ: ”اور ان رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم)۔“

رُؤْيَا مِی

”رُؤْيَا أُحْمَى“ سے مراد یا تو خواب میں آپ کی والدہ کو ایک فرشتے نے بشارت دی کہ

”إِنَّكَ قَدْ حَمَلْتِ بِسَيِّدٍ هَذِهِ الْأُمَّةُ“ (۸)

ترجمہ: ”اے آمنہ! بیشک آپ اس امت کے سردار سے حاملہ ہیں۔“

اور یا پھر بیداری میں فرشتہ کی آواز ہے، جس میں فرشتہ نے کہا تھا کہ ”اے آمنہ! اس طرح کہو:

”أَعْيِذُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ“ (۸)

ترجمہ: ”میں انہیں ہر حاسد کے شر سے اس ہستی کی پناہ میں دیتی ہوں جو یکتا ہے۔“

اس حدیث پاک سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں

- 1..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری نبی ہیں۔
- 2..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا میں آنے سے پہلے عالم حقائق و عالم ارواح میں اور اعلان نبوت سے قبل بھی مرتبہ نبوت پر فائز تھے یہی وجہ تھی کہ اعلان نبوت سے قبل بھی پتھر اور درخت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود و سلام پڑھتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہِ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) (۹)
- ترجمہ: میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مکہ کے ارد گرد نکلتا تو جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا وہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ”السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہِ“ کہتا۔
- 3..... پہلے انبیاء عظام علیہم السلام کے زمانے میں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان و عظمت کی شہرت تھی۔
- 4..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ولادت کا خود تذکرہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ میلاد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان کرنا سنت رسول ہے۔
- 5..... والد رسول حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا مومنہ اور باکرامت ولیہ کاملہ تھیں آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت عطا فرمائی کہ آپ سے نور برآمد ہوا اور آپ کو مکہ مکرمہ سے ملک شام تک کے محلات دکھائی دیئے۔ اس سے اُن لوگوں کا یہ عقیدہ باطل ٹھہرا جو والدہ رسول کو اَلْعِیَّادُ بِاِللہِ مشرک و کافر کہتے ہیں۔
- 6..... اس حدیث سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
- ”كَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَفْلَحَ الْغَیِّیَّتَیْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُبِّي كَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَائِیَا“ (۱۰)
- ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ثنایا (دوا پر اور دینیچے کے درمیان والے دانوں) میں کھڑکیاں تھیں جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کلام فرماتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دانوں سے نور نکلتا۔
- 7..... نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور کی ایک جھلک سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو شام کے محلات نظر آنے لگے، حالانکہ دنیا میں تیز روشنی میں دیوار کے پیچھے سے بھی کچھ نظر نہیں آتا، تو خود حضور نور الانوار حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظر کہاں کہاں تک کا نظارہ کرتی ہوگی؟ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ“ (۱۱)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے رکھ دیا ہے میں اسے قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو۔“

8..... اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے دنیا کو روشن کر دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت کی خوشی میں روشنی کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

9..... اس حدیث میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ولادت سے پہلے کے واقعات بیان کئے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب سے نوازا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ دُسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ“ (۱۲)

ترجمہ: ”اور نہیں ہے کہ اللہ تم کو غیب کی اطلاع دے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔“
تحقیق یہ ہے کہ علم غیب، ذاتی صفت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم: ازلی، غیر مخلوق، غیر متناہی، ذاتی، مستقل اور حقیقی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انبیاء و ملائکہ کو اور پھر انبیائے کرام کی وساطت سے اولیائے کاملین کو علم غیب کی استعداد عطا کرنے پر قادر ہے یعنی علم غیب کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے محال و ناممکن نہیں۔

10..... دعائے ابراہیم میں اس بات کا اشارہ بھی ہے کہ نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں، جیسا کہ یہود کا عقیدہ ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہوئے۔

11..... ”بشارت عیسیٰ“ سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک نام ”احمد“ بھی ثابت ہو رہا ہے۔

12..... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے دعا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

13..... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد کی خوشخبری دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

14..... دنیا میں ہر چھوٹے بچے کو اپنے بچپن کے حالات معلوم نہیں ہوتے لیکن نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے پیدا ہوتے وقت کے حالات بھی جانتے ہیں۔ پتا چلا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہماری مثل نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ے

گو دین عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھو
گلبن باغ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

ختم نبوت

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم، نور مجسم، شفیع اُم، قاسم نعم، سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم افضل الاولین وَاٰخِرین ہیں، سید الخلق ہیں، اول الخلاق ہیں اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ ہر قسم کی نبوت اور رسالت کی بعثت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ میں یا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد قیامت تک کسی نبی کی بعثت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مطلقاً اس کی نفی فرمائی، احادیث متواترہ میں اسی کا بیان آیا، کہیں شریعت جدیدہ وغیرہ کی تخصیص نہ آئی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک تمام امت نے اس معنی ظاہر و متبادر کے عموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیائے عظام کے خاتم ہیں۔ اب جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو بد بخت اس دعویٰ کو سچا تسلیم کرے وہ بھی دائرۃ اسلام سے خارج اور مرتد ہے بلکہ جو شخص اس مدعی نبوت کے کفر میں شک کرے وہ بھی دائرۃ اسلام سے خارج ہے یہ اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لیے مقرر فرمائی ہے۔

اسلام کا یہ عقیدہ قطعی، بنیادی اور یقینی ہے۔ ضروریات دین سے ہے، قرآن وحدیث، اجماع امت کے دلائل اس پر قائم ہیں عقل کا بھی یہی تقاضا ہے۔

لغت کی روشنی میں

”حَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ کا جو معنی بیان کیا گیا ہے اس معنی پر اجماع امت کے علاوہ لغت کی شہادت بھی قائم ہے۔ ”الصحاب“ کے مصنف علامہ حماد بن اسماعیل الجوهری (م۔ ۳۹۳ھ)، ”لسان العرب“ کے مؤلف علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن کرم بن منظور الافریقی المصری (م۔ ۷۱۱ھ) اور ”المفردات“ کے مصنف حسین بن محمد راغب اصفہانی (م۔ ۵۰۲ھ) وغیرہ اہل لغت نے یہی معنی بیان فرمائے ان اہل لغت پر تعصب یا ذاتی عقیدہ بیان کرنے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ انکار ختم نبوت کے فتنہ سے بہت پہلے یہ حضرات یہ معنی بیان کر چکے ہیں۔

..... امام لغت امام راغب اصفہانی ”المفردات“ میں لکھتے ہیں:

”لَا تَلْهٰ حَتَمَ النَّبِیَّوۃَ، اَمٰی: تَمَمَهَا بِمَجِیئِہِ“ (۱)

ترجمہ: ”آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ”حَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ اس لیے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی نبوت کو تمام اور مکمل کر دیا۔“

”حَآتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ جاری تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت سے یہ سلسلہ بند ہو گیا اب اس پر مہر لگا دی گئی ہے تاکہ کوئی کذاب، دجال دعویٰ نبوت کر کے سلسلہ انبیاء میں داخل نہ ہو سکے اگر کوئی کذاب و خائن اس زمرہ میں داخلہ کی کوشش کرے گا تو پہلے مہر نبوت کو توڑے گا اس طرح اللہ تعالیٰ کی مہر کو توڑنے کی پاداش میں کذاب، خائن اور دجال بن کر جہنم کا ایندھن بنے گا۔

قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی بہترین تفسیر خود قرآن مجید کی آیات ہیں کہ بعض آیات کریمہ بعض دیگر آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد آیات کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ سلسلہ نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے اس کے بعد نئے نبی کی آنے کی ضرورت نہیں، اسی سلسلہ میں چند آیات کریمہ ملاحظہ کریں۔

1..... ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَحَآتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ (۴)
ترجمہ: ”نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخری۔“

اس آیت کے تحت امام جلیل عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر فرماتے ہیں:
”فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَإِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ بِالطَّرِيقِ الْأُولَى وَالْآخِرَى“ (۵)

ترجمہ: یہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے کہ حضور نبی اکرم، نور مجسم سید الکونین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت بعد کسی نبی کی بعثت نہیں ہو سکتی۔ جب آپ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو کسی رسول کا آنا بطریق اولیٰ محال ہے۔

2..... ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (۶)
ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔“
آیت مقدسہ میں واضح طور پر فرمادیا کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے کسی مزید حکم یا قانون کی حاجت باقی نہیں قیامت تک کے لیے اب یہی کافی ہے اس لیے نئے نبی کی حاجت قیامت تک نہیں اور نہ نئے دین کی ضرورت ہے۔

اس آیت کے تحت امام جلیل عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر فرماتے ہیں:
”هَذِهِ أَكْبَرُ نِعْمِ اللَّهِ، عَزَّ وَجَلَّ، عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ اكْمَلَ تَعَالَى لَهُمْ دِينَهُمْ، فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ، وَلَا إِلَى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ، صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَلِهَذَا جَعَلَهُ اللَّهُ حَآتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، فَلَا حَلَالَ إِلَّا مَا أَحَلَّهُ، وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ، وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ أَخْبَرَهُ بِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَصِدْقٌ لَا كَذِبَ فِيهِ وَلَا خُلْفَ“ (۷)

انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات اور موئے مبارک کی عظمت و برکت

قرآن مجید میں ہے:

”وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ“ (۱)

ترجمہ: ”اور اُن سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس تابوت (صندوق) جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ تبرکات ہیں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے ترکہ کے۔ اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔ بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھنے والے ہو۔“

اس آیت مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک کافر قوم عمالقہ نے بنی اسرائیل میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ بنی اسرائیل کے سینکڑوں معزز لوگوں کو گرفتار کر لیا اور بنی اسرائیل کو فلسطین کے اکثر علاقوں سے جلا وطن کر دیا۔ بنی اسرائیل صرف رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے۔

یہ 1100 قبل مسیح پیغمبر خدا حضرت شموئیل علیہ السلام کا زمانہ تھا، عمالقہ کے مظالم انتہا پر تھے۔ بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے جہاد کی اجازت طلب کی اور پیغمبر خدا سے مطالبہ کیا کہ وہ جہاد کے لیے بادشاہ مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضرت شموئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ایک پچیس سالہ طویل القامت خوبصورت نوجوان ”طاوت“ کو بادشاہ مقرر کیا۔ اس وقت بنی اسرائیل میں لاوی بن یعقوب کی اولاد میں بادشاہت ہوتی تھی اور نبوت یہود ابن یعقوب کی اولاد میں اور طاوت بنیامین بن یعقوب کی اولاد میں سے تھے۔ اس پر بنی اسرائیل نے سوال کیا کہ طاوت کس طرح بادشاہ ہو سکتے ہیں نہ تو وہ شاہی خاندان سے ہیں اور نہ ہی مالدار ہیں، تو انہیں بتایا گیا کہ بادشاہت کسی نسل یا خاندان یا متمول لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں اور طاوت کو بادشاہ بنانے کی وجہ ان کا صاحب علم اور طاقتور ہونا ہے۔

اس پر بنی اسرائیل نے پیغمبر خدا حضرت شموئیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ ان کی بادشاہت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے

لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص پر تنقید کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا جب کہ تجھے علم تھا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے قبول فرمایا تھا اور آپ کو اس کی ضرورت تھی اور تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا جائے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انکار فرمائیں۔ تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَعَلِّي أُكْفَنُ فِيْهَا“ (۱۰)

ترجمہ: ”مجھے اس چادر کی برکت کی امید تھی جبکہ اسے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہنا تھا، مجھے امید ہے کہ میں اسی چادر میں کفن دیا جاؤں گا۔“

صحیح بخاری کی اس حدیث سے ثابت ہوا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نشانیوں سے محبت اور ان سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

..... حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَتَّبِعُ أَثَارَ رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِي كُلِّ مَكَانٍ صَلَّی فِيْہِ حَتَّى أَنْ النَّبِيَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَّبِعُهَا فَيَصُبُّ فِيْ أَصْلِهَا الْمَاءَ لِيَكُنْ لَا تَبِيْسَ“ (۱۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان مقامات کی زیارت کرنے کے لیے جاتے جہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی نماز ادا فرمائی اور اس درخت کو پانی دیتے کہ کہیں سوکھ نہ جائے جس درخت کے نیچے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آرام فرمایا۔“

..... مسجد نبوی سے قریب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کے پرنا لے سے بارش کا پانی آنے والے نمازیوں پر گرتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

”وَاللّٰہُ اِنَّہٗ لَلْمَوْضِعُ الَّذِي وَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! یہ پرنا لہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود نصب فرمایا تھا۔“

یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”وَ اَنَا اَعَزُّمُ عَلَيْكَ لَمَّا صَعِدْتُ عَلَى ظَهْرِي حَتَّى تَضَعَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَهُ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ (۱۲)

ترجمہ: ”آپ میرے کندھوں پر سوار ہو کر یہ پرنا لہ پھر اسی جگہ نصب کر دیں جس جگہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود نصب کیا تھا۔“

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کی یادگاروں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

..... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَكَانَ كُلُّ ثَابِتٍ الْإِيمَانِ مُنْشَرِّحَ الصَّدْرِ بِهِ يَزْعُلُ إِلَيْهَا ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ فِي كُلِّ وَقْتٍ إِلَى زَمَانِنَا لِيُزَارَ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَالتَّبَرُّكُ بِمَشَاهِدِهِ وَآثَارِهِ وَآثَارِ أَصْحَابِهِ الْكِرَامِ فَلَا يَأْتِيهَا إِلَّا أَلَا مُؤْمِنٌ“ (۱۳)

ترجمہ: ”پھر ہمیشہ سے ہمارے زمانے تک ہر پختہ ایمان اور روشن سینہ والا شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کی قبر مبارک کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یادگاروں سے برکت حاصل کرنے کیلئے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرتا تھا، پس مدینہ منورہ میں صرف مؤمن ہی آتا ہے۔“

آثار نبوی کے خلاف نجدی علماء کے ایمان سوز اقدامات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر چودہویں صدی تک مسلمانوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے آثار (یادگاروں) کی بے حد حفاظت کی اور شرق و غرب کے مسلمان ہمیشہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم اور آپ کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی مقدس و متبرک یادگاروں کی زیارت سے برکت و سکون حاصل کرتے رہے ہیں اور یہ آثار اپنے اندر اسلام کی عظیم تاریخ بھی سمیٹے ہوئے ہیں۔

لیکن 1925ء میں نجدی سعودی حکومت نے حجاز مقدس پر قبضہ کرنے کے بعد بے شمار تاریخی مسجدوں، صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کے تاریخی مقامات، تاریخی باغات، تاریخی کنوؤں، اور دیگر یادگاروں کو بڑی بے دردی سے مسمار کر دیا مثلاً: غزوہ خندق کے مقام پر سات تاریخی مساجد (سبع مساجد) مسجد فتح، مسجد سلمان فارسی، مسجد عمر، مسجد ابوبکر، مسجد سعد بن معاذ، مسجد علی، اور مسجد فاطمہ (رضی اللہ عنہم) میں سے تین مساجد مسجد ابوبکر، مسجد علی، اور مسجد سعد بن معاذ کو مکمل طور پر مسمار کر دیا گیا اور اب پتہ چلا ہے کہ باقی چار مساجد کو بھی گرانے کے درپے ہیں اور مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے ایک بڑی مسجد بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ شرعاً جائز نہیں ہے کہ مختلف مقامات سے سات مسجدوں کو شہید کر کے کسی ایک مسجد کی جگہ پر ایک بڑی مسجد بنا کر اس کی تلافی کی جائے۔

..... اسی طرح 2001ء میں طائف کے مقام پر تاریخی ”مسجد محمد الرسول“ کو آگ لگا دی گئی جس کے نتیجے میں مسجد کی چھت جل گئی اور الماریاں اور قرآن مجید بھی جل گئے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مسلمانوں کے پیارے آقا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کو طائف کے کفار نے زخمی کیا تھا۔

..... اسی طرح مسجد حرام سے متصل پہاڑ پر ”مسجد بلال“ تھی، اس جگہ ”شق قمر“ کا معجزہ واقع ہوا تھا، اس مسجد کو مسمار کر کے شاہی

حکمل بنادیا گیا۔ اسی طرح بے شمار تاریخی مکانات، باغات، کنوؤں، اور مقدس یادگاروں کو مسمار کر دیا گیا ہے۔

..... جنت البقیع، جنت المعلیٰ، مقام غزوہٴ احد اور مقام غزوہٴ بدر میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کبار و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو مسمار کر دیا گیا۔

..... 1978ء میں والد رسول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی جگہ کھدائی کرائی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ والد رسول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بلکہ آپ کا کفن مبارک بھی محفوظ اور جسم خوشبودار و تروتازہ تھا۔ (۱۴)

..... رمضان المبارک 1998ء میں والدہ رسول سیدہ کائنات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جو کہ ابواء کے مقام پر ایک پہاڑی کے اوپر واقع تھی بلند و زچلا کر مسمار کر دی گئی۔

..... حال ہی میں ریڈیو تہران اور پاکستان کے قومی اخبارات نے یہ المناک خبر شائع کی ہے کہ سعودی حکومت نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے قریب رسول اللہ ﷺ و علیؑ و سلمہ کی مقدس نشانی آپ کے گھر اور ولادت کی جگہ (جس مقدس عمارت میں آج کل مکتبۃ المکرمۃ کے نام سے ایک لائبریری قائم کی گئی ہے) کو مسمار کر کے فائیسٹار ہٹل اور جبل عمر سکیم کے عنوان سے رہائشی منصوبہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (۱۵)

آثار نبوی کے خلاف ابن باز نجدی کا فتویٰ

سعودی عرب کا مفتی اعظم ابن باز ایک سوال کے جواب میں اپنا عقیدہ رقمطراز کرتا ہے:

السؤال: مَا حُكْمُ الْإِسْلَامِ فِي إِحْيَاءِ الْأَثَارِ الْإِسْلَامِيَّةِ لِأَخِذِ الْعِبَرَةِ مَثَلُ غَارِ ثَوْرٍ غَارِ جِرَاءَ وَحَيْثِيَّتِي أَمْرٌ مَعْبُودُ الْخِ
الْجواب: إِنَّ الْعُنَايَةَ بِالْأَثَارِ عَلَى وَجْهِ الْإِحْتِرَامِ وَالتَّعْظِيمِ يُؤَدِّي إِلَى الشُّرْكِ بِاللهِ الْخ (۱۶)
ترجمہ: سوال: غار ثور، غار حرا، اور (صحابیہ رسول) ام مہد کے خیموں جیسے اسلام کے تاریخی مقامات کو عبرت حاصل کرنے کے لیے باقی رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: بیشک ان آثار نبویہ (نبی علیہ السلام کی نشانیوں) کو احترام اور تعظیم کے ساتھ اہمیت دنیا شرک کی طرف لے جانے والی چیز یعنی ذریعہ شرک ہے۔

کیا آثار نبوی کی تعظیم اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک ہے؟

حیرت ہے کہ ان نجدی علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حبیب امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و علیؑ و سلمہ سے منسوب کپڑوں، برتنوں، پہاڑوں، غاروں، کنوؤں اور دیگر یادگاروں کی زیارت اور تعظیم بغیر کسی دلیل شرعی کے شرک و بدعت ہے حالانکہ روایات صحیحہ و معتبرہ سے ثابت ہے کہ ہدایت کے ستارے حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم رسول اکرم ﷺ کی یادگاروں کی بے حد تعظیم و توقیر کرتے اور ان سے جسمانی امراض کی شفا اور قسم قسم کے فیوض

(۱۴) روزنامہ نوائے وقت 21 جنوری 1978 (۱۵) روزنامہ پاکستان لاہور 20 اگست 2005 - روزنامہ خبریں 24 اگست 2005

(۱۶) فتاویٰ علماء البلد الحرام، فصل حکم احیاء الآثار الاسلامیہ، ص ۱۰۲۴، الطبعہ الاولیٰ ۱۹۹۹

و برکات حاصل کرتے تھے۔

اس موضوع پر ہم چند مزید حوالہ جات پیش کرتے ہیں، جن سے آثار نبوی کی عظمت و برکت روز روشن کی طرح واضح

ہو جاتی ہے۔

آثار نبوی کے بارے صحابہ کرام کا عقیدہ و عمل

..... ﴿ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے چچا حضرت خدائے مہربان نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایک پیالے میں کھانا کھاتے دیکھا تو آپ سے مانگ لیا، پس جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو فرمایا: مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیالہ دو! پس ہم وہ پیالہ آپ کے لئے نکال لائے تو ”فَیَمْلُؤُہَا مِنْ مَّاءٍ رَمَزَہُ فَیَشْرَبُ مِنْہَا وَیَنْصَحُہُ عَلٰی وَجْہِہُ“ (۱۷)

ترجمہ: آپ اس پیالے کو آب زمزم سے بھرتے اس میں سے پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔

..... ﴿ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں مدینہ شریف آیا تو میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی، آپ نے فرمایا:

”إِنِّطَلِقُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَسْقِیْکَ فِی قَدَحٍ شَرِبَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَتُصَلِّیْ فِی مَسْجِدٍ صَلَّی فِیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“

ترجمہ: ”میرے گھر چلو میں تمہیں اس پیالے میں پانی پلاؤں جس سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی پیا

اور تم اس مسجد میں نماز پڑھو جس مسجد میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھی۔“

میں آپ کے ساتھ چلا تو مجھے (اس پیالے میں) ستوپلائے اور کھجوریں کھلائیں اور میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مسجد میں نماز پڑھی۔ (۱۸)

آج اس جذبہ سے جب مسلمان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نماز پڑھنے کی جگہوں مثلاً غار حراء، غار ثور، اور دیگر منسوب مقامات کی زیارت کرنے اور وہاں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں تو نجدی علماء مسلمانوں کے اس عمل کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت گاہوں اور منسوب مقامات کی زیارت کرنا اور وہاں نماز پڑھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سنت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِنَّا لَنَجْزِیْہُمْ مِنْ مَّقَامٍ اَبْرَہِیْمَ مُصَلِّی“ (۱۹)

ترجمہ: ”اور تم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب پتھر کو (طواف کعبہ کے بعد) جائے نماز بناؤ۔“

..... ﴿ حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں: میں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ راستے میں چند مقامات کو تلاش

کرتے اور وہاں نماز پڑھتے اور بتاتے:

”إِنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَإِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ“ (۲۰)

ترجمہ: ”ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان مقامات میں نماز پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔“
..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ان کی والدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

”أَنْ يَأْتِيَهَا فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهَا فَتَتَّخِذَهُ مُصَلًّى“ (۲۱)

ترجمہ: ”آپ ان کے گھر تشریف لا کر ان کے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ ہم اس جگہ کو جائے نماز بنالیں۔“
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں (حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے ایک چٹائی پر پانی چھڑکا، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔
اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں اور جو جگہ آپ سے منسوب ہو جائے وہ جگہ مبارک ہو جاتی ہے اور ایسے مقامات کو جائے نماز بنانا سنت صحابہ ہے۔
..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گرتا اتار کر انہیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے، جب قبر پر مٹی برابر کر دی گئی تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم نے آپ کو وہ عمل کرتے دیکھا جو آپ نے کسی کے ساتھ نہ کیا تو فرمایا:

”إِنِّي أَلْبَسْتُهَا قَبِيصِي لِتَلْمَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاصْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا لِيَخْفَفَ عَنْهَا

مِنْ صَغُطَةِ الْقَبْرِ إِنَّهَا كَانَتْ أَحْسَنَ خَلْقِي اللَّهُ إِلَيَّ صَنِيعًا بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ“ (۲۲)

ترجمہ: ”بیشک میں نے انہیں اپنا گرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے دبانی میں اس سے تخفیف کروں، یہ ابوطالب کے بعد خلق خدا میں سب سے زیادہ میرے ساتھ نیک سلوک کرنے والی تھی۔“
..... صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا

”أَشْعِرُهَا إِيَّاهُ“ (۲۳)

ترجمہ: ”اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔“

..... حضرت قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۲۰) صحیح بخاری، باب المساجد التي على طرق المدينة، الرقم: ۲۸۳ (۲۱) سنن النسائي، باب الصلوة على الحصى، الرقم: ۴۴

(۲۲) المعجم الاوسط، الرقم: ۶۹۳۵ - مجمع الزوائد، باب مناقب درة بنت أبي لهب، الرقم: ۱۵۳۰۰ (۲۳) صحیح بخاری، باب غسل الميت، الرقم: ۱۲۵۳

”رَوَى ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ“ (۲۴)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ وہ اپنا ہاتھ منبر پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھتے پھر اسے (یعنی ہاتھ کو) اپنے چہرے پر رکھتے۔“

..... ﴿حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو ایک چادر عطا فرمائی تو
”فَأَشْتَرَاهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ وَلَدِهِ فَهِيَ الَّتِي يَلْبَسُهَا الْخُلَفَاءُ فِي الْأَعْيَادِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے خرید لی اور یہ وہ چادر ہے جسے (بعد میں) خلفاء عیدوں (اور اہم تہواروں کے موقع) پر پہنا کرتے تھے۔“

آثار نبوی سے برکت کے حصول کیلئے صحابہ کی وصیتیں

..... ﴿ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وصیت:

حضرت محمد ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَوْصَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ أَنْ تُحْمَلَ عَلَى سَرِيرٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۲۶)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی چار پائی پر رکھ کر (جنازہ و تدفین) کے لیے اٹھایا جائے۔

..... ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

”حضرت ابو اہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خوشبو تھی، فرمایا:

”فَأَوْصَى أَنْ يُحْتَضَبَ بِهِ وَهُوَ فَضْلٌ حَنْوُطُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۲۷)

ترجمہ: ”اس خوشبو کے ساتھ میرے کفن کو معطر کیا جائے۔ یہ خوشبو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کو لگائی گئی خوشبو سے بچی ہے۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

”لَمَّا خَصَرَتْهُ الْوَقَاةُ أَوْصَى أَنْ يُكْفَنَ فِي قَبِينِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَسَاهُ إِيَّاهُ وَأَنْ يُجْعَلَ مِمَّا يَلِي جَسَدَهُ وَكَانَ عِنْدَهُ قِلَاصٌ أَطْفَارِ رَسُولِ اللَّهِ فَأَوْصَى أَنْ تُسْحَقَ

وَتُجْعَلَ فِي عَيْنَيْهِ وَقَبِهِ وَقَالَ افْعَلُوا ذَلِكَ وَخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ أَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ“ (۲۸)

(۲۴) الشفاء: الفصل السابع: اعزاز ماله من صلة بالنبي، ج ۴، ص ۱۲۶ - تاريخ دمشق، ج ۲۲، ص ۱۸۲

(۲۵) شرح الزرقاني على المواهب، باب هدم صنم طي، ج ۳، ص ۶۲ - الاصابية في تمييز الصحابة، فصل: كعب بن زهير، ج ۵، ص ۴۴

(۲۶) المستدرک، باب ذکر زینب بنت جحش، الرقم: ۶۴۶۵ ج ۴، ص ۲۵ (۲۷) المستدرک، کتاب الجنائز، الرقم: ۱۳۳۴ - سنن الكبرى للبيهقي، الرقم: ۶۴۰۶

(۲۸) اسد الغابة في معرفة الصحابة، فصل معاوية بن صغرين ابي سفيان ۵/۲۰۱

ترجمہ: ”جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا وصیت فرمائی کہ انہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عطا فرمائی تھی، اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے، ان کے پاس حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کر کے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں۔ فرمایا یہ کام انجام دینا اور مجھے اَوْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کے سپرد کر دینا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وصیتیں:

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پسینہ مبارک سے ملی ہوئی خوشبو تھی:

”أَوْصَىٰ إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنْوِطِهِ مِنْ ذَلِكَ السَّلْتِ“ (۲۹)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اس خوشبو کو میری حنوط میں شامل کیا جائے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عصا مبارک تھا، آپ نے وصیت کی کہ یہ عصا مبارک میری قبر میں رکھا جائے چنانچہ

”قَدْ فَنَنْتَ مَعَهُ بَيْنَ جَنْبَيْهِ وَقَبْرِیْهِ“ (۳۰)

ترجمہ: ”وہ عصا مبارک آپ کی قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کیا گیا۔“

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی وصیت:

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا عصا مبارک عطا فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ یہ میرے کفن میں رکھا جائے چنانچہ

”قَضَيْتُ مَعَهُ فِي كَفْنِهِ ثُمَّ دُفِنَا جَمِيعًا“ (۳۱)

ترجمہ: وہ عصا مبارک آپ کے کفن میں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔

حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے درخواست کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اپنی قمیص میں دفن کرنا، چنانچہ

”فَكَفَّنْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قَمِيصِهِ“ (۳۲)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنی قمیص میں کفن دیا۔“

ضروری نوٹ: موئے مبارک کے تبرکات کے بارے میں روایات ہم نے مقالہ ”انبیاء کے تبرکات اور موئے مبارک کی عظمت و برکت“ میں تحریر کر دیئے ہیں، وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔

(۲۹) صحیح بخاری، باب من زار قومًا فقال عندہم، الرقم: ۶۲۸۱ (۳۰) اسد الغایۃ فی معرفۃ الصحابۃ، فصل انس بن مالک ۱/۲۹۳

(۳۱) مسند احمد، الرقم: ۱۶۰۴۶ - صحیح ابن حبان، الرقم: ۶۱۶۰ (۳۲) مجمع الزوائد، باب الولید بن الولید، الرقم: ۱۶۰۶۶ - المعجم الکبیر، الرقم: ۴۱۰، ج ۲۲، ص ۱۵۲

درس حدیث

بدعت کی حقیقت اور اقسام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (۱)

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے اس کام (دین) میں ایسی نئی چیز پیدا کرے جو اس (دین) میں سے نہ ہو تو وہ مردود (غیر مقبول) ہے۔“

حدیث کا مفہوم:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں پیدا ہونے والی ہر اس نئی چیز کو مردود فرمایا جو دین میں سے نہ ہو۔ دین میں سے نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نئی چیز دلائل شرعیہ میں سے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو بلکہ دلائل شرعیہ میں سے کسی ایک کے مخالف یا کسی حکم شرعی میں تبدیلی پیدا کر دینے والی ہو۔ دلائل شرعیہ سے مراد ہے:

- 1- ﴿.....﴾ کتاب اللہ۔
 - 2- ﴿.....﴾ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہاں سنت سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو امت کیلئے قابل عمل ہیں)۔
 - 3- ﴿.....﴾ اجماع امت (کسی مسئلہ کے حکم پر فقہائے اسلام کی آراء کا متفق ہو جانا)۔
 - 4- ﴿.....﴾ قیاس شرعی (قیاس شرعی یہ ہے کہ شرع شریف میں کسی مسئلہ میں کسی علت کی بنیاد پر حکم موجود ہو لیکن کسی دوسرے مسئلہ میں حکم موجود نہ ہو اور اس مسئلہ میں بھی وہی علت پائی جاتی ہو تو کوئی مجتہد عالم اس دوسرے مسئلہ میں بھی وہی حکم بیان کر دے۔ جیسا کہ ہزاروں نئے مسائل میں فقہائے اسلام نے اجتہاد کر کے احکام بیان فرمائے)
- حدیث بالا سے واضح ہو گیا کہ دین میں نئی پیدا کی گئی ہر چیز مردود نہیں ہے، ”مردود“ وہ نئی چیز ہے جس کی دلیل شرع شریف میں موجود نہ ہو بلکہ وہ نئی چیز دین سے متصادم ہو یا دین میں تغیر و تبدل پیدا کر دینے والی ہو۔ چنانچہ شارح مشکوٰۃ محدث ملا علی قاری لکھتے ہیں:

”قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا أَحْدَثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ أَوِ السُّنَّةَ أَوْ الْأَثَرِ أَوْ إِلَّجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ وَمَا أَحْدَثَ مِنَ الْغَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُومٍ“ (۲)

(۱) صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلة، الرقم: ۱۶۱۸ - سنن ابن ماجہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ، الرقم: ۱۳

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۳۱۔

ترجمہ: ”امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو نئی چیز پیدا کی جائے جو کہ کتاب اللہ، سنت رسول یا آثارِ صحابہ یا اجماع امت کے مخالف ہو تو وہ گمراہی ہے اور جو اچھی نئی چیز پیدا کی جائے جو ان (دلائل شریعہ) میں سے کسی ایک کے مخالف نہ ہو تو وہ بُری نہیں۔“

ابتدائے مضمون میں بیان کی گئی حدیثِ بدعت اور اس کے اقسام و احکام کی اصل ہے لہذا ہم بدعت کی حقیقت اور اقسام پر مختصر گفتگو کرتے ہیں۔

بدعت کی حقیقت اور اقسام

بدعت کا معنی ”ایجاد“ اور ”نئی چیز“ ہے۔ جبکہ شرع شریف میں بدعت کا معنی ہے: ”ایسی نئی چیز جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظاہری زمانہ میں نہ ہو۔“ پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں:

- 1۔..... بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت)

- 2- ﴿..... بدعتِ سیئہ (بری بدعت)﴾

بدعت کی یہ دونوں قسمیں صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا..... وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“ (٣)

ترجمہ: ”جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اس کیلئے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی۔۔۔۔۔ اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والے کا گناہ بھی۔“

بدعت کی یہ تقسیم بڑے بڑے محدثین و فقہاء جیسے علامہ بدر الدین عینی (۴)، علامہ ابن حجر عسقلانی (۵)، امام جلال الدین سیوطی (۶)، امام نووی (۷) رحمہ اللہ عینم نے بھی کی ہے۔

..... نیز غیر مقلدین کے محمد شوکانی نے ”نیل الاوطار“ میں، (۸)

غیر مقلدین کے نواب وحید الزمان نے ”ہدیۃ المہدی“ میں، (۹)

..... ﴿۱۰﴾ دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے ”خطبات میلاد النبی“ میں بیان کی ہے، (۱۰)

..... ﴿ہدیۃ المہدی﴾ میں یہی تقسیم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔ (۱۱)

(٣٢) صحيح مسلم، باب البحث علم الصدقة ولو بشق تمرة، الرقم: ١٠١٤ - حاشية ترمذی، باب ما جاء فيمن دعا إلى هدى فاتمه، الرقم: ٢٦٦٥

(۴) عمدة القاری، باب فضل من قام رمضان، زیر بحث حدیث نمبر: ۹۰۰۲ (۵) فتح الباری، باب فضل من قام رمضان، زیر بحث حدیث نمبر: ۹۰۰۲

(٦) الحاوي للفتاوى، باب حسن المقصد في عمل المولد، ج ١، ص ٢٢٥ (٤) تهذيب الاسماء واللغات، باب الباء، ج ٣، ص ٢٢

(۸) نیل الاوطار، باب صلوة التراویح، ج ۳، ص ۶۵ (۹) بدیة المہدی، باب بدعات کی اقسام، ص ۲۰۷

(۱۰) خطبات میلاد النبی، باب فرق بدعت و سنت، ص ۸۰ (۱۱) بدیة المہدی، باب بدعات کی اقسام، ص ۲۰۶

بدعت حسنہ

وہ نیا مسئلہ جس کی اصل دلائل شرعیہ میں موجود ہو جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک جماعت کے ساتھ نماز تراویح کا حکم دیا اور اس کے بعد جب لوگوں کو ایک جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھتے دیکھا تو خوش ہوئے اور فرمایا:

”نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”یہ اچھی بدعت ہے۔“

ایسے ہی قرآن مجید کا کتابی صورت میں جمع کرنا، قرآن پاک کے الفاظ پر حرکات و سکنات لگانا، قرآن پاک کے مختلف زبانوں میں ترجمے کرنا، حاشیے اور تفاسیر لکھنا، حدیث اور علوم دینیہ کی ہزاروں کتابیں، دینی تعلیم کیلئے نصاب مقرر کرنا، مسجدوں میں مینار بنانا، تبلیغ دین کے جدید طریقے، محافل میلاد، گیارہویں شریف، ختم قل وچہلم اور ایصال ثواب کی دیگر محافل ذکر و فکر و مجالس اصلاح و ارشاد، اور ہزاروں نئے دینی کام ”بدعت حسنہ“ ہیں، جن میں سے بعض واجب، بعض مستحب اور بعض مباح کا درجہ رکھتے ہیں۔

لہذا ہم کہتے ہیں:

- ﴿اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ پڑھنا صحیح ہے، کیونکہ اس کی اصل (نماز میں ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ (۱۳) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ”یَا مُحَمَّدًا“ (۱۴) دین میں موجود ہے۔
- ﴿اسی طرح اذان میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا صحیح ہے، کیونکہ اس کی اصل، مطلق تعظیم رسول کے احکام شرعیہ (۱۵) اور اس کا سنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونا دین میں موجود ہے۔ (۱۶)
- ﴿محافل میلاد منعقد کرنا صحیح ہے، کیونکہ اس کی اصل (خود اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں انبیائے کرام کی ولادت کا ذکر کرنا (۱۷) دین میں موجود ہے۔
- ﴿اسی طرح ختم گیارہویں، ختم قل وچہلم اور دیگر ختم جائز ہیں، کیونکہ ان کی اصل (دعائے مغفرت، ایصال ثواب، تلاوت قرآن، نعت خوانی، وعظ و نصیحت اور ذکر و فکر وغیرہ) دین میں موجود ہے۔
- ﴿قرآن مجید کا ترجمہ لکھنا جائز ہے اگرچہ عمل نبوی و عمل صحابہ کرام سے ثابت نہیں، کیونکہ اس کی اصل (یعنی تعلیم قرآن (۱۸) دین میں موجود ہے۔

یاد رہے! چونکہ بدعت حسنہ کی اصل شرع شریف میں موجود ہوتی ہے لہذا بدعت حسنہ درحقیقت سنت الاسلام ہے کیونکہ سنت کا ایک معنی شریعت اسلامیہ بھی ہے اور بدعت حسنہ کی اصل شریعت میں موجود ہوتی ہے۔

(۱۲) صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان، الرقم: ۲۰۱۰ (۱۳) صحیح بخاری، باب التشہد فی الآخرۃ، الرقم: ۸۴۱۰

(۱۴) البدایۃ والنہایۃ، باب مقتل مسیلمۃ الکذاب، ج ۶، ص ۳۵۴ (۱۵) سورۃ فتح: ۹ - سورۃ حشر: ۴

(۱۶) موضوعات کبیر، حدیث نمبر: ۳۴۵، ص ۶۳ (۱۷) سورۃ مریم: ۳۰ (۱۸) سورۃ مزمل: ۴۰

نشانی کیا ہے؟ چنانچہ اس آیت میں اس نشانی یعنی اس مقدس صندوق کا ذکر ہے۔ اس صندوق میں انبیاء کی تصویریں تھیں، الواحِ تورات کے ٹکڑے، نعلین و عصائے موسیٰ علیہ السلام، عمامہ و عصائے ہارون علیہ السلام اور تھوڑا سا ”صن“ تھا (۲)۔

اس مقدس صندوق کے بارے علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

”كَانَ مَوْصِي عَلَىٰ سَلَامُهُ إِذَا قَاتَلَ قَدَّمَهُ فَتَسَكَّنُ نَفْسُ بَنِي إِسْرَآءِيلَ وَلَا يَفِرُّونَ“ (۳)

ترجمہ: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قتال کرتے تو اس صندوق کو آگے رکھتے تو بنی اسرائیل کے دلوں میں سکون و ثبات پیدا ہوتا اور وہ پیڑھ نہ پھیرتے۔“

چنانچہ بنی اسرائیل میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے گناہوں کی بہتات کی اور اس تبرکات والے مقدس صندوق کی تعظیم ترک کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک کافر قوم عمالقہ کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا۔ عمالقہ نے بنی اسرائیل کو فلسطین سے نکال دیا اور ان سے یہ صندوق چھین کر لے گئے۔

آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت شموئیل علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ فرشتے اس تبرکات والے مقدس صندوق کو جلوس کی صورت میں انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ اٹھا کر لائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح عطا فرمائی۔ طالوت کے بعد ان کے داماد حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ صرف روئے زمین کے انسانوں بلکہ جنوں اور بحر و بر کے جانوروں اور ہواؤں کی بادشاہی عطا فرمائی گئی۔

آثار و تبرکات کی عظمت و برکت

اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات (لباس، جوتے، عصا وغیرہ) والے صندوق کو اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اس صندوق میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے سکون ہے۔ اس سے انبیاء کرام و اولیائے عظام کے آثار و تبرکات کی عظمت و فضیلت اور ان سے سکون و برکت حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے۔

﴿.....﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب پتھر ”مقام ابراہیم“ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی“ (۴)

ترجمہ: ”اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔“

﴿.....﴾ اسی طرح حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یادگار پہاڑیوں صفا و مروہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ“ (۵)

ترجمہ: ”پیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔“

﴿.....﴾ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بدعتِ سیئہ

وہ نئی چیز جس کی اصل اور دلیل شریعت میں موجود نہ ہو۔ یعنی وہ کسی عمومی قاعدے یا دلیل خصوصی سے ثابت نہ ہو سکے بلکہ اس سے کسی حکم شرعی کا خلاف ہوتا ہو اور اس کا پیروکار اسے دین اور شریعت کا حصہ قرار دے۔

لہذا بدعتِ سیئہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کے پائے جانے سے کسی حکم شرعی اور سنت اسلام کو نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَا أَحَدَتْ قَوْمٌ بِدْعَةٍ إِلَّا رُفِعَ مِنْهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ إِحْدَاثٍ بِدْعَةٍ“ (۱۹)

ترجمہ: ”جو قوم کوئی بدعت (سیئہ) ایجاد کرے تو اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے، پس سنت کو تھامنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔“ اس کی مثال:

..... جیسا کہ آج کل جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ اور دیگر کئی قبرستانوں میں نجدیوں نے پختہ قبریں تعمیر کی ہوئی ہیں، مردوں پر زہریلے کیمیکل ڈال کر جلا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو پگلے ہوئے مردوں کی راکھ اور جلی اور گلی ہوئی ہڈیاں قبروں سے باہر نکال پھینکتے ہیں، یہ سارا اسلام شکن عمل حرین شریفین میں قابض نجدی علماء کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ نجدیوں کا یہ برا عمل دلائل شریعہ سے کسی طرح بھی ثابت نہیں بلکہ مردوں کو جلا کر راکھ کر دینا ہندوؤں اور سکھوں کا طریقہ ہے، یہ اسلام شکن عمل مردوں کی سخت توہین و تذلیل ہے، جبکہ احادیث میں مسلمانوں کے مردہ اجسام کا بھی احترام کرنے کا حکم ہے۔

عقائد میں بدعتِ سیئہ کی مثال

..... جیسا کہ شاہ اسماعیل دہلوی کا کہنا:

”اور (نماز میں) پیر و مرشد اور بڑی ہستیوں اگرچہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف خیال لے جانا اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی گنا زیادہ بُرا ہے۔“ (الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ)

حالانکہ نماز میں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ اور ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ“ جیسے الفاظ سے خیال ضرور بالضرور بارگاہِ نبوی کی طرف جاتا ہے۔ لہذا ان کا یہ عقیدہ سنت سے متصادم، بارگاہِ نبوی میں گستاخی ہونے کی وجہ سے بدترین بدعتِ سیئہ ہے۔ جبری، قدری، معتزلی، مرزائی، پرویزی وغیرہ وغیرہ تمام باطل فرقوں کے عقائد باطلہ بدعتِ سیئہ ہیں اور یہ تمام فرقے بدعتی ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ ان لوگوں کے سینکڑوں عقائد میں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور محبوبانِ خدا کی کھلی توہین و تنقیص پائی جاتی ہے اور ان کے تمام گستاخانہ عقائد قرآن و سنت سے شدید متصادم اور بدترین بدعت ہیں، اپنے عقائد باطلہ سے توجہ ہٹانے کے لئے اہلسنت و جماعت کے پاکیزہ معمولات مثلاً میلاد شریف، ختم گیارہویں شریف اور اعراسِ بزرگانِ دین کو بدعت قرار دے کر صوفیائے اسلام اولیائے امت اور ان کے پیروکار اہلسنت اہل جنت کو بدعتی کی گالی دیتے ہیں اور بدعت کی غلط تعریف کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

کیا ہر جائز کام کو عمل نبوی و عمل صحابہ کرام سے ثابت کرنا ضروری ہے؟

میلادِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ختم گیارہویں اور دیگر وہ پاکیزہ پروگرام جو باطل فرقوں کے مزاج کے موافق نہیں کے بارے میں وہ عامۃ المسلمین کو دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں میلاد اور ختم گیارہویں کے پروگرام چونکہ ہو بہو اسی مخصوص انداز میں عمل نبوی و عمل صحابہ کرام سے ثابت نہیں لہذا بدعت ہیں۔ گویا ان کے نزدیک بدعت وہ ہے جو عمل نبوی و عمل صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو سکے اور دلائل شرعیہ صرف عمل نبوی و عمل صحابہ کرام میں محدود ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے یہ لوگ بدعت کی تعریف میں خیانت کرتے ہیں اور عمل نبوی و عمل صحابہ کرام کے علاوہ دیگر دلائل شرعیہ: قرآن مجید، اقوال نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، سکوت نبوی، اجماع امت، قیاس شرعی اور فقہائے اسلام کے لاکھوں اجتہادات کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں جو کہ خیانت اور جھوٹ کی انتہا ہے۔

اس کا لازمی جواب یہ ہے کہ جشن میلادِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور گیارہویں شریف جس کی اصل شرع شریف میں موجود ہے، اگر بدعت ہیں تو پھر قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں ترجمے، حاشیے، کتب تفاسیر، کتب احادیث، دینی مدارس کے نصاب اور تعلیم و تبلیغ کے سینکڑوں جدید انداز بھی تو عمل نبوی و عمل صحابہ سے ثابت نہیں ہیں۔ تو پھر کیا ان نئی چیزوں کو اپنانے والی ساری امت بدعتی قرار پائے گی؟ اور کیا الزام لگانے والے بے وقوف خود بدعتی ہونے سے بچ سکیں گے؟

میلاد شریف اور گیارہویں شریف کے پاکیزہ پروگراموں سے اختلاف کی اصل وجہ شانِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور شانِ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ عَلَیْہِم سے بغض و عناد ہے، وگرنہ ان پروگراموں کے دلائل شرع شریف میں موجود ہیں اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ پروگرام مستحب ہیں اور بدعتِ سیئہ کا ان پر کسی طرح بھی اطلاق ممکن نہیں۔

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ صرف عمل نبوی دلیل شرعی نہیں بلکہ قرآن مجید، حدیث نبوی (اقوال، افعال اور سکوت نبوی)، اجماع امت اور قیاس شرعی دلائل شرعیہ ہیں۔ جو مسئلہ ان دلائل میں سے کسی دلیل سے بھی ثابت ہو جائے تو وہ جائز و مشروع ہے۔ فقہائے اسلام رَحِمَہُمُ اللہُ عَلَیْہِم نے ہزاروں لاکھوں نئے مسائل جو صریحاً قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ثابت نہیں وہ قیاس شرعی کے ذریعے استنباط کئے اور آج تک کسی نے فقہاء پر بدعتی ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا۔

یاد رہے کہ عام طور پر قیاس نئی صورتوں اور جدید مسائل میں ہی ہوتا ہے، جیسا کہ جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد وغیرہا کتب احادیث میں ہے کہ

”حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم اور قاضی مقرر فرمایا تو پوچھا: کیسے فیصلہ کرو گے؟ آپ نے عرض کیا: کتاب اللہ سے۔ فرمایا: اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ عرض کیا: سنت رسول سے۔ فرمایا: اگر سنت رسول اللہ میں نہ پاؤ؟ تو عرض کیا:“

أَجْتَهَدُ رَأْيِي، وَلَا أُلُوْ (۲۰)

ترجمہ: ”میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔“

تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ہر شائے خیر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے اپنے رسول کے بھیجے ہوئے کو اس چیز کی توفیق دی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔“

اس حدیث میں غور کرنے سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ جن چیزوں کا حکم شرعی قرآن و سنت سے نہ ملے تو اجتہاد کے ذریعے انہیں حل کیا جاتا ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ صرف عمل نبوی دلیل نہیں، ہزاروں کام جو عمل نبوی سے ثابت نہیں وہ بھی جائز ہو سکتے ہیں۔

کیا جشن میلاد اور ختم کیلئے تاریخ مقرر کرنا دین میں اضافہ ہے؟

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان اقدس اور سیرت طیبہ بیان کرنے یا حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم دلانے کیلئے تاریخ مقرر کی جائے تو کچھ لوگ تاریخ مقرر کرنے کو بھی بدعت اور دین میں اضافہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ خود اپنے تعلیمی و تبلیغی پروگراموں اور جلسوں کے لیے تاریخ، وقت اور ٹائم مقرر کرتے ہیں، تو کیا پھر یہ لوگ بدعت اور دین میں کمی بیشی کا ارتکاب نہیں کرتے ہیں؟

اس الزامی جواب کے بعد تحقیقی جواب یہ ہے کہ جن عبادات کا وقت شریعت میں مقرر کر دیا گیا ہے جیسا کہ رمضان کا روزہ وغیرہ ان کا وقت آگے پیچھے کرنا یقیناً دین میں کمی بیشی اور بدعتِ سیئہ ہے اور جن عبادات کا وقت شریعت نے مقرر نہیں کیا جیسے تعلیم دین، تبلیغ اسلام، دعا و ایصالِ ثواب، نکاح مسنون، درود شریف، ذکر میلاد تو ایسے امور خیر کا وقت مقرر کرنا بندوں کیلئے جائز ہے۔

..... جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث ہے:

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے وعظ و تبلیغ کیلئے جمعرات کا دن مقرر کیا ہوا تھا۔“ (۲۱)

اور کسی صحابی نے اسے دین میں بدعت قرار نہیں دیا گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے اس امر پر اجماع قائم ہو چکا تھا کہ بندے امور خیر کیلئے وقت مقرر کر سکتے ہیں۔

”کُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ“ (ہر بدعت گمراہی ہے) کا مفہوم

فریق مخالف سب سے زیادہ درج بالا حدیث کا غلط مفہوم بیان کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی، حدیث کی رو سے ہر بدعت گمراہی ہے اور جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ دین میں اگر ہر نئی چیز بدعتِ سیئہ و گمراہی ہے تو پھر ان لوگوں پر لازم ہے کہ مساجد، مدارس اور تعلیم و تبلیغ کے جدید انداز ختم کر دیں، قرآن پاک کے ترجمے اور تفسیر وحدیث کی لاکھوں کتابیں ختم کر دیں، نیز اپنی تنظیموں، مدرسوں، مسجدوں اور تبلیغی پروگراموں کے نئے نام جو عمل نبوی و عمل صحابہ کرام سے ثابت نہیں بھی ختم کر دیں اور اپنی تبلیغ پر غرور عمل کر کے دکھائیں اور صرف وہی کام کریں جو عمل نبوی و عمل صحابہ سے ثابت ہیں۔

اگر لوگ ان باطل فرقوں سے یہ سوالات برسرِ عام اجتماعات میں پیش کریں تو انشاء اللہ بدعت کا غلط مفہوم بیان کرنا چھوڑ دیں گے اور ایک بڑا فتنہ ختم ہو جائے گا۔

اور اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حدیث بالا ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ کے متعلق محدثین اور شارحین حدیث کا اجماع ہے

کہ اس سے بدعت سیئہ مراد ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْمُحَدَّثَاتُ الْبَاطِلَةُ وَالْبِدْعُ الْمَذْمُومَةُ“ (۲۲)

ترجمہ: ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ بیشک اس سے مراد محدثاتِ باطلہ اور بری بدعت مراد ہے۔

لہذا حدیث کا معنی یہ ہے: ”ہر بری بدعت گمراہی ہے۔“

کیونکہ ان الفاظ سے پہلے ”فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ“ کے الفاظ ہیں جن کا معنی ہے ”دین میں ایسی پیدا کی ہوئی ہر وہ

چیز (جس کی اصل و دلیل دین میں نہیں) بدعت ہے اور ہر ایسی بدعت یعنی بدعت سیئہ، گمراہی ہے۔“

علمائے نجد اور ان کے حامیوں سے چند سوالات

دنیا بھر سے مسلمان جب حج و عمرہ اور زیارت نبوی کے لئے حرمین شریفین کی حاضری دیتے ہیں تو حرمین شریفین پر 1925ء سے قابض نجدی فکر کے علماء تقریروں، تحریروں اور کیسٹوں کے ذریعے اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صوفیائے اسلام اور اولیائے امت رحمہ اللہ علیہم سے جو امور ثابت ہیں مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور دیگر محبوبانِ خدا کا وسیلہ اختیار کرنا، آثار رسول و آثار آل و اصحاب کی تعظیم اور ان سے برکت حاصل کرنا کو شرک و کفر قرار دے کر صوفیائے اسلام اور امت مسلمہ کو کھلے لفظوں میں مشرک و کافر قرار دیتے ہیں اور حرمین شریفین میں دنیا بھر کے کسی بڑے سے بڑے سنی عالم دین کو اجازت نہیں کہ وہ نجدی علماء کو اس اسلام شکن تبلیغ کا دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب دے سکے۔ میں نے اپنے مضامین

..... تتمہ اباحت کلمۃ الاسلام

..... حاضری بارگاہ نبوی اور توسل کی شرعی حیثیت

..... آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت

میں علمائے نجد کی تمام خرافات کا ابطال کر دیا ہے اب میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ علمائے نجد اور ان کے حامیوں سے درج ذیل سوالات کریں:

سوال نمبر 1:

”مسلمان اموات“ کو پورے احترام کے ساتھ دفن کر کے قبور کی حفاظت شعائر اسلام سے ہے جبکہ مردوں کو آگ سے جلانا ہندوؤں اور کئی دیگر کفار کا طریقہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں رہنے والے اکثر مسلمان، حج اور عمرہ کے اکثر زائرین جانتے ہیں کہ جنت المعلیٰ قبرستان میں دفن کئے جانے والے حاجیوں اور زائرین کے اجسام کو گٹر نما پختہ قبور میں زہریلے کیمیکلز سے جلادیا جاتا ہے پھر چند ہفتوں کے بعد پختہ قبروں کی صفائی کر دی جاتی ہے اور جنت البقیع کے نئے حصے میں بھی کچی قبروں میں مردوں کو زہریلے کیمیکلز سے جلادیا جاتا ہے اور پھر گہری ہلوں والے ٹریکٹر چلا کر اگر کوئی جلی ہوئی ہڈی باقی رہ جائے تو اسے پھینک دیا جاتا ہے اور پلاٹوں کو پھر سے قبروں کے لئے تیار کر دیا جاتا ہے۔

..... علمائے نجد اپنے اس ہندوانہ عمل کی دلیل شرعی پیش کریں؟؟؟

..... اور اگر یہ الزام غلط ہے تو سعودی عرب کے بادشاہ یا مفتی اعظم کسی ٹی وی پر اس الزام کی تردید کریں اور ہمیں اپنے اس دعویٰ پر گواہیاں پیش کرنے کا موقع دیں۔

سوال نمبر 2:

نجدی علماء نے 2001ء میں طائف میں تاریخی مسجد ”مسجد محمد رسول“ (جہاں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زنجی حالت میں بیٹھے تھے) کو آگ لگا کر جلا دیا تھا، جبل ابی قیس پر مسجد ہلال (جس جگہ معجزہ شقِ قمر ہوا تھا)، مقام غزوہ خندق پر تاریخی سبع مساجد میں سے ”مسجد ابو بکر صدیق“، ”مسجد علی“ اور بعض دیگر مساجد کو مسمار کر دیا ہے اور ”مسجد ابو بکر صدیق“ جو دو تابعین سے بنی ہوئی تھی کو مسمار کر کے کارپارنگ بنادی ہے اسی طرح ان گنت مساجد جو کہ آثارِ رسول اور آثارِ صحابہ میں سے ہیں کو مسمار یا ضائع کر دیا گیا ہے۔

..... نجدی علماء اور ان کے حامیوں کو چیلنج ہے کہ دنیا کے کسی ٹی وی پر ان مساجد کو مسمار کرنے اور ضائع کرنے کے موضوع پر مناظرہ کر لیں کہ ان کے پاس اس اسلام شکن کام کی دلیل شرعی کیا ہے؟ ”قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“

سوال نمبر 3:

..... نجدی علماء نے اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تاریخی مکان جہاں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم 28 سال اقامت پذیر رہے اور ابن رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا تمام اولادِ نبی کی ولادت اسی گھر میں ہوئی اور 13 سال تک اس گھر جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے رہے کو مسمار کر کے وہاں لیٹرینیں بنادی گئی ہیں۔

..... اسی طرح بیت ام بانی رضی اللہ عنہا جہاں سے سفرِ معراج کا آغاز ہوا تھا کے مقام پر بھی لیٹرینیں بنائی گئی ہیں۔

..... رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تاریخی مدرسہ دارالرقم مسمار کر دیا گیا ہے۔

..... اسی طرح رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پسندیدہ کنواں بزرگ اسمیت ان گنت آثارِ نبوی و آثارِ اصحاب کو مسمار کر دیا گیا ہے۔

..... جبکہ دشمن رسول کعب بن اشرف یہودی کے قلعے کو جو کہ مشرقِ مدینہ منورہ میں ہے کے ارد گرد دیوار بنا کر اسے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے پولیس تعین کی گئی ہے اور درعیہ ریاض میں محمد بن عبد الوہاب نجدی اور محمد بن سعود کی یادگاروں ختی کہ ان کے جانوروں کی سنگلیوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

نجدی علماء اور ان کے حامیوں سے سوال ہے کہ

13 صدیوں تک امتِ مسلمہ نے جن آثارِ نبوی اور آثارِ صحابہ و اہل بیت کو محفوظ رکھا اور آثارِ نبوی سے برکت و سکون حاصل کرتے تھے۔

..... کیا تیرہ سو سال صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے لے کر 1925ء تک امتِ مسلمہ شرک کرتی رہی ہے؟

..... ان مقدس مقامات کو نہ صرف مسمار کرنے بلکہ بعض پڑٹی خانے بنانے کی تمہارے پاس کیا دلیل شرعی ہے؟

..... کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ تمہیں یہود اور اپنے بڑوں کی یادگاریں، حبیب خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یادگاروں سے زیادہ عزیز ہیں؟

..... تم یہودی نواز ہو اور تم نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ کبار رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کی یادگاروں کو مٹا کر یہودیوں کو خوش کیا ہے اور یہودیوں کی طرف سے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ کبار سے بدلہ لیا ہے۔؟

سوال نمبر 4:

علمائے نجد نے جبلِ نور جس پر تاریخی غار حرا ہے کے دامن میں سائن بورڈ پر لکھا ہے کہ
”اس جگہ نماز ناجائز ہے“

جبکہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

”جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا“ (۱)

ترجمہ: ”میری وجہ سے ساری زمین کو نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا۔“

..... علمائے نجد بتائیں کہ اُن کے پاس کون سی دلیل شرعی ہے جس کی رو سے غار حرا میں نماز ناجائز ہے۔؟

سوال نمبر 5:

علمائے نجد سے سوال ہے کہ تم سعودی حکومت کا آئینی طور پر ایک حصہ ہو، تم نے عرب مقدس میں متعدد یہود و نصاریٰ کی چھاؤنیاں قائم کی ہوئی ہیں اور تم نے حرمین شریفین اور دیگر عرب مقدس کے علاقے امریکی فوج کی کمان میں دے رکھے ہیں اور تم امریکی افواج کو وسیع پیمانے پر خنزیر کا گوشت اور شراب مہیا کرتے ہو اور ریاض سمیت کئی شہروں میں خنزیر کا گوشت کھلے عام فروخت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے علاوہ جدہ سمیت بڑے بڑے ہوٹلوں میں خنزیر کا گوشت اور شراب عام ہے حالانکہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شراب پینے والے کی طرح پلانے والے اور مہیا کرنے والے پر بھی لعنت کی ہے تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ سوائے اس کے کہ تم امریکیوں کے غلام بن چکے ہو اور عرب مقدس میں اصل حکومت امریکہ کی ہے تم اُن کے عمال (ایجنٹ) ہو۔؟

سوال نمبر 6:

تمہارے مفتی اعظم ابن باز کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے کہ غار حرا، غار ثور اور دیگر آثارِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم اور اُن کی حفاظت شرک کی طرف لے جانے والی ہے حالانکہ

(۱) صحیح بخاری، باب جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا، الرقم: ۴۳۸۔ صحیح مسلم، باب جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا، الرقم: ۵۲۱۔

..... ﴿ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے موئے مبارک خود صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ میں تقسیم کرائے جن سے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ برکت حاصل کرتے تھے۔ (۲)﴾

..... ﴿ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قمیص اور موئے مبارک پانی میں ڈبو کر بیماریوں میں پیتے تھے (۳)﴾
 ﴿ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے درخواست کی: کہ آپ میرے گھر میں تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ اُس مبارک جگہ کو میں جائے نماز بناؤں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی درخواست قبول فرمائی۔ (۴)﴾

اور تم رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منسوب جگہوں پر نماز پڑھنے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نشانیوں کی تعظیم کو شرک قرار دیتے ہو؟ جس کا معنی یہ ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنتیں بھی تمہارے نزدیک شرک ہیں تو پھر واضح ہے کہ تمہاری شریعت انگریزی ہے، شریعت اسلامی نہیں ہے۔

سوال نمبر 7:

تم رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اہل قبور سے مانگنے کو شرک قرار دیتے ہو حالانکہ تم نے اپنے دفاع کے لئے ہمیشہ یہود و نصاریٰ سے امداد طلب کی ہے اور اب بھی عرب مقدس اور اس کے سمندر امریکی افواج کے کنٹرول میں ہیں۔
 حالانکہ کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر محبوبانِ خدا سے اس عقیدے سے مدد مانگنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدد کرتے ہیں شرک نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے ثابت ہے

..... ﴿ امام بخاری کے استاذ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دو رافوقی میں جب قحط ہوا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ نے قبر نبوی پر حاضر ہو کر سوال کیا اور عرض کیا:
 ”يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ“ (۵)

ترجمہ: ”اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔“
 کسی صحابی نے انہیں مشرک قرار نہیں دیا جبکہ تم انہی امور کو کھلا شرک قرار دیتے ہو۔

..... ﴿ اسی طرح مسند البزار میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:
 ”حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تَحْدِثُونَ عَنِّيْ وَأُحَدِّثُ لَكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تَغْرُسُ عَلَيَّ أَعْمَالَكُمْ فَمَا زَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَدَّثْتُ اللَّهَ عَلَيْهِ وَمَا زَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللَّهَ لَكُمْ“ (۶)

(۲) صحیح مسلم، باب بیان ان السنۃ یوم النحر، الرقم: ۱۳۰۵ (۳) صحیح بخاری، باب ما یدکر فی الشیب، الرقم: ۵۸۹۶۔

(۴) سنن النسائی، باب الصلوۃ علی الحصر، الرقم: ۴۴۔

(۵) صنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲۔ دلائل النبوة للبیہقی، باب ما جاء فی رؤیة النبی، ج ۴، ص ۴۶ جامع الاحادیث، الرقم: ۲۸۲۰۹۔

(۶) مجمع الزوائد، باب ما یحصل لامتہ، الرقم: ۱۳۲۵۰۔ مسند البزار، الرقم: ۱۹۲۵۰۔

ترجمہ: ”میری ظاہری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے (رہنمائی کیلئے) گفتگو کرتے ہو اور میں تم سے گفتگو کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، میں اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گا اور برے اعمال پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔“

صحیح بخاری کے اندر حدیث موجود ہے کہ جب لوگ میت کو اٹھاتے ہیں تو..... ﴿

”فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدْ مُؤِنِي وَإِنْ كَانَتْ غَدِيرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ“ (۷)

ترجمہ: ”تو اگر وہ نیک ہو تو کہتی ہے: مجھے جلدی لے چلو اور اگر بدکار ہو تو کہتی ہے افسوس کہاں لے جا رہے ہو اور اس کی آواز انسانوں کے سوا ہر شے سنتی ہے۔“

اور صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ہے کہ بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو..... ﴿

”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ“ (۸)

ترجمہ: ”یقیناً میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

نجدیو! تم کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام قبر میں نہ سنتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر میت قبر میں سنتی ہے، کلام کرتی ہے حتیٰ کہ جوتوں کی آواز سنتی ہے تو کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبان خدا رحمۃ اللہ علیہم زائرین کی آواز نہیں سنتے؟ یقیناً سنتے ہیں اور یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا بھی کرتے ہیں۔

تمہارا نظریہ کہ موت کے بعد انسان ختم ہو جاتا ہے یہ کفار کا نظریہ ہے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ موت کے بعد انسان کو برزخی حیات حاصل ہے اور ہر قبر یا جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ برزخ کی زندگی دنیا والوں سے پوشیدہ (غیب) ہے جس پر تمہارا ایمان نہیں۔

سوال نمبر 8:

تم نے جنت البقیع، جنت المعلیٰ اور دیگر مقامات پر قبوں کے ساتھ اصل مسنون قبروں کو مسمار کر دیا ہے حتیٰ کہ 1998ء میں ام رسول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی ساری قبر مبارک پر بلند و زر چلا کر بڑی گستاخی سے مسمار کیا ہے اور تم نے تو فتویٰ دیا تھا کہ ام رسول مشرک تھیں تمہارے پاس کیا دلیل شرعی ہے کہ ام رسول مشرک تھیں؟

..... ﴿ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی کرامت بیان کی ہے کہ

رَأَتْ جِبِينَ وَصَعْتَنِي وَقَدْ حَرَجَ لَهَا نُورٌ أَحْضَاءُ لَهَا مِنْهُ قُصُودُ الشَّامِ“ (۹)

ترجمہ: ”جب میری والدہ نے مجھے جنم دیا اور ان سے ایک نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ان کے لیے شام کے کمالات چمک اٹھے۔“

(۷) صحیح بخاری، باب حمل الرجال الجنائز، الرقم: ۱۳۱۳ (۸) صحیح بخاری، باب الميت یسمع خفق النعال، الرقم: ۱۳۳۸

(۹) المستدرک، باب ذکر اخبار سید المرسلین الرقم: ۳۱۵۵، مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الثانی، الرقم: ۵۷۵۹، مسند احمد، الرقم: ۱۷۱۶۳

- ﴿بتاؤ! ”کرامت“ مشرک کو ملتی ہے یا مومنہ کو ملتی ہے؟﴾
- ﴿اور ثابت کرو کہ والدہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زندگی بھر کب شرک کیا؟ جب کہ والدین رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے موحد ہونے پر دلائل قویہ علماء اہلسنت نے بیان کئے ہیں۔﴾
- ﴿تم بتاؤ کہ جنت البقیع، جنت المعلیٰ اور اُم رسول کی اصل قبروں کو برابر کرنا امر شرعی تھا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے لے کر تیرہ سو سال تک امت مسلمہ شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی اور فسق کرتی رہی ہے؟﴾
- ﴿یاد رکھو! اور تم یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیاروں کی قبروں کے اصل نشانات مٹا رہے ہو۔﴾
- ﴿رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر انور پر ہمیشہ سے چھت ہے اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے لے کر آج تک کئی بار چھت کی نئی تعمیرات ہو چکی ہیں اگر قبروں پر قبہ بنانا شرک ہے تو کیا صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اور پوری امت مشرک ہے؟﴾

سوال نمبر 9:

- قرآن مجید میں ہے:
- ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ
- مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ“ (۱۰)
- ترجمہ: ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو بھی تم میں سے انہیں دوست بنائے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔“
- ﴿بتاؤ! تم یہود و نصاریٰ کے حلیف اور مخلص دوست نہیں ہو۔؟﴾
- ﴿تم نے ان سے غلامی کے معاہدے نہیں کر رکھے؟﴾
- ﴿کیا تم نے یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد ترک نہیں کر رکھا؟﴾
- ﴿تم نے ہمیشہ یہود و نصاریٰ کی انٹرنیشنل پالیسیوں کی حمایت نہیں کی؟﴾
- ﴿اب بتاؤ قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق تم یہود و نصاریٰ کے حکم میں نہیں ہو۔؟﴾

سوال نمبر 10:

- تم روضہ رسول کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والوں اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے طلب شفاعت کرنے والوں کا منہ ہٹا کر قبلہ کی طرف کرتے ہو اور حکم کرتے ہو کہ تم قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرو۔

”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (۶)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔“

سکول دار ارقم کی موئے مبارک کی توحین

2006ء میں سکول دار ارقم جنڈ شریف کے پرنسپل یا سراقبال نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں برصغیر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا ہے اور موئے مبارک کی مسنون تعظیم و حفاظت کو بدھ کے دانت ہڈی کی پوجا پاٹ (کفر و شرک) کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ (الْعِيَاذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)

اشتہار کے گستاخانہ و مفسدانہ اقتباسات میں سے ایک اقتباس یہ ہے:

”مثلاً جہاں مذہب پایا جاتا تھا وہاں کسی زمانے میں بدھ کے آثار پوجے جاتے تھے۔ کہیں اس کا کوئی دانت رکھا ہوا تھا، کہیں اس کی کوئی ہڈی محفوظ تھی، کہیں اس کے دوسرے تبرکات کو مرکز تو جہات بنا کر رکھا گیا تھا۔ آج آپ دیکھیں گے کہ اس علاقے میں وہی معاملہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے موئے مبارک یا آپ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے نقش قدم یا دوسرے بزرگان دین کے آثار متبرکہ کے ساتھ ہو رہا ہے۔“

عالمی تنظیم اہلسنت نے اس گستاخانہ و مفسدانہ اشتہار کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے مقدمہ (F.I.R No. 696) درج کرایا ہے۔ جبکہ مخالفین کے تمام فرقوں نے اخباری بیانات کے ذریعے اس گستاخانہ و مفسدانہ اشتہار کی مکمل تائید و حمایت کی ہے۔ (۸)

لہذا ہم اختصار کے ساتھ احادیث نبویہ و آثار صحابہ کی روشنی میں موئے مبارک کی فضیلت و برکت کے حوالے سے چند روایات پیش کرتے ہیں:

موئے مبارک کے بارے میں صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کا عقیدہ و عمل

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے روایت ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس ایک پانی کا پیالہ دے کر بھیجا:

”فِيهِ شَعْرٌ مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِغْصَبَهُ“ (۹)

ترجمہ: ”اس میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بال مبارک تھے (اور لوگوں کی عادت تھی) کہ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی مرض لاحق ہو جاتا تو وہ ان (حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا) کے پاس ایک برتن بھیجتے۔“

- ﴿بتاؤ! قبلہ کی طرف منہ کرنا نماز کی شرط ہے یا دعا کی؟﴾
- ﴿دلائل شرعیہ سے ثابت کرو کہ کیا دعا کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے؟﴾
- حالانکہ جامع ترمذی میں ارشاد نبوی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ (۱۱)
- ظاہر ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرض نماز کے بعد اس ارشاد کے مطابق دعا فرماتے تھے اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
- ”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِذَا صَلَّی صَلَوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا یُوجِّہُہُ“ (۱۲)
- ترجمہ: ”رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی نماز پڑھ لیتے تو اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف پھیر لیتے۔“
- ﴿تم بتاؤ! اگر صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا سنت نبوی ہے تو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منہ کر کے کس طرح شرک ہے؟﴾

سوال نمبر 11:

- تم میلاد اور ذکر رسول کی محافل کو بدعت کہتے ہو، دین میں ہر نئے اچھے کام کو بدعت سیئہ کہتے ہو حالانکہ خود تم عید الوطنی تین روز مناتے ہو، چراغاں کرتے ہو۔
- ﴿بتاؤ! کیا قرآن مجید کے تراجم، حاشیے، کتب احادیث اور موجودہ مدارس تعلیمی اداروں کے نصاب اور پورا تعلیمی نظام اسی انداز میں اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے ثابت ہے۔؟﴾
- ﴿بدعت کی غلط تعریف کر کے پورے دینی نظام کو بدعت بنا دو گے؟﴾
- ﴿حالانکہ بدعت سیئہ ہر نئے کام کو نہیں کہا جاتا بدعت سیئہ صرف ان عقائد و اعمال کو کہا جاتا ہے جو انیٹی اسلام (اسلام کے خلاف) رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیات ظاہرہ کے بعد اسلام میں وضع کیے گئے ہوں اور اصل بدعت سیئہ تمہارے وہ عقائد اور کثوت ہیں جن میں سے بعض کی ہم نے مندرجہ بالا سوالات میں نشان دہی کی ہے۔﴾

(۱۱) جامع ترمذی، باب ماجاء فی عقد التسمیۃ بالید، الرقم: ۳۴۹۹۔ السنن لکبیری للنسائی، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات، الرقم: ۹۸۵۶

(۱۲) صحیح بخاری، باب یتقبل الامام الناس اذا سلم، الرقم: ۸۳۵۔ صحیح مسلم، باب النہی عن سبق الامام برکوع، الرقم: ۴۲۶

درس قرآن

غزوہ بدر

ارشاد باری ہے:

”وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (۱)

ترجمہ: ”اور بے شک اللہ نے مقام بدر میں تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے سروسامان تھے۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔“

شان نزول

غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جس کی وجہ سے مسلمان غمگین تھے۔ اس آیت مبارکہ میں غزوہ بدر کی فتح مبین یاد دلا کر مسلمانوں کی حوصلہ بندی کی گئی ہے۔

تشریح کلمات

..... ﴿بَدْر﴾: سے مراد مقام بدر ہے۔ جہاں ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ بروز جمعہ المبارک جنگ بدر ہوئی۔ مقام بدر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے پرانے راستے پر تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس مقام پر ایک کنواں تھا، جس کے مالک کا نام بدر بن عامر تھا۔ جس کی وجہ سے اس کنویں کا اور پھر اس جگہ کا نام بدر مشہور ہوا۔

..... ﴿أَذِلَّةٌ﴾: اس کا واحد ذلیل ہے۔ ذلیل کا معنی ہے: کمزور، بے سروسامان، اور حقیر۔

یہاں پہلے دونوں معنی درست اور تیسرا معنی یعنی حقیر درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلاموں کو ”وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ“ کا خطاب دے کر سر بلند فرمادیا ہے۔ (۲)

..... ﴿تَقْوٰی﴾: کا شرعی معنی ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقامات سے پرہیز کرنا۔

..... ﴿شُکْر﴾: کا معنی ہے انعام کرنے والے کے انعام کو ماننا اور اس کی عظمت کا اظہار کرنا۔

غزوہ بدر کیوں ہوا؟

مؤرخین نے اس جنگ کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک جنگ بدر کی بڑی وجہ یہ تھی کہ صحابی رسول حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کو جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں طواف کعبہ کے لئے جا رہے تھے، ابو جہل نے کہا: کہ اگر تم ابوصفیان (امیہ) کے مہمان نہ ہوتے تو تم اپنے گھر صبح و سالم واپس نہ لوٹتے۔ جس کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم ہمیں کعبہ سے روکو گے تو ہم تمہارا تجارتی راستہ (یعنی شام کا راستہ) روک دیں گے۔ (۳)

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۲۳ (۲) سورۃ آل عمران: ۱۳۹ (۳) صحیح بخاری، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل بیدن الرقم: ۳۹۵۰

قریش نے کبھی کسی کو خانہ کعبہ آنے سے نہیں روکا تھا۔ یہ خانہ کعبہ آنے سے روکنے کا پہلا واقعہ تھا، لہذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کفار مکہ کو اس پابندی کے ہٹانے پر مجبور کرنے کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دھمکی کے مطابق اقدامات اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان دنوں کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سربراہی میں شام سے واپس آ رہا تھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی تعداد تین سو سے کچھ زائد تھی، نہایت جلدی میں نہایت کم سامان جنگ کے ساتھ (دو گھوڑے، چھ زربیں، آٹھ تلواریں اور ستر اونٹ) گھر سے نکلے۔ ادھر مکہ مکرمہ سے کفار قریش کا ایک بہت بڑا لشکر جس کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی، ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہو کر اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کے لئے بدر کی طرف روانہ ہوا۔

وادی زفران میں مشاورت ہوئی کہ اب تجارتی قافلے کو روکا جائے، یا کہ کفار مکہ کے مسلح لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مسلمانوں کو دونوں میں سے ایک پر کامیابی پانے کی خوشخبری سنائی۔ بہت سے مسلمان اپنی بے پرو سامانی اور قلت تعداد کی وجہ سے تجارتی قافلے کی طرف جانے کی پر زور تجویز پیش کر رہے تھے، جبکہ امام الحجاب بن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کفار کے مسلح لشکر کے ساتھ مقابلہ کر کے کفار کو شکست فاش دینا چاہتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس کر لیا کہ ان کے آقا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تجارتی قافلے کی بجائے مسلح لشکر کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت مقداد اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم نے نہایت پر جوش انداز میں قربانیاں پیش کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ (۴)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور! ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں، بلکہ آپ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر قتال کریں گے۔ (۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اگر آپ ہمیں حکم فرمائیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے۔ (۴)

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس محبت نبوی کے شاندار مظاہرے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا اور آپ نے فتح کی خوشخبری سنائی۔

کمال جذبہ جہاد

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چند بچوں کو واپس بھیجا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کی بے قراری دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا قلب مبارک نہایت متاثر ہوا، اور آپ نے انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت فرمائی۔ (۵)

(۴) دلائل النبوة للبیہقی، باب ذکر سبب خروج النبی ﷺ، الرقم: ۳۹۵۰ (۵) المستدرک، باب مناقب عمیر بن ابی وقاص، الرقم: ۴۸۶۴

نبی غیب دان اور ان کی سچی پیش گوئی

شکر اسلام سولہ (16) رمضان المبارک کو مقام بدر پر پہنچا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”هَذَا مَصْرَعٌ فُلَانٍ، قَالَ: وَيَصْعُ يَدَا عَلَى الْأَرْضِ هَاهُنَا وَهَاهُنَا“ (۶)

ترجمہ: ”یہ فلاں کا فرکے مرکر گرنے کی جگہ ہے۔ آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے۔“

..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوسرے روز جنگ کے ختم ہونے کے بعد جب ہم نے ان نشانات کو چیک کیا تو

”فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَاؤُا الْخُدُودَ الَّتِي حَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ترجمہ: ”قسم اس ذات کی جس نے آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، ہر کافر مر کر اسی جگہ پڑا ہوا

تھا، جہاں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نشانات لگائے تھے۔“ (۷)

..... اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعٍ يَدَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ (۸)

ترجمہ: ”ان کفار میں سے ایک بھی رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے متجاوز نہیں ہوا۔“

ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ”کون، کب اور کہاں مرے گا؟“ اس بات کا علم غیب بھی سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ

وَعَلَّی اِلَیْہِ وَسَلَّم کو عطا کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں جہاں ایسے علوم کی اللہ تعالیٰ کے لیے تخصیص کی گئی ہے، اس سے مراد علم ذاتی

ہے۔ جو کہ خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے جبکہ انبیاء و ملائکہ، اولیاء اور تمام مخلوقات کا علم عطائی ہے۔

سرکارِ مدینہ کی جھونپڑی

آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر اس جھونپڑی کے پاس ڈٹے رہے۔

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک بار لوگوں سے پوچھا بتاؤ:

”مَنْ أَشْجَعُ النَّاسِ؟“

ترجمہ: ”لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع کون ہے؟“

تو لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب غزوہ بدر کے موقع پر لشکر کے عقب میں ایک جھونپڑی تیار کی گئی اور اعلان ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ

(۶) صحیح مسلم، باب غزوہ بدر، الرقم: ۱۶۶۹۔ سنن ابی داؤد، باب فی الاسیرینال منہ، الرقم: ۲۶۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب غزوہ بدر الکبیری، الرقم: ۳۶۶۰۸

(۷) صحیح مسلم، باب عرض مقعد المیت، الرقم: ۲۸۶۳۔ مسند ابی یعلیٰ، الرقم: ۱۳۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، الرقم: ۵۹۴۸

(۸) صحیح مسلم، باب غزوہ بدر، الرقم: ۱۶۶۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب غزوہ بدر الکبیری، الرقم: ۳۶۶۰۸۔ مسند احمد، الرقم: ۱۳۲۹۸

وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ كِي جھونپڑی پر کون پہرہ دے گا تو ہم سب خاموش تھے۔

”قَوْلُ اللَّهِ مَا دَنَا مِنْهُ أَحَدٌ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ شَاهِدًا بِالسَّيْفِ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۹)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم سے کوئی بھی رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب نہ ہوا ماسوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جو رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سر پر تلوار لہرا رہے تھے۔ کوئی بھی آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بڑھتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کی طرف ٹوٹ پڑتے لہذا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بڑے بہادر ہیں۔“

یاد رہے کہ سلف صالحین نے اس جھونپڑی کی جگہ پر مسجد عریش تعمیر کر دی تھی جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

دعاے نبوی، مقام ناز اور ایک اور پیش گوئی

حضور نبی اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں فرماتے رہے۔ اگلے روز یعنی 17 رمضان المبارک کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمال صف بندی فرمائی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قلت تعداد کے باوجود بہت زیادہ نظر آتے تھے۔ اس کے بعد جھونپڑی میں نہایت گریہ و زاری کے ساتھ کھڑے ہو کر یہ دعا فرما رہے ہیں:

”اللَّهُمَّ أَنْجِرْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ أَيْتَ مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنَّ تَهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُقْبِدُ فِي الْأَرْضِ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اے اللہ! جو وعدہ تو نے فرمایا ہے پورا فرما۔ اے اللہ! مجھے عطا فرما جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ! اور اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہیں ہوگی۔“

آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہایت زاری کے ساتھ ہاتھوں کو پھیلا کر اونچی آواز سے دعا کر رہے تھے کہ آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کندھوں سے چادر مبارک گر گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پیچھے سے لپٹ گئے اور چادر مبارک کندھوں پر ڈال دی اور عرض کرنے لگے:

”يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مُنَاشِدَتُكَ رَبَّكَ فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ“ (۱۱)

ترجمہ: ”یا نبی اللہ! آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کافی ہے۔ آپ کا رب آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔“

جھونپڑی میں رسول اللہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نیند طاری ہوگئی تو آپ تبسم فرماتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا:

”أَبَشِرْ يَا أَبَا بَكْرٍ أَتَاكَ نَصْرُ اللَّهِ هَذَا جَبْرِيلُ“ (۱۲)

(۹) کنز العمال، الرقم: ۳۵۶۹۰ - تاریخ الخلفاء، الرقم: ۱۰/۳۳ (۱۰) صحیح مسلم، باب الامداد بالملائكة في غزوة، الرقم: ۱۴۶۳

(۱۱) جامع ترمذی، باب ومن سورة الانفال، الرقم: ۳۰۸۱ (۱۲) تفسیر درمنثور، زیر بحث آیت ۳۳، سورہ انفال

ترجمہ: ”اے ابوبکر! تمہیں خوشخبری ہو، تمہارے پاس اللہ کی مدد آپہنچی ہے یہ جبریل تشریف لائے ہیں۔“

پھر آپ نے یہ الفاظ پڑھے: ”سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ، وَيَوْلُونَ الدُّبُرَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”کفار کی جماعت ابھی شکست کھا جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔“

عدل نبوی، برکت جسم نبوی اور آثار نبوی کی برکت کا ثبوت

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھڑی سے مجاہدین کی صفیں درست کر رہے تھے کہ آپ کی چھڑی حضرت سواد بنی غنم کے پیٹ پر لگی جس پر حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے قصاص کا مطالبہ کیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے پیٹ مبارک سے پیرا ہن اٹھا کر فرمایا: ”میرا شکم قصاص کے لئے حاضر ہے۔“

حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے فوراً شکم مبارک کو چوم لیا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ کے ساتھ لپٹ گئے۔ بعد میں جب حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَصَرَ مَا تَرَى، فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ أَحْزَى الْعَهْدِ بِكَ أَنْ يَمَسَّ جِلْدِي جِلْدَكَ“ (۱۴)

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میدان جنگ میں کھڑا ہوں، تو اس تمنائے جوش مارا کہ کاش مرتے وقت میرا بدن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم مبارک سے چھو جائے۔“

اس پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے برکت فرمائی۔ (۱۴)

اس سے ثابت ہوا کہ بدن نبوی کے ساتھ مس کرنے والی شے کو بدن نبوی سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے ان مقامات اور اشیاء کی برکت ثابت ہوتی ہے، جن سے بدن نبوی نے مس فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہلبیت رسول ﷺ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برتنوں، کپڑوں اور آپ سے منسوب مقامات کا ادب کرتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ صدیوں تک امت مسلمہ کا یہی معمول و عقیدہ رہا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارا مقالہ ”آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت“

معرکہ حق و باطل

17 رمضان المبارک 2ھ جمعۃ المبارک کو دوپہر کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔

سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مجب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (۱۵)

قریش مکہ کے تین سرداروں عتبہ، شیبہ اور ولید نے مبارزہ کیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے مقابلے میں تین انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا تو انہوں نے کہا: ہمارے مقابلہ کے لیے قریش سے تین آدمی آئیں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو انہوں نے کہا: ہمارے مقابلہ کے لیے دیکھیے ہمارا مقالہ ”آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت“

(۱۳) سورہ قمر: ۴۶ (۱۴) شرح الشفاء، فصل فان قبل فما وجه حديثه، ج ۲، ص ۳۲۵۔ البدایہ والنہایہ، باب غزوہ بدر العظمی، ج ۳، ص ۲۴۱

(۱۵) مصنف عبد الرزاق، باب وقعة بدر، الرقم: ۹۷۲۷

اللہ عنہ کو مقابلے کے لیے بھیجا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چند لمحوں میں اپنے مد مقابل شیبہ کو واصلِ جہنم کر دیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مد مقابل عتبہ کو واصلِ جہنم کر دیا اور ولید نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”كُنَّا مِلَّةً عَلَى الْوَلِيدِ فَفَقَعْنَا لَهُ وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ“ (۱۶)

ترجمہ: ”پھر ہم نے ولید پر حملہ کیا تو ہم نے اسے قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا۔“

اسی موقع پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے لشکر کفار کی طرف سے مبارزہ (انفرادی جنگ کی دعوت) کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ جنگ کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا:

”مَتَّبِعْنَا بِنَفْسِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، أَمَا تَعْلَمُ أَنَّكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ سَنَعِي وَبَصْرِي“ (۱۷)

ترجمہ: ”اے ابو بکر! ہمیں اپنی ذات سے نفع پہنچائیں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کی حیثیت رکھتے ہو؟“

جب عبدالرحمن بن ابو بکر اسلام لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ جنگِ بدر میں میرے وار کی زد میں تھے لیکن میں نے آپ کو پہچان لیا تو پیچھے ہٹ گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَكِنَّكَ لَوْ أَهْدَفْتَ لِي لَمْ أَنْصَرِفْ عَنْكَ“ (۱۸)

ترجمہ: ”اے بیٹے! اگر تم میری زد میں آ جاتے تو میں تم سے پیچھے نہ ہوتا۔“

ابو جہل بچوں کے ہاتھوں واصلِ جہنم

صحیح بخاری میں ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں صف کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے جب دائیں اور بائیں جانب دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دونوں عمر (معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما) لڑ کے تھے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا: چچا جان! آپ ابو جہل کو بھی پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑ کے نے جواب دیا:

”أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُقَارِقُ سَوَادِي سَوَادَةً حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا“ (۱۹)

ترجمہ: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے وہ لگ گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مرنے جائے۔“

ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابو جہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان

(۱۶) سنن ابی داؤد، باب فی المبارزة، الرقم: ۲۶۶۵ (۱۷) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت ۲۲ سورہ مجادلہ - السیرۃ العلویہ، باب غزوۃ بدر الکبیری (۱۸) نوار الاصول للترمذی، باب فی شرائط الولاية ۲/۹۵ - تاریخ الخلفاء، باب خلیفۃ الاول ص ۳۳ (۱۹) صحیح بخاری، باب من لم یخمس الاسلاب، الرقم: ۳۱۲۱

لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے (پھر تا ہوا نظر آ رہا) ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر چھٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا کہ: تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں نوجوانوں نے کہا اسے میں نے قتل کیا ہے۔ اس لیے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ (۱۹)

وفائے عہد کی عظیم المثل مثال

حضرت حذیفہ اور حضرت ابو حیل رضی اللہ عنہما کہیں سے آرہے تھے کہ کفار نے انہیں راستے میں روک لیا اور اس وعدے پر چھوڑا کہ وہ لڑائی میں حصہ نہیں لیں گے۔ یہ دونوں صحابی میدان میں پہنچے اور صورتحال بیان کر دی تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دونوں کو لڑائی کی صفوں سے الگ کر دیا اور فرمایا:

”نَفْعٌ لَّهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِينُ اللہَ عَلَیْہُمْ“ (۲۰)

ترجمہ: ”ہم ہر حال میں عہد کی پابندی کریں گے اور اُن پر اللہ کی مدد طلب کریں گے۔“

جنگ بدر میں افراد کی کمی کے باوجود حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فیصلہ وفائے عہد کی عظیم المثل مثال ہے۔

معرکہ حق و باطل کے نتائج

شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے شجاعت و بہادری کے کمال جوہر دکھائے اور دو، اڑھائی گھنٹے کی مختصر مدت میں کفار کی صفوں کو منتشر کر دیا۔ کفار نے اسلحہ ڈال دیا۔ 70 کافر جن میں 22 سردار تھے، قتل ہوئے، ستر گرفتار ہوئے، باقی سب بھاگ گئے اور مسلمانوں میں سے صرف 14 مسلمان شہید ہوئے۔ جن کے بارے میں ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللہِ اَمْوَاتٌ ۚ بَلْ اَحْيَاءٌ ۚ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ (۲۱) نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول عربی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے غلاموں کو فتح مبین عطا فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال وفاداری

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد جراح کو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو اور اسی طرح بہت سے صحابہ کرام نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے بے مثال غیرت اسلامی اور محبت نبوی کا عجیب مظاہرہ فرمایا۔

(۱۹) صحیح بخاری، باب من لم یخمس الا سلاب، الرقم: ۳۱۳۱ (۲۰) صحیح مسلم، باب الوفاء بالعہد، الرقم: ۱۴۸۶ - مسند احمد، الرقم: ۲۳۳۵۵

(۲۱) سورۃ بقرہ: ۱۵۳

کفار کی لاشوں سے خطابِ نبوی اور مسئلہ سماعِ موتی

جنگ بدر کے بعد حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تین روز میدانِ بدر میں قیام پذیر رہے اس دوران جب آپ کے حکم سے سردارانِ قریش کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان لاشوں سے مخاطب ہو کر ان سے گفتگو کرنے لگے۔ فرمایا:

”هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُم رَّبُّكُمْ حَقًّا“

ترجمہ: ”کیا تم نے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا، سچ پایا ہے؟“

لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ مردہ لوگوں سے مخاطب ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

”مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ“ (۲۲)

ترجمہ: ”جو باتیں میں کہہ رہا ہوں تم لوگ ان باتوں کو ان لاشوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔“

اسی مضمون کی روایات دیگر کتبِ احادیث میں بھی موجود ہیں جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسی قسم کا سوال کرنا

اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہی جواب دینا موجود ہے۔

اس سے سماعِ موتی (مردوں کے سننے) کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح حل ہوتا ہے۔

کچھ لوگ ”إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى“ (۲۳) کا غلط ترجمہ کر کے عوامِ المسلمین کو گمراہ کرتے ہیں، ان الفاظ کا یہ مفہوم نہیں کہ مردے آپ کی آواز نہیں سنتے بلکہ اس آیت اور اس مضمون کی دیگر آیات میں ”موتی“ سے زندہ کفار مراد ہیں (۲۴) ان کلمات کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے یہ مردہ دل کافر“ یعنی کان سے تو سنتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ عرف میں نہ سننے کا مفہوم قبول نہ کرنا بھی ہوتا ہے اور ان آیات میں اسی سماعِ اجابت کی نفی ہے۔

جہاں تک قبر میں مردوں کے سننے کا تعلق ہے تو کثیر احادیث میں ہے:

.....﴿ اہل قبور قبر میں منکر و نکیر و فرشتوں کو سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ (۲۵)﴾

.....﴿ مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کہیں جس سے بھی اہل قبور کا سننا ثابت ہوتا ہے۔ (۲۶)﴾

.....﴿ اور ایک حدیثِ پاک میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ“ (۲۷)

ترجمہ: ”یقیناً میتِ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

لہذا ان احادیث اور حدیثِ بالا سے مردوں کا سننا ثابت ہے۔

(۲۲) صحیح بخاری، باب شہود الملائكة بداراء، الرقم: ۳۰۲۶۔ صحیح مسلم، باب عرض مقعد الميت، الرقم: ۲۸۴۳

(۲۳) سورۃ نمل: ۸۰ (۲۴) تفسیر مقاتل، تفسیر بغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، تفسیر مظہری زیر بحث آیت نمبر ۸۰ سورۃ نمل

(۲۵) سنن ابی داؤد، باب فی المسئلة فی القبر، الرقم: ۴۷۵۳ (۲۶) جامع ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، الرقم: ۱۰۵۳

(۲۷) صحیح بخاری، باب الميت یسمع خفق النعال، الرقم: ۱۳۳۸

سرکارِ مدینہ کی رحمت اور علم دوستی

قیدیوں کے بارے میں مشاورت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے اور ہر مسلمان اپنے قریبی رشتہ داروں کو خود قتل کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ تعلیم یافتہ قیدیوں سے دس دس آن پڑھ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا معاہدہ کیا جائے اور دیگر قیدیوں سے ایک ہزار سے لے کر چار ہزار درہم تک حسب استطاعت فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا۔ (۲۸)

مشہور کاتب وحی اور قرآن مجید کے تدوین کر کے کتابی شکل میں دینے والے صحابی زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ انہی افراد میں سے تھے جنہوں نے غزوہ بدر کے قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔

حضرت زبیر کی برجہی اور یادگاروں کی اہمیت

صحیح بخاری میں ہے: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں سر سے لے کر پاؤں تک مسلح ”ابو کرش عبید“ نامی ایک کافر، جس نے مسلمانوں کو لاکار اٹھا، کی آنکھ میں برجہی ماری جس سے وہ مرکز زمین پر گرا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لاش پر پاؤں رکھ کر بڑے زور سے برجہی نکالی تھی۔ برجہی کا سرمڑ گیا۔ یہ تاریخی برجہی حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے طلب کر کے اپنے پاس محفوظ رکھ لی اور آپ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم کے پاس یکے بعد دیگرے بطور یادگار محفوظ رہی۔ (۲۹)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ یادگاروں کو محفوظ رکھنا سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے تیرہ سو سال تک حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی ایک ایک یادگار کو محفوظ رکھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صاحبزادی تھیں، جنگ بدر کے موقع پر بیمار تھیں اس لیے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا اس لیے وہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے مگر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ“ (۳۰)

ترجمہ: ”بیشک تمہارے لیے مجاہدین بدر کے برابر اجر و ثواب اور ان کے برابر حصہ ہے۔“
اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب بدر کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۸) الطبقات الکبریٰ، باب غزوہ بدر، ج ۲، ص ۱۶ - سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۳۹ (۲۹) صحیح بخاری، باب شہود الملائکۃ بدرا، الرقم: ۳۹۹۸
(۳۰) صحیح بخاری، باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجۃ، الرقم: ۳۱۳۰

اس حدیث کے تحت شارح بخاری حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَالْمَرَادُ أَنَّهُ كَانَ مَنِ اشْتَكَى أَرْسَلَ إِلَيْهِ أَوْ سَلَّمَ فَتَجْعَلُ فِيهِ تِلْكَ الشَّعْرَاتِ وَتَغْسِلُهَا فِيهِ وَتُعِيدُهُ فَيَشْرِبُهُ صَاحِبُ الْإِنَاءِ أَوْ يَغْتَسِلُ بِهِ اسْتِشْقَاءً بِهَا فَتَحْصُلُ لَهُ بَرَكَتُهَا“ (۱۰)

ترجمہ: ”اس روایت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بیمار ہو جاتا وہ اپنا برتن ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجتا تو اس برتن میں ان مبارک بالوں کو رکھ دیتیں اور اس برتن میں ان بالوں کو دھوئیں، پھر وہ برتن والا شخص حصول شفا کیلئے غسل (دھوون) کو پی لیتا یا اپنے بدن پر مل لیتا تو اسکو اس سے برکت حاصل ہوتی۔“

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بال مبارک جس شے کو چھو لیں وہ شے برکت اور شفا والی ہو جاتی ہے۔

اس روایت کی روشنی میں غارِ حرا، غارِ ثور، جبلِ احد اور دیگر مقامات جن سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم مبارک کا چھونا ثابت ہے، کا مبارک اور شفا بخش ہونا ثابت ہوتا ہے۔

..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَالْخَلَاقُ يَخْلُقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ“ (۱۱)

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا اس حال میں کہ حجام آپ کے بال مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہر بال مبارک کسی شخص کے ہاتھ میں گرے۔“

..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منیٰ میں تشریف لائے، حجرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے، پھر آپ نے حجام کو بلایا اور سر مبارک کی دائیں جانب سے بال مبارک منڈوائے اور ابوطلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے پھر بائیں جانب سے بال مبارک منڈوائے اور وہ بھی حضرت ابوطلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے پھر فرمایا:

”أَقْسِمُ بِبَيْنِ النَّاسِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔“

..... صحابی رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چند بال

(۱۰) فتح الباری لابن حجر، باب ما يذكر في الشيب ۱۰/۳۸۳ (۱۱) صحيح مسلم، باب قرب النبي من الناس، الرقم: ۲۳۲۵

(۱۲) صحيح مسلم، باب بيان ان السنة يوم النحر، الرقم: ۱۳۰۵

عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا علم غیب نبوی دیکھ کر مسلمان ہونا

جب مالدار قیدیوں سے فدیہ طلب کیا جا رہا تھا تو عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے محمد! (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جو سونا میرے پاس تھا، وہ مال غنیمت میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اب میرے پاس فدیہ کے لئے کچھ مال نہیں بچا، لہذا میں کہاں سے فدیہ ادا کروں؟ تو نبی غیب دان صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

”فَإِنَّ الذَّهَبَ الَّذِي دَفَعْتَهُ إِلَى أَمْرِ الْقَضْلِ وَقَدْ خُرُوجَكَ مِنْ مَكَّةَ“ (۳۱)

ترجمہ: ”اے چچا! جب آپ مکہ مکرمہ سے چلے تھے تو آپ نے میری چچی ام فضل کو جو مال سپرد کیا تھا؟“
اس خبر غیب سے متاثر ہو کر حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت نوفل رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کر لیا۔

اصحاب بدر کے فضائل

بخاری شریف میں ہے کہ ایک بدری صحابی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی ہونے کی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں درخواست کی کہ مجھے حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے؟ تو حضور نبی اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر رحمت فرمائی ہے اور فرمایا ہے:

”إِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَّهْتُ لَكُمْ الْجَنَّةَ“ (۳۲)

ترجمہ: ”اے بدری صحابہ! تم جو چاہو عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بدری صحابہ کی شان ممتاز ہے اور بدری صحابہ غیر بدری صحابہ سے افضل ہیں۔ (۳۳)
اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں سے ہے کہ سلف صالحین حضرات اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے توسل سے دعائیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف اجابت سے نوازتا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے جانشین اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے طفیل مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار فرمائے! اور مسلمانوں کو اسلام کی سر بلندی کے لئے مؤمنانہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین !!!

(۳۱) المواہب اللدنیہ، باب مغازیہ و سرائیہ، ج ۱، ص ۳۲۸۔ تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن، تفسیر مظہری، زیر بحث آیت ۶۰، سورہ انفال

(۳۲) صحیح بخاری، باب من نظرفی کتاب من یحذر، الرقم: ۶۲۵۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب غزوہ بدر الکبریٰ، الرقم: ۳۱۳۰۔ مسند احمد، الرقم: ۸۴۴

(۳۳) تاریخ الخلفاء، باب خلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق، ج ۱، ص ۳۸

درس حدیث

غزوہ خیبر

”عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَا أُعْطِينَ هَذِهِ الرَّايَةَ عَدَا رَجُلًا يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ: قَبَاتِ النَّاسُ يَدُوكُنَّ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ عَدُّوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقِيلَ: هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ، فَأَتَى بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ فَوَاللَّهِ لَا أَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونُ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا: کل میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ رات سب کی اس فکر میں گزری گئی کہ وہ جھنڈا کس کو عطا کیا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہر ایک یہ آس لگائے ہوئے تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے گا۔ فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: انہیں آنکھوں کی تکلیف ہے۔ فرمایا: انہیں بلاؤ! چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب لگایا تو وہ تندرست ہو گئے، گویا کہ انہیں درد تھا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انہیں جھنڈا دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیا میں ان سے جنگ کروں، جی کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: آہستہ چلو یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق بتاؤ جو ان پر لازم ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے، تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(۱) صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر، الرقم: ۴۲۱۰۔ صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب، الرقم: ۴۳۰۵۔ مسند احمد، الرقم: ۲۲۸۲۱۔

غزوہ خیبر

”خیبر“ مدینہ منورہ سے آٹھ منزل (174 کلومیٹر) شام کی جانب ہے۔ یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب ہے، یہاں باغات بکثرت ہیں۔ یہ علاقہ یہود و عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں یہود کے آٹھ محل نما مضبوط قلعے تھے، جن میں سے بعض کے آثار آج بھی موجود ہیں، ان قلعوں کے نام یہ ہیں: ”کستیہ، ناعم، شق، نطاة، صعب، وطخ، سالم، قوص۔“ (۲)

خیبر کے یہودیوں کو اپنی طاقت پر بڑا فخر اور گھمنڈ تھا۔ یہی لوگ غزوہ خندق کے اصل محرک تھے اور اب پھر ایک طاقتور قبیلہ ”بنو عطفان“ کو ساتھ ملا کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی پلاننگ کر رہے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلمہ ہجرت کے ساتویں سال سولہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں خیبر پہنچے (جن میں دو سوار اور باقی پیدل تھے) اور قبیلہ ”بنو عطفان“ اور خیبر کے درمیان اپنے لشکر کا ہیڈ کوارٹر مقرر فرمایا۔ قبیلہ ”بنو عطفان“ کو تو لڑائی کے لیے نکلنے کی جرات نہ ہوئی، لیکن یہود خیبر کا بیس روز محاصرہ رہا اور اس دوران سخت جنگیں ہوئیں، جن میں 15 مسلمان شہید ہوئے جبکہ 93 یہودی واصل جہنم ہوئے۔ اس جنگ میں یہودیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔

حدیث مذکورہ کے مطابق اس لڑائی کی فتح میں مرکزی کردار شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

شیر شمشیر زن، شاہ خیبر شکن

پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

یہودیوں کا سب سے مضبوط ”قوص“ نامی قلعہ جو کہ عرب کے ایک ہزار نو جوانوں کی طاقت کے برابر مانے ہوئے پہلوان ”مرحب“ کی زیر نگرانی تھا اور بڑے بڑے بہادر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمان میں حملوں اور شدید لڑائیوں کے باوجود فتح نہیں ہو رہا تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے قلعہ قوص پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ قوص کا سردار مرحب مقابلہ میں آیا اور فرخیر انداز میں کہا:

”قَدْ عَلِمْتُ حَيْبُؤَ آتِي مَرْحَبٌ شَأِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُّجَرَّبٌ“ (۳)

ترجمہ: ”خیبر والوں کو علم ہے کہ میں مرحب ہوں مسلح ہوں اور بار بار تجربہ کیا ہوا بہادر ہوں۔“

تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَنَا الَّذِي سَمِعْتَنِي أَتِي حَيْدَرَةً كَلَيْتَ غَابَاتٍ كَرِيهِهُ الْمُنْظَرَةُ“ (۳)

ترجمہ: ”میں وہ ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام بہر شیر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح جس کا منظر انتہائی خوفناک ہے۔“

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار ذوالفقار سے بجلی کی طرح حملہ کر کے ایک ایسی ضرب لگائی جس سے مرحب واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے بعد لڑائی ہوئی اور خیبر مکمل فتح ہو گیا اور یہود نے اسلحہ ڈال دیا۔

اس لڑائی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ قوص کے دروازے کو اپنی پشت پر رکھا اور مسلمانوں نے اس پر

چڑھ کر قلعہ فتح کیا نیز آپ نے بائیں ہاتھ میں ایک دروازہ اٹھا کر اسے ڈھال بنا کر لڑائی کی۔
..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَلَمْ يَحْمِلْهُ إِلَّا أَرْبَعُونَ رَجُلًا“ (۴)

ترجمہ: ”چالیس آدمی اس دروازے کو اٹھا سکے۔“

..... اور ایک روایت میں ہے:

”لَمْ يَحْمِلْهُ سَبْعُونَ رَجُلًا إِلَّا بَعْدَ جُهْدٍ“ (۵)

ترجمہ: ”ستر آدمی وہ دروازہ ہلانہ سکے مگر بہت زیادہ مشقت کے بعد۔“

یقیناً یہ روحانی اور باطنی خداداد پاؤں تھی۔

غزوہ خیبر کے چند اہم واقعات

..... اسی سفر کی واپسی میں ”صہباء“ کے مقام پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو رہے تھے کہ آپ کے ادب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر فوت کر دی، تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا سے ڈوبا ہوا، سورج واپس پلٹا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ (۶)
اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہم ترین نماز عصر سے ادب رسول زیادہ اہم و ضروری تھا۔ ے

مولیٰ علی نے وار دی تیری نیند پر نماز
ہاں تو نے ان کی جان انہیں پھیر دی نماز
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

..... اس سفر میں واپسی پر وادی ”القریٰ“ کے یہود سے چار روز شدید لڑائیوں کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی اور یہود خیبر کی طرح ان سے صلح ہوئی کہ زمینوں کی آمدن کا نصف مسلمانوں کو دیں گے۔ (۷)

..... اس سفر میں واپسی پر ”تیماء“ اور ”فدک“ کے یہودیوں نے لڑائی کے بغیر، بارگاہ نبوی میں قاصد بھیج کر خیبر کی طرز پر صلح کر لی۔ (۸)
یاد رہے کہ فدک ایک شہر ہے جو خیبر سے ۲ منزل (تقریباً ۴۴ کلومیٹر) آگے ہیں۔

..... غزوہ خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پچھ دہار پرندوں، تمام درندوں، گدھا، خچر اور متعہ کو حرام فرمایا۔ (۹)

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ، باب فضائل علی، الرقم: ۳۲۱۳۹ (۵) المواہب اللدنیۃ، باب غزوہ خیبر، ج ۱، ص ۳۴۱

(۶) المعجم الکبیر للطبرانی، الرقم: ۳۹۰ - معجم الذوائد، باب حبس الشمس، الرقم: ۱۴۰۹۶

(۷) مدارج النبوت، باب غزوہ خیبر کا ذکر، ج ۲، ص ۳۰۱ (۸) مدارج النبوت، باب غزوہ خیبر کا ذکر، ج ۲، ص ۳۱۶ (۹) صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر، الرقم: ۳۲۱۶

..... اس لڑائی میں یہود کے رئیسِ اعظم ”حیی بن اخطب“ کی بیٹی (اُم المؤمنین) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گرفتار ہوئیں اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں آزاد کر کے اپنے نکاح میں لیا۔ (۱۰)

..... اس لڑائی میں ”زینب“ نامی ایک یہودیہ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو گوشت میں زہر ملا کر پیش کیا، خدا کے حکم سے گوشت نے آپ کو بتا دیا کہ مجھ میں زہر ہے۔ آپ نے ایک لقمہ کے بعد ہاتھ کھینچ لیا۔ اس زہر کا اثر آپ کے جسم میں موجود ہوا اور بالآخر اس زہر کے اثر سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات ہوئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا۔ (۱۱)

حدیث بالا سے ثابت ہونے والے نکات

..... ہمارے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غیب دان ہیں:

مسلسل لڑائیوں کے باوجود خیبر فتح نہیں ہو رہا تھا کہ نبی غیب دان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے وقت اعلان فرمایا:

”لَا عَظِیْنٌ ہٰذِہَ الرَّایَۃَ عَدَا کُمْ جَلًّا یَفْتَحُ اللہُ عَلٰی یَدَیْہِ“

ترجمہ: ”کل علم بردار اسے بناؤ گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرما دے گا۔“ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

..... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سب پیش گوئیاں سچی ثابت ہوئیں:

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کمالات اور آپ کی صداقت و حقانیت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ آپ نے ہزاروں پیش گوئیاں فرمائیں اور سب کی سب سچی ثابت ہوئیں۔ حدیث بالا بھی اس دعویٰ کی ایک روشن دلیل ہے۔

..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تھوک مبارک بھی مشکل کشا ہے:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ مشکل کشا ہے اور اس نے کسی مخلوق کو مشکل کشائی کی صفت عطا نہیں کی۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کا کھلا انکار ہے۔ حدیث بالا سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شدید کھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا تو اسی وقت مکمل صحت یاب ہو گئے۔ یہ شانِ مشکل کشائی نہیں تو اور کیا ہے؟

دیگر روایات میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ سفر میں پیچھے رہ گئے تھے اور جس روز یہ واقعہ پیش آیا، آپ کے درد کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے پاؤں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ (۱۲)

لیکن ہمارے آقا و مولا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لعاب مبارک کی شانِ مشکل کشائی ہے کہ لعاب مبارک کی

(۱۰) صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر، الرقم: ۴۲۰۱ (۱۱) مدارج النبوت، باب غزوہ خیبر کا ذکر، ج ۲، ص ۳۰۵

(۱۲) مدارج النبوت، باب غزوہ خیبر کا ذکر، ج ۲، ص ۲۹۶

برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفاعت فرمائی اور ایسی شفاعت فرمائی کہ تازندگی دوبارہ آپ کو آشوب چشم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سردیوں میں گرمیوں والے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر میری آنکھوں میں لعاب لگایا تھا، تو دعا کی تھی:

”اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَزْنَ وَالْبَرْدَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”اے اللہ! علی سے سردی اور گرمی دور فرما دے!“ اس دعائے نبوی کے بعد نہ مجھے سردی لگتی ہے نہ گرمی۔

..... **کان ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:**

حدیث مذکورہ میں فرمایا کہ

”جبئذ اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔“

یہ دو طرفہ محبت معیار ولایت کا مکمل ہے۔ بلکہ اکابر اولیائے امت کے مشاہدات اور فرمودات کے مطابق مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ معدن ولایت ہیں۔

قطب الاولیاء حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ قرب: نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اصل الاصل ہے اور اس راستے کے واصلان انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے اصحاب اور امتوں میں سے جن کو بھی وہ اس ذریعہ دولت سے نوازا نا چاہیں ان میں شامل ہیں۔ دوسرا راستہ قرب: ولایت کا ہے جس کے ذریعے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء واصل باللہ ہوتے ہیں ”راہ سلوک“ اسی کو کہتے ہیں اس راستے کے واصلین کے پیشوا اور ان کے فیض کا منبع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔“ (۱۴)

..... **جہاد کا مقصد مال غنیمت یا قتل و غارت نہیں بلکہ اصلاح معاشرہ ہے:**

حدیث مذکورہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ

”أَدْْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ“

ترجمہ: ”لڑائی سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔“

تمام جنگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طریقہ رہا ہے کہ حتیٰ الامکان لڑائی سے گریز کیا جائے۔ بار بار کفار کو پیش کش کی جاتی تھی کہ مسلمانوں کا مقصد قتل و غارت یا مال غنیمت حاصل کرنا نہیں، بلکہ انسانوں کو ہدایت فراہم کر کے انہیں دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچانا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَقَتِّلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ“ (۱۵)

ترجمہ: ”اور ان (کفار) سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے! اور اللہ کا دین غالب آ جائے۔“

کافر کو مسلمان کرنے کی فضیلت

حدیث بالا میں ارشاد فرمایا:

لَا أَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ“

ترجمہ: ”اے علی! اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک کافر کو ہدایت عطا فرمادے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوگا۔“

اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا موجب ثواب آخرت ہے اور اس دنیاوی متاع سے افضل و بہتر ہے جو راہِ خدا میں خرچ کیا

جائے۔“ (۱۶)

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا شان ہے تبلیغ اسلام کی اور کافروں کو دائرۂ اسلام میں لانے کی اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے امت رحمہم جنہوں نے ہزاروں، لاکھوں کفار کو ظلمتِ کفر سے نکال کر اسلام کی روشنی عطا فرمائی۔

کاش! اس دور کے مسلمان بھی اس عظیم سعادت کے حصول کی طرف توجہ فرمائیں۔

مبارک تھے۔ جنگ یرموک میں آپ کی ٹوپی گر گئی تو آپ نے (ٹوپی واپس لانے کے لیے) حملہ کرنے کا حکم دیا، اصحاب نبی نے اس حملہ کو ناپسند کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اِعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَائِبَ شَعْرِهِ فَسَبَقَتْهُمْ إِلَىٰ نَاصِيَتَيْهِ فَجَعَلْتُهَا فِي هَذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ إِلَّا دُرُقْتُ النَّصْرَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عمرہ فرمایا، اپنے سر کے بال کٹوائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بالوں کو لینے لگے، میں بھی آگے بڑھا، کچھ بال اپنی اس ٹوپی میں رکھ لیے۔ میں ہر جنگ میں اس ٹوپی کے ساتھ جاتا ہوں، مجھے اس کی وجہ سے مدد حاصل ہوتی ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آثار و تبرکات کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیتیں

- (۱)..... حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:
- ”هَذِهِ شَعْرَةٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ فَصْنَعُهَا تَحْتَ لِسَانِي فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهِ فَدَفِنَ وَهِيَ تَحْتَ لِسَانِهِ“ (۱۴)
- ترجمہ: ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بال مبارک ہے، (جب میں فوت ہو جاؤں) تو میری زبان کے نیچے رکھ دینا، چنانچہ اس کو میں نے آپ کی زبان کے نیچے رکھ دیا، آپ رضی اللہ عنہ اس حال میں دفن کیے گئے کہ وہ بال آپ کی زبان کے نیچے تھے۔“
- (۲)..... حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے ملی ہوئی خوشبو تھی:
- ”أَوْصَىٰ إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنْوِطِهِ مِنْ ذَلِكَ السُّلِّ“ (۱۵)
- ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اس خوشبو کو میری حنوط میں شامل کیا جائے۔“
- (۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عصا مبارک تھا، آپ نے وصیت کی کہ یہ عصا مبارک میری قبر میں رکھا جائے چنانچہ
- ”قَدَفَنْتُ مَعَهُ بَيْنَ جَنْبَيْهِ وَقَبِيضِهِ“ (۱۶)
- ترجمہ: ”وہ عصا مبارک آپ کی قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کیا گیا۔“

(۱۳) المستدرک، باب ذکر مناقب خالد بن الولید لرقم: ۵۲۹۹ (۱۴) شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الخامس فی خدمہ وحرصہ ۴/۵۰۴

(۱۵) صحیح بخاری، باب من زار قوماً فقال عندہم، الرقم: ۶۲۸۱ (۱۶) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، فصل انس بن مالک ۱/۲۹۴

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرض الوصال میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے ناخن مبارک منگوائے اور کہا:

”إِذَا مُتُّ فَخُذُوا الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ ثُمَّ اجْعَلُوهُ فِي كَفِّي“ (۱۷)

ترجمہ: ”جب میں مر جاؤں تو ان موئے مبارک اور ناخنوں کو میرے کفن میں رکھ دینا۔“

روایات بالا سے واضح ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے موئے مبارک کی حفاظت کا اہتمام خود فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے موئے مبارک کی حفاظت اور تعظیم کرنا اور ان کے بارے میں عقیدہ رکھنا کہ ان سے برکات اور فتوحات ملتی ہیں بلکہ موئے مبارک آخرت میں بھی ذریعہ بخشش ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ و عمل ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بال مبارک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے تھے۔

آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ..... فَقَالَتْ: هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجْتُ إِلَيَّ جُبَّةً طَيِّبَةً كَسَرَوَانِيَّةً لَهَا لِبْنَةٌ وَبِجَاحٌ وَفَرْجِيهَا مَكْفُوفَتَيْنِ بِالذِّبْجِ فَقَالَتْ: هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَفْسُهَا لِلْمَرْطِيِّ يُسْتَشْفَى بِهَا“ (۱)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے غلام حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جبہ ہے، آپ نے میری طرف ایک طپالی کسروانی (شاہی) لمبی قمیض نکالی جس کی (گریبان کی) پٹی ریشم کی تھی اور اس کے دامن کا حاشیہ بھی ریشم سے سلا ہوا تھا، پھر کہا: یہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جب وہ وفات پا گئیں تو میں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کو زیب تن فرمایا کرتے تھے، پس ہم اسے بیماروں کیلئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا پاتے ہیں۔“

آثار کی زیارت کرنا اور کرنا سنت صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ ہے

حدیث بالا سے واضح ہے کہ صحابیہ رسول حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نشانی جبہ مبارک کی زیارت کرائی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یادگاروں کی زیارت کرنا اور زیارت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ: فِي هَذَا نُرْعِ ذُوحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۲)

ترجمہ: ”اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا: اس کبیل میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی روح قبض ہوئی تھی۔“

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

(۱) صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناہ الذہب، الرقم: ۲۰۶۹ - شعب الايمان، الرقم: ۵۴۰۲ (۲) صحیح بخاری، باب ما ذکر من ذرع النبی، الرقم: ۳۱۰۸

”أَخْرَجَ الْإِنْسَانُ نَفْلَيْنِ جَزَدًا وَنَبْلًا لَّهُمَا قَبْلَانِ فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ ۖ الْبُتَانِيُّ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ“ (۳)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دو پرانے جوتے ہمارے سامنے نکالے جن کے دو تھے تھے بعد میں حضرت ثابت نے حضرت انس کے حوالے سے کہا: بیشک یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جوتے ہیں۔

مسلمانوں کو مقدس مقامات کی زیارت کرنے سے روکنا

حرمین شریفین میں غار ثور، غار حرا، جبل احد اور تاریخی کنوؤں وغیرہ کی زیارت سے مسلمانوں کو نہ صرف روکا جا رہا ہے بلکہ اسے شرک و بدعت قرار دے کر مسلمانوں کے جذبات شدید مجروح کیے جا رہے ہیں۔

جبل نور اور جبل ثور کے دامن اور کئی دیگر مقامات پر سائن بورڈ نصب کر دیئے ہیں جن پر عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں لکھا ہوا ہے کہ

”ان مقامات کی زیارت کرنا اور یہاں نماز پڑھنا غیر مشروع (نا جائز) ہے۔“
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر لکھا ہے کہ
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پتھروں کی تعظیم سے منع کیا ہے۔“
حالانکہ ارشادِ نبوی ہے:

”وَجَعَلْتُ لِيَ الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَظَهْرًا“ (۴)

ترجمہ: ”میری وجہ سے روئے زمین کو جائے نماز اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک کی رو سے زمین کے دیگر خطوں کی طرح جبل ثور اور جبل نور پر بھی نماز جائز ہے بلکہ ان مقامات پر عبادت کرنا صرف جائز نہیں بلکہ سنتِ نبوی بھی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان تاریخی مقامات پر نماز پڑھنے سے منع کرنا غیر شرعی امر ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پتھروں کی تعظیم سے منع کیا ہے“ صاف جھوٹ ہے۔ شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں حجر اسود کو طوافِ کعبہ کے ہر طواف سے پہلے چومنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ارشادِ نبوی ہے کہ

”وَاللَّهِ لَيُبَعَثَنَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنْ اسْتَلَمَهُ بِحَقِّي“ (۵)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! روزِ قیامت حجر اسود کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا، یہ پتھر ہر اس شخص کے لئے گواہی دے گا جس نے اس کا استلام (چوما، یا ہاتھ یا چھری سے اشارہ) کیا۔“

..... حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب پتھر ”مقامِ ابراہیم“ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى“ (۶)

ترجمہ: ”اور تم مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔“

..... اسی طرح حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یادگار پہاڑیوں صفا و مروہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۳) بخاری، باب ما ذکر من درع النبی، الرقم: ۳۱۰۴ (۴) بخاری، کتاب التیمم، الرقم: ۲۳۵ (۵) ترمذی، باب ما جاء فی الحجر الاسود، الرقم: ۹۲۱ (۶) سورہ بقرہ: ۱۲۵

”إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ“ (۷)

ترجمہ: ”بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (۸)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔“

ثابت ہوا کہ شریعتِ اسلامیہ میں یادگار پتھروں کو شعائر اللہ قرار دے کر ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

لہذا واضح ہوا کہ نجدی علماء کا سائن بورڈ پر لکھنا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پتھروں کی تعظیم سے منع کیا ہے“ صاف جھوٹ ہے۔ بلکہ اسلام میں محبوبانِ خدا کی یادگاروں (پتھر ہو یا اور کوئی چیز) کو شعائر اللہ اور آیاتِ بینات قرار دیا گیا ہے اور ان یادگاروں کی تعظیم، کودل کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔

ریشمی کپڑے کا شرعی حکم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عورتوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دی ہے جبکہ مردوں کیلئے ریشمی کپڑے کو پہننا حرام قرار دیا ہے۔ البتہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا والی حدیث سے واضح ہے کہ قلیل مقدار میں ریشم کا استعمال مردوں کیلئے جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چار انگشت سے زائد ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔“ (۹)

لہذا اگر بیان اور دامن وغیرہ پر ریشم کا حاشیہ جس کی چوڑائی چار انگشت سے کم ہو جائز ہے، اسی طرح ریشم کے کاج اور بٹن بھی جائز ہیں۔

آثار کو محفوظ رکھنا سنتِ صحابہ ہے

حدیثِ مذکورہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قمیص مبارک اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور ان کی وفات کے بعد ان کی بڑی بہن (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) نے جبہ مبارک کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یادگاروں کو محفوظ رکھنا صحابیات کی سنت ہے۔

..... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک دھاری دھار چادر پیش کی آپ نے اسے قبول فرمایا، آپ کو اس کی ضرورت تھی آپ نے اسے پہن لیا۔ تو صحابہ کرام میں سے ایک شخص (عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ چادر کتنی ہی خوبصورت ہے آپ مجھے پہنا دیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہاں فرمادی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وہاں سے تشریف

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

..... ﴿ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِذْ أَبْعَثْنَا إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ“ (۱)

ترجمہ: ”اور جب آزمائش کی ابراہیم کی اُن کے رب نے چند باتوں میں تو اس نے انہیں پورا کر دیا، فرمایا: بیشک میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، عرض کیا: اور میری اولاد سے بھی، فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔“
آیت مبارکہ کے تحت تفسیری فوائد بیان کرنے سے پہلے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مختصر سوانح حیات اور آپ کی سیرت طیبہ پر نہایت اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں:-

نسب

آپ کا نسب اس طرح ہے:

”إِبْرَاهِيمَ بْنِ تَارِيحَ بْنِ قَاخُورَ بْنِ أَرْعُوَ بْنِ شَارِيحَ بْنِ قَالِيحَ بْنِ عَابِرَ بْنِ شَالِيحَ بْنِ أَرْفَخْشَدَ بْنِ سَامَ بْنِ نُوحَ بْنِ لَمَكَ بْنِ مِثْؤُشَلُخَ بْنِ أَخْنُؤُخَ بْنِ بُرْدَ بْنِ مِهْلَاقِيلَ بْنِ قَبْعَانَ بْنِ قُؤُشَ بْنِ شِيثَ بْنِ آدَمَ“ (۲)

مشرک ”آزر“ آپ کا چچا تھا

..... ﴿قرآن مجید میں ہے:

”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ أَرَزَأْتُمْ لَكُمْ آلِهَةً ۖ قَالَ إِنِّي أَزْرَأُكَ وَ قَوْمَكَ فِي صُلْبٍ مُّبِينٍ“ (۳)
ترجمہ: ”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ (چچا) آزر سے کہا کیا تم بتوں کو الہ بنا تے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔“

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ مشرک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا لیکن تحقیق اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور وہ موحد (توحید پرست مسلمان) تھے اور مشرک آزر آپ کا چچا تھا۔
مشرک آزر کے چچا ہونے اور ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ ہونے کی مضبوط ترین اور ناقابل تردید دلیل یہ حقائق ہیں:

(۱) سورۃ بقرہ: ۱۲۳ (۲) السنن لکبری للبیہقی، باب اعطاء الفیء علی الدیوان ومن یقع بہ، الرقم: ۱۳۰۶۳ (۳) سورۃ انعام: ۷۴

اور امتحانات میں کامیاب ہونے سے بندہ کے گناہ معاف کر کے اس کے درجات و مراتب کو بلند کر دیا جاتا ہے۔

..... ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بخار تھا، میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بخار کی گرمی مجھے اپنے ہاتھوں میں لحاف کے اوپر سے محسوس ہوئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کو بہت ہی سخت بخار ہے! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّا كَذَلِكَ يُصَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيُصَعَّفُ لَنَا الْآخِرُ“

ترجمہ: ”ہمارا یہی حال ہے ہم لوگوں پر مصیبت بھی کئی گنا زیادہ آتی ہے اور ثواب بھی کئی گنا زیادہ دیا جاتا ہے۔“

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”انبیاء پر“، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پھر کن پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”ثُمَّ الصَّالِحُونَ..... وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ بِالرَّخَاءِ“ (۳۶)

ترجمہ: ”پھر نیک لوگوں پر.... کہ وہ آزمائش سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم میں سے کوئی خوشحالی ملنے پر خوش ہوتا ہے۔“

قَالَ إِنِّي جَاعِلٌ لِلنَّاسِ إِمَامًا

ترجمہ: ”فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔“

امام کا لغوی معنی ہے: جس کی اقتداء کی جائے چاہے وہ حق ہو یا باطل۔

لیکن شرع شریف میں امام وہ ہے جس کی امور دین میں اتباع اختیار کی جائے۔ اور اس کا مصداق انبیاء کرام علیہم السلام، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، قضاة الاسلام، ائمہ دین (مجتہدین، مفسرین، محدثین وغیرہ) اور ائمہ مساجد ہیں نیز امام کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا امیر ہو۔

امامت میں انبیاء کا درجہ سب سے اونچا ہے اور اس آیت میں امام سے مراد ”نبی“ ہے کیوں کہ ”لِلنَّاسِ“ میں الف ولام استغراق کا ہے جس کا معنی ہے تمام لوگوں کے لئے اور تمام لوگوں پر اتباع صرف نبی کی ہی فرض ہے۔

قَالَ وَمَنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يَمْتَلِكُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

ترجمہ: ”عرض کی: اور میری اولاد سے، فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔“

معلوم ہوا کہ اولاد سے خیر خواہی اور اولاد کے لئے اونچے مراتب کی دعا کرنا سنت انبیاء ہے۔

نیز فرمایا: ”میرا یہ وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا“ اور ان انسانوں میں سے معصوم ہونا صرف نبی کا ہی خاصہ ہے نیز یہ موقع

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر احسان و امتنان فرمانے کا ہے لہذا یہاں امامت کا اعلیٰ درجہ نبوت ہی مراد ہے۔

طرسوں کے قلعے اور دیگر بے شمار علاقے ہیں۔

شہادتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اس کے محرکات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

”يُقْتَلُ هَذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِّعُثْمَانَ“ (۵۶)

ترجمہ: ”یہ اس فتنہ میں ظلماً قتل کر دیئے جائیں گے۔“

سبائی فتنہ کی پیش گوئی

اس حدیثِ مبارک میں نبیِ غیب دان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سبائی فتنہ کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ جس کے نتیجے میں خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

یہ سبائی فتنہ ایک یہودی عالم عبداللہ بن سباء کی طرف منسوب ہے۔

ارشاداتِ قرآن کے مطابق یہودی ”اسلام“ کے بدترین دشمن اور نہایت سازشی اور فسادی ہیں۔ ان کی شرانگیزیوں کی وجہ سے انہیں مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا گیا اور بعد ازاں انہیں خیبر سے بھی نکال دیا گیا اور پھر جزیرۃ العرب سے نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔

انہی حالات میں یہودیوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے، ان کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے اور مسلمانوں میں جنگ وجدال کا بازار گرم کرنے کیلئے ایک نہایت خطرناک سازش تیار کی۔

اس سازش کے تحت عبداللہ بن سباء یہودی منافقانہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ مشہور شیعہ محقق ملا باقر مجلسی اور علامہ عبدالعزیز کشی خود اس بات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَاءٍ كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ وَوَالَى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ فِي يَوْشَعَ بْنِ نُونٍ وَصِيٍّ مُوسَى بِالْعُلُوِّ فَقَالَ فِي إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَقَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي عَلِيٍّ مِثْلَ ذَلِكَ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرَضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ أَعدَائِهِ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيهِ وَأَكْفَرَهُمْ فَمِنْ هَهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَصْلُ التَّشْيِيعِ وَالرَّفِضِ مَأْخُوذٌ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ“ (۵۷)

ترجمہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اہل علم شاگردوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء دراصل یہودی

تھا جو مسلمان بن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تولی (اظہار محبت) کرنے لگا۔ وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کی باتیں کرتا تھا، چنانچہ اب وفات نبوی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ویسا ہی غلو کرنے لگا۔ یہی سب سے پہلا وہ شخص تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت بلا فصل) کے عقیدہ کے فرض ہونے کا اعلان کیا اور ان کے (بزعم خویش) دشمنوں کی شان میں اظہار تبرأ کیا اور اس (عقیدہ) کے مخالفین کو بے نقاب کیا اور انہیں کافر قرار دیا۔ یہیں سے مخالفینِ شیعہ نے کہا کہ بیشک مذہب شیعہ اور ارفضیت ”یہودیت“ سے ماخوذ ہے۔“

سبائی سازش

خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن سباء سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دھتکار دیا۔ یہاں سے نکل کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں جا بیٹھا مگر یہاں بھی سازگار حالات میسر نہ آ سکے، پھر عراق چلا گیا وہاں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ بالآخر مرکز اسلام سے دور دراز مصر کا رخ کیا اور مصریوں کو سب سے پہلے یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شاگرد خاص اور آل رسول کا محب ہے۔ پھر مسلمانوں میں سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگا اور کہا کہ وفات نبوی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے مگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اور ان کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو اور اب حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مجاہدین کو انقلاب برپا کر کے موجودہ خلیفہ سے خلافت چھین کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہیے۔

چنانچہ اس چالاک دشمن اسلام نے سادہ لوح مصریوں کے دل میں خلفائے ثلاثہ اور بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نفرت کا بیج بونے کی مہم شروع کر دی۔ یہاں تک کہ خلفائے ثلاثہ کو ظالم غاصب اور کافر قرار دینے لگا اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی شان میں تبرے کرنے لگا۔

اس یہودی نے دین سے ناواقف لوگوں کو یہ بھی ذہن نشین کرایا کہ قیامت سے پہلے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آئمہ اہل بیت دنیا میں رجوع کریں گے اور خلافت چھیننے والے خلفاء کو دوبارہ دنیا میں لائیں گے۔ اور تب اہل بیت ان سے ظلم کا بدلہ لیں گے۔

اس پر مستزاد عبد اللہ بن سباء نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ گورنروں کی کردار کشی کی مہم چلائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اقرباء پروری کا الزام لگایا جس کے نتیجے میں کئی مخلص لوگ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ۳۴ھ میں مخالفین کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور خلیفہ رسول حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا جو کہ چالیس دن تک رہا اور آخری ایام میں آپ کے گھر پانی پہنچانے پر بھی پابندی لگادی۔ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت دیگر اکثر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان باغیوں کے خلاف کاروائی کرنے کی اجازت مانگی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی سختی کے ساتھ لڑائی سے روک دیا۔

اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور دیگر کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تلواریں لے کر کھڑا ہونے پر مامور فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مثالی خوفِ خدا اور مسلمانوں سے لڑائی کرنے میں بے مثل احتیاط جب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے لڑائی کی اجازت طلب کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم خوش ہو جاؤ گے کہ تم تمام لوگوں کو اور مجھے بھی قتل کر دو؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فَإِنَّكَ إِنِ قَتَلْتِ رَجُلًا وَاحِدًا فَكَأَنَّمَا قَتَلْتَ النَّاسَ جَمِيعًا“ (۵۸)

ترجمہ: ”اگر تو نے ایک آدمی کو بھی قتل کر دیا تو گویا تو نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔“

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اے خلیفہ رسول! آپ تین میں سے ایک اختیار فرمائیں، آپ حق پر ہیں ہمیں ان مخالفین کے خلاف لڑنے کی اجازت دیں یا آپ مکان کے عقب سے مکہ مکرمہ چلے جائیں یا آپ شام چلے جائیں جہاں آپ کے رشتہ دار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت بڑی عسکری قوت ہے تو آپ نے فرمایا: نہ تو میں اپنی جان بچانے کے لیے شہر رسول میں خونریزی ہونے دوں گا اور نہ ہی آخری وقت میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس چھوڑوں گا۔ (۵۹)

چنانچہ بالآخر ایمان شریق میں یا پھر ۱۸ ذوالحجہ ۳۴ھ کو خلیفہ رسول امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

اس کے بعد مسلمانوں میں شدید اختلافات پیدا ہوئے جس کے نتیجے میں شدید جنگیں ہوئیں اور مسلمان آج تک مجتمع نہیں ہو سکے۔ (اس کی قدرے تفصیل دیکھیے آگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن سبا اور اس کے اکثر ساتھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۵۸) کنز العمال، الرقم: ۳۶۳۰۳ - تفسیر درمستور، زیر بحث آیت نمبر ۳۲، سورۃ مائدہ

(۵۹) مسند احمد، الرقم: ۳۸۱ - مجمع الزوائد، باب فیما کان بین اصحاب، الرقم: ۱۲۰۰۱

کی جماعت میں شامل ہو گئے اور انہوں نے مکرو فریب اور تکیہ کر کے اپنے آپ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا محب ظاہر کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے بے پناہ مشکلات پیدا کیں۔

بالآخر عبد اللہ بن سباء نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کی تبلیغ شروع کر دی جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سباء اور اس کے ساتھیوں کو آگ میں جلادیا۔ اور اس طرح اس منافق یہودی کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ شارح بخاری ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”يُقَالُ لَهُمُ السَّبَائِيَّةُ مُعْتَقِدُونَ إِلَهِيَّةَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ أَحْرَقَهُمْ عَلِيٌّ بِالنَّارِ فِي خِلَافَتِهِ“ (۶۰)
ترجمہ: ”اس قوم کو سبائیہ کہا جاتا تھا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دور خلافت میں آگ میں جلادیا۔“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں

اس حدیث پاک (يُقْتَلُ هَذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِّعُثْمَانَ) میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مظلوم قرار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے قاتل ظالم تھے اور آپ حق پر تھے۔ جامع ترمذی کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

”هَذَا يَوْمٌ مَّيِّدٌ عَلَى الْهُدَى“ (۶۱)

ترجمہ: ”یہ اس وقت ہدایت پر ہوں گے۔“

اصحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جبل احد پر تشریف لائے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے تو احد پہاڑ تھمرانے لگا۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أُثْبِتُ أَحَدًا قَاتِمًا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ“ (۶۲)

ترجمہ: ”اے احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“

تسلیم و رضا کا کمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث میں شہید قرار دے دیا لیکن ان دونوں ہستیوں کا کمال تسلیم و رضا ہے کہ ان میں سے کسی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے

(۶۰) لسان المیزان، من اسمہ عبد اللہ بن سباء، ج ۳، ص ۲۹۰ (۶۱) جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان، الرقم: ۳۶۰۴

(۶۲) صحیح بخاری، باب قول النبی لو کنتم ستخذوا خلیلاً، الرقم: ۳۶۴۵

شہادت کی موت ملنے کی کبھی دعا کی بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو عموماً دعا فرماتے تھے:

﴿.....﴾ **”اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدٍ نَبِيَّكَ“** (۶۳)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے راستے میں شہادت اور تیرے رسول کے شہر میں وفات پانے کی دعا کرتا ہوں۔“

﴿.....﴾ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ أَحْيِنِي سَعِيدًا وَأَمِثْنِي شَهِيدًا“ (۶۴)

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے زندہ رکھ نیک بخت بنا کر اور موت دے شہید بنا کر۔“

احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مظلوم، ہدایت یافتہ اور شہید قرار دینا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں۔

جو لوگ آپ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں گمراہ ہیں اور ایسے ہی جن لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت پر حملے کئے ہیں۔ یہ لوگ اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اسی طرح تمام غیر مستند تاریخی روایات جن میں حضرت عثمان غنی یا دیگر صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف مواد موجود ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس افطاری

آخر میں ایک اور حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جس سے مسئلہ علم غیب، مسئلہ حیات النبی، مسئلہ اختیاراتِ مصطفیٰ اور نظام کائنات میں تصرفِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مسئلہ اور اسکے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ نبوی میں مقرب ہونا واضح ہو رہا ہے۔

”عَنْ مُهَاجِرِ بْنِ حَبِيبٍ وَأَبِي إِسْحَاقَ بْنِ مِصْقَلَةَ قَالََا بَعَثَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَرَى هَذِهِ الْكُفَّةَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ مِنْهَا اللَّيْلَةَ فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ أَحْصِرُوكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَأَذَلَنِي لِي دَلُّوا فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَإِنِّي لَا أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي ثُمَّ قَالَ لِي: إِن شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ فَتَصْرَكَ عَلَيْهِمْ وَإِنْ شِئْتَ أَفْطَرْتُ عِنْدَنَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَقُلْتُ لَهُ: مَا الَّذِي اُخْتَرْتُ؟ قَالَ: أَلْفِظَرُ عِنْدَهُ فَأَنْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى مَنْزِلِهِ فَلَمَّا اُزْتَفَعَ النَّهَارُ قَالَ لِأَخِيهِ: أَخْرِجْ فَأَنْظُرْ مَا صَنَعَ عُثْمَانُ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ هَذِهِ السَّاعَةَ حَيًّا فَأَنْصَرَفَ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ قُتِلَ الرَّجُلُ رَحِمَهُ اللَّهُ“ (۶۵)

ترجمہ: ”حضرت مہاجر بن حبیب اور حضرت ابراہیم بن مصقلہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا

(۶۳) صحیح بخاری، باب کراہیۃ النبی ﷺ ان تعری المدینۃ، الرقم: ۱۸۹۰ (۶۴) المستدرک، باب ذکر مقتل عثمان بن عفان، الرقم: ۳۵۶۶

(۶۵) مسند الحارث، باب فضل عثمان، الرقم: ۹۶۹۰ کنز العمال، باب حصرة وقتله، الرقم: ۳۹۲۹۶

جب (سبائیوں نے) محاصرہ کیا ہوا تھا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا سراٹھاؤ، اس کھڑکی کی طرف دیکھو! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رات اس میں سے کمرہ میں دیکھا اور فرمایا: اے عثمان! کیا ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ تو آپ نے پانی کا ایک ڈول میرے قریب کیا پس میں نے اس میں سے پانی پیا، بے شک میں اس کی ٹھنڈک اپنے جگر میں پارہا ہوں۔ پھر مجھے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہاری ان (محاصرہ کرنے والوں) پر مدد کرے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ نے کس کو اختیار فرمایا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس افطار کرنے کو۔ پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے پھر جب دن بلند ہوا تو اپنے بیٹے کو فرمایا: جاؤ دیکھو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا؟ کیونکہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں۔ پس وہ آپ کی طرف لوٹے اور کہا: انہیں شہید کر دیا گیا ہے، اللہ اُن پر رحمت فرمائے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ذوالحجہ ۳۴ ہجری کا ہے تاریخ میں اختلاف ہے۔ آپ کی نماز جنازہ صحابی رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع کے قریب آپ کے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدے ہوئے باغ ”حُش کوکب“ میں آپ کی تدفین کی گئی۔

آپ کے مزار اقدس کی مسمااری

1925ء میں جب آل و اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات مقدسہ اور اسلام کی بے شمار یادگاروں کو مسما کر دیا گیا تو اس دوران خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس بھی شہید کر دیا گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

امیر المؤمنین خلیفہ چہارم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مرتضیٰ شیر حق اشجع الامم
اصل نسل صفا و صل خدا
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام
پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیر شکن

آپ رضی اللہ عنہ عظیم المناقب، کثیر الکرامات، عشرہ مبشرہ میں سے صحابی رسول، داماد رسول، ابن عم رسول، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا کے شوہر محترم، جنتی نوجوانوں کے سردار امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی، باب مدینۃ العلم، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے قاضی اور سب سے بڑے مفسر قرآن، حل مشکلات، فاتح خیر، تمام سلاسل روحانیہ کے مرشد و امام طریقت اور معدن ولایت ہیں۔ آپ کی اولاد سے علوم و معارف کے بحر بے کنار انعمہ اہل بیت عظام رحمۃ اللہ علیہم اور شیخ المشائخ حضرت سیدنا علی جویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، قطب الاقطاب غوث اعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بے شمار متحر علمائے صالحین اور اولیائے کاملین پیدا ہوئے جن کے فیض یافتگان میں ہزاروں محدثین، مفسرین، مجتہدین، فقہاء، صوفیائے اسلام اور ماہرین علوم و فنون اور سائنسدانوں کے نام شامل ہیں جنہوں نے ہر دور اور ہر علاقے میں اسلام کو زندہ اور غالب رکھا اور تار و زریق قیامت آپ کے فیوض و برکات امت مسلمہ اور خصوصاً سالکین راہ تصوف میں جاری و ساری رہیں گی اور آپ کی مہر کے بغیر کسی سلسلہ میں کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکے گا۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُ وَآذَرَصَّاهُ عَنَّا وَحَزَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْ اُمَّتِیْ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ اٰمِیْن اٰمِیْن اٰمِیْن

ولادت و شہادت

آپ کی ولادت ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو خانہ کعبہ کے اندر ہوئی اور ۱۷ یا ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو نماز فجر سے پہلے جامع مسجد کوفہ میں ایک خبیث خارجی عبد الرحمن بن ملجم کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان المبارک رات کو جام شہادت

نوش فرما کر کوفہ میں نجف الاشرف کے مقام پر مزار اقدس میں آرام فرما رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

سوانح حیات

آپ کے والد کا نام ابوطالب عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم ہے، آپ کی والدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بن ہاشم ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”مدارج النبوت“ میں لکھتے ہیں:

”بود ولادت وے در جوف کعبہ“ (۱)

ترجمہ: ”آپ کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔“

آپ کے والد متولی کعبہ جناب ابوطالب نے آپ کا نام ”زید“ رکھا، جبکہ آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے آپ کا نام اپنے والد اسد کے ہم معنی ”حیدر“ (بر شیر) رکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد آپ کی دونوں آنکھیں تین دن تک بند تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فوراً آنکھیں کھول لیں اور دنیا میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اپنے منہ مبارک میں چبا کر اپنے لعاب سے ملا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی (۲) اور گھٹی کے ذریعے بے شمار فضائل و کمالات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیئے۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فخر یہ انداز میں کہا کرتے تھے:

”لَعَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَمِي هَذَا“ (۳)

ترجمہ: ”میرے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن ہے۔“

اسم مبارک ”علی“ پر کلام

لفظ ”علی“ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ آیہ الکرسی میں ہے: ”وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ“ (۴) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام ”علی“ تجویز فرمایا (۵) اور یہی اسم مبارک رائج ہوا۔

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے لیکن ایک بار آپ مسجد نبوی میں مٹی پر لیٹے ہوئے تھے آپ کو پسینہ آیا اور جسم مبارک مٹی سے آلود ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مدارج النبوة، باب ہفتم: کتابان بازگاہ رسالت ۲/۵۳ (۲) السیرۃ الحلبيۃ، باب ذکر اول الناس ایمانا ۱/۳۸۲

(۳) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۳۰ سورۃ انبیاء (۴) سورۃ بقرہ: ۲۵۵ (۵) دلائل النبوة للصبہانی، الرقم: ۲۵۵، ج ۱، ص ۱۹۳

”اَجْلِسْ يَا اَبَا تُرَابٍ“ (۶)

ترجمہ: ”اے مٹی والے بیٹھ جاؤ۔“

تو اس کے بعد آپ کی کنیت ”ابو تراب“ مشہور ہوئی، جو آپ کو سب سے زیادہ پسند تھی۔

آپ کے اسماء والقباب میں ہادی، مہدی، یَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ (مؤمنین کا بادشاہ)، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا والد ہونے کی وجہ سے آپ کی ایک کنیت ”أَبُو الرَّيْحَانَتَيْنِ“ بھی ہے اور ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلِيَ مَوْلَاَهُ“ کے تحت آپ کا ایک لقب مبارک ”مولائے کائنات“ بھی ہے۔

ایک اہم کلامی مسئلہ

یاد رہے کہ جب لفظ ”علی“ (بلند و بالا) کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے بلند و بالا ہونے کی ذاتی صفت ہوتی ہے اور جب لفظ ”علی“ کا اطلاق حضرت شیر خدا یا کسی اور شخص پر ہوتا ہے تو اس سے مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بلند و بالا ہونے والی ذات و شخصیت۔

یہی فرق اگر داتا (سخی) بمشکل کشاء، حاجت روا، غوث اعظم اور دیگر الفاظ میں ملحوظ رکھا جائے تو ذاتی صفت اور عطائی صفت کے فرق سے قطعاً شرک لازم نہیں آتا بلکہ عقیدہ تو حید ثابت ہوتا ہے اور مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہنے کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام ”اللہ“ اور صفاتی نام ”الرحمن“ کے علاوہ دیگر اسماء کو عطائی صفت کے ساتھ بندگانِ خدا پر اطلاق کرنا شرعاً جائز ہے جیسا کہ ”رُف“ اور ”رحیم“ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا نام ”بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ“ (۷) رکھا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت فرمائی عم رسول جناب ابوطالب اپنے والد محترم حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ۸ سال کی عمر کے بعد آپ کی پرورش کے کفیل بنے۔ جناب ابوطالب نے ۸ سال کی عمر سے لے کر ۵۱ سال کی عمر تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی حفاظت اور آپ پر جانثاری کے لیے بے مثال کردار ادا کیا جب کفار نے جناب ابوطالب سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے قریش کے حوالے کر دیں تو اس وقت جناب ابوطالب نے جواب دیا:

”وَسُئِلَهُ حَتَّى نَصَرَ عَ حَوْلَهُ وَنَذَلَ عَنْ أَهْبَاتِنَا وَالْحَلَائِلِ“ (۸)

(۶) صحیح بخاری، باب مناقب علی بن ابی طالب، الرقم: ۳۴۰۳ (۷) سورۃ توبہ: ۱۲۸ (۸) المستدرک، باب مناقب عبیدہ بن الحارث، الرقم: ۳۸۶۳

ترجمہ: ”ہم انہیں تمہارے سپرد کریں گے جب ہم آپ کے ارد گرد مکر گر جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھلا دیں گے۔“
حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اپنے چچا جناب ابو طالب کے پاس گئے اور کہا:

”إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَخَفِّفَ عَنْكَ مِنْ عِيَالِكَ“

ترجمہ: ”ہم آپ سے آپ کے کثیر عیال کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔“

اس لیے آپ اپنے بیٹوں میں سے ایک ایک بیٹا پرورش کے لیے ہم دونوں کے حوالے کر دیں تو جناب ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پانچ سال کی عمر میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سپرد کیا۔ (۹)

چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پوری توجہ اور شفقت کے ساتھ پرورش و تربیت فرمائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے اندر شجاعت و بسالت، فصاحت و بلاغت و خطابت، علوم و معارف، زہد و تقویٰ، محبت نبوی و ادب رسول، جو د و سخا، عدل و انصاف، امانت و دیانت، صبر و استقامت، جذبہ جہاد و شوق شہادت، شرم و حیا، صدق و صفا، اخلاص و للہیت، استغنا و حق گوئی، نتائج سے بے پرواہ ہو کر حق پر استقامت اور دیگر تمام اخلاقی جمیلہ و اوصاف حسنہ و خصائل جمیلہ کوٹ کوٹ کر بھر دیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بعثت نبوی سے لے کر وصال نبوی تک ہر مقام پر اور ہر حال میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساتھ دینے کا حق ادا کیا۔

قبول اسلام

تحقیق یہ ہے کہ بالغ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور خواتین میں سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور نابالغ لڑکوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور آزاد غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (۱۰)

سیرت و اخلاق، جانثاری اور شجاعت و بسالت

جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قریبی رشتہ داروں کی دعوت فرمائی اور کھانے کے بعد سب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو سب خاموش رہے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو ابھی نو عمر تھے نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگرچہ میں نو عمر ہوں اور میری ٹانگیں تپتی ہیں میں آپ کا ساتھ دوں گا (۱۱) اس کے بعد آپ نے وصال نبوی تک ہر مشکل موقع پر جانثاری کے جذبہ کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساتھ دینے کا حق ادا کر دیا۔

(۹) المستدرک، باب علی بن ابی طالب، الرقم: ۶۳۶ (۱۰) البدایہ والنہایہ، فصل فی ذکر اول من اسلم ۴/۴۳ (۱۱) مجمع الزوائد، باب معجزاتہ، الرقم: ۱۳۱۰۹

سوال یہ پیدا ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ“ (۳۷)

ترجمہ: ”اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔“

اس آیت میں جس عہد کا ذکر ہے یہ عہد انبیاء کرام علیہم السلام سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا جس میں واضح اشارہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام عالم ارواح میں بھی منصب نبوت پر فائز تھے لیکن آیت مذکورہ میں ہے میں تمہیں لوگوں کا پیشوا یعنی نبی بنانے والا ہوں جس سے ظاہر ہے کہ آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اس سے پہلے نبی نہیں تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نبی بنانے سے مراد بعثت نبوت (اظہار و اعلان نبوت) ہے لہذا معنی یہ ہے کہ میں آپ کو اعلان نبوت اور فرائض نبوت کی ادائیگی پر مامور کرنے والا ہوں۔ جہاں تک نبوت ملنے کا تعلق ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ آپ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح و عالم حقائق میں منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا تھا۔

اور اگر یہاں امام سے مراد لغوی معنی کے مطابق پیشوا ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو بعد میں آنے والی تمام امتوں کا پیشوا بننا ہوں تمام نبی آپ کی اولاد سے ہوں گے اور تمام انبیاء اور رسل آپ کی ملت (ملتِ ابراہیمی) کو اپنے ادیان کی بنیاد بنائیں گے اور جملہ عقائد و اعمال اور بالخصوص حج و قربانی اور مکارمِ اخلاق میں آپ کی اقتداء کریں گے۔

چنانچہ حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا گیا:

”ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا“ (۳۸)

ترجمہ: ”پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیمی کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ ہے۔“

الْظَّالِمِينَ ظلم سے بنا ہے۔ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو غیر محل (یعنی نامناسب جگہ) میں رکھنا، کسی کے حق میں کمی بیشی کرنا، راستے سے ہٹ جانا وغیرہا

یہاں فسق مراد ہے یعنی فاسق کو منصب نبوت عطا نہیں کیا جائے گا۔

اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت (گناہوں سے پاک ہونے) کا عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور اگر امام سے مراد پیشوائی و سیادت ہے پھر ”الظَّالِمِينَ“ سے مراد کفار ہوں گے جس کا معنی یہ ہوگا کہ کافروں کو مسلمانوں کی پیشوائی کا کوئی حق نہیں۔ اور کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی کافر کو پیشوا بنائے۔

شعب ابی طالب میں بے مثال جانثاری

مکہ مکرمہ کے تمام قبائل نے جناب ابوطالب سے دو ٹوک کہہ دیا کہ آپ اپنے بھتیجے کو قتل کرنے کے لیے قوم کے حوالے کر دیں اور جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے مکہ مکرمہ کے تمام قبائل آپ سے مکمل مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کریں گے۔ جناب ابوطالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خاندان کو شعب ابی طالب (ایک گھاٹی) میں لے جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال سخت ترین تکالیف کے ساتھ بسر کیے۔

عم رسول جناب ابوطالب اور اُم المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی صحت اس قدر خراب ہو گئی کہ مقاطعہ ختم ہونے کے چند ماہ بعد دونوں بالترتیب تین دن کے وقفہ سے وفات پا گئے۔ یہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ”عام الحزن“ تھا۔

شعب ابی طالب میں رات کو خطرہ ہوتا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دشمن حملہ کر کے آپ کو شہید نہ کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار چچا رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر سے کسی اور جگہ لے جاتے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اپنے دیگر بیٹوں کو باری باری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لٹا دیتے۔

ہجرت مدینہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانثاری

جب مکہ مکرمہ کے تمام قبائل کے نوجوانوں نے مسلح ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

”نَمْ عَلَى فِرَاشِي وَالتَّيْشُخْ بِبُؤْدَى الْأَخْضَرِ فَنَمَ فِيهِ فَإِنَّهُ لَا يَخْلُصُ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَكْرَهُهُ وَأَمْرَةٌ أَنْ يُوَدِّيَ مَا عِنْدَهُ مِنْ وَدِيعَةٍ وَأَمَانَةٍ وَعَدِيرٍ ذَلِكَ“ (۱۲)

ترجمہ: ”میرے بستر پر سو جاؤ، میری سبز چادر اوڑھ لو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو امانتیں وغیرہ ہیں وہ لوگوں کو واپس کر دینا۔“

یہ کتنی بڑی جانثاری تھی کہ جس بستر نبوی پر کفار مکہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کرنا تھا اس بستر پر حکم نبوی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: بستر نبوی جس پر کفار نے قاتلانہ حملہ کرنا تھا لیٹ کر آپ ڈرے نہیں؟ تو فرمایا: میں ہرگز نہیں ڈرا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے علی! میرے بستر میں لیٹ جاؤ اور امانتیں واپس کر کے میرے پیچھے مدینہ منورہ آ جانا لہذا مجھے یقین تھا کہ کوئی دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَ عَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے فرمان کے مطابق میں نے ضرور ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچنا تھا۔

سبحان اللہ! کس قدر آپ کا ایمان مضبوط تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کی قوتِ ایمانی کا فیض عطا فرمائے آمین: ۔

اے شبِ ہجرت بجائے مصطفیٰ بر رختِ خواب اے دمِ شدت فدائے مصطفیٰ امداد کن

غزوہ بدر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۲ ہجری غزوہ بدر میں قریش مکہ کے تین سرداروں عتبہ، شیبہ اور ولید نے مبارزہ کیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے مقابلے میں تین انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا تو انہوں نے کہا: ہمارے مقابلہ کے لیے قریش سے تین آدمی آئیں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مقابلے کے لیے بھیجا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چند لمحوں میں اپنے مد مقابل ولید کو واصلِ جہنم کر دیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مد مقابل عتبہ کو واصلِ جہنم کر دیا اور شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا لیکن امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو بھی واصلِ جہنم کر دیا۔

اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے تین گنا بڑے اور جدید ترین اسلحہ سے لیس 950 کے لشکر کو منتشر ہونے اور بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں 70 کفار قتل ہوئے جن میں سے 21 کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

غزوہ بدر کے بعد اسی سال ۲ ہجری میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی، یہ شادی انتہائی باوقار اور سادگی کے ساتھ ہوئی، حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرات ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور دوسرے چند مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مدعو کریں۔

چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھادیا، شہنشاہِ کونین نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو تحائف دیئے اُن کی فہرست یہ ہے، ایک کملی، بان کی ایک چار پائی، چمڑے کا گدا، جس میں روٹی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے حضرت حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس لئے نذر کر دیا کہ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سکونت فرمائیں گے۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر اپنے نئے گھر میں گئیں تو عشاء کی نماز کے بعد حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی طلب فرمایا اور اس میں کلی فرما کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ اور

باروؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا یا اور ان کے سر اور سینہ پر بھی پانی چھڑکا اور پھر یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! میں علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ سب شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ (۱۳)

جنگِ اُحد اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگِ اُحد میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حفاظت میں جاٹاری اور شجاعت و بسالت کی انتہا کر دی جب کفار نے چاروں طرف سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گھیرا کر لیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس پہنچے اور کمالِ شجاعت کے ساتھ کفار کا چاروں اطراف سے گھیرا ختم کیا اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہاڑ کی ایک محفوظ سرنگ نما جگہ لے گئے اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور دیگر جانثاروں نے کمالِ جاٹاری کے مظاہرے کیے۔

غزوہ اُحد میں 22 کفار قتل ہوئے، جس میں سے 8 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیے۔ غزوہ اُحد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دفاع کرتے ہوئے 22 زخم کھائے۔

غزوہ خندق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

عرب کا مشہور پہلوان اور بہادر جنگجو عمرو بن عبدؤد کسی تنگ جگہ سے خندق عبور کر کے مبارزہ کرنے لگا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بجلی کی طرح حملہ آور ہوئے اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وَدٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”غزوہ خندق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمرو بن عبدؤد سے مبارزہ قیامت کے دن تک میری امت کے اعمال سے افضل ہے۔“

غزوہ بنو قریظہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۵ ہجری میں مدینہ منورہ کے یہود بنو قریظہ اور یہود خیبر غزوہ خندق (غزوہ اُحزاب) میں تمام معاہدوں کو توڑتے ہوئے قریش اور قبائل عرب کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔

غزوہ خندق میں کفار کی شکست کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلاتا خیر یہود بنو قریظہ کی سرکوبی کا فیصلہ کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر بنو قریظہ کے کنوؤں اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ ایک ماہ کے قریب جاری رہا، بالآخر یہود بنو قریظہ نے شکست تسلیم کر لی۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے تو یہود بنو قریظہ نے کہا: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو بھی فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہود بنو قریظہ کے چھ سو سے زائد جنگجوؤں کے قتل کرنے اور بچوں اور عورتوں کو مال غنیمت بنانے کا فیصلہ دیا جس پر عمل کیا گیا۔

غزوہ خیبر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرکزی کردار

خیبر مدینہ منورہ سے 174 کلومیٹر کے فاصلے پر یہود کا مرکز تھا۔ یہود خیبر نے بھی غزوہ خندق (غزوہ احزاب) میں مدینہ منورہ کے محاصرہ میں حصہ لیا تھا۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ۷ ہجری میں خیبر کے یہود کے خلاف تادیبی کارروائی کا فیصلہ فرمایا۔ مسلمانوں کی تعداد 1600 تھی اور یہود کی تعداد 20 ہزار کے قریب تھی۔

مسلمانوں نے ۲۰ دن تک خیبر کا محاصرہ کیے رکھا، سخت جنگیں ہوئیں لیکن خیبر کا مرکزی قلعہ ”قوص“ فتح نہیں ہو رہا تھا۔

ایک رات رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”لَا عَظِیْنَ لِهٰذِهِ الرَّایَةِ غَدًا رَّجُلًا یُفْتَحُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ“ (۱۵) ترجمہ: ”کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی، وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔“

رات بھر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن میں یہی خیال رہا کہ دیکھیے کہ کسے جھنڈا ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص

امیدوار تھا، لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ”اَیْنِ عَلٰی بَنِ اَبِی ظَالِبٍ“

ترجمہ: ”علی بن ابوطالب کہاں ہیں؟“ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہو گیا ہے۔

”فَبَصِّقْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِی عِیْنِیْہِ وَدَعَا لَہٗ قَبْرًا حَتّٰی کَانَ لَہٗ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ“

ترجمہ: ”آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور اُن کے لیے دعا کی تو ان کی

آنکھیں ٹھیک ہو گئیں، گویا کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں تھی۔“

پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ (۱۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے قلعہ قوص پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ قوص کا سردار مرحب جس

کی طاقت ایک ہزار نو جوانوں کے برابر تسلیم کی جاتی تھی مقابلہ میں آیا اور فخر یہ انداز میں کہا:

”قَدْ عَلِمْتُ خَيْبُؤْ اَنِّي مَرْحَبٌ شَا كِي السِّلَاحِ بِظُلِّ مُجَرَّبٍ“ (۱۶)

ترجمہ: ”خیبر والوں کو علم ہے کہ میں مرحب ہوں مسلح ہوں اور بار بار تجربہ کیا ہوا بہادر ہوں۔“

تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اَنَا الَّذِي سَمِعْتَنِي اُنْجِي حَيِّدَةً كَلَيْتَ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَةَ“ (۱۷)

ترجمہ: ”میں وہ ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام بہر شیر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح جس کا منظر انتہائی خوفناک ہے۔“

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوارِ ذوالفقار سے بجلی کی طرح حملہ کر کے ایک ایسی ضرب لگائی جس سے مرحب واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے بعد لڑائی ہوئی اور خیبر مکمل فتح ہو گیا اور یہود نے اسلحہ ڈال دیا۔

اس لڑائی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ قموص کے دروازے کو اپنی پشت پر رکھا اور مسلمانوں نے اس پر چڑھ کر قلعہ فتح کیا نیز آپ نے بائیں ہاتھ میں ایک دروازہ اٹھا کر اسے ڈھال بنا کر لڑائی کی۔

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَلَمْ يَحْمِلْهُ إِلَّا أَذْبَعُونَ رَجُلًا“ (۱۷)

ترجمہ: ”چالیس آدمی اس دروازے کو اٹھا سکے۔“

..... اور ایک روایت میں ہے:

”لَمْ يُحَرِّكْهُ سَبْعُونَ رَجُلًا إِلَّا بَعْدَ جُهْدٍ“ (۱۸)

ترجمہ: ”ستر آدمی وہ دروازہ ہلانے کے مگر بہت زیادہ مشقت کے بعد۔“

یقیناً یہ روحانی اور باطنی خداداد پاؤں تھے۔

شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر خلاصہ کلام

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو بھی آیا فتح نہ کا صرف دو شخص بچے۔

جن میں سے ایک غزوہ احد میں قریش مکہ کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ تھا جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد

میں حملہ کیا تو وہ پیچھے نگی کر کے بھاگ پڑا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بوجہ شرم و حیا پیچھے لوٹ آئے۔ (۱۹)

..... دوسرا وہ شخص تھا جس کے سینہ پر آپ بیٹھ گئے اور اس کی گردن کاٹنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے مایوسی کی کیفیت میں آپ کے چہرے پر تھوک دیا تو آپ اٹھ کر پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا:

”لَمَّا فَعَلْتُ الْفِعْلَ الشَّنِيعَ تَحَرَّكَتْ نَفْسِي فَغَفْتُ أَنْ أَثْمَلَكَ غَضَبًا لَهَا لَا تَخَالِصًا لَوْ جَهَّهَ تَعَالَى“ (۲۰)

(۱۵) صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر، رقم: ۴۲۱۰ (۱۶) صحیح مسلم، باب غزوہ ذی قرد، رقم: ۱۸۰۶ (۱۷) مصنف ابن ابی شیبہ، باب فضائل علی، الرقم: ۳۲۱۳۹

(۱۸) المواہب اللدنیہ، باب غزوہ خیبر ۱/۳۴۱ (۱۹) مدارج النبوت، باب سرکہ احد، جلد دوم، ص ۱۶۰ (۲۰) مرقاة المفاتیح، زیر بحث الحدیث: ۳۳۵۱

ترجمہ: ”جب تو نے بُری حرکت کی تو میرے دل میں اشتعال پیدا ہوا، مجھے خدشہ ہوا میرا تجھے قتل کرنا ذاتی غضب کی وجہ سے ہو گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے۔“

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام کفار بھی میرے مقابلہ میں آجائیں تو میں نہیں ڈروں گا اور فرماتے مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں موت کی طرف جا رہا ہوں یا موت میری طرف آرہی ہے۔

آپ نے تمام غزوات اور بہت سے سرایا میں مثالی کردار ادا فرمایا صرف غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے آپ کو مدینہ منورہ کی حفاظت پر مامور فرمایا: تو رو پڑے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر مقرر فرما رہے ہیں تو ارشاد فرمایا:

”أَلَا تَرَوْحَى أَنْ تَكُونِ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٍّ بَعْدِي“ (۲۱)

ترجمہ: ”کیا تم راضی نہیں کہ تم مجھ سے اس طرح ہو جاؤ جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام (کوہ طور پر جانے کے بعد) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

محبت نبوی اور ادب رسول

..... ﴿ آپ رضی اللہ عنہ محبت نبوی کے بارے میں فرماتے تھے:

”كَانَ وَاللَّهِ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَمْوَالِنَا وَأَوْلَانَا وَأَبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّيَا“ (۲۲)

ترجمہ: ”بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم ہمیں ہمارے مالوں، ہماری اولاد، ہمارے باپوں اور ہماری ماؤں سے زیادہ پیارے ہیں اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی۔“

..... ﴿ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے صہباء کے مقام پر نماز ظہر ادا فرمائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی (ضروری) کام کے لیے بھیجا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس آئے (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے سے قبل) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نماز عصر ادا فرما چکے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے علی! (رضی اللہ عنہ) تم نے نماز عصر پڑھی ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ فَرْدٌ عَلَيْهِ الشَّمْسُ“

ترجمہ: ”اے اللہ! بے شک حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے ان پر سورج واپس پھیر دے۔“

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس سورج ان پر طلوع ہوا، یہاں تک کہ دھوپ پہاڑ پر بلند ہوئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ سب کچھ مقام صہباء میں ہوا۔ (۲۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہم ترین نماز عصر سے ادب رسول زیادہ اہم و ضروری

تھا۔ ے

مولیٰ علی نے واردی تیری نیند پر نماز
ہاں تو نے ان کی جان انہیں پھیر دی نماز
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
اصل الاصول بندگی اس تا جو رکی ہے

۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ امن طے پایا جس کے
کاتب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاہدے کی تحریر میں ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کے الفاظ لکھے تو کفار مکہ نے اصرار کیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ نہیں مانتے لہذا ”مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ“ لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کے الفاظ مٹا کر ”مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ“ کے الفاظ لکھو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ادباً ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کے الفاظ مٹانے سے انکار فرمادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خود ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کے الفاظ مٹائے اور لکھا گیا ”محمد بن عبد اللہ“۔ (۲۴)

جو دو سخا

..... آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی سائل کبھی نا اُمید نہیں لوٹا۔ آپ رضی اللہ عنہ پر زندگی بھر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مَا وَجَبَتْ عَلَى زَكَاةٍ قَطُّ هَلْ تَجِبُ الزَّكَاةُ عَلَى الْجَوَادِ“

ترجمہ: ”مجھ پر زندگی میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی کیا سخی پر بھی زکوٰۃ فرض ہو سکتی ہے؟“

یاد رہے کہ میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی زندگی بھر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی جو پیسہ آتا تو نہایت کفایت شعاری سے خرچ کرتے، باقی ساداتِ عظام اور علمی و دینی ضرورتوں پر خرچ کر دیتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولائے کائنات کا مذکورہ کلام اکثر پڑھا کرتے تھے۔

..... ایک بار حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما بیمار پڑ گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے شہزادوں کے صحت مند ہونے پر تین روزوں کی نظر مانی اور شہزادوں کے تندرست ہونے پر تین روزے رکھے۔ ہر روز افطاری کے وقت دروازے پر سائل آتا تو افطاری کا کھانا سائل کو عطا فرمادیتے تو یہ آیتیں نازل ہوئیں: (۲۵)

”وَيُطْعَمُونَ الظَّاعَارَ عَلَى حَبِّهِ مَسْكِينًا وَ يَتِيمًا وَ اَسِيرًا ۚ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَ لَا شُكْرًا“ (۲۶)

ترجمہ: ”وہ کھانے کی چاہت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے کسی بدلہ اور شکر یہ کا مطالبہ نہیں کرتے۔“

..... ایک بار دوران نماز رکوع کی حالت میں سائل نے سوال کیا تو انگوٹھی اتار کر سائل کی طرف پھینک دی تو آیت مبارکہ نازل ہوئی: (۲۷)

”اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ لٰكِعُوْنَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول ہے اور جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں خیرات کرتے ہیں۔“
..... ”لوگ آپ کے گھر میں بے شمار تحائف پیش کرتے تو آپ رات سے پہلے سب کچھ غریب اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔“

امانت و دیانت

..... آپ کی حکومت طرابلس الغرب (لیبیا) سے سمرقند تک پھیلی ہوئی تھی لیکن گھر میں انتہائی سادگی اور اختیاری فقر و فاقہ کی کیفیت تھی۔ ایک بار تہبند کی ضرورت تھی تو اپنی تلوار فروخت کر کے تہبند خرید اور فرمایا:

”فَلَوْ كَانَ عِنْدِي ثَمَنُ اِذَا رِمَا بِعَتُّهُ“ (۲۹)

ترجمہ: ”اگر میرے پاس تہبند خریدنے کی رقم ہوتی تو میں تلوار نہ بیچتا۔“

..... آپ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے آپ سے دولت کا مطالبہ کیا کہ آپ مجھے بیت المال سے مال دیں تو فرمایا:

”اَدْنَتْ تُرِيدُ اَنْ تَتَّعِدَنِي سَارِقًا اَنْ اُخَذَ اَمْوَالُ الْمُسْلِمِيْنَ فَاُعْطِيْكَهَا دُوْنَهُمْ“ (۳۰)

ترجمہ: ”کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کا مال اُن کی اجازت کے بغیر تمہیں دے دوں؟“

(۲۵) تفسیر بغوی، تفسیر خازن، تفسیر درمنثور، زیر بحث آیت نمبر ۸، سورہ دھر (۲۶) سورہ دھر: ۸

(۲۷) تفسیر طبری، تفسیر بیضاوی، تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت نمبر ۵۵، سورہ مائدہ (۲۸) سورہ مائدہ: ۵۵

(۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ، باب کلام علی بن ابی طالب، الرقم: ۳۵۱۰ (۳۰) تاریخ الخلفاء، باب معاویہ، ج ۱، ص ۱۵۵ - تاریخ دمشق، ج ۴۱، ص ۲۲

﴿.....﴾ آپ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بیت المال کے خازن حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے عید کے دن زینت کے لیے ایک ”ہار“ عاریہ منگوا یا تو اپنی بیٹی سے ناراض ہوئے اور فرمایا:

”اتَّخُوْنِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَسْتَعِيْرُ الْعِقْدَ مِنْ مَّالِهِمْ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ وَرِضَائِيْ“

ترجمہ: ”کیا تم مسلمانوں سے خیانت کرتی ہو اور اُن کے مال سے ہار اُن کی اجازت اور میری رضا مندی کے بغیر ادھار منگواتی ہو۔“
﴿.....﴾ لوگوں نے کہا: آپ لوگوں پر پیسہ خرچ کر کے اُن کی ہمدردیاں حاصل کریں؟ تو فرمایا: کیا میں ناروا طریقوں سے کامیا بیاں حاصل کروں؟

عدل و انصاف

﴿.....﴾ جنگِ صفین سے واپسی پر آپ کی ایک زرہ گم ہو گئی اور ایک یہودی کے پاس پائی گئی۔ آپ اپنا دعویٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں لے کر گئے یہودی نے کہا: یہ زرہ میری ہے، میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثبوت طلب کیا تو آپ نے اپنے غلام قبل رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی پیش فرمائی تو قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میرے نزدیک بیٹا باپ کے حق میں اور غلام اپنے آقا کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بخوشی تسلیم کر لیا تو وہ یہودی کہنے لگا:

”اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ جَاءَ مَعِيَ اِلَى قَاضِي الْمُسْلِمِيْنَ فَقَضَى عَلَيْهِ وَرَضِيْ“ (۳۱)

ترجمہ: ”امیر المؤمنین خود میرے ساتھ مسلمانوں کے قاضی کے پاس آئے اور انہوں نے امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ دیا جس سے وہ راضی ہو گئے چنانچہ آپ کی عدالت سے متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔“
﴿.....﴾ آپ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم خارجی آپ کے پاس سواری مانگنے کے لیے آیا تو آپ نے اسے سواری عطا فرمائی جب چلا گیا تو فرمایا:

”اِنَّ هَذَا قَاتِلِيْ“

ترجمہ: ”یہ شخص میرا قاتل ہے۔“

لوگوں نے عرض کی امیر المؤمنین آپ اسے قتل کرا دیں تو فرمایا:

”اِنَّهٗ لَمْ يَقْتُلْنِيْ بَعْدُ“ (۳۲)

ترجمہ: ”اس نے ابھی تک مجھے قتل نہیں کیا۔“

بعد میں فقہائے اسلام نے حُشی کہ غیر مسلم عالمی شہرت یافتہ مغرب کے ججوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے قانون سازی کی کہ کسی شخص کو جرم کے ارادے پر جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی جب تک کہ وہ شخص ارتکاب جرم نہ کرے۔

سادگی اور سیرت کی بلندی

..... ﴿آپ اپنے گھر کا سامان خود اٹھا کر لاتے اور فرماتے:

”مَا تَقْصُ الْكَامِلُ مِنْ كَمَالِهِ مَا جَزَّ مِنْ نَفْعٍ إِلَى عِيَالِهِ“ (۳۳)

ترجمہ: ”کامل انسان جو کچھ اہل و عیال کے لیے اٹھاتا ہے اس سے اس کے کمال میں کمی نہیں آتی۔“

..... ﴿نیز فرماتے ہیں

”أَبُو الْعِيَالِ أَحَقُّ أَنْ يَحْمِلَ“ (۳۴)

ترجمہ: بچوں کا والد زیادہ حقدار ہے کہ وہ خود سامان اٹھائے۔

..... ﴿حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی حضرت ضرار اسدی رحمۃ اللہ علیہ سے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:

”قَلَانَهُ كَانَ وَاللَّهِ بَعِيدَ الْمَدَى شَدِيدَ الْقَوَى يَقُولُ فَضْلًا وَيَحْكُمُ عَدْلًا يَتَفَجَّرُ الْعِلْمُ مِنْ جَوَانِبِهِ وَتَنْطَلِقُ الْحِكْمَةُ مِنْ نَوَاجِئِهِ يَسْتَوْجِبُ حُشْنَ الدُّنْيَا وَزَهْرَتَهَا وَيَسْتَأْنِسُ بِاللَّيْلِ وَظُلُمَتِهِ وَكَانَ وَاللَّهِ غَزِيرَ الْعَبْرَةِ طَوِيلَ الْفِكْرَةِ يُقَلِّبُ كَفَّهُ وَيُخَاطِبُ نَفْسَهُ يُعْجِبُهُ مِنَ اللَّبَاسِ مَا قَصَرَ وَمِنَ الطَّعَامِ مَا جَشَبَ كَانَ وَاللَّهِ كَاحِدًا يُدْنِينَا إِذَا أَتَيْنَاهُ وَيُجِيبُنَا إِذَا سَأَلْنَاهُ وَكَانَ مَعَ تَقَرُّبِهِ إِلَيْنَا وَقُرْبِهِ مِنَّا لَا نُكَلِّمُهُ هَيْبَةً لَهُ فَإِنْ تَبَسَّه فَعَن مِثْلُ اللَّوْلُو الْمَنْظُورِ يُعْظَمُ أَهْلُ الدِّينِ وَيُجِبُ الْمَسَاكِينُ، لَا يَطْمَعُ الْقَوِيُّ فِي بَاطِلِهِ وَلَا يَبْيَأُش الضَّعِيفُ مِنْ عَدْلِهِ فَاشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْنَاهُ فِي بَعْضِ مَوَاقِفِهِو قَدْ أَرْنَاهُ اللَّيْلُ سُدُولَهُ وَعَارَتْ نُجُومُهُ يَمِينُ فِي مَحْرَابِهِ قَائِمًا عَلَى لَحْيَتِهِ يَتَمَلَّمُ تَمَلَّمُ السَّلِيمِ وَيَبْكِي بُكَاءَ الْحَزِينِ فَكَأَنِّي أَسْمَعُهُ الْآنَ وَهُوَ يَقُولُ: يَا رَبَّنَا يَا رَبَّنَا يَتَصَرَّعُ إِلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ لِلدُّنْيَا إِلَيَّ تَعَوَّزْتُ إِلَيَّ تَشَوَّقْتُ هَيْبَاتُ هَيْبَاتُ غُرَى غَيْرِي قَدْ بَتَّتْ ثَلَاثًا فَغَمْرُكَ قَصِيرٌ وَمَجْلِسُكَ حَقِيرٌ وَخَطْرُكَ يَسِيرٌ إِذْ أَهْ مِنْ قِلَّةِ الرِّادِ، وَبُعْدُ السَّفَرِ وَوَحْشَةُ الطَّرِيقِ“ (۳۵)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خواہشات سے دور رہنے والے اور بہت طاقت والے تھے،

فیصلہ کن گفتگو فرماتے، لوگوں کے فیصلوں میں ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیتے، آپ رضی اللہ عنہ سے علم و حکمت کے چشمے جاری ہوتے، دنیا اور اس کی آسائشوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کے اندھیرے سے انسیت حاصل کرتے۔ اللہ کی قسم! امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ فکر آخرت میں متفکر رہتے، اپنا محاسبہ کرتے،

(۳۳) احیاء علوم الدین، کتاب آداب العزلة، ج ۲، ص ۲۲۰ (۳۴) الادب المفرد، باب الکبر، الرقم: ۵۵۱

(۳۵) حلیۃ الاولیاء لابن نجیم، باب وصفہ فی مجلس معاویہ ۱/۸۴ - تاریخ دمشق، باب ضرار بن ضمیرہ ۲۴/۴۰۱

امیر المؤمنین خلیفہ اول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سایہ مصطفیٰ مایہ مصطفیٰ
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
أصدق الصادقين سيد المتقين
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حسب و نسب اور اوصاف و خصائل

آپ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب: ابوبکر عبد اللہ بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔ (۱)
جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا شجرہ نسب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے۔ (۲)
یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں ”مرہ“ میں مل جاتا ہے۔ (۳)

”تیم بن مرہ“ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان کو بنو تیم کہا جاتا ہے یہی خاندان زمانہ جاہلیت میں قصاص و دیت اور ضمان کے فیصلے کرتا تھا۔ اسلام سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کے دار الندوہ کی شوریٰ کے اہم رکن تھے اور قصاص و دیت و ضمان کے فیصلے کرتے تھے جسے تمام قریش تسلیم کرتے تھے۔

یاد رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ سلمیٰ (جو ابوقحافہ کی چچا زاد تھیں) کا شجرہ نسب بھی ”مرہ“ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے مل جاتا ہے جو کہ اس طرح ہے سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ (۴)
آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت سے دو سال اور تقریباً دو ماہ بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (۵)

آپ کا نام ”عبد الکعبہ“ رکھا گیا جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے اسلام لانے کے بعد

(۱) المعجم الكبير، الرقم: ۱؛ (۲) شعب الایمان، باب حب النبی، الرقم: ۱۳۲۵؛ (۳) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الاول ابوبکر، ۱/۲۶

(۴) المعجم الكبير، الرقم: ۱؛ (۵) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الاول ابوبکر، ۱/۲۸

پہننے اور کھانے کے لئے جو اور جیسا میسر آتا اسی پر راضی رہتے اور اتنے ہی پر قناعت فرماتے۔ اللہ کی قسم! جب ان کی خدمت میں کوئی جاتا تو اس پر شفقت فرماتے اپنے پاس بٹھاتے، ہر سوال کا جواب عنایت فرماتے، اتنی شفقت و محبت، اُلفت و قربت کے باوجود بھی ہم آپ رضی اللہ عنہ کے رُعب و جلال کی وجہ سے بات نہ کر پاتے، جب مسکراتے تو دانت پروئے ہوئے چمکتے موتیوں کی طرح نظر آتے، اہل دین کو عزت و تکریم سے نوازتے، مساکین آتے تو وہ بھی محبت کی چاشنی پاتے، کوئی طاقتور ان سے باطل کی امید لگاتا تو مایوسی کو گلے لگاتا اور عدل و انصاف ایسا کہ کمزور لوگ اپنی کمزوری سے نہ گھبراتے۔ اللہ کی قسم! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض دفعہ انہیں دیکھا جب رات کی تاریکی میں ستارے چھپ جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ محراب میں تشریف لے جاتے اور اپنی ریش (داڑھی) مبارک پکڑ کر مار گزیدہ آدمی کی طرح مضطرب ہوتے اور غمزدہ شخص کی طرح روتے گویا کہ میں اب بھی ان کی آواز سن رہا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں اے میرے رب! اے میرے رب! اللہ کی بارگاہ میں گزر گزرتے پھر دنیا کو لکارتے اور فرماتے: اس نے مجھے دھوکہ دینا چاہا میری طرف بن سنور کر آئی، مجھ سے دُور ہو جا، دُور ہو جا، کسی اور کو دھوکہ دینا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، تیری عمر قلیل، تیری مجلس حقیر اور تیری اہمیت کم ہے، ہائے افسوس! ہائے افسوس! زادِ راہ قلیل، سفر طویل اور راستہ پر خطر ہے۔“

حضرت ضرار بن ضمہ رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے رہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کی آنسوؤں سے آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی، آپ رضی اللہ عنہ انہیں اپنی آستین سے پونچھتے رہے، حاضرین بھی اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگے، پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”كَذَا كَانَ أَبُو الْحَسَنِ“ (۳۵)

ترجمہ: ”بے شک ابو حسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔“

فضائل و مناقب و کمالات

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَا جَاءَ لِأَحَدٍ قَبْلَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا جَاءَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ“ (۳۶)

ترجمہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں اتنے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کسی صحابی کے بیان نہیں ہوئے۔“ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے

ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْ مَوْلَاهُ“ (۳۷)

ترجمہ: ”جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔“

یاد رہے کہ ”مولیٰ“ کا اطلاق بہت سے معانی پر ہوتا ہے: رب، مالک، محبوب، قریبی، معتق (آزاد کرنے والا)، منعم (انعام کرنے والا) منعم علیہ (جس پر انعام کیا ہوا ہو) ناصر، محب، تابع، جار (پڑوسی)، چچا زاد، حلیف، جس سے کوئی عقد ہو، سر، آزاد شدہ غلام، آزاد کیا ہوا، سید (سردار) وغیرہا۔

لیکن اہلسنت وجماعت نے یہاں ”مولیٰ“ کا معنی ”محبوب“ لیا ہے یعنی ”جس کا میں محبوب ہوں تو علی بھی اس کا محبوب ہے۔“ (مہر منیر اور اہلسنت کی دیگر کتب میں بھی یہی ترجمہ کیا گیا ہے)

کچھ لوگوں نے یہاں ”مولیٰ“ کا معنی ”امام“ اور ”حاکم“ لیا ہے اور اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل یعنی پہلی خلافت ثابت کی ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی پہلا خلیفہ ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا اور نہ ہی خلیفہ اول ہونے کا مطالبہ فرمایا بلکہ اپنے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ کے سوال پر جواب فرمایا:

”مَا اسْتَخْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَخْلَفَ وَلَكِنْ إِنْ يُرِدُ اللَّهُ بِالنَّاسِ

خَيْرًا فَسَيَجْمَعُهُمْ بَعْدِي عَلَى خَيْرِهِمْ كَمَا جَمَعَهُمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ عَلَى خَيْرِهِمْ“ (۳۸)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا کہ میں تم پر خلیفہ مقرر کروں لیکن اگر اللہ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہوا ہے تو وہ لوگوں کو میرے بعد ان میں سے بہتر شخص پر جمع فرمادے گا جیسا کہ اللہ نے لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں سے بہتر شخص پر جمع کر دیا تھا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا۔

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں

ارشاد نبوی ہے:

”عَلِيٌّ مَعِيَ وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ“ (۳۹)

ترجمہ: ”علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔“

(۳۷) جامع ترمذی، باب مناقب علی، الرقم: ۳۷۱۳ (۳۸) المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، الرقم: ۳۳۶۶

(۳۹) جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، الرقم: ۳۷۱۹

..... اس حدیث کی ایک توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے بچا زاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، محبت و عزت کے واجب ہونے میں ایک جیسے ہیں۔

..... ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے بیان کیا گیا کہ قبیلہ بنی اشعر کے اندر جب قحط پیدا ہوتا ہے تو قبیلہ کا سردار حکم دیتا ہے کہ سب لوگ نقدی اور اجناس لے آئیں اور ڈھیر لگا دیں جب سارے قبیلہ کی نقدی اور اجناس جمع ہو جاتی ہیں تو قبیلہ کا سردار قبیلہ کے غریب و امیر میں ساری نقدی اور اجناس برابری کے ساتھ تقسیم کر دیتا ہے تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”فَهُمْ مِثِّي وَأَنَا مِنْهُمْ“ (۴۰)

ترجمہ: ”قبیلہ بنی اشعر کے لوگ مجھ سے ہیں اور میں قبیلہ بنی اشعر سے ہوں۔“

یعنی قبیلہ بنی اشعر کی غریب پروری کی عادت میری عادت جیسی ہے۔ تو اس حدیث ”عَلِيٌّ مِثِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ“ کی ایک توجیہ یہ ہے کہ میری اور علی کی عادات اور خصائل ایک جیسی ہیں۔

..... ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ ہمارا نسب اور خون ایک ہے میں بھی ہاشمی اور قریشی ہوں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہاشمی اور قریشی ہیں۔

..... ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”سَلَمُنْ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ“ (۴۱)

ترجمہ: ”سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔“

جس کا معنی ہے کہ سلمان اہلبیت سے محبت کرتا ہے اور اہلبیت سلمان سے محبت کرتے ہیں لہذا ایک توجیہ یہ ہے کہ علی مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں علی سے محبت کرتا ہوں۔

پنجتن پاک

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سیاہ رنگ کے بالوں سے بٹی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حسن آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر حسین آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فاطمہ آئیں تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر علی آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فرمایا:

”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا“ (۴۲)

ترجمہ: ”اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور رکھے اے اہلبیت اور تم کو خوب پاک فرمائے۔“

اس حدیث مبارک سے پنجتن پاک کی اصطلاح بنی۔

(۴۰) صحیح بخاری، باب الشَّرْكَه فِي الطَّعَامِ، الرِّقْمُ ۲۴۸۶ (۴۱) المستدرک، باب ذکر سلمان الفارسی، الرِّقْمُ ۶۵۴۹

(۴۲) صحیح مسلم، باب فضائل اہل بیت، الرِّقْمُ ۲۴۴۳

مباہلہ

مباہلہ کا معنی ہے دو فریق نہایت عاجزی سے ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (عذاب کے نزول) کی التجا کریں۔ 9 ہجری میں جب نجران کے عیسائیوں کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسلام کی دعوت دی جب آپ نے دلائل سے اتمام حجت فرمائی تو آپ نے انہیں مباہلہ (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے) کا چیلنج کیا۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چار بیٹیوں میں سے تین: حضرت رقیہ 2 ہجری، حضرت زینب 8 ہجری اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن 9 ہجری میں وفات پا چکی تھیں لہذا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے ایک جانب پکڑا اور حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو پیچھے کھڑا کیا اور بارگاہِ الہی میں عرض کی:

اللّٰهُمَّ هَؤُلَاءِ اَهْلِي (۴۳)

ترجمہ: ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔“

اور پھر ان سے کہا: جب میں نصاریٰ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑنے کی دعا کروں تو تم نے آمین کہنی ہے۔ ادھر عیسائیوں نے مشاورت کی تو وفدِ نجران کے ایک سردار عاقب عبد المسیح نے کہا: تم پہچان چکے ہو کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) واقعہ نبی مرسل ہیں اور جو بھی کسی سچے نبی سے مباہلہ کرے تو اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اس موقع پر بڑے پادری (لاٹ پادری) اُسُف نے کہا:

”يَا مَعْشَرَ النَّصَارَى إِنِّي لَأَرَىٰ وَجُوهًا لُّوسَأَلُو اللَّهَ أَنْ يُزِيلَ جَبَلًا مِنْ مَّكَدِهِ لَأَذَالَه بِهَا فَلَا تُبَاهِلُوا“ (۴۴)

ترجمہ: ”اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو ہٹا دے گا۔ اس لیے مباہلہ کا ارادہ چھوڑ دو۔“

اس موقع پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: عذاب نصاریٰ نجران پر منڈلا رہا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو خنازیر اور بندروں کی شکل میں مخ ہو جاتے اور نجران کو آگ کے شعلے اپنی لپیٹ میں لے لیتے حتیٰ کہ جانور بھی جل جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے نجران کے تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (۴۴)

عشرہ مبشرہ

آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

(۴۳) صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، الرقم: ۴۴۰۴ (۴۴) تفسیر کبیر، تفسیر نیشاوی، روح المعانی زیر بحث آیت نمبر ۶۱، سورۃ آل عمران

”أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ“ (۴۶)

ترجمہ: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (بن زید) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)“

مواخات

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مہاجرین و انصار) میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان مواخات قائم فرمائی ہے اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ (۴۷)

ترجمہ: ”تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔“

اس حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا اور جنتی بھی قرار دیا۔

دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت ہے آپ علیہ السلام سے یہود نے دشمنی کی تو ان کی والدہ پر بہتان بازی کی اور نصاریٰ نے اُن سے محبت کی حتیٰ کہ انہیں اُلُوہیت کا درجہ دے دیا جو اُن کا نہیں تھا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفَرِّطٌ يَقْرَظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْبِلُهُ شَتَائِي عَلَى أَنْ يَنْهَعَنِي“ (۴۸)

ترجمہ: ”مجھ میں دو شخص ہلاک ہو جائیں گے ایک جو مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرے جو میری مدح اُن باتوں سے کرے جو مجھ میں نہیں اور دوسرا بغض رکھنے والا شخص جس کی دشمنی اسے مجھے پر بہتان تراشی پر برا بھانتہ کرے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں واضح اشارہ ہے کہ اہلسنت وجماعت ناجی اور جنتی ہیں جن کا عقیدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط و تفریط سے پاک ہے۔

(۴۶) جامع ترمذی، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف، الرقم: ۳۶۴۴ (۴۷) جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، الرقم: ۳۶۲۰

(۴۸) مستند احمد، الرقم: ۱۳۴۶ - مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی بن ابی طالب، الفصل الثالث، الرقم: ۶۱۰۲

حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونے کی رخصت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”لَا يَنْتَبِعِي لِأَحَدٍ أَنْ يَجْنُبَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلِيٌّ“ (۴۹)

ترجمہ: ”کسی کو حلال نہیں کہ وہ مسجد نبوی میں حالتِ جنابت میں آئے ماسوائے میرے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے۔“
اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بعد شریعت اسلامیہ کے شارع اور مُقَنِّن (قانون ساز) ہیں۔ جس کو چاہیں احکام میں رخصت دے دیں۔

آپ کو دیکھنا بھی عبادت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”الْنَّظَرُ إِلَيَّ وَجْهٌ عَلَيَّ عِبَادَةٌ“ (۵۰)

ترجمہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔“

آپ کی وجہ سے امت پر آسانی

جامع ترمذی میں ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاكِحْتُمُ الرِّسُولَ فَقَدْ مُمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ“ (۵۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو۔“

نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارے خیال میں ایک دینار ٹھیک

ہے؟ میں نے عرض کی: لوگ اتنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ ارشاد فرمایا: ”نصف دینار؟“ میں نے عرض کی: یہ بھی نہیں دے سکیں

گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پھر کتنا ہونا چاہئے؟“ میں نے عرض کی: ”جو کے ایک دانے

کے برابر۔“ ارشاد فرمایا: ”إِنَّكَ لَوَهَيْدٌ“ تم تھوڑے پر قناعت کرنے والے ہو۔ پھر یہ آیت نازل ہو گئی:

”ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ طَفَاذِلَ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ“ (۵۲)

ترجمہ: ”کیا تم اس سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے تم پر رحم فرمایا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَبَيَّ حَقَّقَ اللَّهُ عَنْ هَذِهِ الْأَمَةِ“ (۵۳)

ترجمہ: ”میرے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر آسانی فرمادی۔“

(۴۹) المعجم الكبير، باب ومن نساء اهل الكوفة، الرقم: ۸۸۱ (۵۰) المستدرک، الرقم: ۳۹۸۲ - المعجم الكبير، الرقم: ۱۰۰۰۶ (۵۱) سورة مجادلة: ۱۲

(۵۲) سورة مجادلة: ۱۳ (۵۳) جامع ترمذی، باب ومن سورة المجادلة، الرقم: ۳۳۰۰ - صحيح ابن حبان، باب ذكر تخفيف الله، الرقم: ۶۹۳۱

علم و حکمت میں کمال

..... ﴿ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:
 ”اَنَا مَدِیْنَتُ الْعِلْمِ وَعَلِیُّ بَابُهَا“ (۵۴)

ترجمہ: ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے“
 ﴿ نیز فرمایا:

”اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیُّ بَابُهَا“ (۵۵)

ترجمہ: ”میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔“
 ﴿ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَمْ یَكُنْ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ یَقُولُ: سَلُوْنِیْ اِلَّا عَلِیًّا“ (۵۶)

ترجمہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی صحابی یہ نہیں کہتا تھا مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔“
 ﴿ آپ ”علم میراث“ میں بھی سب سے آگے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اَفْرَضُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ“ (۵۷)

ترجمہ: ”مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ علم میراث کو جاننے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔“
 ﴿ آپ فصاحت و بلاغت اور خطابت و شعر گوئی میں بھی سب سے آگے تھے۔

..... ﴿ آپ رضی اللہ عنہ سے 586 احادیث مروی ہیں جن میں سے 134 بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

..... ﴿ آپ علم نحو کے بھی بانی ہیں اپنے ایک شاگرد ابوالاسود کو علم نحو کے بنیادی قوانین کی تعلیم دے کر اسے علم نحو کو مرتب کرنے پر
 مامور فرمادیا۔ (۵۸)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ اہل بیت کو علوم لدنیہ سے بھی نوازا اور بہت سے ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم جانوروں کی بولیاں بھی جانتے تھے اور جابر بن حیان جیسا علم کیمیا کا موجد عظیم سائنسدان، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھا۔

مفسر اعظم

..... ﴿ آپ جامع قرآن میں سے ہیں اور حافظ قرآن اور قرآن مجید کے ایسے مفسر ہیں کہ ارشاد فرمایا:

”سَلُوْنِیْ عَنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ مَا مِنْ اٰیَةٍ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَبْلَیْلٍ تَوَلَّیْتُ اَمْرَ بَنَیْہَا اَمْرٌ فِیْ سَهْلٍ

(۵۴) المستدرک، الرقم: ۳۹۳۴۔ المعجم الکبیر، الرقم: ۱۱۰۶۱ (۵۵) جامع ترمذی، باب مناقب علی، الرقم: ۳۷۲۳

(۵۶) تاریخ الخلفاء، الخلیفہ الرابع، ص ۱۳۳ (۵۷) تاریخ الخلفاء، الخلیفہ الرابع، ص ۱۳۳ (۵۸) کنز العمال، فصل فی العلوم المدبومة، الرقم: ۲۹۳۵۶

تَزَكَّتْ أَمْرٌ فِي جَبَلٍ“ (۵۹)

ترجمہ: ”مجھ سے جو چاہا اللہ کی کتاب کے بارے میں پوچھ لو، خدا کی قسم کوئی آیت نہیں جسے میں نہیں جانتا ہوں حتیٰ کہ میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ دن کو نازل ہوئی یا رات میں، نرم زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔“
 آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَوْ شِئْتُ أَوْقَرْتُ سَبْعِينَ بَعِيرًا مِّنْ تَفْسِيرِ أَمْرِ الْقُرْآنِ لَفَعَلْتُ“ (۶۰)

ترجمہ: ”اگر میں چاہوں تو ”سورۃ فاتحہ“ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔“

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ جَمَعَ عُلُومَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي الْكِتَابِ الْأَرْبَعَةِ وَعُلُومَهَا فِي الْقُرْآنِ وَعُلُومُهُ فِي

الْفَاتِحَةِ فَزَادُوا عُلُومَ الْفَاتِحَةِ فِي الْبَسْمَلَةِ وَعُلُومَ الْبَسْمَلَةِ فِي بَائِهَا“ (۶۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے تمام ”کتابِ سماویہ“ میں پہلوں اور پچھلوں کے تمام علوم جمع فرمادیئے اور کتبِ سماویہ کے تمام علوم ”قرآن“ میں جمع فرمادیئے اور قرآن کے تمام علوم ”سورۃ فاتحہ“ میں جمع فرمادیئے اور سورۃ فاتحہ کے تمام علوم ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ میں جمع فرمادیئے اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے تمام علوم (بسم اللہ کی) ”باء“ میں جمع فرمادیئے۔“
 اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے اپنے خطبہ میں فرمایا:

”أَنَا نَقُطَةُ بَاءٍ بِسْمِ اللَّهِ“ (۶۲)

ترجمہ: ”میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ”باء“ کا نقطہ ہوں۔“

فصلی

..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے قاضی کا تجربہ نہیں اور میری عمر بھی کم ہے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قضا میں سب سے فائق ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَمَا شَكَّكْتُ فِي الْقَضَاءِ بَعْدَ“ (۶۳)

(۵۹) کنز العمال، باب جامع التفسیر، الرقم: ۳۴۴۰۔ جامع الاحادیث للسیوطی، الرقم: ۳۴۵۹۲

(۶۰) الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والسبعون، ج ۴، ص ۳۲۰۔ مرقاة المفاتیح، زیر بحث حدیث نمبر ۲۱۱۸

(۶۱) الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثالث والسبعون فی افضل القرآن، ج ۴، ص ۱۳۴

(۶۲) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر: ۱۰ سورۃ قلم، (۶۳) المستدرک، الرقم: ۳۶۵۸۔ مسند احمد، الرقم: ۸۸۲

ترجمہ: ”اس کے بعد مجھے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے میں شبہ تک نہیں ہوا۔“

..... صحابہ کبار رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کو ”أَقْضَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ“ (۶۳) یعنی ”مدینہ منورہ کا سب سے بڑا قاضی“ کہتے تھے۔

..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

”يَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْصَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو حَسَنِ“ (۶۵)

ترجمہ: ”اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے جس کے حل کے لیے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔“

..... ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک حاملہ زنا کار عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس حاملہ عورت کو رجم (سنگساری) کی سزا دینے سے بے گناہ بچ قتل ہوگا لہذا یہ حد، وضع حمل تک مؤخر کرنا ضروری ہے اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ“ (۶۶)

ترجمہ: ”اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

..... ایک آدمی نے دو عورتوں سے نکاح کیا پھر ان دو عورتوں نے ایک اندھیری رات میں دو بچے (بیٹا اور بیٹی) جنم دیئے۔ پھر دونوں جھگڑنے لگیں ہر ایک نے دعوٰی کیا کہ بیٹا اس کا ہے۔ مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو دودھ نکالنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے دودھ کا وزن کیا گیا تو جس کے دودھ کا وزن زیادہ تھا اس عورت کو بیٹا دینے کا حکم دیا۔ عرض کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیوں فیصلہ کیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ”لِلذَّكَرِ مِغْلٌ خِطُّ الْأُنثَيَيْنِ“ قَالَ تَعَالَى فَطَلَّ الذَّكَرُ عَلَى الْأُنْثَى فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي غَدَائِهِ“ (۶۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے قول ”لِلذَّكَرِ مِغْلٌ خِطُّ الْأُنثَيَيْنِ“ (ایک مذکر دو مؤنث کے برابر ہے) کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر ہر چیز میں فضیلت دی ہے یہاں تک کہ کھانے میں بھی۔“

الغرض آپ کے فیصلوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر علوم و معارف سے نوازا ہوا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحیثیت معدن ولایت

جس طرح خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے اسلامی ریاست کی حفاظت اور اس کی وسیع کرنے میں منفرد کردار ادا کیا۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام نے مسلمانوں کی

(۶۳) المستدرک، الرقم: ۳۶۵۶۶ - المقاصد الحسنة، الرقم: ۱۳۲ (۶۵) فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، الرقم: ۱۱۰۰ - كنز العمال، الرقم: ۲۹۵۰۹

(۶۶) المواقب، المقصد الخامس، ج ۳، ص ۲۶۶ (۶۷) شرح البخاری للسمیری، المجلس الرابع والثلاثون، ج ۲، ص ۱۶۴ - نزہۃ المجالس، باب مناقب علی، ج ۲، ص ۱۶۲

اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے تصوف و سلوک کے میدان میں منفرد کام کیا۔ امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم علوم ظاہریہ و معارف باطنیہ میں اہل زمانہ پر فائق تھے اور علوم لدنیہ کی دولت سے اس قدر مالا مال تھے حتیٰ کہ جانوروں کی بولیاں جانتے تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجتہدین اور جابر بن حیان جیسے سائنسدان ان کے شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ کی اولاد اور فیض یافتگان نے تصوف و سلوک کو ایک مستقل فن کی حیثیت دی اور بڑے بڑے علمائے ربانین اور اولیائے کاملین پیدا کیے جن کی وجہ سے دنیا بھر میں بڑے بڑے روحانی مراکز قائم ہوئے اور ہزاروں خوفناک سازشوں کے باوجود اسلام ہمیشہ زندہ اور غالب رہا اور انشاء اللہ تا بروز قیامت قائم و دائم رہے گا سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز پیشوا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ "مکتوبات" میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ قرب: نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اصل الاصل ہے اور اس راستے کے واصلان انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے اصحاب اور اُمتوں میں سے جن کو بھی وہ اس ذریعہ دولت سے نوازا نا چاہیں اُن میں شامل ہیں۔ دوسرا راستہ قرب: ولایت کا ہے جس کے ذریعے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء واصل باللہ ہوتے ہیں "راہ سلوک" اسی کو کہتے ہیں اس راستے کے واصلین کے پیشوا اور ان کے فیض کا منبع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس مقام میں اُن کے ساتھ شامل ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد یہ منصب عالی علی الترتیب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو تفویض ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے ائمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اس مقام پر فائز ہوئے۔ ان سے ماسوا جن کو بھی مذکورہ مقامات عطا ہوئے ان ہی حضرات رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہوئے حتیٰ کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی قطبیت کبریٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے مختص کر دیا گیا۔ اب جس کسی کو بھی اس راستے سے فیض و برکات حاصل ہوتی ہیں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔ اس راہ میں برکات و فیوض کا حصول اقطاب و نجباء کو جو بھی ہوں آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے توسط سے ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکزی حیثیت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں فرمایا کہ

أَقْلَمْتُ شُمْسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسَنَا

أَبَدًا عَلَى أَقْفَى الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: "اگلوں کے آفتاب غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب بلندی کے اُفق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا" (۶۸)

..... نیز علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح المعانی" (۶۹) میں،

..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر مظہری" (۷۰) میں

..... اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "ہمعات" (۷۱) میں انہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

(۶۸) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۳ (۶۹) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت نمبر ۳۳ سورۃ احزاب، ج ۱۱، ص ۲۰۰

(۷۰) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۱۰ سورۃ احزاب، ج ۲، ص ۱۲۰ (۷۱) ہمعات، باب نسب و اویسیہ، ص ۱۲۶

”عبداللہ“ سے تبدیل فرمایا۔ (۶)

آپ رضی اللہ عنہ کو جوان اونٹ رکھنے کا بڑا شوق تھا اور آپ رضی اللہ عنہ جوان اونٹوں کی تجارت کرتے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر (جوان اونٹوں والا) مشہور ہوئی۔

پھر بارگاہ نبوی سے آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق اور عتیق کے خطابات بھی ملے اور امت نے آپ رضی اللہ عنہ کی بے مثل جانثاری کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو یار غار کا خطاب دیا جو اب ہر سچے و جانثار دوست کے لیے ضرب المثل بن چکا ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ بچپن سے کفر و شرک سے بیزار اور نہایت پاکیزہ سیرت تھے۔ کبھی شراب نہیں پی، تمام برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے طبعاً احتراز کرتے تھے۔

مجمع اصحاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نوشی کی؟ تو فرمایا:
”أَعُوذُ بِاللّٰهِ كُنْتُ أَصُونُ عِرْضِيَّ وَأَحْفَظُ مَرْوَةَ قِيٍّ فَإِنَّ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ كَانَ مُضَيِّعًا فِي عِرْضِهِ وَمَرْوَتِهِ“

ترجمہ: ”خدا کی پناہ، میں اپنی مروت و آبرو کی حفاظت کرتا تھا اور شراب پینے والا، اپنی عزت اور مروت کو برباد کر دینے والا ہوتا ہے۔“
تو یہ خبر سن کر رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:
”صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ“ (۷)

ترجمہ: ابوبکر نے سچ کہا، ابوبکر نے سچ کہا۔

حضرت ملا علی قاری کی رحمتہ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں: کہ مجمع اصحاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:
”يَا رَسُولَ اللّٰهِ! صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِنِّیْ لَمْ اَسْجُدْ لِصَنَمٍ قَطُّ..... وَاِنَّ اَبَا فُحَافَةَ اَخَذَ بِیَدَیْیِیْ وَانْطَلَقَ بَیَّ اِلٰی مَخْدَجٍ فِیْہِ الْاَصْنَامُ..... فَدَنَوْتُ مِنَ الصَّنَمِ فَقُلْتُ: اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعَمْنِیْ فَلَمْ یُجِبْنِیْ فَقُلْتُ: اِنِّیْ عَارٍ فَاَكْسِیْنِیْ فَلَمْ یُجِبْنِیْ، فَاتَّخَذْتُ صَخْرَةً فَقُلْتُ: اِنِّیْ مُلْقٍ عَلَیْكَ هٰذِہِ الصَّخْرَةُ فَإِنْ کُنْتَ اِلٰہًا فَاَمْنَعْ نَفْسَکَ فَلَمْ یُجِبْنِیْ، فَالْقَيْتُ عَلَیْہِ الصَّخْرَةَ“ (۸)

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیشک میں نے کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا..... اور بیشک مجھے میرے والد ابوقحافہ ایک کمرے میں لے گئے جہاں بت پڑے ہوئے تھے..... میں بت کے پاس گیا اور کہا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو تو اس نے کوئی جواب نہ دیا، میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دو اس نے کوئی جواب نہ دیا، پھر میں نے ایک پتھر پکڑا اور کہا: میں تم پر یہ پتھر پھینکنے والا ہوں اگر تو الہ ہے تو اپنے آپ کو مجھ سے بچالے تو اس نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اس پر پتھر دے مارا۔“

آپ زمانہ جاہلیت میں نہایت کامیاب تاجر، نہایت سخی، صاحب احسان، مہمان نواز اور مصائب میں لوگوں کی امداد

(۶) السیرۃ الحبلیۃ، باب ذکر اول الناس ایماناً، ۱/۳۸۹ (۷) تاریخ دمشق، ج ۳۰، ص ۳۳۳۔ کنز العمال، الرقم: ۳۵۵۹۸

(۸) مرقاة المفاتیح، باب مناقب ابی بکر، زیر بحث حدیث نمبر ۶۰۳۳

کرامات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کرامت عرف میں اس خلافِ عادت واقعہ کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے جیسا کہ ”قرآن مجید“ سورہ آل عمران: ۷۳ میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں آسمانی رزق کے نازل ہونے کی کرامت کا ذکر موجود ہے اور ”قرآن مجید“ سورہ نمل: ۴۰ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی (آصف بن برخیا) کے ملکہ بلقیس کا بہت بڑا تخت یمن سے ایک لحد سے پہلے شام میں لانے کی کرامت کا ذکر موجود ہے۔

بعض اولیائے کاملین کو اظہارِ کرامت کی استعداد بھی عطا کر دی جاتی ہے جیسا کہ ہر شخص کی آنکھوں میں جب وہ آنکھ کھولے دیکھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہت سی کرامات آپ کی سوانح میں مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک درج

ذیل ہیں:

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مجین میں سے ایک سیاہ فام غلام نے چوری کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ غلام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الکزاز رضی اللہ عنہ سے ملا تو حضرت ابن الکزاز رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ تو اس نے کہا:

”أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَيَعْسُوبُ الْمُسْلِمِينَ وَخَتَنُ الرَّسُولِ وَذَوْجُ الْبَيْتِ“

ترجمہ: ”امیر المؤمنین نے جو مسلمانوں کے سردار، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔“

حضرت ابن الکزاز رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تمہارا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تم اُن کی تعریف کر رہے ہو؟ تو غلام نے کہا: میں اُن کی تعریف کیوں نہ کروں، انہوں نے میرا ہاتھ حق کے ساتھ کاٹا ہے اور مجھے عذابِ نار سے خلاصی دلائی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غلام کو بلایا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ کلائی پر رکھا اور اس پر تولیہ ڈال دیا اور دعائیں فرمائیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے غیب سے آواز سنی ہاتھ سے کپڑا اٹھاؤ۔ ہم نے وہ تولیہ اٹھایا:

”فَإِذَا الْيَدُ قَدْ بَرَأَتْ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى“ (۷۲)

ترجمہ: ”تو ہاتھ اللہ کے حکم سے درست ہو چکا تھا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم غیب

حضرت اصبح بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جنگ صفین ۳۷ ہجری سے واپسی پر) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مقام کے پاس آئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”هَهُنَا مُنَاحُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَهَهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فُتَيْبَةٌ مِّنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُونَ بِهَذِهِ الْعَرَصَةِ تَبْكِي عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ“ (۷۳)

ترجمہ: ”یہ ان کی ساریوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ ان کے کجاوؤں کے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خونوں کے بہائے جانے کی جگہ ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جوان یہاں قتل کیے جائیں گے اور آسمان اور زمین ان کے غم میں روئے گی۔“

سبحان اللہ! جنگ صفین ۳۷ ہجری میں ہوئی اور واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 24 سال پہلے واقعہ کربلا کی تصویر کشی فرما رہے ہیں۔ یہ ہے عطائی علم غیب اور لوح محفوظ کا مطالعہ جس کی استعداد اللہ تعالیٰ اپنے اولیائے کاملین کو عطا فرماتا ہے۔

لمحے بھر میں قرآن ختم کرنا

نور الدین حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ ”شواہد النبوۃ“ میں لکھتے ہیں:

”روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب سواری کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں پہنچنے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت مکمل فرما لیتے ہیں“ (۷۴)

یاد رہے کہ کئی زمان اور وسط زمان یعنی لمبے زمانے کو لپیٹ کر چھوٹا کر دینا اور چھوٹے زمانے کو لمبا کر دینا زیر قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی ایک رکاب میں پاؤں رکھنے اور دوسری رکاب تک دوسرا پاؤں پہنچانے کے چند لمحات کو اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دس بارہ گھنٹے لمبا فرما دیتا تھا۔ آپ اس وقت میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل فرماتے اور دیکھنے والوں کے لیے وہ وقت چند سیکنڈ کے برابر ہوتا اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔

اشارے سے پانی نیچے آ گیا

نور الدین حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ ”شواہد النبوۃ“ میں لکھتے ہیں:

”کہ اہل کوفہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دریائے فرات میں سیلاب آنے اور فصلوں کی تباہی کی

(۷۳) دلائل النبوة لابی نعیم، باب ما ظہر علی ید علی بن ابی طالب، الرقم: ۵۳۰۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۱۴

(۷۴) شواہد النبوة، باب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، ص ۱۹۶

فریاد کی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا جبہ مبارک اور ستار مبارک پہن کر ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عصا مبارک پکڑ کر تشریف لائے، گھوڑا منگوا کر اس پر سوار ہوئے۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور دیگر لوگ ساتھ تھے دریا کے کنارے پر دو رکعت نفل جلدی سے پڑھیں پھر دریائے فرات کے پل پر تشریف لائے اور اپنے عصا سے دریا کی طرف اشارہ کیا تو ایک گز پانی نیچے اتر گیا، دوسری بار اشارہ کیا تو ایک گز مزید پانی نیچے آگیا، تیسری بار اشارہ کیا تو ایک گز پانی اور نیچے اتر آیا لوگوں نے اونچی آواز سے عرض کی: امیر المؤمنین! اتنا پانی ٹھیک ہے۔“ (۷۵)

یاد رہے کہ ہواؤں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

”فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ“ (۷۶)

ترجمہ: ”ہم نے حضرت سلمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ (ہوا) آپ کے حکم سے چلتی تھی۔“
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دریائے فرات کے پانی کو امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مسخر فرما دیا۔

انگوٹھی سے حفاظت

ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں ایک ایسے علاقہ میں سفر پر جا رہا ہوں جہاں درندے بہت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی عطا فرمائی اور کہتا ہیرے پاس جو کوئی درندہ وغیرہ آئے تو اسے کہنا: میرے پاس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ہے چنانچہ وہ شخص سفر پر روانہ ہو گیا جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک درندہ اس کے پاس آیا تو اس نے جلدی سے آپ کی انگوٹھی اس کے سامنے کر دی درندہ وہیں رک گیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ پکارا پھر زمین کی طرف دیکھا اور غرایا، اسی طرح چاروں سمت منہ کر کے غراتا رہا پھر بڑی تیزی سے بھاگ گیا۔

جب وہ شخص واپس آیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے تمام واقعہ سنایا، اس پر آپ نے فرمایا: وہ درندہ کہتا تھا: مجھے اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کی قسم جس نے آسمانوں کو بلند کیا زمین کو پست اور سورج کو طلوع فرمایا اور کہا:

”لَا أَسْأَلُكُمْ بِمَا لَكُمْ فِيهَا لَعَلِّي بِنِ آئِنِي ظَالِمٌ“ (۷۷)

ترجمہ: ”میں ایسی سرزمین میں نہیں رہوں گا جہاں کے باشندے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے میری شکایت کریں۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ایک نظر

ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز اصحاب بدر کے پرزور اصرار پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ رسول منتخب ہوئے۔ آپ کا دور خلافت منہ زور سازشوں اور شدید آزمائشوں کا دور ہے

(۷۵) شواہد النبوة، باب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، ص ۱۹۸ (۷۶) سورۃ ص: ۳۶

(۷۷) شرح البخاری للسیفی، المجلس الرابع والثلاثون، ج ۲، ص ۱۶۵ - نزہۃ المجالس، باب مناقب علی بن ابی طالب، ج ۲، ص ۱۶۲

جس کی وجہ سے امت مسلمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکی۔

۳۶ ہجری میں بصرہ کے قریب ”جنگِ جمل“ پھر ۳۷ ہجری میں ”جنگِ صفین“ ہوئی پھر ایک نئے پیدا ہونے والے فرقہ باطلہ خوارج سے ”جنگِ نہروان“ ہوئی البتہ آرمینیا اور دیگر علاقوں میں کچھ بغاوتیں ہوئیں جنہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکروں نے آسانی سے کچل دیا اور آپ نے نظامِ مملکت میں کچھ شاندار اصلاحات فرمائیں جیسا کہ آپ نے قیدیوں کو اچھا کھانا کھلانے کے احکام جاری فرمائے۔

جنگِ جمل

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ایامِ حج کے فوراً بعد ہوئی بہت سے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حج سے واپسی پر پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ فوراً مکہ مکرمہ واپس آئیں اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے مشورے سے اس صورتحال پر قابو پانے کے لیے ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ پہنچیں۔

ادھر مدینہ منورہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو چکی تھی آپ ایک لشکر لے کر بصرہ روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دونوں ایک دوسرے سے لڑنے سے احتراز کر رہے تھے۔ دونوں لشکروں میں تقریباً تقریباً صلح بھی ہو چکی تھی کہ کچھ فسادی لوگوں نے رات کو لڑائی چھیڑ دی۔

اس لڑائی میں ایک روایت کے مطابق پندرہ ہزار صحابہ کبار و تابعین رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو غلبہ حاصل ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک جمل (اونٹ) پر ہودج میں تھیں اس لیے اس جنگ کو جنگِ جمل کہا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فتح پانے کے باوجود اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بے حد احترام و اکرام فرمایا، آپ چند دن بصرہ میں رہیں پھر آپ کو پورے عزت و احترام کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کے شہیدوں کی خود نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کرائی۔

جنگِ صفین

اس کے بعد پتہ چلا کہ گورنرِ شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ستر ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ماننے کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے ساتھ مشروط کر رہے ہیں جبکہ خلیفہ رسول کی نامزدگی کے بعد خلیفہ رسول کی بیعت کرنا تمام مسلمانوں کے لیے شرعاً ضروری تھی اور قصاص لینے کا فیصلہ خلیفہ رسول نے کرنا تھا۔

چنانچہ صفین کے مقام پر خونریز لڑائی ہوئی جس میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں دونوں طرف سے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر فتح کے قریب پہنچ چکا تھا کہ شامیوں نے نیزوں پر قرآن مجید باندھ کر بلند کیے اور کہا دونوں فریق لڑائی بند کر دیں اور قرآن کے مطابق جھگڑے کا تصفیہ کر لیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ لڑائی ختم نہ کی جائے لیکن آپ کے لشکر میں کئی ایسے گروپ موجود تھے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی مرضی کے مطابق چلنے نہیں دیتے تھے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ثالث ہوں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث ہوں گے اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقامات پر واپس چلے جائیں گے اور چھ ماہ کے بعد ارزخ کے مقام پر دونوں ثالث ایک فیصلہ سنائیں گے۔

چنانچہ دونوں ثالث ایک فیصلہ پر متفق نہ ہو سکے اور کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔

ایک فرقہ باطلہ خوارج کا ظہور

یہ لوگ زیادہ تر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے تھے انہوں نے کہا:

”إِن الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ (۷۸)

ترجمہ: ”حکم صرف اللہ کا ہے“

لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دو ثالثوں پر حکم اور فیصلہ ڈال کر مشرک و کافر ہو گئے ہیں اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

اس فرقہ نے اپنا نام ”أَهْلُ التَّوَحُّدِ وَالْعَدْلِ“ رکھا اور ”مقام نہروان“ ان کا مرکز تھا۔ یہ فاسق مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ عدل اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج کے ساتھ مناظرہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کے ساتھ مناظرہ کے لیے بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج پر واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم حقیقی ہے اور ثالثوں کا حکم مجازی ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان کشیدگی ختم کرنے کے لیے دونوں خاندانوں سے ایک ایک ثالث مقرر کر کے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح محرم (جو حالت احرام میں ہو) شکار کر لے تو اسے جانور کا فدیہ دینے کا حکم ہے اور اس کے لیے بھی قرآن مجید میں کسی ثالث سے جانور کی قیمت کا حکم لگوانے کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں تو پوری امت کی لڑائی ختم کرانے کے لیے ثالث

مقرر کیے گئے ہیں اور اس میں کوئی شریک نہ ہے۔

یاد رہے کہ آل و اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے مزارات شہید کرنے والے خارجی ہیں جیسا کہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے در المختار (فتاویٰ شامی) میں ذکر کیا ہے (۷۹) ان لوگوں نے امت مسلمہ کو بے دریغ مشرک و کافر قرار دیا اور لوگوں کا قتل عام کیا۔

جنگ نہروان

۳۸ ہجری میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہروان کے مقام پر خارجیوں سے فیصلہ کن جنگ کی جس میں چار ہزار کے قریب خارجی ہلاک ہوئے اور خارجیوں کے فتنہ کا زور ٹوٹ گیا۔

ذوالشہیہ

سنن ابی داؤد میں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فرمان نبوی ہے: خارجیوں میں ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ: ”مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عَلَيْهَا شُعَيْرَاتٌ مِّثْلُ شُعَيْرَاتِ الْبَنَى تَكُونُ عَلَى ذَنْبِ الْيَزْبُوعِ“ ترجمہ: ”عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر چھوٹے چھوٹے بال ہوں گے جیسے جنگلی چوہے کی دم پر ہوتے ہیں۔“ یہ شخص (ذوالشہیہ) ان مقتولوں میں تلاش کیا جائے تو لوگوں نے تلاش بسیار کی لیکن اس نشانی کی لاش نہ ملی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أُظْلِمُوا الْمُخَدِّجَ“

ترجمہ: لُجّے کو تلاش کرو۔ (رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا) چنانچہ

”قَاسَتْخَرَجُوْهُ مِنْ تَحْتِ الْقَتْلِ فِي طِينٍ“ (۸۰)

ترجمہ: ”صحابہ کبار (رضی اللہ عنہم) نے اسے مٹی میں پڑے ہوئے مقتولین کے نیچے سے ڈھونڈ نکالا“ (اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت واضح ہوئی۔)

جنگ جمل اور جنگ صفین میں مخالفین کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

کچھ لوگ اجتہادی خطا کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے والوں کو باغی اور جہنی کہنے پر جری ہو جاتے ہیں اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

یاد رہے کہ باغی قتل ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں اور باغی جہنی ہوتا ہے لیکن جنگ جمل میں جنگ ختم ہونے کے بعد دونوں اطراف کے مقتولوں کی نماز جنازہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود پڑھائی اور اُن کی تدفین بھی خود کرائی۔

مزید برآں کسی نے آپ سے پوچھا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جو قتل ہوئے اُن کا کیا حکم ہے تو فرمایا:

”قَتَلْنَا وَقَتَّلَا هُمْ فِي الْجَنَّةِ“ (۸۱)

ترجمہ: ”میرے مقتول اور حضرت معاویہ کے مقتول سب جنتی ہیں۔“

نصیحتِ افضلیہ:

لہذا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے جھگڑوں میں صرف محتاط علمائے دین سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اور غیر محتاط لوگوں سے محتاط رہنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھگڑوں اور لڑائیوں کے بارے میں اہلسنت کا محتاط مذہب

..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى“ (۸۲)

ترجمہ: ”اللہ نے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔“

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ“ (۸۳)

ترجمہ: ”میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک مد یا آدھے مد جو کے برابر کو نہیں پہنچ سکتا۔“

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ“ (۸۴)

ترجمہ: ”جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔“

لہذا تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور اعلیٰ درجے کے متقی و پرہیزگار تھے۔ کسی صحابی کو برا بھلا کہنا موجبِ لعنت اور

بدترین گراہی ہے۔

لہذا اہلسنت و جماعت کا محتاط مذہب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام شہید ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جلیل القدر صحابیہ بھی ہیں اور اُم المؤمنین بھی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت تمام مؤمنین کی ماں ہیں، آپ نے قاتلین عثمان پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کے لیے لشکر تیار کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان جھگڑوں میں حق پر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(۸۱) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صفین، الرقم: ۳۴۸۸۰ (۸۲) سورۃ نساء: ۹۵

(۸۳) صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذاً خلیلاً، الرقم: ۳۶۴۳ (۸۴) جامع ترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی، الرقم: ۳۸۶۶

”عَلَى مَعَ الْحَقِّ أَوْ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ حَيْثُ كَانَ“ (۸۵)

ترجمہ: ”علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے علی جہاں بھی ہو۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس لڑائی میں اجتہادی خطا پر تھے، آپ باغی نہیں تھے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد ہے:

”قَتَلْنَا وَ قَتَلَنَا وَ قَتَلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ“ (۸۶)

ترجمہ: ”میرے مقتولین اور معاویہ کے مقتولین جنتی ہیں۔“

جب کہ باغی جہنمی ہوتا ہے نیز اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل نہ ہوتے تو جنتی نوجوانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کبھی اپنی بہت بڑی ریاست حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد نہ کرتے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کبھی بیعت نہ کرتے۔

اعتراض:

صحیح بخاری میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”تَقْتُلُهُ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ“ (۸۷)

ترجمہ: ”(نہیں) عمار کو) ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“

ظاہر ہے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے انہیں قتل کیا لہذا ارشاد نبوی کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی باغی ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا ان کے معتمد ساتھیوں میں سے کسی نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

ارشاد نبوی میں باغی گروہ کو قاتل قرار دیا گیا اور باغی گروپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی موجود تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی موجود تھے جو ہر بات میں خلیفہ راشد سے اختلاف کرتے تھے۔

لہذا کوئی معلوم نہیں کہ کس باغی گروپ نے صحابی رسول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

نیز یاد رہے کہ بہت سے مؤرخین نے غیر محتاط انداز میں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے جھگڑوں کو بیان کیا ہے۔ کچھ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف کہانیاں لائے ہیں اور کچھ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف

(۸۵) مجمع الزوائد، باب فیما کان فی الجمل وصفین، الرقم: ۱۲۰۳۱ (۸۶) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صفین، الرقم: ۳۴۸۸۰

(۸۷) صحیح بخاری، باب مسح الغبار عن الرأس، الرقم: ۲۸۱۲

کہانیاں لائے ہیں ایسی تمام کہانیاں قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہیں اور حق وہی ہے جو قرآن وسنت سے بیان کر دیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقائد و افکار

خلفائے ثلاثہ کی بیعت:

خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پہلے تینوں خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں اور وزیر و مشیر کی حیثیت سے ان کی رہنمائی فرمائی جو لوگ کہتے ہیں خلفائے ثلاثہ ظالم و کافر تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ ایسا کیا یقیناً ایسے لوگ اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جنہوں نے ہمیشہ حق پر استقامت اختیار کی) پر بہت بڑی تہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے عقیدہ باطلہ سے محفوظ فرمائے۔

..... ﴿حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا:

”فَكَانَ أَفْضَلَهُمْ كَمَا دَعَمْتُ فِي الْإِسْلَامِ وَأَنْصَحَهُمْ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ الْخَلِيفَةُ وَخَلِيفَةُ الْخَلِيفَةِ وَلَعَبْرِيَّ أَنْ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لِعَظِيمِهِ وَإِنَّ الْمَصَابِ بِهَمَا لَجَرَحٌ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدٌ فَرَحَمَهُمَا اللَّهُ وَجَزَاهُمَا أَحْسَنَ مَا عَمِلَا“ (۸۸)

ترجمہ: ”وہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) اسلام میں سب سے افضل تھے جیسا کہ تمہارا خیال ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ خلیفہ اور خلیفہ کے خلیفہ تھے اور مجھے قسم ہے ان دونوں کا مقام و مرتبہ عظیم ہے اور ان دونوں کا نقصان اسلام میں بہت بڑا زخم ہے اللہ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور انہوں نے جو بہترین عمل کیے ان پر دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔“

..... ﴿ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ أَصْلَحْنَا بِمَا أَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِينَ“ (۸۹)

ترجمہ: ”اے اللہ ہماری اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔“

تو قریش کے ایک شخص نے کہا وہ خلفائے راشدین کون ہیں تو فرمایا:

”هُمْ حَبِيبُنَايَ وَعَمَّاكَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ إِمَامَا الْهُدَى، وَشَيْخَا الْإِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشٍ وَالْمُقْتَدَى بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ) فَمَنْ اقْتَدَى بِهِمَا عَصَمَ وَمَنِ اتَّبَعَ أَثَارَهُمَا هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ (۸۹)

(۸۸) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، باب فی ذکر بعض مناقب جعفر بن ابی طالب، ج ۵، ص ۲۵۴۔ نہج السعاده فی شرح نہج البلاغہ، ج ۵، ص ۱۲۰ مطبوعہ ایران

(۸۹) کتاب الشفا، ج ۳، ص ۷۔ کتاب الامامة، ج ۳، ص ۱۳

ترجمہ: ”وہ میرے محبوب اور تمہارے چچا ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں جو ہدایت کے امام ہیں، اسلام کے بزرگ ہیں، قریش کے دو آدمی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد جن کی اقتداء ہوئی ہے اور اب جو بھی اُن کی اقتداء کرے گا محفوظ رہے گا اور جو بھی اُن کے نشانات کی پیروی کرے گا اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت ملے گی۔“

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

”بَعَثَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ إِلَى بَابِهِ يَحْرِسَانِهِ“ (۹۰)

ترجمہ: ”حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو تلواریں ہاتھ میں لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔“

افضلیت ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو امت میں افضل قرار دیا۔ ایک بار کسی نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں تبرأ کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سزا دی پھر خطبہ دیا اور فرمایا:

”حَيُّوْهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ“ (۹۱)

ترجمہ: ”اس امت کے نبی کے بعد اس امت کے افضل ترین لوگ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔“

اور صحیح بخاری اور دیگر کتب میں متعدد حوالے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اپنے اسی عقیدہ کا اظہار فرمایا۔

آپ کے بارے میں غلو کرنے والوں کا حکم شرعی

شارح بخاری ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”يُقَالُ لَهُمُ السَّبَائِيَّةُ مُعْتَقِدُونَ الْهَيْئَةَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ أَحْرَقَهُمْ عَلِيٌّ بِالنَّارِ فِي حِلَافَتِهِ“ (۹۲)

ترجمہ: ”اس قوم کو سبائیہ کہا جاتا تھا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دورِ خلافت میں آگ میں جلا دیا۔“

فدک شہر کے باغات

جیسا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات میں فدک شہر اور اس کے مضافات کے باغات پر کلام ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ترکہ میراث نہیں بنے گا اور اس میں سے آل رسول بھی اپنی ضرورتیں پوری کرے گی اور اس میں اسی طرح عمل ہوگا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عمل فرماتے تھے۔

(۹۰) تاریخ مختصر الدول، باب علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۱۰۵۔ سوانح کربلا، ص ۵۶

(۹۱) یحار الانور، لباقرا المجلسی، ج ۳۹، ص ۱۹۲۔ کتاب الشافعی، ج ۳، ص ۳۹ (۹۲) لسان المیزان، من اسماء عبد اللہ بن سبأ، ج ۳، ص ۲۹۰

کرنے والے تھے۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر جب آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا سفر شروع کیا تو مکہ مکرمہ کے ایک سردار ابن دغنه نے آپ رضی اللہ عنہ کے جود و سخا کی اپنے اس کلام میں عکاسی کی اور کہا:

”إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يَخْرُجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّجْمَ وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتُقْرِى الصَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى تَوَائِبِ الْحَقِّ“ (۹)

ترجمہ: ”آپ جیسا شخص نہ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور نہ ہی ایسے شخص کو نکالا جاتا ہے، بیشک آپ خالی ہاتھ لوگوں کے لیے روزی کما تے ہیں، رشتہ داری کے حقوق ادا کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ (قرضہ و معیشت وغیرہ) اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں مدد کرتے ہیں۔“

نوٹ: ابن دغنه نے جو اوصاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیان کیے وہی اوصاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے بعد بیان فرمائے تھے اور وہ الفاظ یہ تھے:

”إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّجْمَ وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتُقْرِى الصَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى تَوَائِبِ الْحَقِّ“ (۱۰)

ترجمہ: ”بیشک آپ رشتہ داری کے حقوق ادا کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ (قرضہ و معیشت وغیرہ) اٹھاتے ہیں، خالی ہاتھ لوگوں کے لیے روزی کما تے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں مدد کرتے ہیں۔“

زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ بچپن اور جوانی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان گہری دوستی تھی اور اس دوستی کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طہارت و پاکیزگی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ علم الانساب اور علم تعبیر روایا کے لیے بہت بڑے عالم تھے اور معاملہ فہمی میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑی ہمت و استقامت کے مالک تھے اور انتہائی بہادر اور نڈر تھے۔

قبول اسلام

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملک شام گئے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ چاند و سورج آسمان سے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ کی گود میں پڑ گئے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے اُن پر اپنی چادر ڈال دی ہے۔ ایک راہب کے پاس گئے اس عجیب خواب کی تعبیر دریافت کی تو راہب نے آپ رضی اللہ عنہ سے آپ کا نام، قبیلہ اور شہر کا نام دریافت کیا اور پوچھا تم کیا کرتے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا میرا نام ابوبکر ہے، مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں قریش قبیلہ سے ہوں اور تاجر ہوں تو راہب نے بتایا:

پھر خلافتِ فاروقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان جائیدادوں پر متولی مقرر کیا کہ

”عَلَىٰ إِنَّ عَلَيْنَا عَهْدَ اللَّهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُنْذُ وَلِيْتُ“ (۹۳)

ترجمہ: ”اس شرط پر کہ اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق پر اس (جائیداد) میں آپ دونوں اسی طرح عمل کریں گے جس طرح کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خود میں نے، جب سے میں خلیفہ بنایا گیا ہوں عمل کیا ہے“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پونے پانچ سال خلیفہ رہے اگر آپ کے نزدیک یہ جائیدادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی میراث ہوتیں تو آپ پر شرعاً فرض تھا کہ آپ یہ جائیدادیں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور دیگر وارثوں میں تقسیم فرماتے لیکن آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو باقی رکھا اور اس کے خلاف کچھ نہ کیا اور اس طرح واضح فرمادیا کہ فیصلہ صدیقی ہی درست تھا، اسی طرح خلیفہ خامس حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فیصلہ صدیقی کو باقی رکھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔

شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں باری باری ایک ایک رات حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے گھروں میں رہتے تھے اور صرف تین لقمے کھانا کھاتے اور فرماتے: میں خالی پیٹ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

زخمی ہونے والی رات بار بار مکان سے باہر تشریف لے جاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور فرماتے بخدا مجھے کبھی کوئی غلط خبر نہیں دی گئی یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۹ یا ۱۸ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو نماز صبح کے لیے لوگوں کو نماز کے لیے بلا تے ہوئے مسجد کوفہ کے دروازے کے اندر داخل ہوئے تو عین عبدالرحمن بن ملجم خارجی اور عین شیب خارجی نے آپ پر تلواروں سے حملہ کیا پہلے عین شیب نے وار کیا جو خطا ہو گیا پھر عین عبدالرحمن بن ملجم نے آپ کی پیشانی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار پیشانی کو چیرتے ہوئے کینٹی کے پاس سے نکلی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لائے اور آپ کی زبان مبارک سے یہ نعرہ سنا گیا:

”فُؤْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ“ (۹۴)

ترجمہ: ”رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔“

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ شوقِ شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں کس قدر موجزن تھا۔

عدل و انصاف کی انتہا

لوگوں نے ابن بلجم العین کو گرفتار کر لیا آپ نے فرمایا: اسے شربت پلاؤ اور نرم بستر پر بٹھانے کا حکم دیا اور اسے اسی وقت قتل کرنے سے منع کیا کیونکہ ابھی اس نے اقدام قتل کیا تھا لیکن آپ کو ابھی شہید نہیں کیا تھا اور شہادت سے پہلے اس کی سزا سے قتل کرنا نہیں بنتی تھی۔

یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کمال عدل تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے شدید زخمی ہونے کی حالت میں بھی حملہ آور کو قتل کرنے سے روک دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:

”اگر میں بچ گیا تو میں خود ابن بلجم کے بارے میں فیصلہ کروں گا اور اگر میں شہید ہو گیا تو پھر قصاص میں اسے قتل کر دینا۔“
چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد ابن بلجم کو قتل کر کے قصاص لیا۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو وصیت

امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو پاس بلا کر فرمایا:

”أَوْصِيكُمَا بِتَقْوَى اللَّهِ وَلَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَيْتُمَا عَلَى شَيْءٍ ذُوِي مِنْهَا عَنْكُمَا وَقُولَا الْحَقَّ وَارْحَمَا الْيَتِيْمَ وَأَعْيِنَا الضَّعِيْفَ وَاصْنَعَا لِلْأَخِرَةِ وَكُونَا لِلظَّالِمِ حَصْمًا وَلِلْمُظْلَمِ أَنْصَارًا وَأَعْمَلَا لِلَّهِ وَلَا تَأْخُذْكُمَا فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا إِلِيْمَ“ (۹۵)

ترجمہ: ”میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور دنیا کا طلبگار نہ بننا اگرچہ دنیا تمہیں چاہے اور جس چیز سے محرومی ہو جائے اس پر آہ و بکا نہ کرنا اور حق بات کہنا اور یتیم پر رحم کرنا اور مہمان کی مدد کرنا اور آخرت کی تیاری کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کی مدد کرنا اور اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنا اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا“

نصیحت افضلیہ :

ہر والد کو چاہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہی وصیت کرے جو حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو فرمائی۔

تدفین و خلافت

آپ اکیس رمضان المبارک ۴۰ ہجری رات کو جام شہادت نوش فرما گئے اور آپ کو کوفہ کے قریب نجف الاشرف کے مقام پر خفیہ طریقے سے دفن کیا گیا۔

آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا اور مسلمانوں کو خلیفہ مقرر کرنے کا اختیار دیا چنانچہ مسلمانوں نے نواسیہ رسول حضرت

امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ خامس منتخب کیا۔ آپ کے مختصر سوانح حیات اگلے صفحات میں مطالعہ فرمائیں۔

ازواج و اولاد اور خلفاء

ازواج:

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سات ازواج محترمات ہیں:

- (۱) حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم
- (۲) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا
- (۳) حضرت خولہ رضی اللہ عنہا
- (۴) ام البنین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
- (۵) حضرت ام حبیب رضی اللہ عنہا
- (۶) حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا
- (۷) حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا

آپ کی اولاد

..... ﴿ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے:

حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن کی ولادت ہوئی۔

..... ﴿ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے:

حضرت محمد اوسط رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

..... ﴿ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے:

حضرت محمد اصغر اور حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

..... ﴿ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے:

حضرت ابوبکر المعروف محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی

..... ﴿ ام البنین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت حرام سے:

حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم کی ولادت ہوئی یہ چاروں شہزادے

کر بلا معلیٰ میں شہید ہوئے۔

..... ﴿ حضرت ام حبیب رضی اللہ عنہا سے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ حضرت عمر بھی میدان کر بلا میں شہید ہوئے۔

..... ﴿ حضرت ایللی رضی اللہ عنہا سے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ یہ دونوں شہزادے بھی کربلا میں شہید ہوئے۔

..... ﴿ حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا سے:

حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا اور حضرت رملہ کبریٰ کی ولادت ہوئی۔ (۹۶)

علامہ ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں:

”فَجَمِيعُ وُلْدِ عَلِيٍّ اَرْبَعَةُ عَشَرَ ذَكَرًا وَسَبْعُ عَشَرَ اُنْثَى“ (۹۷)

ترجمہ: ”آپ کے بیٹے چودہ ہیں اور بیٹیاں سترہ ہیں۔“

آپ کے خلفائے طریقت

(۱) مصلح اعظم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ (۲) شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ (۴) حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ (۶) حضرت قاضی شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ (۹۶)

خلافتِ امام حسن رضی اللہ عنہ تہذیبِ خلافتِ راشدہ ہے

خلافتِ راشدہ سے مراد:

..... ﴿ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم ہوئے، ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں“ (۱)

خلافتِ نبوت تیس سال ہے

..... ﴿ ارشادِ نبوی ہے:

”خِلَافَةُ النَّبِيِّ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ أَوْ مَلَكَهُ مَنْ يَشَاءُ“ (۲)

ترجمہ: ”نبوت کی خلافت تیس سال ہے پھر اللہ جسے چاہے گا اپنی بادشاہی عطا فرمائے گا۔“

..... ﴿ یہ تیس سال اس طرح مکمل ہوئے:

”وَكَانَتْ خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ سِتِّينَ وَثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ عَشَرَ سِنِينَ وَنِصْفًا وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشَرَ سَنَةً وَخِلَافَةُ عَلِيٍّ أَرْبَعَ سِنِينَ وَتِسْعَةَ أَشْهُرٍ وَخِلَافَةُ الْحَسَنِ ابْنِهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ“ (۳)

ترجمہ: ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور تین ماہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال اور چھ ماہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو ماہ اور آپ کے بیٹے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہے۔“

(۱) بہار شریعت، حصہ اول، صفحہ ۲۴۱

(۲) سنن ابی داؤد، باب فی الخلفاء، الرقم: ۴۶۳۶

(۳) شرح الطحاوی، باب تحب اصحاب رسول من غیر افراط، ج ۱، ص ۸۳

مصلح اعظم، امیر المؤمنین خلیفہ خامس

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

حسن مجتبیٰ سیدُ الْأَسْخِيَا
 اوج مبر ہدیٰ موج بحر ندی
 راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
 روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
 چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام
 شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی

خلیفہ خامس امیر المؤمنین حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، معدنِ ولایت، مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بڑے شہزادے ہیں اور سید المرسلین خاتم النبیین حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سب سے چھوٹی اور نہایت لاڈلی بیٹی سیدۃ النساء الجنۃ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بڑے نختِ جگر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ امتِ مسلمہ کے وہ مصلح اعظم ہیں جنہوں نے سمرقند بخارا سے لے کر طرابلس العرب (لیبیا) تک پھیلی ہوئی ریاستِ اسلامیہ، صرف اور صرف امتِ مسلمہ کو خونریزی و تباہی سے بچانے اور اپنے مولائے کریم رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور لڑائیوں سے تباہ شدہ امتِ مسلمہ کو متحد اور مستحکم کرنے کے لیے صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیر و فرمادی جس کے نتیجے میں ۴۱ ہجری سے لے کر ۶۰ ہجری تک بیس سال اہلبیت عظام، صحابہ کبار اور تابعین رضی اللہ عنہم ایک حاکم اسلام کی قیادت میں متحد رہے اور فتوحاتِ اسلامیہ کے جو سلسلے بند ہو چکے تھے پھر سے امتِ مسلمہ کو حیرت انگیز کامیابیاں حاصل ہونے لگیں اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور امتِ مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے آمین آمین آمین۔

نام، کنیت، القاب اور عقیقہ وغیرہ

..... ﴿ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں 15 رمضان المبارک 3 ہجری میں ہوئی۔

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور فرمایا:

”أَزُوْنِي اِنِّیْ مَا سَمِیْتُ مُحَمَّدًا؟“ (۱)

ترجمہ: ”مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟“

تو میں نے عرض کی: حرب (جنگ) تو فرمایا: یہ حسن ہے (۱)

..... ﴿حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ہارون کے بڑے بیٹے شَبَّوْر کے نام پر (عربی میں) حسن نام رکھا۔ (۲)﴾

..... ﴿اور ایک روایت میں ہے کہ:

”الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اسْمَانِ مِنْ اَسْمَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ“ (۳)

ترجمہ: ”حسن اور حسین جنتیوں کے ناموں سے دو نام ہیں۔“

..... ﴿آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود تَحْنِیْک (منہ میں کھجور چبا کر، لعاب میں ملا کر گھٹی) فرمائی۔ (۴)﴾

..... ﴿دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر پڑھ کر یہ عمل مسنون فرمایا (۵)۔

..... ﴿رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ساتویں روز عقیقہ کیا۔ اور سر کے بال مونڈوائے (۶) اور ختنہ کیا اور سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام حسن و حسین اہل عرب سے مستور رکھے (۷) یعنی اس سے پہلے کسی نے اپنے بیٹوں کو ان ناموں سے موسوم نہیں کیا۔

آپ کی کنیت ابو محمد اور القاب: سبط رسول، سید شباب اہل الجنة، ریحان رسول، تقی، سید، آخر الخلفاء بالنص وغیرہ ہیں۔

شکل و صورت و حسن و جمال

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ جو ہر حسن عالم حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سب سے زیادہ مشابہ ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ حسن و جمال کے مالک تھے۔

..... ﴿حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الْحَسَنُ اَشْبَهَ بِرَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ

اَشْبَهَ بِرَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ“ (۸)

ترجمہ: ”حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور

(۱) مستند احمد، الرقم: ۶۶۹۔ المستدرک، باب ومن مناقب الحسن والحسين، الرقم: ۴۴۴

(۲) صحيح ابن حبان، باب ذكر الحسن والحسين، الرقم: ۶۹۵۸۔ الادب المفرد، باب الصرم، الرقم: ۸۲۳

(۳) تاريخ الخلفاء، باب الخليفة الرابع، ج ۱، ص ۱۳۳۔ تاريخ دمشق، باب الحسن بن علي، ج ۱۳، ص ۱۴۱ (۴) مستند البزار، الرقم: ۴۴۳

(۵) المعجم الكبير، الرقم: ۹۲۶ (۶) جامع ترمذی، باب العقیقة بشاة، الرقم: ۲۸۳۱ (۷) تاريخ الخلفاء، باب الخليفة الرابع، علي بن ابي طالب، ج ۱، ص ۱۳۳

(۸) جامع ترمذی، باب مناقب ابي محمد الحسن بن علي، الرقم: ۳۴۴۹

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس سے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

..... ﴿ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

”لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ“ (۹)
ترجمہ: ”کوئی بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔“

فضائل و مناقب

..... ﴿ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر سوار کیا ہوا تھا اور فرما رہے تھے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَجِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما۔“

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۱۱)

ترجمہ: ”جو مجھ سے محبت کرے اور ان دونوں اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کرے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پر بیٹھا کر لائے اور فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي“ (۱۲)

ترجمہ: ”جس نے ان دونوں (حسن و حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

..... ﴿ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز تھے اور حضرت

(۸) جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، الرقم: ۳۴۴۹ (۹) صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين، الرقم: ۳۴۵۲

(۱۰) صحیح بخاری، باب السخاب للصبيان، الرقم: ۵۸۸۳ (۱۱) جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی، الرقم: ۳۴۳۳ - مسند احمد، الرقم: ۵۴۶

(۱۲) مسند احمد، الرقم: ۹۶۴۳ - مسند البزار، الرقم: ۹۳۱۰

حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ تشریف فرما تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک بار حسن کو دیکھتے اور ایک بار لوگوں کو دیکھتے اور فرما رہے تھے:

”إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔“

سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کرانے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کرانے کو اللہ تعالیٰ کی صلح کرانا قرار دے رہے ہیں۔

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

سبحان اللہ! اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی سرداری کو ماننے والے جنتی ہیں۔

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے تو ایک شخص نے کہا:

”نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا عَلَّامُ“

ترجمہ: ”اے لڑکے! آپ بہت اچھی سواری پر ہو۔“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”وَنِعْمَ الرَّكَابُ هُوَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”سوار بھی بہت اچھا ہے۔“

..... عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حالتِ سجدہ میں تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کندھوں یا پشت پر بیٹھ گئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا جب تک کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی مرضی سے نہ اترے۔ تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ نے سجدہ لمبا فرمایا کیا اسی طرح حکم دے دیا گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلَكِنْ ابْنِي اِذْ تَحَلَّيْتُ فَكَرِهْتُ أَنْ أَعْجَلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ“ (۱۶)

ترجمہ: ”یہ تمام باتیں نہیں ہیں لیکن میرا بیٹا مجھ پر سوار تھا میں نے پسند نہیں کیا کہ میں جلدی کروں یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت

(۱۳) صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی، الرقم: ۲۶۰۳ (۱۴) جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، الرقم: ۳۶۹۸

(۱۵) جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن، الرقم: ۳۶۸۴ (۱۶) سنن النسائی، باب هل يجوز ان تكون سجدة اطول، الرقم: ۱۱۴۱ - المستدرک، الرقم: ۳۶۶۵

پوری کر لے۔“

..... ﴿ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دن ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے ان دونوں پر سرخ قمیصیں تھیں چلتے تو لڑکھڑاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم منبر سے اترے دونوں شہزادوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھا دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

”إِنَّمَا أَمَمُوا لَكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةً“

ترجمہ: ”بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں“

میں نے ان دونوں کو دیکھا چلتے ہیں اور لڑکھڑاتے ہیں تو

”فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَزَفَعْتُهْمَا“ (۱۷)

ترجمہ: ”مجھ سے رہانہ گیا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات ختم کی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔“

پنجتن پاک

..... ﴿ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سیاہ رنگ کے بالوں سے بچی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت حسن آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر حسین آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فاطمہ آئیں تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر علی آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فرمایا:

”إِنَّمَا يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الرَّجْسُ أَهْلُ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا“ (۱۸)

ترجمہ: ”اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور رکھے اے اہلبیت اور تم کو خوب پاک فرمائے۔“

اس حدیث مبارک سے پنجتن پاک کی اصطلاح بنی۔

مباہلہ

..... ﴿ مباہلہ کا معنی ہے دو فریق نہایت عاجزی سے ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (عذاب کے نزول) کی التجا کریں۔ 9 ہجری میں جب خیران کے عیسائیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی جب آپ نے دلائل سے اتمام حجت فرمائی تو آپ نے انہیں مباہلہ (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے) کا چیلنج کیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چار بیٹیوں میں سے تین: حضرت رقیہ 2 ہجری، حضرت زینب 8 ہجری اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن 9 ہجری میں وفات پا چکی تھیں لہذا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے ایک جانب پکڑا اور حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو پیچھے

”صَدَقَ اللَّهُ رُؤْيَاكَ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ نَبِيٌّ مِّنْ قَوْمِكَ تَكُونُ وَزِيرُهُ فِي حَيَاتِهِ وَخَلِيفَتُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ“

ترجمہ: ”اللہ نے تمہارا خواب سچ کر دیا ہے تمہاری قوم میں ایک بڑی شان والا نبی مبعوث ہوگا تم اس کی زندگی میں اس کے وزیر بنو گے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔“

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے متاثر ہوئے اور دل میں رقت طاری ہوئی اور مکہ مکرمہ پہنچ کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”يَا مُحَمَّدُ! (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) مَا الدَّلِيلُ عَلٰی مَا تَدَّعٰی“

ترجمہ: ”اے محمد! (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جس چیز کا آپ دعویٰ فرما رہے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟“
تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”الرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتَ بِالشَّامِ“

ترجمہ: وہ خواب جو تو نے ملک شام میں دیکھا ہے۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے معاف کیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ“ (۱۱)

تحقیق یہ ہے کہ بالغ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور خواتین میں سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور نابالغ لڑکوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (۱۲)

چار نسلیں صحابی

صحیح ابن حبان میں ہے:

”وَهُوَ لَاَءِ أَزْبَعَةُ فِي سَقِيٍّ وَاحِدٍ لَهُمْ كُلُّهُمْ رُؤْيَاةٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: أَبُو قُحَافَةَ وَابْنُهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَابْنُهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَابْنُهُ أَبُو عَتِيقٍ وَلَيْسَ هَذَا لِأَحَدٍ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ غَيْرُهُمْ“ (۱۳)

ترجمہ: ”اور ان چار (نسوں) کو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رویت (یعنی صحابی ہونا) حاصل ہے۔ (وہ

(۱۱) الخصائص الکبریٰ، باب لطیفۃ اُخری، ج ۱، ص ۵۱۔ الرياض النضرة، فصل فی اسلامہ، ج ۱، ص ۸۴

(۱۲) البداية والنهاية، فصل فی ذکراول من اسلم ۴/۴۳ (۱۳) صحیح ابن حبان، باب ذکر اثبات رضا اللہ، الرقم: ۱۰۶۷

کھڑا کیا اور بارگاہِ الہی میں عرض کی:

”اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي“ (۱۹)

ترجمہ: ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔“

اور پھر ان سے کہا: جب میں نصاریٰ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑنے کی دعا کروں تو تم نے آمین کہنی ہے۔
ادھر عیسائیوں نے مشاورت کی تو وفدِ نجران کے ایک سردار عقبہ عبد المسیح نے کہا: تم پہچان چکے ہو کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) واقعہ نبی مرسل ہیں اور جو بھی کسی سچے نبی سے مباہلہ کرے تو اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔
اس موقع پر بڑے پادری (لاٹ پادری) اُسُف نے کہا:

”يَا مَعْشَرَ النَّصَارَى إِنِّي لَأَذِي وَجُوهًا لَّوَسَّأَلُو اللَّهَ أَنْ يُزِيلَ جَبَلًا مِنْ مَكَانِهِ لَأَذَالَه بِهَا فَلَا تُبَاهِلُوا“ (۲۰)

ترجمہ: ”اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو ہٹا دے گا۔ اس لیے مباہلہ کا ارادہ چھوڑ دو۔“
اس موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: عذابِ نجران کے نصاریٰ پر منڈلار ہاتھ اگر وہ مباہلہ کرتے تو خنازیر اور بندروں کی شکل میں منح ہو جاتے اور نجران کو آگ کے شعلے اپنی لپیٹ میں لے لیتے حتیٰ کہ جانور بھی جل جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے نجران کے تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (۲۰)

اخلاق و خصائل و عادات

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تربیت جامع اخلاقِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور کانِ ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سرِ پاتقویٰ وطہارت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمائی تھی اس لیے نہایت حلیم، باوقار، صاحبِ شہمت، نہایت سخی اور علوم و معارف میں باکمال تھے۔ مسلمانوں میں خوزیزی پر بہت دکھی تھے اور مسلمانوں کو مزید خوزیزی و تباہی سے بچانے کے لیے بہت بڑی اسلامی ریاست سے دست بردار ہو گئے۔

..... آپ نے پچیس حج پیادہ کیے حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ اور گھوڑے آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ (۲۱)

..... آپ نہایت شیریں زبان تھے۔ عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

”مَا تَكَلَّمَ عِنْدِي أَحَدٌ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ إِذَا تَكَلَّمَ إِلَّا يَسْكُتُ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَمَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً فُحْشٍ قَطُّ“ (۲۲)

(۱۹) صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، الرقم: ۲۴۰۴ (۲۰) تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، روح المعانی زیر بحث آیت نمبر ۶۱، سورہ آل عمران

(۲۱) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الرابع، علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۱۳۵ (۲۲) البدایۃ والنہایۃ، باب ذکر من توفی فی هذه السنۃ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

ترجمہ: ”میرے پاس کسی نے کلام نہیں کیا کہ مجھے یہ بات بہت محبوب ہو کہ وہ کلام میں خاموشی نہ کرے بنسبت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے اور میں نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی فحش کلمہ نہیں سنا۔“

..... ﴿آپ تقویٰ و طہارت، عبادت اور کثرت تلاوت قرآن اور دیگر خصائل حمیدہ میں بلند مقام و مرتبہ کے مالک تھے۔﴾

..... ﴿آپ ہر رات سورہ کہف کی تلاوت فرماتے تھے۔ (۲۳)﴾

..... ﴿مروان گورنر مدینہ منورہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدکلامی، بدتمیزی اور بد اخلاقی کی انتہا کرتا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کمالِ حلم کے ساتھ سب کچھ برداشت فرماتے۔ (۲۴)﴾

..... ﴿جب آپ کا وصال ہوا تو مروان رونے لگا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زندگی میں تو تُو انہیں ستاتا رہا اور اب کیوں روتا ہے؟ تو مروان نے کہا:

”إِنِّي كُنْتُ أَفْعَلُ ذَلِكَ إِلَىٰ أَخْلَعٍ مِنْ هَذَا وَأَشَارَ بِبَيْدَةٍ إِلَى الْجَبَلِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”میں یہ سلوک اس شخص سے کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی بڑے حوصلے والا تھا پھر اس نے اپنے ہاتھ سے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔“

..... ﴿آپ جو دو سخا میں اپنے نانا جان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرح تھے۔ سائلوں کو ایک ایک لاکھ درہم تک عطا فرمادیتے تھے۔﴾

..... ﴿حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق ”خَرَجَ مِنْ مَالِهِ مَرَّتَيْنِ“ آپ نے دو بار اپنا سارا مال راہِ خدا میں خرچ کیا اور سنتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق

”قَاسَمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰی اِنْ كَانَ لَیُعْطٰی نَعْلًا وَ یُمْسِکُ نَعْلًا وَ یُعْطٰی خُفًّا وَ یُمْسِکُ خُفًّا“ (۲۶)

ترجمہ: ”آپ نے تین بار ادا مال راہِ خدا تعالیٰ میں خرچ کیا۔ حتیٰ کہ جو تے اور موزے میں بھی نصف نصف فرماتے۔“

..... ﴿آپ روزوں کی کثرت فرماتے اور شب بیدار تھے۔﴾

..... ﴿آپ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا، وجہ پوچھنے پر فرمایا:

”حَقٌّ عَلٰی مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَ عَلٰی ذٰی الْعَرْشِ اَنْ یَّتَغٰیَّرَ لَوْنُهُ“ (۲۷)

ترجمہ: ”اس شخص پر حق ہے جو مالکِ عرش یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کرے کہ اس کا رنگ بدل جائے۔“

(۲۳) شعب الایمان، باب ذکر الآیۃ الجامعۃ للخیبر، الرقم: ۲۲۲۲ (۲۴) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الرابع، علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۱۳۶

(۲۵) البدایۃ والنہایۃ، باب ذکر من توفی فی ہذہ السنۃ، ج ۱۱، ص ۱۹۸ (۲۶) تاریخ دمشق لابن عساکر، باب الحسن بن علی، ج ۱۳، ص ۲۳۳

(۲۷) وفیات الاعیان، باب الحسن بن علی، ج ۲، ص ۶۹

90 کے قریب نکاح کرنے کی وجہ

ہر خاندان کی خواہش ہوتی کہ انہیں خاندانِ نبوت کا سرال ہونے کا شرف حاصل ہو۔ اس لیے آپ نے چار ازواج کی حد کے اندر رہ کر نوے کے قریب نکاح فرمائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فہ کی گلیوں میں لوگوں کو فرماتے:

”يَا أَهْلَ الْكُفَّةِ لَا تَزَوَّجُوا الْحَسَنَ فَإِنَّهُ زُجْلٌ وَمُطْلَاقٌ“ (۲۸)

ترجمہ: ”اے کوفہ والو! حسن کو رشتے نہ دو وہ جلد طلاق دینے والا شخص ہے۔“

تو ہمدان کے ایک شخص نے کہا:

”وَاللَّهِ لَنَزَوِّجَنَّهُ فَمَا رَضِيَ أَمْسَكَ وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”قسم بخدا! ہم اپنی لڑکیاں اُن کے نکاح میں ضرور دیں گے وہ طلاق دیں یا رکھیں۔“

جس بیوی کو بھی طلاق دیتے ساری زندگی وہ آپ رضی اللہ عنہ پر فریفتہ رہتی اور آپ رضی اللہ عنہ کے حسن اخلاق سے رطب اللسان رہتی۔

آپ کی خلافت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہادت سے پہلے کہا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَا اسْتَخْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَخْلِفُ وَلَكِنْ إِنْ يُرِدُ اللَّهُ بِالنَّاسِ

خَيْرًا فَسَيَجْمَعُهُمْ بَعْدِي عَلَى خَيْرِهِمْ كَمَا جَمَعَهُمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ عَلَى خَيْرِهِمْ“ (۲۹)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اس لیے میں بھی کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کرتا، لیکن

اللہ تعالیٰ اگر لوگوں پر بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اُن کو میرے بعد اُن میں سے بہتر شخص پر جمع فرما دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے نبی کے بعد لوگوں کو اُن میں سے بہتر شخص پر جمع فرما دیا۔“

چنانچہ قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کے بعد

لوگوں نے بیعت کرنا شروع کی آپ سب سے اس شرط پر بیعت لیتے کہ

”إِنَّكُمْ سَامِعُونَ مُطِيعُونَ تُسَالِمُونَ مَنْ سَأَلْتُمْ وَتَحَارِبُونَ مَنْ حَارَبْتُمْ“ (۳۰)

ترجمہ: ”تم میرے ہر حکم کو سننے اور ماننے والے ہو گے اور جس سے میں صلح کروں اس سے صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ

کروں اس سے جنگ کرو گے“ چنانچہ اسی عہد پر آپ کی بیعت کی گئی۔“

اس بیعت کے بعد کوفہ میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے امام حسن رضی اللہ عنہ

(۲۸) البداية والنهاية، باب ذكر من توفي في هذه السنة، ج ۱۱، ص ۱۹۶ (۲۹) المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، الرقم: ۳۲۶۶

(۳۰) البداية والنهاية، باب تسليم الحسن بن علي، ج ۱۱، ص ۱۳۵ - تاريخ الطبري، ج ۵، ص ۱۶۲

کے کچھ اور ارشادات سے بھی اس قسم کے اشارات واضح ہوئے کہ آپ صلح کی طرف مائل تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور ساتھ ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو صلح کا پیغام بھیجا اور پیغام بھیجا کہ ”صلح“ جنگ سے بہتر ہے اور آپ مجھے خلیفہ وقت تسلیم فرمائیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی چالیس ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سے بجانب شام روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ساباط مدائن کے مقام پر لشکر کو خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد واضح فرمایا: لوگو! میں نے تم سے بیعت لی تھی کہ صلح اور جنگ میں تم میری اطاعت کرو گے پھر واضح فرمایا کہ اتفاق و اتحاد اور صلح و اصلاح، نا اتفاقی اور دشمنی سے بہر حال بہتر ہے اس پر لشکر میں بہت اشتعال پیدا ہوا اور بہت سے لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت نازیبا کلمات کہے لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ بڑے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔

اس موقع پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات پختہ ہو گئی کہ دونوں لشکروں کے اکثر لوگوں کے نقصان کے بعد کسی لشکر کو غلبہ حاصل ہوگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ امت کی بہتری اتفاق و اتحاد اور جنگ کو ترک کرنے میں ہے۔ اس کے بعد شیطین کوفہ ”خوارج“ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر کفر کے فتوے بھی لگائے اور قاتلانہ حملہ بھی کیا لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مصالحت اور اتحاد امت کے نظریے پر ڈٹتے رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو بھی شرائط رکھیں ان دونوں نمائندوں نے سب شرائط کو تسلیم کر لیا اور اس پر ضامن ہونے کا بھی عہد کیا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ پر مہر کے ساتھ دستخط کر کے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اس کاغذ پر جو چاہیں لکھ لیں میں ان پر عمل درآمد کروں گا۔

اس موقع پر پہلے یہ بھی طے پایا جا چکا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ولی عہد ہوں گے لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جب امت میں خونریزی روکنے اور مسلمانوں کے اتحاد کے لیے خلافت چھوڑ دی ہے تو اب دوبارہ میں خلیفہ نہیں بنوں گا لہذا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاہدے میں ولی عہد والی شق کو تحریری معاہدہ میں لکھنے سے منع فرمادیا۔ (۳۱)

شیعہ مذہب کے اکابرین کا صلح کا اقرار

شیعہ مذہب کا مشہور پیشوا امام باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو شام آنے کی دعوت دی جب وہ شام پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايِعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايِعَ“ (۳۲)

(۳۱) تاریخ اسلام، باب حسن بن علی بن طالب، ص ۴۲۲ (۳۲) بحار الانوار، الجزء الرابع والاربعون، ص ۶۱

ترجمہ: ”اے حسن رضی اللہ عنہ آپ کھڑے ہو کر بیعت فرمائیں تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیعت کی پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ آپ بھی کھڑے ہو کر بیعت فرمائیں تو آپ نے بھی کھڑے ہو کر بیعت کی۔“ (یہی مضمون ”رجال الکشی“ (۳۳) اور ”الانتصار“ (۳۴) میں بھی موجود ہے)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس عظیم اقدام صلح پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی دلیر اور بہادر آدمی نہیں دیکھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس عظیم اقدام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش گوئی بھی پوری ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ أَيْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (۳۵)

ترجمہ: ”بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔“

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت سری اور جنت البقیع میں تدفین

۴۱ ہجری میں خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد آپ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ۵۰ ہجری میں آپ کو زہر دیا گیا چالیس روز تک آپ رضی اللہ عنہ شدید علیل رہے جگر اور انٹریوں کے ٹکڑے پیٹ سے خارج ہوتے رہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کی نشاندہی نہ فرمائی۔ کچھ لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ جعدہ پر زہر دینے کا الزام لگایا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زہر دیئے جانے کے بعد چالیس روز تک بقید حیات رہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کو نافرمان نہیں فرمایا تو ان الزام لگانے والے لوگوں کو کیسے علم ہو گیا کہ آپ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا تھا؟

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حجرہ نبویہ (روضہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) میں تدفین کی اجازت چاہی تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بطیب خاطر اجازت دے دی لیکن گورنر مدینہ مروان بن حکم نے حجرہ نبویہ میں آپ کی تدفین سے منع کر دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر بنو ہاشم نے تلواریں نکال لیں لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مخلصین کے اصرار پر وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں مقبرہ اہل بیت میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کرنے پر راضی ہو گئے۔ (۳۶)

1925ء میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر آل و اصحاب کے مزارات کا انہدام

1924ء میں مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے آباء کرام اور اولاد عظام اور دیگر پیاروں کے مزارات کو مسمار کر دیا گیا۔

(۳۳) رجال الکشی، باب قیس بن سعد بن عبادہ، الرقم: ۱۷۶ (۳۴) الانتصار، ج ۸، ص ۲۴ (۳۵) صحیح بخاری، الرقم: ۲۴۰۴

(۳۶) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الرابع، ص ۱۳۸ - تاریخ الاسلام للذہبی، باب حرف الحاء، ج ۴، ص ۴۰

1925ء میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات، شہزادۂ رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تمام شہزادیوں رضی اللہ عنہن، عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا، اُم مولیٰ علی حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اور دیگر آل و اصحاب اور اہم شخصیات کے مزارات کو مسما کر کیا گیا تو شہزادہ رسول سیدۂ نساء الحجۃ حضرت فاطمہ الزہراء کے مزار اقدس کے ساتھ آرام فرمانواسہ رسول مصلح اعظم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت عظام امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ کو بھی منہدم کر دیا گیا۔

1925ء میں جنت البقیع کے انہدام کے بعد سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم کے مزارات اور دیگر کئی مزارات مقدسہ اور کئی تاریخی مساجد اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کی بے شمار یادگاروں کو مسما کر کیا گیا۔

1974ء میں مسجد نبوی کی توسیع کرتے وقت دارِ نابغہ میں والدِ رسول حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور چھ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی قبروں کی کھدائی کی گئی نوائے وقت اور دیگر پاکستان کے بڑے اخبارات کے مطابق سب اجسام تروتازہ اور خوشبودار تھے جن کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا اور مارچ 1998ء میں ابوالشریف کی ایک پہاڑی پر اُم رسول حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر بلڈ وزر چلا کر مسما کر دیا گیا اور آثار کو مسما کرنے کا قبیح سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

الحمد للہ! راقم الحروف نے عالمی تنظیم اہلسنت کے زیرِ اہتمام آثارِ رسول اور قبرِ اُم رسول کی بحالی کے لیے دنیا بھر میں تین سال شب و روز عالمگیر تحریک چلائی اور اس سلسلہ میں اسلام آباد، لندن اور امریکہ میں سعودی سفارت خانوں کے سامنے تاریخی احتجاجی مظاہرے کیے بیسیوں ممالک کے دورے بھی کیے اور لاکھوں خطوط اور یادداشتیں جاری کر کے مسلم حکمرانوں اور دینی حلقوں کو بھجھوڑنے کی کوشش کی لیکن افسوس کہ مسلم حکام نے اپنا دینی فریضہ انجام نہ دیا۔

یاد رہے کہ 1999ء میں لندن میں تاریخی مظاہرے سے قبل ایک پڑوسی ملک کے سفیر نے ملاقات کے لیے ٹائم مانگا تو راقم الحروف نے ملاقات سے انکار کر دیا بلکہ لندن مظاہرے میں آنے والے اسی ملک کے سفارت خانے کے عملے کو مظاہرے سے چلے جانے پر مجبور کیا اور واضح کیا کہ ہماری یہ مقدس تحریک اپنی مدد آپ کے تحت ہے ہم کسی حکومت سے امداد نہیں لیتے۔ برطانیہ کے اکثر علماء ان حقائق سے واقف ہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کے تمام مزارات اور یادگاریں پھر سے بحال ہوں۔

اٰمِیْن اٰمِیْن اٰمِیْن وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اِلَہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

درس حدیث:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اس شہید بلا شاہِ گلگوں قبا بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
دُرُودِ رُجِ نجف مہرِ برجِ شرف رنگِ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”حُسَيْنٌ مِّبْتِئِي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ يَبْطُ مِنْ الْأَسْبَاطِ“ (۱)

ترجمہ: ”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے، حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔“

نام، کنیت، القاب اور عقیقہ وغیرہ

.....**نسب:** آپ کا نام و نسب ”حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی“ ہے۔

.....**کنیت:** آپ کی کنیت ابو عبد اللہ (عبد اللہ آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت علی اصغر کا نام ہے)۔

.....**القاب:** آپ کے القاب سبط رسول، ریحانہ رسول، سید شباب اہل الجنۃ وغیرہ ہیں۔

.....**ولادت:** آپ 5 شعبان المعظم 4ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

.....**نام:** حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

”أُرْوِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟“

ترجمہ: ”مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟“

تو میں نے عرض کی: حرب (جنگ) تو فرمایا: یہ حسین ہے (۲)

.....**حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت ہارون کے بڑے بیٹے شعیب کے نام پر (عربی میں)**

حسین نام رکھا۔ (۳)

.....**اور ایک روایت میں ہے کہ:**

”الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ (۴)

ترجمہ: ”حسن اور حسین جنتیوں کے ناموں سے دو نام ہیں۔“

(۱) جامع ترمذی، باب مناقب الحسن والحسين، الرقم: ۳۶۶۵۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل الحسن والحسين، الرقم: ۱۳۳۔ مسند احمد، الرقم: ۱۴۵۶۱

(۲) مسند احمد، الرقم: ۶۶۹۰۔ المستدرک، باب مناقب الحسن، الرقم: ۴۶۶۳ (۳)۔ الادب المفرد، باب الصرم، الرقم: ۸۲۳

(۴) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الرابع، ج ۱، ص ۱۳۳۔ تاریخ دمشق، باب الحسن بن علی، ج ۱۳، ص ۱۴۱

﴿.....**تحنیک:** آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود تحنیک (منہ میں کھجور چبا کر، لعاب میں ملا کر گھٹی) فرمائی۔ (۵)

﴿.....**اذان:** دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر پڑھ کر یہ عمل مسنون فرمایا (۶)۔

﴿.....**عقیقہ:** رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ساتویں روز عقیقہ کیا۔ اور سر کے بال مونڈوائے اور ختنہ کیا

اور سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔ (۷)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام حسن و حسین اہل عرب سے مستور رکھے (۸) یعنی اس سے پہلے کسی نے اپنے بیٹوں کو ان ناموں سے موسوم نہیں کیا۔

آپ کی ولادت اور شہادت کے متعلق پیش گوئی

﴿..... رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے بارے میں پیش گوئی فرمادی تھی۔

حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا (زوجہ عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ

”وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں نے ایک ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کی: وہ بہت ہی ناپسندیدہ ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کی:

”رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي جِجْرِي“

ترجمہ: ”میں نے دیکھا ہے گویا آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا آپ کے جسم سے جدا ہوا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔“

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”رَأَيْتُ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَلٰمًا مَّا فَيَكُونُ فِي جِجْرِكَ“ (۹)

ترجمہ: ”تو نے اچھا (خواب) دیکھا ہے، فاطمہ ان شاء اللہ بیٹا جنم دے گی وہ تمہاری گود میں ہوگا۔“

پس جیسے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ویسے ہی ہوا اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) میری گود میں

آئے۔ فرماتی ہیں ایک دن میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہیں (حسین رضی اللہ عنہ

کو) آپ کی گود میں رکھا دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر

قربان کیا وجہ ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام ابھی آئے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے کہ

”اِنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُنِيْ هٰذَا“ (۹)

ترجمہ: ”بیشک میری امت کے لوگ میرے اس بیٹے کو قتل کر دیں گے۔“ میں نے کہا: اس بیٹے کو؟ تو کہا: ہاں اور میرے پاس

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی، الرقم: ۱۲۱۶۶ - مجمع الزوائد، الرقم: ۱۲۸۶۰ (۶) المعجم الکبیر، الرقم: ۹۶۲ - کنز العمال، باب العقیقہ، الرقم: ۳۶۰۰۳

(۷) المستدرک، باب اول فضائل الحسین، الرقم: ۳۸۲۸ (۸) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الرابع، علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۱۳۳

(۹) المستدرک، باب اول فضائل الحسین بن علی، الرقم: ۳۸۱۸ - مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت، فصل ثالث، الرقم: ۶۱۸۰

سرخ رنگ کی مٹی بھی لائے ہیں۔

..... محدث ابو نعیم اور محدث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا:

”رِيحُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ“

ترجمہ: ”کرب و بلاء کی بو ہے۔“ نیز فرمایا:

”يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِذَا تَحَوَّلَتْ هَذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَأَعْلِمِي أَنَّ ابْنِي قَدْ قُتِلَ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اے ام سلمہ! (رضی اللہ عنہا) جس روز یہ مٹی خون میں بدل جائیگی تو جان لینا کہ میرا بیٹا شہید کر دیا گیا ہے۔“

اس کے علاوہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ الزہراء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مقام شہادت کے بارے میں روایات اور پیش گوئیاں کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت میں سے کسی سے اس حادثہ فاجعہ کے ٹل جانے کی دعا ثابت نہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور تمام اہل بیت رسول چاہتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اس امتحان عظیم سے گزر کر جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کا حق ادا کر کے مسلمانوں کے لیے روشنی کا اونچا پینارہ ثابت ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ و ارفع درجات کے مستحق ٹھہریں۔

شکل و صورت و حسن و جمال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو ہر حسن عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مشابہ ہونے کی وجہ سے بہت حسین و جمیل تھے۔

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”أَلْحَسَنُ أَشْبَهَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ

أَشْبَهَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَشَقَلَ مِنْ ذَلِكَ“ (۱۱)

ترجمہ: ”حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سب زیادہ مشابہ تھے اور حضرت

حسین رضی اللہ عنہ اس سے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔“

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

فضائل و مناقب

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”جو مجھ سے محبت کرے اور ان دونوں اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کرے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پر بیٹھا کر لائے اور فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي“ (۱۳)

ترجمہ: ”جس نے ان دونوں (حسن و حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

..... ﴿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ (۱۴)

ترجمہ: ”حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

سبحان اللہ! اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی سرداری کو ماننے والے جنتی ہیں۔

..... ﴿ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دن ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے ان دونوں پر سرخ قمیضیں تھیں چلتے تو لڑکھڑاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم منبر سے اترے دونوں شہزادوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھادیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

”إِنَّمَا آمَوَاكُم وَأَوْلَاكُمْ فَتَنَّتْ“

ترجمہ: ”بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں“

میں نے ان دونوں کو دیکھا چلتے ہیں اور لڑکھڑاتے ہیں تو

”فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حِدِيثِي وَرَفَعْتُهَا“ (۱۵)

ترجمہ: ”مجھ سے رہانہ گیا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات ختم کی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔“

(۱۲) جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی، الرقم: ۳۶۳۳۔ مستند احمد، الرقم: ۵۵۶۶ (۱۳) مستند احمد، الرقم: ۹۶۶۳۔ مستند البزار، الرقم: ۹۳۱۰

(۱۴) جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، الرقم: ۳۶۶۸ (۱۵) جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، الرقم: ۳۶۶۳

چاریہ ہیں: ① ابوقاثر رضی اللہ عنہ ② اُن کا بیٹا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ③ اُن کا بیٹا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ④ اور اُن کا بیٹا ابوعبید رضی اللہ عنہ ہیں اور اس امت میں آپ کے علاوہ کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔“

قبول اسلام کے بعد بے مثل قربانیاں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر آپ کے اثر و رسوخ سے حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور کئی دیگر با اثر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد اپنی جان، اپنا مال، اور اپنی تمام صلاحیتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور فروغ اسلام کے لیے وقف کر دیں۔

..... ﴿حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ آمَنَ عَلَىٰ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ بَيْنَ أَبِي قُحَافَةَ“ (۱۴)

ترجمہ: بیشک ابوبکر نبی تمام لوگوں میں سے اپنا مال اور ساتھ دینے میں سب سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا ہے۔“
..... ﴿نیز ارشاد نبوی ہے:

”مَا لَاحِدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْتَاهُ مَا حَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللَّهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۱۵)

ترجمہ: جس کا بھی ہم پر کوئی احسان تھا تو ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سو اے ابوبکر کے اُن کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی روز قیامت اُتارے گا۔“
..... ﴿حدیث پاک میں ہے:

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي فِي مَالِ أَبِي بَكْرٍ كَمَا يَقْضِي فِي مَالِ نَفْسِهِ“ (۱۶)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت ابوبکر کے مال میں اس طرح تصرف فرماتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے مال میں تصرف فرماتے تھے۔“
..... ﴿نیز ارشاد نبوی ہے:

”مَا نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ“ (۱۷)

ترجمہ: مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔“

..... ﴿حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَشُكْرُهُ وَاجِبٌ عَلَىٰ أُمَّتِي“ (۱۸)

ترجمہ: ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور ان کا شکر کرنا میری امت پر واجب ہے۔“

(۱۴) صحیح بخاری، باب الخوخة والمرفی المسجد، الرقم: ۴۶۴ (۱۵) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۶۱

(۱۶) مرقاة المفاتیح، باب مناقب ابی بکر، زیر بحث حدیث نمبر ۶۰۲۶ (۱۷) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر الصدیق، الرقم: ۳۶۶۱

(۱۸) تاریخ الخلفاء، باب خلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق، الرقم: ۳۳/۱ - تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۰/۱۴

.....﴿ پختن پاک﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سیاہ رنگ کے بالوں سے بُنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فرمایا:

”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا“ (۱۶)

ترجمہ: ”اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور رکھے اے اہلبیت اور تم کو خوب پاک فرمائے۔“

اس حدیث مبارک سے پختن پاک کی اصطلاح بنی۔

.....﴿ مباہلہ﴾

مباہلہ کا معنی ہے دو فریق نہایت عاجزی سے ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (عذاب کے نزول) کی التجا کریں۔ 9 ہجری میں جب نجران کے عیسائیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی جب آپ نے دلائل سے اتمام حجت فرمائی تو آپ نے انہیں مباہلہ (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے) کا چیلنج کیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چار بیٹیوں میں سے تین: حضرت رقیہ 2 ہجری، حضرت زینب 8 ہجری اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن 9 ہجری میں وفات پا چکی تھیں لہذا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے ایک جانب پکڑا اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو پیچھے کھڑا کیا اور بارگاہ الہی میں عرض کی:

”اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ“ (۱۷)

ترجمہ: ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔“

اور پھر ان سے کہا: جب میں نصاریٰ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑنے کی دعا کروں تو تم نے آمین کہنی ہے۔ اور عیسائیوں نے مشاورت کی تو وفدِ نجران کے ایک سردار عاقب عبد اسح نے کہا: تم پہچان چکے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم (واقعہ نبی مرسل میں اور جو بھی کسی سچے نبی سے مباہلہ کرے تو اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

اس موقع پر بڑے پادری (لاٹ پادری) اُسُف نے کہا:

”يَا مَعْشَرَ النَّصَارَىٰ إِنِّي لَا أَرَىٰ وُجُوهًا لُّوَسَّالُوا اللَّهَ أَنْ يُزِيلَ جَبَلًا مِنْ مَّكَانِهِ لَأَزَالَهُ بِهَا فَلَا

تُبَاهِلُوا“ (۱۸)

(۱۶) صحیح مسلم، باب فضائل اہل بیت، الرقم: ۲۴۲۳ (۱۷) صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، الرقم: ۲۴۰۴

(۱۸) تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، روح المعانی زیر بحث آیت نمبر ۶۱، سورہ آل عمران

ترجمہ: ”اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو ہٹا دے گا۔ اس لیے مباہلہ کا ارادہ چھوڑ دو۔“

اس موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: عذاب نجران کے نصاریٰ پر منڈلا رہا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو خنازیر اور بندروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور نجران کو آگ کے شعلے اپنی لپیٹ میں لے لیتے حتیٰ کہ جانور بھی جل جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے نجران کے تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (۱۹)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ وسیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کی بے مثال تربیت کے نتیجے میں امام حسین رضی اللہ عنہ انتہائی پاکباز، متقی، پرہیزگار، شب بیدار، روزوں کی کثرت کرنے والے، بے حد صدقہ و خیرات کرنے والے، انتہائی بہادر، غیور، صاحب استقامت، حق گو، نیکی کے کاموں میں بڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔

اسی طرح خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں شہزادہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت فرمائی۔ فتح ایران کے بعد جب بے پناہ خزانے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئے تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ۲۰ ہزار درہم مقرر فرمایا اور نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا (۲۰) اور شاہ ایران یزدجرد کی بیٹی حضرت شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا (۲۱)۔ جب خلیفہ اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں شہزادوں نے نگلی تلواریں پکڑ کر آپ کے دروازے پر پہرہ دیا۔ (۲۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور مقام کربلا

حضرت اصبح بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جنگ صفین ۳۷ ہجری سے واپسی پر) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مقام کے پاس آئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”هَهُنَا مَنَاحُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضِعُ رِجَالِهِمْ وَهَهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فَتَيَّةٌ مِّنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُونَ بِهَذِهِ الْعَرَضَةِ تَبْكِي عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ“ (۲۳)

ترجمہ: ”یہ ان کی سوار یوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ ان کے کجاوؤں کے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خونوں کے بہانے جانے کی جگہ ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جوان یہاں قتل کیے جائیں گے اور آسمان اور زمین ان کے غم میں روئے گی۔“

سبحان اللہ! جنگ صفین ۳۷ ہجری میں ہوئی اور واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۱۹) تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، روح المعانی زیر بحث آیت نمبر ۶۱، سورہ آل عمران (۲۰) الریاض النضرۃ، الفصل التاسع فی ذکر نبذہ من فضائلہ، ج ۲، ص ۳۱

(۲۱) مرقاة المفاتیح، باب الکتاب الی الکفار، زیر بحث حدیث نمبر: ۳۹۲۴ (۲۲) تاریخ مختصر الدول، باب علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۱۰۵۔ سوانح کربلا، ص ۵۶

(۲۳) دلائل النبوة لابی نعیم، باب ماضی علی بدعی علی بن ابی طالب، الرقم: ۵۳۰۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۱۳

24 سال پہلے واقعہ کربلا کی تصویر کشی فرما رہے ہیں۔ یہ ہے عطائی علم غیب اور لوح محفوظ کا مطالعہ جس کی استعداد اللہ تعالیٰ اپنے اولیائے کاملین کو عطا فرماتا ہے۔

شہادت

رجب 60ھ میں صحابی رسول کا تب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا تو گورنر مدینہ ولید بن عقبہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کی بیعت (یعنی یزید کی حکومت کی تائید کرنے) کا مطالبہ کیا تو آپ نے یزید کے فسق و فجور کی بنیاد پر اس کی بیعت کرنے سے صاف صاف انکار فرمادیا۔

اس کے بعد آپ 4 شعبان 60ھ کو مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اسی اثنا میں کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے (اور وہاں خلافت راشدہ کی بنیاد رکھنے) کی دعوت دی۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجا۔ اہل کوفہ نے ابتدا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن بعد میں یزیدی گورنر عبید اللہ بن زیاد کے ڈرانے دھمکانے کے بعد آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق یہ 3 ذوالحجہ 60ھ کا دن تھا اسی روز امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی آپ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ آپ نے راستہ تبدیل کیا لطف (کربلا) کے مقام پر پہنچے یہ محرم الحرام 61ھ کی تین تاریخ تھی۔ یزیدی افواج نے جن کی کمان عمر بن سعد کر رہا تھا، آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا جسے آپ نے مسترد کر دیا۔

7 محرم الحرام کو اہلبیت کے لیے پانی بند کر دیا گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو سخت ترین جنگی کارروائی کی دھمکی دی گئی لیکن پھر بھی آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے چنانچہ 10 محرم الحرام 61ھ کو یزیدی افواج نے جنگ چھیڑ دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں، بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجیوں اور آپ کے پیارے بیٹوں حضرت علی اکبر اور علی اصغر رضی اللہ عنہم کو ایک ایک کر کے شہید کر دیا گیا اور پھر بالآخر آپ خود بھی درجنوں شدید زخم کھانے کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ!

لیکن آپ اپنے شرعی موقف پر ڈٹے رہے۔

حدیث بالا کے چند فوائد:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مختصر سوانح کے بعد اب ہم حدیث بالا کے تحت چند فوائد کا ذکر کرتے ہیں۔

حُسَيْنٌ مِّبْنِيَّ وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ (حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں):

محدث حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ ”قاضی عیاض مالکی“ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”كَأَنَّہُ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلِمَ بِنُورِ الْوَحْيِ مَا سَيُخْدَتُ بَيْنَتَهُ وَبَيْنَ الْقَوْمِ فَخَصَّہُ بِالذِّكْرِ وَبَيَّنَّ اَنْھُمَا كَالشَّيْءِ الْوَاحِدِ فِي وُجُوبِ الْمَحَبَّةِ وَحُزْمَةِ التَّعَرُّضِ وَالْمَحَارَبَةِ وَآكَدَ ذَلِكَ بِقَوْلِہِ:

”أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا“ فَإِنَّ مَحَبَّتَهُ مَحَبَّةُ الرَّسُولِ وَمَحَبَّةُ الرَّسُولِ مَحَبَّةُ اللَّهِ “ (۲۴)

ترجمہ: ”گویا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوروجی کے ذریعے ان حالات کو جان لیا تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا خصوصی ذکر کر کے واضح فرما دیا کہ وہ دونوں (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین رضی اللہ عنہ) محبت کے واجب ہونے اور ان دونوں سے لڑائی اور ان کی بے ادبی کے حرام ہونے میں ایک شئی کی طرح ہیں پھر اس بات کو ”أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا“ (اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے) فرما کر اور زیادہ مضبوط فرمایا کہ حسین کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت ہے۔“ (اس کی مزید توجیہات دیکھنے کے لیے 343 پر ”علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں“ کا مطالعہ کریں)

حُسَيْنٌ سَبْطٌ مِّنَ الْأَسْبَاطِ

سَبْطٌ (سین کی زیر کے ساتھ) کا معنی نواسہ ہے اور سَبْطٌ (سین کی زیر کے ساتھ) کا معنی شاخ یا قبیلہ کے ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے خلق کثیر پیدا ہوگی۔

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو مسلمانوں پر فرض فرما دیا ہے لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پر خلوص محبت کا مظاہرہ کریں اور اس سلسلہ میں خالی محبت کے جھوٹے نعرے بلند کرنے کی بجائے آپ کی شاندار سیرت کو اپنا کر آپ کی روح کو خوش کریں اور خود بھی سعادت دارین سے بہرہ ور ہوں۔

آپ کی سیرت کے چند مبارک گوشے

1..... حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کیوں نہیں کی؟

آپ کی سیرت کا سب سے روشن و درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے یزید جیسے فاسق و فاجر اور ظالم حکمران کی حمایت نہیں فرمائی اور اس سلسلہ میں نہ صرف بڑی بڑی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ ہجرت وطن سے لے کر مال و اولاد، احباب و اقرباء جتنی کہ جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

آپ کا یزید سے کوئی ذاتی اختلاف نہ تھا اور نہ یہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی جنگ تھی بلکہ ایک ظالم و فاسق حاکم کی بیعت سے

انکار تھا۔

..... جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزیدی فوج نے کوفہ تشریف لانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

”أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَأَى سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَعِجِلًا لِحُرْمِ اللَّهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللَّهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ بِإِلَاقِهِمُ وَالْغَدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ يَفْعَلِ وَلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُذْخِلَهُ مَذْحِلَهُ أَلَا وَ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوا طَاعَةَ الرَّحْمَنِ وَأَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَظَلُوا الْحُدُودَ وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفَقِيءِ وَأَحْلَوْا حَرَامَ اللَّهِ وَحَرَّمُوا حَلَالَهُ وَ أَكَا أَحَقُّ مِنْ غَيْرِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اے لوگو! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی ہو، اللہ کے بندوں میں گناہ اور ظلم کے ساتھ عمل کرتا ہو پھر وہ شخص اپنی قوت و طاقت کی حد تک اپنے قول اور فعل سے اس کو نہ بدلتے تو اللہ کا حق ہے کہ اس کو اس (بادشاہ کے) داخل ہونے کی جگہ میں داخل کر دے۔ خبردار ہو جاؤ! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا اور رحمن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے ہی لیے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہذا میں بہ نسبت کسی اور شخص کے (ان کے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ حقدار ہوں۔“

..... حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”سراشبادتین“ میں فرماتے ہیں:

”فَاهْتَمَّ النَّحْسِيُّ مِنْ بَيْعَةِ يَزِيدَ لِأَنَّهُ كَانَ فَاسِقًا مُذْمَنًا لِلْخُمْرِ ظَالِمًا“ (۲۵)

ترجمہ: ”پس امام حسین یزید کی بیعت و حمایت سے رک گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فاسق و فاجر، شرابی اور ظالم تھا۔“

..... مشہور مفسر، محدث اور مؤرخ حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”البدایہ والنہایہ“ جلد: 8 میں لکھتے ہیں:

”وَقَدَّرُوْهُ أَنْ يَزِيْدَ كَانَ قَدْ اِسْتَهْرَ بِالْمَعَازِفِ وَشَرِبِ الْخُمْرِ وَالْغِنَا وَالصَّيْدَ وَاتَّخَذَ الْعُلَمَاءَ وَالْقِيَانَ وَالْكِلَابَ وَالنِّطَاجَ بَيْنَ الْكِتَابِ وَالْقُرْؤِ وَمَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُصْبِحُ فِيهِ مَخْمُورًا“ (۲۶)

ترجمہ: ”اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ یزید مشہور تھا آلات لہو و لعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا، سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں اور لڑکیوں اور کتوں کے رکھنے میں اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جبکہ وہ شراب میں مخمور نہ ہوتا تھا۔“

(۲۵) تاریخ الطبری، باب مقتل الحسین، ج ۵، ص ۴۰۳۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر، باب ثم دخلت سنة احدى وستين، ج ۳، ص ۱۵۹

(۲۶) سراشبادتین (مترجم)، باب خونی طوفان کا آغاز، ص: ۳۱ (۲۷) البدایہ والنہایہ، باب ترجمة يزيد بن معاوية، ج ۸، ص ۲۳۵

2..... صبر و استقامت:

آپ کی سیرت کا ایک اور روشن ترین پہلو صبر و استقامت ہے کہ آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، میدانِ کربلا میں آپ کے ساتھی، بھتیجے، بھانجے اور بیٹے خاک و خون میں غلطاں تھے، خیموں میں بیٹیاں، بہنیں اور بیویاں اپنے بعد بے سہارا نظر آرہی تھیں، ان نہایت خوفناک حالات میں یزیدی افواج آپ کو بار بار پیش کش کر رہی تھیں کہ آپ اگر اب بھی یزیدی بیعت کر لیں تو آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن آپ استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

3..... صبر کی تلقین:

آپ صبر کا مجسمہ بنے رہے اور اپنے اہل بیت کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہے۔ شیعہ مذہب کے ملاحاقر مجلسی (۲۸) اور دیگر شیعہ مصنفین (۲۹) نے اپنی کتب میں لکھا ہے:

”حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا: اے میری بہن! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا ہر شے فانی ہے۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ جن کی شہادت پر تم نے صبر کیا تھا۔ بیشک میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہترین نمونہ ہیں۔ پھر فرمایا: اے میری بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں میری قسم کو پورا کرنا: اور ”لَا تَشْفَعُ عَلَیَّ حَبِیْبًا وَلَا تَخْصِیْ عَلَیَّ وَجْہًا وَلَا تَدْعِیْ بِالْوَلِیِّ وَالشُّبُورِ..... إِذَا أَنَا هَلَکْتُ“

ترجمہ: ”مجھ پر اپنا گریبان چاک نہ کرنا، اور مجھ پر اپنے چہرے کو ہرگز نہ نوچنا، اور ہائے افسوس اور ہائے ہلاکت کے الفاظ سے بین نہ کرنا..... جب میں جامِ شہادت نوش کر جاؤں۔“

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ماتم و نوحہ کے سخت خلاف تھے۔ آج کوئی شخص اگر محبتِ حسین رضی اللہ عنہ کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور ماتم و نوحہ جیسے کام جنہیں امام ناپسند کرتے تھے کا ارتکاب بھی کرتا ہے تو وہ یقیناً دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ امام الصابرين تھے۔ لہذا آپ کے مجاہد کو بھی صبر و استقامت کا پیکر بننا چاہئے۔

4..... مشکل وقت میں بھی نماز کی حفاظت:

آپ نے میدانِ کربلا میں ایسے حالات میں جبکہ آپ کے ساتھی اور رشتہ دار شہید ہو چکے تھے اور آپ کا اپنا جسم تیروں سے پھلنی ہو چکا تھا۔ نماز کو ترک نہیں کیا اس میں بھی امت کیلئے درس تھا کہ نماز بڑی قیمتی متاع ہے۔ ایسے خوفناک حالات میں بھی نماز کا ترک کرنا جائز نہیں۔ آج جو لوگ محبتِ حسین کا دعویٰ کر کے نماز کے قریب نہیں جاتے۔ یقین کر لینا چاہئے کہ وہ دعویٰ محبت میں منافق ہیں۔ امام صادق کا جو محبوب صادق ہو گا وہ نماز میں کوتاہی نہیں کرے گا۔

5..... حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے برحق ہونے کی دلیل:

آپ نے یزید کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں کسی خطرہ کی پروا نہیں کی۔ لیکن قبل اس کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور

(۲۸) بحار الانوار، الجزء الخامس والاربعون، ج ۴۵، ص ۲۹ (۲۹) اعلام الوری باعلام الہدی، ج ۱، ص ۲۴۵۔ الانصار، ج ۹، ص ۳۵۳۔ الخصائص الحسینیہ، ج ۱۲، ص ۱۰

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے تینوں خلفائے رسول حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ خلفاء ثلاثہ کی محبت کی بنا پر اپنے بیٹوں کے نام: ”ابوبکر، عمر اور عثمان“ رکھے اور یہ تینوں شہزادے میدانِ کربلا میں شہید بھی ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ خلفاء ثلاثہ سے مکمل تعاون کیا۔ ان سے بیعت کی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔

تو یہ باتیں اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نزدیک تینوں خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کی خلافتیں درست تھیں ورنہ اگر یہ خلفاء برحق نہ ہوتے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے والد شیر خدا ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔

اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کیا اور خلفائے ثلاثہ سے ڈرتے ہوئے ان سے تعاون کرتے تھے یہ بالکل جھوٹ ہے اور شیر خدا کی توہین ہے۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ مکمل تعاون کیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے نزدیک تینوں خلفائے رسول کی خلافت و حکومت درست تھی۔ اور جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھتا ہے وہ نہ صرف ان کا دشمن ہے بلکہ وہ اہلبیت رسول کا بھی دشمن ہے۔ کیونکہ اہل بیت ان کی خلافت سے مکمل طور پر متفق تھے۔

6..... حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا:

خليفة سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام و مصر میں الگ خلافت قائم کر لی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں نے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح و اتحاد کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے امت کو ایک امیر کی امارت پر متحد فرما دیا۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے پیش گوئی پوری ہوئی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

”إِنَّ أَيْمَنَ هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (۳۰)

ترجمہ: ”بیشک میرا یہ بیٹا سر دار ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دے گا۔“

لیکن دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت کا نعرہ لگا کر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کی شان میں تبر ابازی کرتے ہیں حالانکہ اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی لہذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے مجاہد صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام کریں اور جس شخصیت کی حکومت و امارت پر حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سمیت تمام اہل بیت عظام اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دنیا بھر کے تمام مسلمان 20 سال تک متحر رہے ہیں، ان کی شان اقدس میں تبر ابازی کر کے جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔

7..... کچھ لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کتابیں لکھ دیں:

واقعہ کربلا کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے مسلمانوں نے بھی یزید خبیث کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن حیرت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جنتی نوجوانوں کے سردار ہونے جیسی صریح احادیث اور یزید پلید کے فاسق و فاجر ہونے پر آئمہ اربعہ کے اجماع کے باوجود کچھ لوگوں نے اپنی کتب رشید ابن رشید، تبصرہ محمودی اور تحقیق مزید وغیرہ میں یزید خبیث کو امام برحق قرار دے کر نو اسیر رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، فتنہ پرور، فسادی اور واجب القتل قرار دے کر اپنے ایمان کا جنازہ نکال دیا ہے۔

حدیث بالا کی رو سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت مسلمانوں پر لازم کر دی گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزید کے خلاف اقدام کو جہادی اور ایمانی اقدام قرار دیں اور یزید پلید کے مقابلہ میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلاموں میں شامل رہیں تاکہ سعادت دارین سے بہرہ ور ہو سکیں۔

یزید کے حامیوں کی دلیل اور اس کا جواب

یزید کے حامی اس حدیث پاک سے یزید کا جنتی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

”أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ“ (۳۱)

ترجمہ: ”میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

یزید کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ یزید اس لشکر میں شامل تھا، لہذا یزید جنتی ہے۔

جواب

اس حدیث کے تمام راوی شامی ہیں اور اس کا ایک راوی ”ثور بن یزید“ ہے جس کے بارے میں عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے:

”لَا تَجَالِسُوا ثَوْرَ بْنَ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ قَدَرِيًّا“ (۳۲)

ترجمہ: ”تم ثور بن یزید کے پاس نہ بیٹھو اس لیے کہ وہ تقدیر کا منکر ہے۔“

(۳۱) صحیح بخاری، باب ما قبل فی قتال الروم، الرقم: ۲۹۲۴

(۳۲) مسند الشامیین للطبرانی، باب من ذکر فضائل عطاء الخراسانی، الرقم: ۲۳۰۲۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، باب ثور بن یزید، ج ۴، ص ۴۲۵

..... اور امام ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

”كَانَ ثَوْرٌ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَالَ: لَا أُحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ جَدِّي“ (۳۳)

ترجمہ: ”ثور جب بھی حضرت علی کا رضی اللہ عنہ ذکر کرتا تو وہ کہتا کہ میں اس شخص کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ اس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا“

..... اس حدیث مبارک میں یزید کا نام موجود نہیں۔

..... اس حدیث مبارک میں جنتی ہونے کا لفظ بھی موجود نہیں، جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک اور جنتی

نوجوانوں کا سردار ہونا، حدیث پاک میں صاف صاف موجود ہے۔

..... مذکورہ حدیث میں ”مَغْفُورٌ لَهُمْ“ کا لفظ ہے۔ جیسے حاجی اور روزہ دار کے لیے بھی اس قسم کے الفاظ حدیثوں میں

آتے ہیں، جس سے پہلے کیے ہوئے گناہوں کی بخشش ثابت ہوتی ہے، نہ کہ جنتی ہونا۔

..... اس حدیث میں مَدِينَةُ قَيْصَرَ (قیصر کا ایک شہر) کہا گیا اس میں شہر کی تخصیص نہیں۔ اور یاد رہے کہ قیصر روم کے

دار الحکومت تین شہر تھے: ① روم، ② قسطنطنیہ، ③ حمص۔ حمص دورِ فاروقی میں فتح ہوا تھا اور قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح

نے 29 مئی 1453ء میں فتح کیا تھا اور روم ابھی تک فتح نہیں ہوا۔

..... اگر اس سے قسطنطنیہ مراد لے بھی لیا جائے تو یزید پہلے لشکر میں شامل نہیں تھا۔ کیونکہ پہلا لشکر جس نے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر

حملہ کیا تھا، اس کی کمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 32ھ میں کی تھی اور اس وقت یزید کی عمر چار پانچ سال تھی۔ چنانچہ

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَفِيهَا (۳۲) غَزَا مُعَاوِيَةُ بِلَادَ الرُّومِ حَتَّى بَلَغَ الْمَصْبِيقَ الْمَصْبِيقَ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ“ (۳۴)

”32ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مملکت روم کے شہروں پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے

تک پہنچ گئے۔“

یزید کے حامیوں کو اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے کہ فقہ کے چاروں اماموں کا یزید کے فسق و فجور پر اجماع قائم ہو چکا ہے،

جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان کے بارے میں ان گنت احادیث نبویہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ لہذا نجات اسی

میں ہے کہ اس گستاخانہ عقیدہ سے توبہ کر لیں۔

(۳۳) تہذیب التہذیب، باب من اسماہ ثور، ج ۲، ص ۳۳۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ثور بن یزید، ج ۱۱، ص ۱۸۶

(۳۴) البدایہ والنہایہ، باب تَمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ ثَمَانِينَ وَثَلَاثِينَ، ج ۴، ص ۱۴۹

حضرت بلال حبشی سمیت کئی غلام خرید کر آزاد کر دیئے

حضرت بلال حبشی اور سات افراد: حضرت بلال کی والدہ حضرت حمامہ، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ام عبیس، حضرت زہیرہ، حضرت نہدیہ اور ان کی بیٹی اور حضرت عمر و بن مؤمل کی باندی، جن کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے شدید ترین اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں (۱۹) اشارہ نبویہ پر ان کے مالکوں کو منہ مانگی قیمتیں ادا کر کے بارگاہ نبوی میں لا کر آزاد کر دیا تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: (۲۰)

”وَسَيَجْزِيهَا الْاُنْفَىٰ ۚ الَّذِي يُوْقِي مَالَهُ يَتَزَوَّجُ ۚ وَمَا لِحَدِيْدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ اِلَّا اِنْتِفَاءً وَّجْهَ رَپِّهِ الْاَعْلَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ“ (۲۱)

ترجمہ: ”اس (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا اس شخص کو جو سب سے بڑا متقی ہے وہ اپنا مال سحرا ہونے کے لیے خرچ کرتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاتا ہو ماسوائے اپنے بلند و بالا رب کی رضا چاہنے کے اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔“

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی پسندیدہ بیوی قتیلہ کو اسلام لانے کی دعوت دی اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اسے طلاق دے دی حالانکہ اس وقت کافرہ بیوی کو طلاق دینے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

ایک بار عقبہ بن ابی معیط نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا شدید گلا گھونٹا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چھڑانے کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا:

”اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ“ (۲۲)

ترجمہ: ”کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔“

تو کفار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا، شدید زد و کوب کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی زلفوں کے بال اکھیر دیئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیشہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کھلا ساتھ دینے میں پیش پیش رہتے تھے۔

شعب ابی طالب

اعلان نبوت کے ساتویں سال کفار مکہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خاندان سے مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کرنے کا فیصلہ کیا اور تمام قبائل میں معاہدہ طے پایا کہ جب تک جناب ابوطالب اور بنو ہاشم ”محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)“ کو قتل کرنے کے لیے ان کے سپرد نہیں کریں گے اس وقت تک بنو ہاشم سے ہر قسم کا لین دین، خرید و فروخت، رشتہ لینا اور رشتہ دینا اور تمام معاشرتی معاملات مکمل بند رکھیں گے اور کبھی اس معاہدہ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

(۱۹) الاصابۃ فی تمییز الصحابة، باب أم عبیس، الرقم ۱۲۱۶۳ (۲۰) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت ۱۴، سورة اللیل (۲۱) سورة اللیل: ۱۴ تا ۲۱

(۲۲) مسیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذًا خليلاً، الرقم: ۳۶۴۸

تو جناب ابوطالب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اپنے خاندان کو لے کر ایک پہاڑ کی گھاٹی جس کو شعب ابی طالب کہا جاتا ہے کے مقام پر لے گئے اور تقریباً تین سال کا عرصہ نہایت تنگی و تکلیف سے گزارا۔ یہ بایکاث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان بنی تیم سے نہیں تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دشوار ترین حالات میں بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس شعب ابی طالب میں آتے جاتے اور آپ کی ہر ممکن خدمت کرتے۔

اعلانِ نبوت کے دسویں سال گھاٹی سے باہر آنے کے چند ماہ بعد گیارہ نبوی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جانثار چچا جناب ابوطالب وفات پا گئے اور اس کے تین دن بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانثار اہلیہِ محترمہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا اور اس سال کو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ”عام الحزن“ (غم کا سال) قرار دیا گیا تو ان شدید صدمات کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا رشتہ بارگاہ نبوی میں بذریعہ وحی پیش کیا گیا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس رشتہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبول فرمایا۔

صدیق کا لقب

ہجرت سے کچھ عرصہ (ایک قول کے مطابق ایک سال اور دو ماہ) پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اعظم ترین معجزہ معراج سے نوازا اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سفر معراج سے واپسی پر معراج اور خصوصی طور پر مسجد اقصیٰ کی سیر کا ذکر فرمایا تو ابو جہل اور دیگر دشمنان اسلام کو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت کا ایک بڑا موقع ہاتھ آ گیا اسی اثنا میں ابو جہل دوڑتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا: اے ابو بکر! آپ ان کی اس بات کی تصدیق کرو گے کہ وہ رات کو مسجد اقصیٰ گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”نَعَمْ اِنِّیْ لَصَدِّقُہٗ بِمَا هُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذٰلِکَ اُصَدِّقُہٗ بِخَبَرِ السَّمَآءِ فِیْ غَدُوِّہٖ اَوْ رَوْحِہٖ فَلَیْذٰلِکَ سُبْحٰی اَبُوْبَکْرٍ“ ”الْصِّدِّیْقُ“ (۲۳)

ترجمہ: ”ہاں میں آپ کی اس سے بھی دور کی باتوں میں تصدیق کرتا ہوں میں صبح و شام آسمان کی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں اسی وجہ سے ابو بکر کا نام ”صدیق“ رکھا گیا۔“

”صدیق“ کا معنی ہے قول و فعل کی سچائی میں کامل۔ نیز صدیق کا معنی ہے وہ سچا شخص جس کی ہر بات سچی ثابت ہو۔ چونکہ یہ خطاب آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے ملا لہذا پوری امت نے آپ کو صدیق اکبر کا خطاب دیا ہے۔

حضرت ابو یوسف حکیم بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم اٹھا کر فرماتے ہوئے سنا:

”اَذْنُلْ اِسْمَہٗ اَبُوْبَکْرٍ مِنَ السَّمَآءِ“ ”الْصِّدِّیْقُ“ (۲۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا نام ”صدیق“ آسمان سے نازل فرمایا ہے۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ پر تشریف لائے تو احد پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اُثْبُثْ أَحَدًا فَاَتَمَّا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيٌّ وَشَهِيدَانِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اے احد ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔“ تو پہاڑ اسی وقت تھم گیا۔

اس حدیث پاک میں کتنا بڑا علم غیب ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابھی حیات ہیں اور انہیں شہید ہونے کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔

اعلان نبوت کے تیرہویں سال کفار مکہ کی ایذا رسانیاں انتہا کو پہنچ گئیں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت فرمائی تو اس موقع پر اس انتہائی خطرناک سفر کے لیے اپنے ساتھ اہل بیت اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں سے صرف اور صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفر ہجرت کے ساتھی کی حیثیت سے منتخب فرمایا اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہجرت کی رات لوگوں کی امانتیں اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے اور انہیں اپنے بستر پر لٹا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے زاوراہ کے لیے ضروری سامان ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی کمر بند کے دو کٹڑے کیے ایک کمر پر باندھا اور دوسرے سے سامان کا تھیلیا باندھا اور تاریخ اسلام میں ”ذَاتُ الرِّطَاقَيْنِ“ (۲۶) (دو پٹکوں والی) کا لقب پایا۔

سفر کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی چھت کی کھڑکی سے نکل کر کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کو کہا: تم تین دن تک غار ثور میں کھانا وغیرہ اور حالات کی اطلاعات پہنچانے کے لیے آتے رہو اور تین دن کے بعد میرے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ کو دو جوان اونٹنیاں (جو سفر ہجرت کے لیے ببول کے پتوں کی طاقتور خوراک سے پالی گئی تھیں) کے ساتھ غار ثور کے دامن میں رات کے اندھیرے میں پہنچا دینا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقظ نامی شخص کو جو سمندر کے کنارے کنارے مدینہ منورہ کا راستہ جانتا تھا، اجرت پر مقرر کیا۔

غار ثور میں تین روز قیام

رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہجرت مدینہ میں اوّل سے آخر تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جانثارانہ کردار آپ کی بے مثل محبت نبوی و ادب رسول اور اعلیٰ ترین خدمت نبوی سے عبارت ہے بلکہ غار ثور میں تین دن قیام کا ایک ایک لمحہ امت کی نیکیوں پر بھاری ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو حضرت عمر

..... ﴿صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَبَا إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنْ اسْمُهُ أَزْدَ إِنَّمَا كَانَ اسْمُهُ تَارِخَ“ (۴)

ترجمہ: بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر نہیں ہے، اُن کا نام تاریخ ہے۔

..... ﴿قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ وَالتَّارِخِ أَجْمَعُونَ عَلَى أَنَّ أَزْدَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ كَمَا قَالَ الرَّازِيُّ وَقَالَ السُّيُوطِيُّ“ (۵)

ترجمہ: بیشک اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور تاریخ نگاروں کا اجماع ہے کہ بیشک آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جیسا

کہ امام رازی اور امام سیوطی (رحمۃ اللہ علیہما) نے کہا ہے۔

..... ﴿حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ دمشقی کہتے ہیں:

”وَجُمُھُورُ أَهْلِ النَّسَبِ مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَى أَنَّ اسْمَهُ أَبِيهِ تَارِخُ“ (۶)

ترجمہ: ”جمہور علمائے نسب جن میں صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں اس بات پر ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے والد کا نام ”تاریخ“ تھا۔“

..... ﴿حدیث میں ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نور محمدی کا صلب آدم علیہ السلام میں رکھنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا:

”وَكَانَ يَنْتَقِلُ مِنْ ظَاهِرٍ إِلَى ظَهْرٍ إِلَى أَنْ وَصَلَ إِلَى صُلْبِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ“ (۷)

ترجمہ: ”وہ (نور محمدی) ایک ظاہر سے ایک طیب کی طرف اور ایک طیب سے ایک ظاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے

اسے حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کی پشت میں پہنچا دیا۔“

..... ﴿علامہ آلوسی، امام سیوطی اور امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں:

”لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الظَّاهِرِينَ إِلَى أَزْحَامِ الظَّاهِرَاتِ“ (۸)

ترجمہ: ”میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔“

ان احادیث نبویہ کی رو سے واضح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تک حضور نبی

اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام باپ اور مائیں طیب و ظاہر تھے وہ قطعاً مشرک نہیں تھے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

”إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ“ (۹)

ترجمہ: ”مشرک ناپاک ہیں۔“

لہذا آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا چچا تھا اور عرب میں چچا کو بھی ”اب“ (باپ) کہتے ہیں۔

(۴) تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور، زیر بحث آیت نمبر ۴۳ سورۃ انعام (۵) تفسیر مظہری زیر بحث آیت نمبر ۴۳ سورۃ انعام

(۶) البدایۃ والنہایۃ، باب قصۃ ابراہیم علیہ السلام، ج ۱، ص ۱۶۳ (۷) الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف (عبد الرزاق)، الرقم: ۱۸ مطبوعہ دہلی

(۸) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت مذکورہ۔ الحاوی للفتاویٰ، باب: مَسَائِلُ الْخُنْفَاءِ ۲/۲۵۴۔ المواہب اللدنیۃ، ذکر ضاعہ ۱/۱۰۵ (۹) سورہ توبہ: ۲۸

فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا:

”وَدِدْتُ أَنْ عَمِلِي كُلُّهُ مِغْلُ عَمَلِهِ يَوْمًا وَاحِدًا مِّنْ أَيَّامِهِ وَ لَيْلَةً وَاحِدَةً مِّنْ لَّيَالِيهِ“ (۲۷)
ترجمہ: ”میں نے چاہا ہے کہ میرا تمام کام تمام عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صرف ایک دن اور صرف ایک رات کی مثل ہو جائے۔“

آپ کی رات سے مراد وہ رات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے اور خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والے اونچے پہاڑ کو روندتے ہوئے) جب غار کے پاس پہنچے تو عرض کی قسم بخدا! آپ داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ اس غار میں آپ سے پہلے میں داخل نہ ہوں اور عرض کی:

”فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ أَصَابَنِي دُونَكَ“ (۲۷)

ترجمہ: ”اگر اس میں کوئی ایسی چیز (سانپ وغیرہ) ہو تو مجھے نقصان پہنچائے نہ کہ آپ کو۔“
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں داخل ہو کر صفائی کی اپنی چادر پھاڑ کر سوراخ بند کیے اور دو سوراخ باقی رہ گئے جن پر اپنے دونوں پاؤں کی اڑیاں رکھ دیں پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: حضور تشریف لائیے۔ پھر اس اثنا میں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو رہے تھے کہ سوراخ سے سانپ نے آپ کو ڈس لیا

”وَلَمْ يَتَحَرَّكَ مَخَافَةَ أَنْ يَنْتَبِهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ (۲۷)
ترجمہ: ”اور (سخت درد کے دوران) آپ نے اپنے جسم میں حرکت نہ پیدا ہونے دی کہ کہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نیند نہ چلی جائے۔“

اس دوران آپ کے آنسو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پڑے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ کو کیا ہوا؟ عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔
”فَتَقَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَصَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ“ (۲۷)

ترجمہ: ”تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ڈسنے کی جگہ پر لعاب مبارک لگایا تکلیف ختم ہو گئی پھر (وفات سے پہلے) وہ زہر عود کرایا اور آپ کی موت (شہادت) کا سبب بنا۔“

اور آپ کے دن سے مراد وہ دن ہے جب (وصال نبوی کے بعد) عرب کے لوگ عموماً مرتد ہو گئے، نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے ساتھ مل گئے اور بہت سے قبائل زکوٰۃ کے انکاری ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے مثال ہمت و جرأت کے ساتھ مرتدین کے خلاف اعلان جہاد کیا۔

صدیق بلکہ غار میں جان اس پدے چلے اور حفظِ جاں تو جان فروغ کی ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا رِغار اور یا رِجنت بھی

غارِ ثور میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی:

”اللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَكْرٍ مَّعِيَ فِي دَرَجَتِي فِي الْجَنَّةِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ قَدْ اسْتَجَابَ لَكَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”اے اللہ! ابو بکر کو جنت میں میرے درجہ (محل) میں ٹھکانہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غار والی نیکی

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں کے برابر ہے

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے میں نے عرض کی:

”يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ يَكُونُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ“

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں؟“

تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں، حضرت عمر کی نیکیاں۔

ام المؤمنین نے عرض کیا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اِنَّمَا يَجْمَعُ حَسَنَاتٍ عُمَرَ كَحَسَنَةِ وَّاحِدَةٍ مِّنَ حَسَنَاتِ اَبِي بَكْرٍ“ (۲۹)

ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔“

یاد رہے کہ یہ اشارہ غار والی نیکی کی طرف ہے۔

علم غیب نبوی کا ثبوت:

اس حدیث سے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیع علم غیب کا ثبوت واضح ہے کیونکہ اپنی تمام امت میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی تعداد کا تعلق بھی غیب سے ہے اور ستاروں کی تعداد کا تعلق بھی غیب سے ہے۔

ادب رسول:

ہجرت کے سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت نبوی و ادب رسول اور خدمت نبوی کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک بکری کا دودھ حاصل کیا حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی

(۲۸) کنز العمال، الرقم: ۳۲۶۲۶ - السيرة الحلبية، باب عرض رسول الله، ۲/۲۹ (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر وعمر، الفصل الثالث، الرقم: ۶۰۶۸)

بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ، فَوَافَقْتُهُ حِينَ اسْتَيْقَظَ“ (۳۰)

ترجمہ: ”میں نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہ کیا پس میں ٹھہرا رہا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا جب آپ بیدار ہوئے۔“
تو دودھ پیش کیا، فرماتے ہیں:

”فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ“ (۳۰)

ترجمہ: ”آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا۔“

غار ثور

یاد رہے کہ مکہ مکرمہ سے متصل جانب جنوب میں ایک جبل ثور نامی بلند پہاڑ ہے جس کی چڑھائی پر تقریباً ڈھائی گھنٹے لگتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک کھلمنہ والا غار ہے۔ لوگ اسے غار ثور کہتے ہیں لیکن اصل غار ثور اس سے چند قدم مشرق کی جانب ہے اس کا منہ تنگ ہے۔ لیٹ کر آدمی مشکل سے اس میں داخل ہوتا ہے لیکن اندر کھلی جگہ ہے تین چار آدمی اس میں سما سکتے ہیں اس غار کو ”غار الہوام“ (کیڑوں مکوڑوں والی غار) بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید اور غار ثور

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا“ (۳۱)

ترجمہ: ”(اے قریش) اگر تم نے اس (محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی مدد نہیں کی تو اللہ نے اس کی مدد کی جب کافروں نے اس کو (مکہ مکرمہ سے) نکالا دو سے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے فرما رہے تھے تو غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

تمام مفسرین اور محققین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں غار سے مراد ”غار ثور“ ہے نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد ہے جن کے مشورہ سے اور جن کے گھر سے سفر ہجرت شروع ہوا اور آپ کے گھروالوں نے ہجرت کی ساری تیاری کرائی اور تین دن غار ثور میں خوراک پہنچائی اور حالات سے باخبر رکھا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جبل ثور پر مشکل ترین چڑھائی کے وقت حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کندھوں پر سوار کر کے غار ثور تک پہنچایا اور وہ واقعات رونما ہوئے جن کا ذکر ابھی روایت عمر رضی اللہ عنہ میں گزر چکا ہے۔

اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ ”لصاحِبِہ“ (اپنے صحابی) سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ ارشاد نبوی: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (تو غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے) اس وقت ہوا جب اگلے روز کفار مکہ کو چبوں کی مدد سے غار ثور پر پہنچے تو دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بٹا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر کسی نے کہا: اس غار کے اندر تلاشی لو شاید ادھر ہوں تو دوسروں نے کہا: غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈوں سے واضح ہے کہ اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کفار کے پاؤں نظر آئے تو عرض کی: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہم انہیں نظر آ جائیں گے اور شدید پریشان ہو کر عرض کی:

”إِنْ قُتِلْتُ أَنَا فَإِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَإِنْ قُتِلْتَ أَذْنُتْ هَلَكَتِ الْأُمَّةُ“ (۳۲)

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر میں قتل ہوا تو میں ایک آدمی ہوں اور اگر آپ کو شہید کر دیا گیا تو پوری امت ختم ہو جائے گی۔“

تو اس کے جواب میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (تو غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے) (۳۲)

اسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سفر میں جب بھی کوئی خطرہ درپیش آتا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (تو غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے)

جب قریش مکہ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے پر دو سو اونٹ کا انعام مقرر کیا اور سراقہ بن مالک نے مسلح ہو کر تیز رفتار گھوڑے پر تعاقب کرتے ہوئے آپ کو پالیا تو اس وقت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت پریشان ہوئے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (۳۳) (تو غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے)

جب سراقہ قریب آیا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ اس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے معافی مانگی اور کفار پر غلبہ کی صورت میں امان کا وعدہ مانگا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے معاف فرما دیا اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا کہ مجھ کو اس کا پروانہ لکھ دیجیے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے حضرت عامر بن فیہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کے لئے چمڑے کے ٹکڑے پر امن کی تحریر لکھ دی۔ یہ امن نامہ سراقہ نے فتح مکہ کے موقع پر بارگاہ نبوی میں پیش کیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے قبول فرمایا۔

ہجرت مدینہ منورہ کا سفر اختتام پذیر

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے یار غار کے ہمراہ مدینہ منورہ کے قبیلہ بنو نعمر بن عوف کے پاس

14 ایام قیام کیا اور مسجدِ قبا کی تعمیر کرائی۔ مسجدِ قبا کی تعمیر میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو ہجرت کر کے مسجدِ قبا کی تعمیر کے دوران حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آئے تھے) نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا پھر اپنے ساتھیوں اور اپنے جد امجد حضرت ہاشم کے سرال خاندان بنو نجار کے جھرمٹ میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں قبیلہ بنو سالم کے محلہ میں اجتماعِ جمعۃ المبارک میں جلوہ گری فرمائی اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور اونٹنی پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ردیف تھے۔ ہر شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے یارِ غار کو اپنے گھر تشریف لانے کے لیے اصرار کرتا لیکن حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے:

”دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَا مُوْرَدٌ“ (۳۴)

ترجمہ: ”میری اونٹنی کو چھوڑ دو، اسے حکم دیا ہوا ہے۔“

چنانچہ سب سے پہلے مسجدِ نبوی کی جگہ پر اونٹنی بیٹھنے لگی پھر اٹھ کر واپس لوٹی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے یارِ غار رضی اللہ عنہ اُن کے مہمان بنے۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی بھی غیب دان

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی کو بھی غیب جاننے کی صلاحیت عطا فرمائی ہوئی تھی۔

مسجدِ نبوی اور حجراتِ نبویہ کی زمین کی خریداری

مسجدِ نبوی اور حجراتِ نبویہ کی زمین کی خریداری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی۔ یہ زمین حضرت اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ کے یتیم بھتیجوں حضرت سہیل و حضرت سہل رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے یہ زمین ہبہ کرنے کی پیشکش کی تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فیصلہ فرمایا کہ ہم اس زمین کو خریدیں گے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی اور حجراتِ نبویہ کی اراضی کی قیمت ادا کی۔ (۳۵)

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسجدِ نبوی کے مشرق میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان مسجدِ نبوی کے مغرب میں تھا۔ بعد میں جب مسجدِ نبوی میں تمام گھروں کے دروازے بند کرنے کا حکم ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کا دروازہ مسجدِ نبوی میں بحال رکھا گیا۔ آج بھی مسجدِ نبوی کی جدید تعمیرات میں جانبِ مغرب میں بابِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہے۔

مدنی دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دور کی طرح مدنی دور میں بھی سفر و حضر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کی بارگاہ میں موجود رہتے تھے۔ تمام غزوات، حجۃ الوداع اور تمام عمروں میں یارِ غار آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے ساتھ معتمد ترین اور سینئر وزیر کی حیثیت سے موجود رہے ارشاد نبوی ہے:

”مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ“ (۳۶)

ترجمہ: ”ہر نبی کے دو وزیر آسمانوں میں اور دو وزیر زمین میں ہیں اور میرے دو وزیر آسمان میں جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔“

فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں پہلے اسلامی حج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی عدم موجودگی میں امیر حج مقرر فرمایا۔

تمام مغازی اور سریات میں، خصوصاً غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب (غزوہ خندق) اور غزوہ تبوک میں یارِ غار کا کردار نہایت نمایاں ہے۔

غزوہ بدر اور یارِ غار

..... ﴿وَادِيَ زَفْرَانَ﴾ میں جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم نے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے ابو جہل کے مسلح لشکر سے جنگ کے بارے میں رائے طلب فرمائی تو سب سے پہلے ”فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ فَأَحْسِنَ“ (۳۷) ترجمہ: ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت اچھی گفتگو کی۔“

..... ﴿حَضَرَ عَلَى الْمَرْثُفَى﴾ رضی اللہ عنہ نے ایک بار لوگوں سے پوچھا بتاؤ: ”مَنْ أَشْجَعُ النَّاسِ؟“ ترجمہ: ”لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع کون ہے؟“

تو لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب غزوہ بدر کے موقع پر لشکر کے عقب میں ایک عریش (جھونپڑی) تیار کیا گیا اور اعلان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے عریش پر کون پہرہ دے گا تو ہم سب خاموش تھے۔

”فَوَاللَّهِ مَا دَنَا مِنْهُ أَحَدٌ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْوِي إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا أَهْوَى إِلَيْهِ فَهَذَا أَشْجَعُ النَّاسِ“ (۳۸)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم کے قریب نہ ہوا ماسوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ“

(۳۶) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۸۰ (۳۷) شرح الزرقانی، باب غزوہ بدر ۲/۲۶۵ (۳۸) کنز العمال، الرقم: ۳۵۶۹۰۔ تاریخ الخلفاء، الرقم: ۳۳/۱۰

رضی اللہ عنہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سر پر تلوار لہرا رہے تھے۔ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف بڑھتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کی طرف ٹوٹ پڑتے لہذا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بڑے بہادر ہیں۔“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے غزوہ بدر میں اپنے عریش (چھپر) میں دعا کی:

”اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ اِنَّمَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ اِنْ تُهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبِدُ فِي الْأَرْضِ“ (۳۹)

ترجمہ: ”اے اللہ! جو وعدہ تو نے فرمایا ہے پورا فرما۔ اے اللہ! مجھے عطا فرما جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ! اور اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہیں ہوگی۔“

یاد رہے کہ سلف صالحین نے اس عریش (چھپر) کی جگہ پر مسجد عریش تعمیر کر دی تھی جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ کی دعا کافی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ آپ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔

عریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نیند طاری ہوگئی تو آپ تسم فرماتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا:

”أَبْشِرْ يَا أَبَا بَكْرٍ أَتَاكَ نَصْرُ اللَّهِ هَذَا جَبْرِيلُ“ (۴۰)

ترجمہ: ”اے ابوبکر! تمہیں خوشخبری ہو، تمہارے پاس اللہ کی مدد آ پہنچی ہے یہ جبریل تشریف لائے ہیں۔“

پھر آپ نے یہ الفاظ پڑھے: ”سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ، وَيُولُونُ الدُّبُرُ“ (۴۱)

ترجمہ: ”کفار کی جماعت ابھی شکست کھا جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔“

جنگ بدر میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے لشکر کفار کی طرف سے مبارزہ (انفرادی جنگ کی دعوت) کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ جنگ کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا:

”مَتَّعْنَا بِتَقْصِيكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، أَمَا تَعْلَمُ أَنَّكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ سَمْعِي وَبَصَرِي“ (۴۲)

ترجمہ: ”اے ابوبکر! ہمیں اپنی ذات سے نفع پہنچائیں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کی حیثیت رکھتے ہو؟“

جب عبدالرحمن بن ابوبکر اسلام لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ جنگ بدر میں میرے وار کی زد میں تھے لیکن میں نے آپ کو پہچان لیا تو پیچھے ہٹ گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَكِنَّكَ لَوْ أَهْدَفْتَ لِي لَمْ أَنْصُرْ عَنْكَ“ (۴۳)

(۳۹) صحیح مسلم، باب الامداد بالمال لکفة فی غزوة، الرقم: ۱۷۶۳ (۴۰) تفسیر درمنثور، زیر بحث آیت ۴۳ سورہ انفعل (۴۱) سورہ قمر: ۴۶

(۴۲) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت ۲۲ سورہ مجادلہ - السیرۃ الحبلیہ، باب غزوة بدر الکبریٰ

(۴۳) نوارد الاصول للترمذی، باب فی شرائط الولاية ۲/۹۵ - تاریخ الخلفاء، باب خلیفة الاول ص ۳۳

ترجمہ: ”اے بیٹے! اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں تم سے پیچھے نہ ہوتا۔“

جنگ بدر میں جب ستر کفار قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں رائے طلب فرمائی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیدیوں کو قتل کرنے کی تجویز پیش کی اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا تو اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ قیدیوں میں سے پڑھے لکھے لوگ ہمارے دس دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھائیں جس کے عوض ان کو رہا کر دیا جائے اور مالدار لوگ حسب طاقت ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک فدیہ دے کر رہائی حاصل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرما کر آپ کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ مشہور کتاب وجہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے دورِ صدیق میں قرآن مجید کتاب کی صورت میں جمع فرمایا، ان افراد میں سے تھے جنہوں نے تعلیم یافتہ قیدیوں سے پڑھنا اور لکھنا سیکھا تھا۔

غزوہ احد اور یارِ غار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بھی اول سے آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے جب کفار نے مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر شدید نقصان پہنچایا۔ ستر افراد شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے اور جہلِ احد کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر کفار نے شدید حملہ کیا۔ اس وقت جو صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حفاظت کے لیے ڈٹے رہے ان میں بھی حضرت ابوبکر صدیق کا نام سرفہرست ہے۔ جنگِ احد میں کفار نے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا لیکن شکست نہ دے سکے۔ بعض کفار کی رائے تھی کہ مقامِ رواء پر تازہ دم اور منظم ہو کر مسلمانوں کے مکمل خاتمہ کے لیے دوبارہ حملہ کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کفار کے تعاقب کا فیصلہ کیا تو زخموں سے چور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف ستر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور حراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ کو واپس آنے کی جرأت نہ ہوئی اور شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے ان ستر جانثاروں میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے محافظ کی حیثیت سے موجود تھے۔

غزوہ خندق اور یارِ غار

غزوہ خندق میں (آج کل سبع مساجد کے مقام پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پہاڑی کے اوپر جہاں آج کل مسجدِ فتح ہے، تشریف فرما تھے، نیچے لشکر کی آخری جانب جدھر سے کفار خندق عبور کر کے حملہ کر سکتے تھے اس حساس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیمہ تھا۔ غزوہ خندق کی یادگاروں کو محفوظ رکھنے کے لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں سبع مساجد (سات مسجدیں) تعمیر کی گئیں۔ ان مقامات پر ان شخصیات کے خیمے تھے۔ جن کے نام اس طرح ہیں: مسجدِ فتح، مسجدِ حضرت ابوبکر صدیق، مسجدِ حضرت عمر، مسجدِ حضرت علی، مسجدِ حضرت فاطمہ، مسجدِ حضرت سلمان فارسی، مسجدِ حضرت سعد بن

معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

راقم الحروف نے 1989ء میں مسجد ابوبکر کی زیارت کی لیکن 1991ء میں جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسجد کا نام و نشان مٹا کر یہاں گاڑیوں کے لیے پارکنگ بنادی گئی تھی اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اب باقی چھ مساجد میں سے بھی بعض مسجدوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور ایک بڑی مسجد بنا کر یادگاروں کو ختم کر دیا گیا ہے۔

صلح حدیبیہ اور یارِ غار

صلح حدیبیہ میں جب کفار کے سفیر عروہ بن مسعود ثقفی نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہمت و حوصلہ توڑنے کے لیے کہا: یہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں، آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَمْضُ بِبَطْرِ اللَّاتِ أَنْحُنُ نَفَرُهُ عَنْهُ وَنَدْعُهُ؟“ (۴۴)

ترجمہ: ”لات (بت) کی شرمگاہ کو چاٹ، کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے؟“ یعنی ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔

غزوہ تبوک اور یارِ غار

یہ سپر پاور روم کی افواج کے ساتھ مقابلہ تھا، پھلوں کی پکائی قریب تھی، سخت گرمی تھی اور سفر لمبا تھا اور مسلمانوں میں اکثر کے پاس اسلحہ اور سواری نہیں تھی اس وقت حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمر فاروق اور تاجر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے حصہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا چھوٹا، بڑا سارا سامان حتیٰ کہ اپنے قیمتی کپڑے اور تمام پونجی بارگاہ نبوی میں پیش کی اور ستر عورت کے لیے عام سا لباس پہنا ہوا تھا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ“

ترجمہ: اے ابوبکر! آپ نے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا؟

تو عرض کی: ”أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ“ (۴۵)

”میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کی محبت) کو چھوڑا ہے۔“

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

اس اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابوبکر اس حالت میں مجھ سے راضی ہیں یا ناراض؟ تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا تو آپ رضی اللہ عنہ پروجہ طاری ہو گیا اور عرض کیا:

”أَسْعَظَ عَنْ رَئِي؟ إِنِّي عَنْ رَاضٍ إِنِّي عَنْ رَاضٍ“ (۴۶)

ترجمہ: ”کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ بیشک میں اپنے رب سے راضی ہوں، بیشک میں اپنے رب سے راضی ہوں“

انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے

..... ﴿اذن میں لفظ ”محمد“ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سننے والے کے لئے خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے کہ انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر ملے اور کہے: ”قُوَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللہِ“ (ترجمہ: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہیں)

..... ﴿اور محدث کبیر شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ إِلَى الصَّدِيقِ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ“ (۴۷)

ترجمہ: ”یہ روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درجہ صحت کو پہنچی ہے (یعنی یہ روایت صحیح ہے) لہذا ہمارے عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ ارشاد نبوی ہے تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔“

..... ﴿اور امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المختار المعروف فتاویٰ شامی (جو کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے) میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۴۸)

..... ﴿اور امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگائے گا وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا۔ (۴۹)

خلاصہ کلام

الغرض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت طیبہ کے ارد گرد طواف کرتی نظر آتی ہے۔

ایک بار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ اتنے بڑے رتبہ (قرب بارگاہ نبوی) پر کیسے پہنچے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا پانچ باتوں کی وجہ سے:

- ﴿1 میں نے لوگوں کو دو حصوں میں دیکھا ایک فریق طالب دنیا ہے اور دوسرا فریق طالب آخرت ہے تو میں طالب مولیٰ بنا۔
- ﴿2 اسلام لانے کے بعد میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ عرفان حق کی لذت نے مجھے دنیا کے کھانے سے بے نیاز کر دیا ہے۔

(۴۶) کنز العمال، الرقم: ۳۵۶۵۸ - تاریخ الخلفاء، باب خلیفۃ الاول ابو بکر الصديق، الرقم: ۱/۳۵ (۴۷) موضوعات کبیر، الرقم: ۴۳۵، ص ۶۴

(۴۸) رد المختار، الباب فائدة التسليم بعد الاذان ۱/۲۹۳ (۴۹) المقاصد الحسنہ، زیر بحث حدیث نمبر ۱۰۲۱، حرف المیم، ۱/۲۰۳

..... رہا یہ سوال کہ آیت بالا ”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ أَذَرٌ“ میں شرک آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ”آب“ (باپ) کہا گیا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام عرب میں ”آب“ (باپ) کا اطلاق والد کی طرح چچا پر بھی کیا جاتا ہے۔
یاد رہے کہ قرآن مجید اور لغت عرب میں ”آب“ کے لفظ کا اطلاق والد، چچا اور دادا پر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
”تَعْبُدُوا إِلَهًا وَآلَهُ أَبَائِكُمْ وَإِبْرَاهِيمَ وَاسْمَعِيلَ وَاسْحَاقَ“ (۱۰)
ترجمہ: ”ہم آپ کے الہ اور آپ کے باپوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے الہ کی عبادت کریں گے۔“
اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اولاد یعقوب کا باپ فرمایا گیا حالانکہ وہ ان کے چچا تھے۔
..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ”آبی“ یعنی ”میرا باپ“ کہہ کر پکارا ہے چنانچہ:
ارشاد نبوی ہے: ”رُدُّوْا عَلَیَّ اَبْنِی“ (۱۱)

ترجمہ: ”میرے باپ (عباس) کو میرے پاس لاؤ۔“
اس حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اب (باپ) قرار دیا ہے۔ لہذا آیت مبارکہ میں ”لَا يَبْنِيهِ أَذَرٌ“ سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر مراد ہے۔

آپ کی سیرت طیبہ کا اجمالی خاکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام، سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و ملائکہ اور پوری مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ہزار ہا انبیاء و رسل آپ کی نسل پاک سے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل میں ہے کہ تمام ساوی ادیان میں آپ کا بے حدادب و احترام کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

”قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ“ (۱۲)

ترجمہ: ”تمہارے لیے ابراہیم میں بہترین نمونہ ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً 3337 سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے 2160 سال قبل عراق کے قدیم تاریخی شہر بابل کے نواح (توریت کے مطابق اُور، بعض نے کوئی، الورقاء اور سوس وغیرہ بتایا ہے) میں ہوئی، اس وقت نمرود ”ملیس“ کی دنیا بھر میں حکومت تھی۔ ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔ آپ کا چچا آزر شاہی خاندان کا مقرب اور بت پرست، بت گرد اور بت فروش تھا۔ لوگ نمرود کی پرستش کرتے تھے، اس کے علاوہ چاند سورج ستاروں اور بتوں کی پوجا پاٹ بھی عام تھی۔

(۱۰) سورہ بقرہ: ۱۳۳ (۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ، باب حدیث فتح مکہ، الرقم: ۳۶۹۰۲ - شرح معانی الآثار، باب الحجۃ، الرقم: ۵۴۳۵ (۱۲) سورہ مستحجہ: ۴

- 3..... جب سے اسلام لایا ہوں سیر ہو کر پانی نہیں پیا کیونکہ محبت الہی کے پانی سے سیراب ہو چکا ہوں۔
- 4..... جب بھی میرے سامنے دنیا و آخرت کے دو کام آئے تو میں نے دنیوی نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُخروی کام کو اختیار کیا۔
- 5..... مجھے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت ملی اور میری یہ صحبت بہت اچھی رہی۔ (۵۰)

مرض وصال نبوی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مصلیٰ رسول پر امامت

۱۱ ہجری میں غزوہ خیبر میں گوشت میں ملا کر دیئے گئے زہر کا اثر حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بدن مبارک میں عود کر آیا جس کی وجہ سے ماہ ربیع الاول بروز سوموار بوقت دوپہر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وصال فرما گئے اور اس میں حکمت تھی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہادت کا درجہ بھی ملے۔

مرض وصال کے آخری تین دن جب بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نماز کی امامت کے لیے اطلاع دی جاتی تو فرماتے:

”مُرُّوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ“ (۵۱)

ترجمہ: ”ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“

اور اگر کسی اور کی امامت کا مشورہ دیا جاتا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ناراض ہوتے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اصرار فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سوموار کو نماز فجر کے وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پردہ ہٹایا اور لوگوں کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھا تو

”كَانَ وَجْهَهُ وَرَقَّةً مُّصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ“

ترجمہ: ”خوشی سے آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی مثل تھا پھر تبسم فرمایا، ہنسنے لگے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے اور خیال ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں:

”وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحُّا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَارْتَحَى السِّتْرَ“ (۵۲)

ترجمہ: ”اور لوگوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد کی خوشی میں نماز کو توڑنے کا ارادہ کر لیا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز مکمل کر لو پھر حجرہ میں داخل ہوئے اور پردہ ڈال دیا۔“

(۵۰) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت ۱۵۴ سورہ آل عمران - نزہۃ المجالس، باب ابی بکر صدیق ۲/۱۴

(۵۱) صحیح بخاری، باب حد المریض ان یشہد الجماعة، الرقم: ۶۶۳ (۵۲) صحیح بخاری، باب مرض النبی، الرقم: ۳۴۳۸

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔

ایک اہم کلامی مسئلہ

حجرہ مبارکہ مسجد سے جانب مشرق میں تھا اور نمازیوں کا رخ جانب جنوب قبلہ کی طرف تھا۔ جانب مشرق سے دروازہ کھلنے کی آہٹ سن کر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے قبلہ سے منہ ہٹا کر تعظیم نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھنا شروع کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ نماز کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف ادباً توجہ کرنا سنت اصحاب رسول ہے لیکن حیرت ہے کہ کچھ لوگوں نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے کو گائے گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی گنا برا قرار دیا ہے اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس مرض وصال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَذْعَىٰ لِيَ أَبَا بَكْرٍ أَبَاكَ وَأَخَاكَ، حَتَّىٰ أَكْتُبَ كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّبِعَنِي مُتَمَتِّعٌ وَيَقُولَ قَائِلٌ أَنَا أَوْلَىٰ وَيَأْتِي اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ“ (۵۳)

ترجمہ: ”اپنے والد اور بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھوں مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہے کہ ”میں حقدار ہوں اور اللہ اور لوگ ابوبکر کے سوا انکار کر دیں“ (لیکن شدید مرض کی وجہ سے ایسی کوئی تحریر نہیں ہو سکی) دوسری حدیث جسے حدیث قرطاس کہا جاتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنْتُونِي أَكْتُبَ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَصِلُوا بَعْدَهُ أَبَدًا“ (۵۴)

ترجمہ: ”میرے پاس (قلم و کاغذ) لاؤ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شدت مرض کی وجہ سے کوئی تحریر نہیں ہو سکی اور اگر کوئی تحریر ہوتی تو ظاہر ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی تحریر ہوتی کیونکہ پہلی حدیث میں اسکی وضاحت موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے واضح اشارات

..... ﴿ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنِّي لَا أَذْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَأَقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَىٰ أَبِي بَكْرٍ وَعَمَرَ“ (۵۵)

ترجمہ: ”میں اب تم میں رہنا نہیں دیکھ رہا ہوں تم میرے بعد والوں کی اقتداء کرنا اور اشارہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف کیا۔“

(۵۳) صحیح مسلم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، الرقم: ۲۳۸۶ - مسند احمد، الرقم: ۲۹۹۱

(۵۴) صحیح بخاری، باب مرض النبی ﷺ، الرقم: ۴۳۳۱ (۵۵) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۶۳ - سنن ابن ماجہ، باب فضل ابی بکر، الرقم: ۹۶

..... حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں ”كَأَنَّهُا تُرِيدُ الْمَوْتَ“ گویا کہ وہ وفات مراد لے رہی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِي فَأَتِيْ أَبَا بَكْرٍ“ (۵۶)

ترجمہ: ”اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آ جانا۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”أَرَى اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ يَّظِيْطُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَظِيْطُ عُمَرُ بِأَبِيْ بَكْرٍ وَيَظِيْطُ عُثْمَانُ بِعُمَرَ“ (۵۷)

ترجمہ: ”ایک صالح شخص کو آج رات خواب آیا ہے گویا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔“

تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے کہا اس خواب میں صالح شخص سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لٹکنے سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والیانِ ریاست بننا ہے۔ (۵۷)

یاد رہے کہ روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے واضح اشارات موجود ہیں لیکن اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا کسی اور کو اپنے بعد خلیفہ مقرر نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے:

”فَإِنْ رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ“ (۵۸)

ترجمہ: ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔“

وصالِ نبوی پر پیدا ہونے والے مسائل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کردار

..... وفات میں اختلاف:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور قسم اٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور آپ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور روپڑے اور کہا:

(۵۶) صحیح بخاری، باب الاستخلاف، الرقم: ۴۲۲۰ (۵۷) سنن ابی داؤد، باب فی الخلفاء، الرقم: ۴۹۳۹

(۵۸) سنن ابی داؤد، باب فی الخلیفۃ یستخلف، الرقم: ۴۹۳۹

”بِأَنِّي أَنْتَ وَأَهْلِي، طُبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا“ (۵۹)

ترجمہ: ”میرے والدین آپ پر قربان! آپ دنیا کی زندگی میں بھی خوشبودار تھے اور وفات پا کر بھی خوشبودار ہیں۔“
پھر لوگوں کی طرف آئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہٹ کر آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ“ (۶۰)

ترجمہ: ”حمد و ثنا کے بعد جو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عبادت کرتا ہے (تو سن لے) یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وفات پا گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے کبھی وفات نہیں پائے گا“
پھر کہا: اللہ عز و جل کا فرمان ہے:

”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ (۶۱)

ترجمہ: ”یقیناً آپ پر بھی وعدہ موت پورا ہونے والا ہے اور یہ لوگ بھی وفات پانے والے ہیں۔“
اور پڑھا:

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ“ (۶۲)

ترجمہ: ”محمد صرف رسول ہیں اُن سے پہلے بھی رسول گزر گئے اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹ جاؤ گے؟“

اس کے بعد لوگوں کو یقین ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور یہ آیت مبارکہ ہر مسلمان کی زبان پر جاری ہو گئی۔

تدفین کی جگہ میں اختلاف:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: مسجد نبوی میں تدفین کی جائے، کسی نے کہا: مکہ مکرمہ میں تدفین کی جائے، کسی نے کہا: جنت البقیع میں تدفین کی جائے تو اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ مَا قَبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ“ (۶۳)

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنا ہے کسی نبی کی روح قبض نہیں ہوئی مگر وہ اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض ہوئی۔“

چنانچہ حجرہ عائشہ صدیقہ میں وصال کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لیے قبر تیار کی گئی۔

(۵۹) صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، الرقم: ۳۶۶۶ (۶۰) صحيح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، الرقم: ۳۶۶۸
(۶۱) سورة زمر: ۳۰ (۶۲) سورة آل عمران: ۱۴۳ (۶۳) سنن ابن ماجه، باب ذكر وفاته ﷺ، الرقم: ۱۶۲۸ - مستدرک الزكركاني، الرقم: ۱۸۰

ایک خلیفہ رسول مقرر کرنے میں کردارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ میں مہاجرین کی تعداد کم تھی، انصارِ مدینہ وصالِ نبوی کے بعد اپنی عددی کثرت کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ (ایک حویلی) میں انصار میں سے خلیفہ رسول مقرر کرنے کے لیے جمع ہوئے اگر انصارِ مدینہ انصار میں سے خلیفہ رسول مقرر کر دیتے تو خانہ کعبہ کے متولیان، قریش مکہ کبھی غیر قریشی کو خلیفہ رسول تسلیم نہ کرتے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لے کر بڑی تیزی سے سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے۔ انصارِ مدینہ انصار میں سے خلیفہ رسول مقرر کرنے پر مصر ہوئے اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قریش میں تھے اور ارشادِ نبوی ہے:

”الْأَيُّمَةُ مِنْ قُرَيْشٍ“ (۶۴)

ترجمہ: ”مسلمانوں کے امام قریش میں سے ہوں گے۔“

لہذا ”نَحْنُ الْأَمْوَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ“ (۶۵)

ترجمہ: ”ہم امیر ہوں گے اور تم انصارِ مدینہ وزیر ہوں گے۔“

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انصارِ مدینہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے مرض الوصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مصلیٰ رسول پر امامت کرائیں؟۔ انصار نے کہا یہ بات درست ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کس کا دل خوش ہوگا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس مقام (مصلیٰ رسول) سے ہٹائے جس پر انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کھڑا کیا تھا؟ سب نے کہا ہم سے کسی کا دل بھی خوش نہیں ہوگا، ہم طلب مغفرت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كَانَ رَجُوعُ الْأَنْصَارِ يَوْمَ سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ بِكَلَامِهِ قَالَ لَهُ عُمَرُ“ (۶۶)

ترجمہ: ”انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ کے دن اپنے موقف سے لوٹنا اس کلام کی وجہ سے ہوا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔“

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کی بیعت کر لیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”يَا أَبَا بَكْرٍ! أَبَا يَعْطَى قَبِيصَةَ يَدَكَ قَبَا يَعْطَى، قَبَا يَعْطَى الْمُهَاجِرُونَ وَبَا يَعْطَى الْأَنْصَارُ“ (۶۷)

ترجمہ: ”اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! اپنا ہاتھ پھیلا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلا یا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی پھر موجود مہاجرین اور انصار سب نے بیعت کی۔“

(۶۴) مصنف ابوسعید احمد، الرقم: ۱۲۳۰۴ (۶۵) صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، الرقم: ۳۶۶۸

(۶۶) تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳، ص ۲۴۲۔ الرياض النضرة، فصل في ذكر خلافته، ۱/۲۱۸

(۶۷) مصنف عبد الرزاق، باب بيعة أبي بكر، الرقم: ۹۵۵۸۔ صحیح ابن حبان، الرقم: ۳۱۳

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر جلوہ افروز ہوئے اور مدینہ منورہ اور ارد گرد کے تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کئی روز تک دور دراز کے لوگ مدینہ منورہ حاضر ہو کر بیعت کرتے رہے اور مؤرخین متفق ہیں کہ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے تمام رجال نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور صحابہ کبار و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع منصوص قائم ہوا۔ یاد رہے کہ اجماع منصوص کا منکر فقہائے اسلام کے نزدیک کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (دیکھیے کتب اصول فقہ میں ابواب الایمان)

خلافت راشدہ اور خصوصاً خلافت صدیق پر چند دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ“ (۶۸)

ترجمہ: ”اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائے اور صالح اعمال کیے اُن سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور اُن کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن کے پہلوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لیے اس دین کو مضبوط فرمائے گا جو اُن کے لیے پسند کر لیا۔“

اس آیت سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مومن و صالح ہونا واضح ہے اور اُن کی خلافت بھی روز روشن کی طرح ثابت ہے جس خلافت میں دین اسلام کو مثالی غلبہ حاصل ہوا۔

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک مجلس میں فرمایا:

”وَإِنَّا لَرَىٰ أَبَا بَكْرٍ أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَثَانِي اثْنَيْنِ وَإِنَّا لَتَعْلَمُ بِشَرَفِهِ وَكِبَرِهِ وَلَقَدْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ“ (۶۹)

ترجمہ: ”اور ہم رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امارت کے لیے سب سے زیادہ حقدار دیکھتے ہیں یقیناً وہ یا رخا رہیں اور یقیناً ہم اُن کا شرف اور بزرگی جانتے ہیں اور بیشک رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ نے انہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا جب آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ حیاتِ طاہرہ میں تھے۔“

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ثُمَّ اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتِهِ نَبِيِّهِ، وَعُمَرَ كَذَلِكَ“ (۷۰)

ترجمہ: ”(وصال نبوی کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپ کی سنت پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔“

اس ارشاد میں خلافتِ صدیقی کے راشدہ ہونے اور فدک شہر اور اس کے مضافات کے باغات کے بارے میں فیصلہ صدیقی کے درست ہونے کا واضح اشارہ موجود ہے۔

خطبہ خلافت

”أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِن أَحْسَنْتُمْ فَأَعِينُونِي وَإِن أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي أَمَانَةً وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ وَالضَّعِيفُ مِنْكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي حَتَّى أَدْفَعَ إِلَيْهِ حَقَّهُ وَالْقَوِيُّ مِنْكُمْ ضَعِيفٌ حَتَّى أَخْذَ الْحَقَّ مِنْهُ، لَا يَدْعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللَّهُ بِالذِّلِّ، وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا عَذَّبَهُمُ اللَّهُ بِالْبَلَاءِ، أَطِيعُونِي مَا أَعْطَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَإِذَا عَصَيْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ، قَوْمُوا إِلَى صَلَاتِكُمْ، رَحِمَكُمُ اللَّهُ“ (۷۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جیسا کہ اس کی شان ہے بیان فرمائی پھر فرمایا: اس کے بعد، اے لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر مجھ سے غلطی ہو تو مجھے درست کرو، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، اور کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک کہ میں اس کا حق اسے نہ پہنچاؤں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کروں کوئی مسلم قوم جہاد ترک نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اُن پر ذلت ڈال دیتا ہے اور کسی قوم میں بے حیائی نہیں پھیلتی مگر اللہ تعالیٰ اُن میں بلا پھیلا دیتا ہے، میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں اور جب مجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معصیت ہو جائے تو تم پر میری اطاعت نہیں، اپنی نماز کی طرف کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔“

خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسئلہ فدک وغیرہ

وصال نبوی کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً“ (۷۲)

ترجمہ: ”ہماری (انبیاء علیہم السلام کی) میراث نہیں ہوتی جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔“

کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث، آیت میراث ”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ“ کے خلاف ہے جس میں اولاد اور دیگر رشتہ داروں کو وارث قرار دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنی لہذا یہ حدیث قطعی ہے اور حدیث مشہور کے حکم میں ہے نیز صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عباس، حضرت علی، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا:

”أَشْهَدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَاهُ السَّمَاءَ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً» (۷۳)

ترجمہ: ”میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً“ ترجمہ: ”ہماری (انبیاء علیہم السلام کی) میراث نہیں ہوتی جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے“ تو سب نے جواب دیا: جی ہاں! پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے انہی الفاظ کے ساتھ قسم اٹھا کر سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: جی ہاں بیشک۔“

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”إِنَّمَا يَأْكُلُ الْإِنْسَانُ مِنْ مَحَلِّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمَلٍ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا“ (۷۴)

ترجمہ: ”اور آل رسول بھی اسی مال سے گزر بسر کرے گی اور بیشک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس (نفلی) صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا جس حال میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں تھا اور میں اس مال میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عمل فرمایا یہ فرما کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں دینے سے انکار فرمادیا۔

لہذا یہ حدیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہونے کی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ترکہ کے بارے میں قرآن مجید کے احکام میں تخصیص کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فیصلہ صدیقی کو بحال رکھا اور ”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْخ“ کی بنیاد پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ترکہ میں فیصلہ نہیں کیا۔

پھر اس حدیث کی صحت اور قطعیت پر اجماع امت بھی قائم ہو گیا ہے۔

نیز یہ کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے اہل قرابت کو بڑی بڑی جائیدادوں کا وارث بناتے تو مخالفین اسلام، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف انگلیاں اٹھاتے کہ پیغمبر اسلام نے دعویٰ نبوت دولت

جمع کرنے اور اپنی اولاد کو جاگیر دار بنانے کے لیے کیا تھا جبکہ حقائق یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی آل پاک نے خود اپنی مرضی سے فقر و فاقہ کی زندگی کو اختیار فرمایا۔

دور خلافت صدیقی (ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ھ) پر ایک نظر

الشکر اسامہ رضی اللہ عنہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سات سو افراد کا لشکر اپنی وفات ظاہرہ سے چند روز قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سپہ سالاری میں جنگ مؤتہ کی ناکمل مہم کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا تھا جو کہ مدینہ منورہ کے قریب بمقام جرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شدید بیماری کی وجہ سے واپس آ گیا تھا۔ اس سر یہ کو سر یہ اسامہ بن زید بن حارثہ کہا جاتا ہے۔

لشکر اسامہ بھیجے کا پس منظر یہ تھا کہ ۸ ہجری میں رومیوں کے باجگزار حاکم بلقاء شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قاصد حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کر دیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام کا نامہ مبارک لے کر حاکم بصری کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تادیبی کاروائی کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ ”جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لشکر کے امیر ہوں گے اور جب جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لشکر کے امیر ہوں گے“ چنانچہ ایک لاکھ کی تعداد میں قیصر روم کے لشکر کا بلقاء میں پڑاؤ تھا اور حاکم بلقاء شرحبیل بن عمرو غسانی کا اپنا لشکر بھی بڑی تعداد میں تھا اور ادھر لشکر اسلام کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔

مجاہدین اسلام بڑی بے جگری سے لڑتے رہے۔ تینوں سپہ سالار اسی ترتیب سے شہید ہوئے پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار بنے، 9 تلواریں قتل کے دوران ٹوٹیں پھر بڑی تدبیر سے دشمن کو بہت بڑا نقصان پہنچا کر مجاہدین اسلام کو مزید منظم کرنے کے لیے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

جنگ مؤتہ اور علم غیب نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَفَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ“ (۷۵)

ترجمہ: ”بیشک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی اس سے پہلے کہ میدان جنگ سے اُن کی خبر آئے۔“

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَخَذَ الرَّايَّةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَّةَ سَيِّفٌ مِّنْ سَيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ“ (۷۵)

ترجمہ: ”زید نے جھنڈا پکڑا تو شہید ہو گئے پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا تو وہ شہید ہو گئے پھر عبد اللہ نے جھنڈا پکڑا تو وہ شہید ہو گئے

پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح عطا فرمائی۔“

حضرت یعلیٰ بن مُنیہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”إِنْ شِئْتُ فَأُخْبِرُنِي وَإِنْ شِئْتُ أُخْبِرُكَ“ یعنی تم بتاؤ گے یا میں بتاؤں؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آپ بتائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جنگِ مؤتہ کے تمام حالات بیان فرمادیئے۔ اس کے بعد یعلیٰ بن مُنیہ فرماتے ہیں:

”وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا تَوَكَّلْتُ مِنْ حَدِيثِهِمْ حَزَقًا لَّمْ تَذْكُرْ“ (۷۶)

ترجمہ: ”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے آپ نے اُن کی خبر سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا جس کا آپ نے ذکر نہ فرمایا ہو۔“

شکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی دوبارہ ترسیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ لشکرِ اسامہ کو بھیجے کا فیصلہ کیا تو اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شدید تکرار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان حالات میں جبکہ عرب کے اکثر قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں لشکرِ اسامہ کو مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے روک لیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللَّهِ لَا أَحُلُّ عُقْدَةً عَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ أَنَّ الظُّيُورَ تَخَطَّفَتْنَا، وَالسِّبَاعَ مِنْ حَوْلِ الْمَدِينَةِ وَلَوْ أَنَّ الْكِلَابَ جَرَّتْ بِأَرْجُلِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لَا جَهْرَنَ جَيْشَ أُسَامَةَ“ (۷۷)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! میں اس رسی کو نہیں کھولوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے باندھا تھا اگرچہ بیشک

(۷۵) صحیح بخاری، باب غزوہ مؤتہ، الرقم: ۲۲۶۲ (۷۶) دلائل النبوة للبيهقي، ج ۴، ص ۳۶۵ - الخصائص الكبرى، باب قصة اسلام خالد بن الوليد، ج ۱، ص ۳۰

(۷۷) البداية والنهاية، فصل في تنفيذ جيش أسامة، ۶/۳۳۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سمیت دنیا بھر کے مشرکین و کفار کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا۔

ایک مرتبہ کفار کے میلے کا دن تھا اور کفار نے بتوں کو خوب سجا کر بت خانہ میں رکھا ہوا تھا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں تشریف لے گئے اور تمام بتوں کو ریزہ ریزہ کر کے کھپاڑا سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ مشرکین بڑے بت کی طرف رجوع کریں اور ان پر بتوں کا عجز واضح ہو۔ (۱۳)

آپ نے اپنے چچا، بت پرستوں، ستارہ پرستوں اور مطلق العنان بادشاہ نمرود کے ساتھ مناظرے کر کے بڑے انوکھے انداز میں استدلال کر کے عقیدہ توحید کی حقانیت واضح فرما کر مشرکین کو مبہوت کر دیا۔ (۱۴)

..... بالآخر نمرود بادشاہ نے آتشکدہ تیار کر کے آپ کو آگ میں جلانے کے احکام صادر کر دیئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْنَا يٰۤاِبْرٰهٖمُ ۙ اِنَّا جٰوِزُوْا ۙ وَ سَلِّمْنَا عَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”ہم نے فرمایا: اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔“

چنانچہ وہ آتشکدہ آپ کے لئے گلزار بن گیا۔ اس کے بعد آپ نے حران، اردن، مصر، شام اور فلسطین ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑھاپے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحق علیہ السلام بیٹے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار خدام اور لاتعداد مال مولیٰ کی صورت میں آپ کو بے پناہ دولت عطا فرمائی اور آپ نے بھی فیاضی اور مہمان نوازی کی حد کر دی اور مکارم اخلاق کے اعلیٰ نمونے قائم کئے۔

آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کے پاس آباد کیا جہاں اس وقت بے آب و گیاہ جنگل تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم میں شادی کی اور مکہ مکرمہ شہر آباد ہوا۔ حضرت اسحق علیہ السلام کو فلسطین میں آباد کیا۔ جن کی اولاد سے ہزار ہا انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور پھر بالآخر نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور آپ نے دین ابراہیمی کو بنیاد بنا کر عالمگیر دین اسلام کی تکمیل فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال عمر پائی (۱۶) اور فلسطین کے الخلیل نامی شہر کی ایک مکفیلہ نامی غار میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر گنبد کی تعمیر

ڈاکٹر شوقی ابو الخلیل نے ”اطلس القرآن“ میں معجم البلدان کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپ کی

قبر پر قبہ نما چھت تعمیر کی۔ (۱۷)

(۱۳) سورۃ انبیاء، آیت نمبر ۵۱ تا ۵۲ (۱۳) تفصیل کیلئے دیکھئے: سورۃ انعام، آیت نمبر ۸۴ تا ۸۵ - سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۲۵۸ - سورۃ شعراء، آیت نمبر ۶۹ تا ۸۹

(۱۵) سورۃ انبیاء: ۶۹ (۱۶) البدایۃ والنہایۃ، باب وفات ابراہیم، الرقم: ۱/۲۰۱ (۱۷) اطلس القرآن، باب حضرت ابراہیم کا سفر ہجرت، ص ۸۵

پرندے ہمیں اُچک لیں، درندے مدینہ منورہ کے ارد گرد آجائیں اور کتے امہات المؤمنین کے قدموں تک پہنچ جائیں تب بھی میں ضرور بالضرور اسامہ کا لشکر تیار کروں گا۔“

اس موقع پر کچھ لوگوں نے کہا: اس لشکر میں قریش اور انصار کے لوگ موجود ہیں اور اسامہ کم سن (17 سال کے) ہیں اور آزاد شدہ غلام کے بیٹے ہیں ان کو تبدیل فرمادیں تو فرمایا: جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سپہ سالار مقرر فرمایا تھا، میں اسے کبھی تبدیل نہیں کروں گا۔

جب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کیا اور خود مہار پکڑ کر مقام ذی شیب تک الوداع کہنے کے لیے پیدل ساتھ گئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”يَا خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ! صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ! لَتَرْكَبَنَ أَوْ لَا نَزِلَنَ“

ترجمہ: ”اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلیفہ! اللہ کی قسم! آپ سوار ہو جائیں یا میں اتر جاؤں“

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللَّهِ لَا تَنْزِلُ وَاللَّهِ لَا أَرْكَبُ وَمَا عَلَيَّ أَنْ أَعْبَوْ قَدَحِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ سَاعَةً“ (۷۸)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا، اور مجھے کوئی مضائقہ نہیں کہ میں اپنے قدموں کو اللہ کے راستے میں غبار آلود کروں۔“

پھر فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میرے پاس چھوڑ جائیں تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

لشکر اسامہ کی واپسی اور اس کے اثرات

40 روز کے بعد لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ فتح کے جھنڈے لہراتے ہوئے کثیر مال غنیمت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا اس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، منافقین لرز گئے، مرتدین شدید مرعوب ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت و جانشینی کی قابلیت اور اہلیت اور حیرت انگیز جرأت و شجاعت اور توکل کامل کو سب نے تسلیم کر لیا۔

عقیدہ ختم نبوت

یاد رہے کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اگرچہ اول الانبیاء بھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عالم ارواح میں بھی نبی تھے جیسا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوال کیا گیا: ”مَتَنِي وَجَبَتْ لَكَ النَّبُوءَةُ“ حضور آپ کب سے نبی ہیں؟ تو فرمایا:

”وَأَدْمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ (۷۹)

ترجمہ: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔“

لیکن بعثت (اعلانِ نبوت) کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد اب قیامت تک کسی نبی کی بعثت نہیں ہوگی جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:

”وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعْثًا“ (۸۰)

ترجمہ: ”(اے محبوب!) میں نے تمہیں تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے نبی بنایا اور بعثت میں تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا۔“

انکارِ ختمِ نبوت کا شرعی حکم

”عقیدہ ختمِ نبوت“ اسلام کا قطعی اور بنیادی عقیدہ ہے جو شخص کلمہ گو ہو اور اس عقیدے کا انکار کرے، خود نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کو نبی یا امام و مصلح مانے ایسا شخص مرتد کا فر ہے۔

دورِ صدیقی میں اس حکم شرعی پر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا اور تمام مرتدین سے قتال کیا گیا، ہزاروں نے توبہ کی اور ہزاروں قتل ہوئے۔

لیکن خلیفہ اول نے باقی کفار کی طرح ان مرتدین کو جزیہ کا اختیار نہ دیا۔ جیسا کہ فارس کے آتش پرستوں کو تین میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کسریٰ فارس اور ملوک فارس کو لکھا تھا:

”فَاسْلِمُوا تَسْلِمُوا وَ اِلَّا فَاَذُوا الْجَزِيَّةَ وَ اِلَّا فَقَدْ جِئْتُكُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ“ (۸۱)

ترجمہ: ”اسلام لے آؤ! تمہیں زندگی گزارنے کا حق ملے گا، وگرنہ جزیہ (نکس) دو (اور ہمارے تابع قانون ہو کر رہو) وگرنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم لے کر آیا ہوں جو شہادت فی سبیل اللہ کو اتنا پسند کرتی ہے جیسا کہ تم دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو۔“

نبوت کے جھوٹے دعویدار

اسود عسی نے یمن میں اور مسلمہ بن حبیب الکذاب نے نجد کے قبیلہ بنو حنیفہ میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دورِ حیاتِ ظاہرہ کے آخر میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور بنی تمیم سے سجاح نامی ایک عورت نے اور مالک بن نویرہ اور طلحہ بن خویلد نے وصالِ نبوی کے بعد دعویٰ نبوت کیا اس کے علاوہ عمان (اردن) میں لقیط بن مالک نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اسود عسی کو تو اس کی بیوی نے فیروز نامی ایک شخص سے قتل کر دیا باقی کے خلاف دورِ صدیقی میں قتال کیا گیا اور فتنہ انکارِ ختمِ نبوت کی بیخ کنی کر دی گئی۔

فتنہ انکارِ زکوٰۃ اور دیگر مرتدین کے فتنے

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد عرب کے اکثر قبائل مرتد ہو گئے کچھ نے کہا: وفاتِ نبوی

(۸۰) مسند البزار، الرقم: ۹۵۱۸۔ مجمع الزوائد، باب منہ فی الاسراء، الرقم: ۲۳۵ (۸۱) مختصر سیرۃ الرسول، باب سیر خالد الی العراق، ص ۲۹۶

پر اسلام کی مدت ختم ہوگئی ہے، کچھ نے کہا: اگر سچے نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے، کچھ لوگ نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے جا ملے اور قبیلہ عیس، قبیلہ ذبیان، قبیلہ فزارہ، قبیلہ غطفان اور دیگر بہت سے بڑے قبائل نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیں گے، نماز پڑھیں گے، رمضان کے روزے رکھیں گے اور فریضہ حج ادا کریں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب کے خلاف قتال کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے خلیفہ رسول! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”أَمْزَتْ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحَسَابُهُ عَلَى اللَّهِ“ (۸۲)

ترجمہ: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں، جس شخص نے کہہ لیا اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا سوائے اس کے جو اس پر لازم ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔“
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللَّهِ لَأَقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَعَّوْنِي عَنَّا قَا كَانُوا يَدُودًا وَنَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَوَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا“ (۸۳)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! جو نماز کو مان کر اور زکوٰۃ کو نہ مان کر ان دونوں فریضوں میں تفریق کرے گا تو میں اس کے خلاف ضرور بالضرور قتال کروں گا، بیشک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے ایک بکری کے بچے کی زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں ادا کرتے تھے تو میں اس پر بھی اُن سے قتال کروں گا۔“
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب منکرین ختم نبوت و دیگر مرتدین کے خلاف قتال مؤخر کرنے پر زور دیا تو فرمایا:

”أَجَبَاذِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَاذِي فِي الْإِسْلَامِ؟ إِنَّهُ قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيْنَقُصْ وَأَنَا حَيٌّ“ (۸۴)

ترجمہ: ”کیا تم زمانہ جاہلیت میں طاقتور تھے اور زمانہ اسلام میں کمزور پڑ گئے ہو؟ دین مکمل ہو چکا اور وحی بند ہو چکی کیا میرے ہوتے ہوئے دین میں کمی ہو سکتی ہے؟“

منکرین ختم نبوت و منکرین زکوٰۃ اور دیگر مرتدین کے خلاف فیصلہ کن جہاد

عرب میں فتنہ ارتداد کے پھیل جانے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غالب ترین اکثریت کی رائے تھی کہ ان حالات میں مرتد قبائل کے خلاف جہاد کرنے کی بجائے مرکز مدینہ منورہ کے دفاع پر ساری توجہ مرکوز کی جائے لیکن حضرت ابوبکر

(۸۲) صحیح بخاری، باب القتداء بسنن رسول اللہ، الرقم: ۴۲۸۳ (۸۳) صحیح بخاری، باب وجوب الزکوٰۃ، الرقم: ۱۳۰۰

(۸۴) مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر، الفصل الثانی، الرقم: ۶۰۴۳

صدیق رضی اللہ عنہ فیصلہ کن جہاد پر ڈٹ گئے۔ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو مقرر کر کے خود ایک سو مہاجرین و انصار کے لشکر کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو علمبردار بنا کر مدینہ منورہ سے جہادی اقدامات کے لیے روانہ ہوئے اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا کہ وہ لوگوں کو جہادی لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دیں، راستے میں مزید لوگ بھی شامل ہوتے گئے اور مدینہ منورہ سے 12 میل دور مقام ذی قعد پر گیارہ جھنڈے تیار کر کے گیارہ لشکروں کے سپہ سالاروں کو عطا فرمائے یہ ”سپہ سالار“ حضرت خالد بن ولید، حضرت عکرمہ بن ابوجہل، حضرت شرحبیل بن حسہ، حضرت خالد بن سعید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت زیاد بن لبید انصاری، حضرت علاء بن الحضرمی، حضرت مہاجر بن ابی امیہ، حضرت عرفجہ بن ہرثمہ اور طریفہ بن حجاز رضی اللہ عنہم تھے اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سخت اصرار پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے اور اپنی جگہ تمام لشکروں پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا اور فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے نبوت کے جھوٹے دعویدار طلحہ بن خویلد اسدی سے جہاد کا آغاز کیا جائے گا۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکروں کو ہدایات فرمائیں:

”لَا تَغْتُلْنَ أَمْوَالًا وَلَا صَدِيقًا وَلَا كَيْدًا هَرَمًا وَلَا تَقْطَعْنَ شَجَرًا مُثْمِرًا وَلَا تُخْرِبَنَّ عَامِرًا وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَا كَلَّتْ وَلَا تَحْرِقَنَّ نَحْلًا وَلَا تَغْرِقْنَهُ وَلَا تَغْلُفَنَّ وَلَا تَجُنِّبَنَّ“ (۸۵)
ترجمہ: ”عورت، بچے اور بوڑھے لوگوں کو قتل نہ کرنا، پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، آبادیوں کو برباد نہ کرنا، کسی بکری اور اونٹ کی کوچ نہ کاٹنا سوائے کھانے کے لیے، کسی درخت کو نہ جلانا اور نہ انہیں ڈبونا، خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔“

طلحہ قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا اور اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شدید لڑائی کے بعد طلحہ کو شکست دی۔ طلحہ شام بھاگ گیا پھر دو روز فاروقی میں واپس آ کر تائب ہو کر مسلمان ہو گئے اور بہترین اسلامی کردار ادا کیا اور جنگ نہاوند میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر سپہ سالاروں نے پورے عرب کے ایک ایک مرتد قبیلہ کو اسلام میں واپس لانے کے لیے جہادی اقدامات اٹھائے۔

اکثر قبائل نے بغیر جنگ کے توبہ کر لی اور جنہوں نے انکار کیا ان کے خلاف قتال کر کے ان کو اسلام میں واپس آنے پر مجبور کیا۔

سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک نبوت کے جھوٹے دعویدار مالک بن نویرہ سے بطاح کے مقام پر قتال کر کے مالک بن نویرہ کو واصل جہنم کیا اور اس کے فتنے کی مکمل سرکوبی کر دی۔

اردن میں نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار لقیظ بن مالک کو حضرت حذیفہ، حضرت عرفجہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم کی

قیادت میں شکست دی گئی اور اس کا فتنہ ختم کیا گیا۔

آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسیلہ کذاب کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسیلہ کذاب قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار تھا اور قبیلہ بنو تمیم کی ایک سباج بنت حارث نامی عورت جس کے نکھال قبیلہ ربیعہ کی شاخ بنو تغلب سے تھے، نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیلہ کذاب کی دعوت پر سباج نے اس سے نکاح کر لیا اب مسیلہ کذاب کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (بن ابوجہل) نے یمامہ کے مقام پر مسیلہ کذاب کے لشکر پر حملہ کیا لیکن آپ اسے شکست نہ دے سکے پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمامہ پر حملہ آور ہوئے۔ ابتدا میں غالب نہ آ سکے پھر آپ نے اپنے لشکر کو اپنا جنگی کوڈ ورڈ ”یا مُحَمَّدًا“ (۸۶) (اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مد فرمائیں) دیا جس پر مسیلہ کذاب کی قوم کو شکست ہونے لگی۔ ان لوگوں نے ایک بہت بڑے باغ کی بلند چار دیواری میں پناہ لے کر گیسٹ بند کر دیا۔ جاٹا ران اسلام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم گیسٹ اور دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہوئے۔ حضرت حبشی رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کو قتل کیا اور منکرین ختم نبوت کو گاجرمولی کی طرح کاٹ کاٹ کر واصل جہنم کیا اس موقع پر الہدایۃ والنہایۃ لحافظ ابن کثیر دمشقی کے ایک قول کے مطابق اکیس ہزار مرتدین قتل ہوئے اور باقی نے اسلحہ ڈال کر اسلام قبول کر لیا۔ (۸۷)

جب مدینہ منورہ میں خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نے فتح مبین کی بشارت دی تو خلیفہ رسول سجدہ میں گر گئے۔

جنگ یمامہ میں زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

جنگ یمامہ میں بارہ سو کے قریب صحابہ کبار رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں سات سو کے قریب حفاظ قرآن تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی انہی شہداء میں سے تھے۔ بعد میں مسلمانوں نے آپ کے مزار پر عظیم الشان قبۃ تعمیر کیا جسے نجدی مذہب کے بانی محمد بن عبد الوہاب نجدی نے ”هَذِهِ قَبْرُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ بِبَيْدٍ“ یعنی اس نے اپنے ہاتھ سے زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسمار کیا۔ (۸۸)

الغرض ایک سال کے اندر اندر خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زبردست جہادی حکمت عملی کے ساتھ منکرین ختم نبوت، منکرین زکوٰۃ، اور دیگر مرتدین کے فتنے ٹھنڈے کر دیئے۔

جنگ یمامہ کے بعد جمع و تدوین قرآن مجید

جنگ یمامہ میں سینکڑوں حفاظ قرآن ختم نبوت پر قربان ہو کر جام شہادت نوش فرما گئے جبکہ قرآن مجید اس وقت کتاب کی صورت میں موجود نہیں تھا۔ جب قرآن مجید کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا تبیین وحی کو کسی چیز پر لکھنے کا

(۸۶) البدایۃ والنہایۃ، باب مقتل مسیلۃ الکذاب، ۶/۳۵۴ (۸۷) البدایۃ والنہایۃ، باب مقتل مسیلۃ الکذاب، ۶/۳۵۴

(۸۸) دعوت الامام محمد بن عبد الوہاب، باب الثامن، الفصل السادس ۱/۳۳۱ - مجموع فتاویٰ ابن باز، باب الامام محمد بن عبد الوہاب دعوتہ وسیرتہ، ۱/۳۵۸

حکم دیتے چنانچہ کسی نے کاغذ پر کسی نے پاک چڑے پر، کسی نے کڑی وغیرہ پر قرآن مجید لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا البتہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دی ہوئی ترتیب (یعنی موجودہ ترتیب رسولی) کے مطابق قرآن مجید کو حفظ بھی کیا ہوا تھا۔

جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ آپ قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کرنے کا اہتمام فرمائیں کیونکہ اگر جنگ یمامہ کی طرح دیگر جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو قرآن مجید کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ ابتدا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟“ (۸۹)

ترجمہ: ”میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں کیا؟“

تو جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام اگرچہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں کیا لیکن یہ بہتر ہے، بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عظیم کام کے کرنے پر راضی ہو گئے تو آپ نے مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ کام سونپا۔ (۸۹) تو آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت سے قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کیا اور آج ”الْحَمْدُ“ سے لے کر ”وَالْقَائِسُ“ تک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ پوری دنیا میں امت کے پاس موجود ہے۔

بدعت حسنہ کا ثبوت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی کام اچھا اور مفید ہو اگرچہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ اور سنت الاسلام کے زمرے میں آتا ہے جیسے قرآن مجید کے ترجمے، کتب تفاسیر، کتب احادیث و کتب فقہ اسلامی وغیرہ اسی طرح میلاد شریف اور ختم گیارہویں شریف کی محافل بھی بدعات حسنہ کے زمرے میں آتی ہیں۔

یہ مصحف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو صرف لغت قریش میں باقی رکھنے اور دیگر لغات عرب پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا تو حضرت اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحفِ صدیقی منگوا کر اس کی متعدد کاپیاں کرا کے یہ مصاحف مسجد نبوی، مسجد حرام اور دیگر شہروں کی جامع مساجد میں رکھوائے۔

خلیفہ رسول کے دو سپر طاقتوں ایران اور روم کے خلاف جہادی اقدامات

خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۱ ہجری اپنی خلافت کے پہلے سال میں حجاز، تہامہ، عروض، نجد، اردن، یمن اور بحرین کے تمام علاقوں میں منکرینِ ختم نبوت، منکرینِ زکوٰۃ اور دیگر مرتدین کے تمام فتنوں کا صفایا فرمادیا۔

اس وقت ایران اور روم دنیا بھر میں دو سپر طاقتیں تھیں۔ ایران میں موجودہ ایران کے علاوہ عراق، کابل، خراسان مضافات کے بے شمار علاقے اور ملوک عرب کے مرکز حیرہ کے علاقے شامل تھے اس کے علاوہ بحرین اور بلوچستان کے علاقے ان کے زیر اثر تھے اور بحر ہند کا بہت سا حصہ بھی ایرانیوں کے کنٹرول میں تھا۔

رومیوں کے تین مراکز

رومیوں کا اصل مرکز اٹلی میں روما شہر تھا اور دوسرا مرکز ترکی میں استنبول (قسطنطنیہ) تھا اور تیسرا مرکز فلسطین کے قریب حمص تھا۔ رومی فلسطین، مصر اور شام اور بحیرہ روم اور اس کے ارد گرد کئی بندرگاہوں کو حمص سے کنٹرول کرتے تھے۔

عراق و ایران میں فتوحات

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آئے تو شعی بن حارث رضی اللہ عنہ جو قبیلہ وائل کے خاندان شیبان سے تعلق رکھتے تھے، نے خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ گورنر عراق ہرمزانہیں اور ان کے خاندان کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اذیتیں پہنچاتا ہے اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق میں جہادی اقدامات کے احکام جاری فرمائے۔

عراق میں سب سے پہلا جہاد جنگ سلاسل

ہرمز ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر ”أُبُلَّة“ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا جبکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہرمز کو ایک خط بھیجا جس میں تھا:

”فَأَسْلِمُوا تَسْلِمُوا وَ إِلَّا فَأَذُوا الْجَزِيَّةَ وَ إِلَّا فَقَدْ جُنْتُكُمْ بِقَوْمٍ يُجْبُونَ الْمَوْتَ كَمَا تُجْبُونَ الْحَيَاةَ“ (۹۰)

ترجمہ: ”اسلام لے آؤ! تمہیں سلامتی ملے گی، ورنہ جزیہ (ٹیکس) دو (اور ہمارے تابع قانون ہو کر رہو) ورنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم لے کر آیا ہوں جو شہادت فی سبیل اللہ کو اتنا پسند کرتی ہے جیسا تم دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو۔“

ہرمز آپ کے مقابلے میں آیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ ہرمز کی ٹوپی ایک لاکھ اشرفی کی تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ اس جنگ میں ستر ہزار کفار قتل ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جنگ قارن، جنگ دہجہ، جنگ اُکس میں فتح حاصل کی اور یہ علاقے فتح کر کے کفار پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کیا۔ پھر ملوک عرب کے تاریخی شہر حیرہ کو فتح کیا اور اسے لشکر اسلامی کی چھاؤنی بنایا۔ حیرہ شہر وہی

ہے جس کے سفید محلات کی اپنے ہاتھوں پر فتح ہونے کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی اس جنگ کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دریائے دجلہ تک کے علاقے فتح کر لیے۔

جنگ انبار (جنگ ذات العیون)، جنگ عین التمر، جنگ دومۃ الجندل، جنگ حصید، جنگ مفتح اور پھر دریائے فرات کے کنارے سب سے بڑی جنگ جنگِ فراض ہوئی جس میں ایک لاکھ کفار قتل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں کو زیرِ نگین لا کر جزیہ مقرر کیا اس کے بعد حضرت ثنی بن حارث رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر کے حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ چلے گئے پھر حیرہ کے مرکز (چھاؤنی) میں واپس آ گئے۔

تاریخ میں اتنے قلیل عرصے میں دشمن کے مقابلے میں کئی گنا قلیل تعداد لشکر کے ذریعے اتنی زیادہ فتوحات کی مثال نہیں ملتی۔ بظاہر یہ علاقے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام نے فتح کیے اور بار بار سپر طاقت ایران کو شکست سے دوچار کیا لیکن دراصل اس کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حسن انتخاب، آپ کی شاندار تربیت اور ہدایات و نگرانی کا تسلسل تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے شام میں رومیوں کے خلاف جہادی اقدامات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق میں سپر طاقت ایران کے خلاف مصروف جہاد تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں رومیوں کے خلاف جہادِ شام کے بارے میں خطبہ دیا اور چار اسلامی لشکر ترتیب دیئے:

(۱)..... حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کے دار الحکومت حمص کی طرف

(۲)..... حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فلسطین کی طرف

(۳)..... حضرت یزید بن حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی قیادت میں دمشق کی طرف

(۴)..... حضرت شرحبیل بن حسہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اردن کی طرف حکم دیا۔

اور حکم دیا کہ اگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ موجود ہوں تو وہ سپہ سالار اعظم ہوں گے۔ ادھر قیصر روم جو کہ حمص میں موجود تھا اس نے بھی اسلامی لشکروں سے کئی گنا زیادہ چار بڑے لشکر تیار کیے جن کی مجموعی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔

دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ آدھی فوج حضرت ثنی بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عراق میں مقرر کر کے آدھی فوج کو ساتھ لے کر برق رفتاری کے ساتھ شام پہنچیں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کئی ہفتوں کا سفر چند دنوں میں صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے مکمل کیا۔ راستے میں مرج راہط کے مقام پر بنی غسان پر حملہ کیا پھر شام کا مشہور شہر بصری فتح کیا۔ اجمادین کے مقام پر رومیوں اور اسلامی لشکر میں جنگ ہوئی والی تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ایک لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے چنانچہ تمام اسلامی لشکروں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپریم کمانڈر مقرر کیا۔ سارا دن شدید جنگ ہوتی رہی اور بالآخر رومیوں کو کثرت تعداد کے باوجود شکست ہوئی، لاکھوں کی تعداد میں

رومی اور شامی قتل ہوئے اور مسلمانوں کے تین ہزار مجاہدین نے جام شہادت نوش فرمایا۔

فتح دمشق

جنگ اجنادین کے بعد مرج الصفر کے نام سے ایک جنگ ہوئی جس میں رومیوں کو ایک بار پھر شکست ہوئی اس کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق کے حاکم نے اپنے ساتھیوں سے مسلمانوں کی سیرت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

”هُؤَلَاءَ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ“

ترجمہ: ”یہ لوگ رات کو عبادت میں گزارتے ہیں اور دن میں شیروں کی طرح ہوتے ہیں“

اور یہ لوگ امانت دار ہیں جو غنیمت ملے تھوڑی ہو یا زیادہ وہ اپنے سربراہ کے پاس لاتے ہیں تو حاکم دمشق نے کہا:

”مَا لَنَا بِهِؤَلَاءَ طَائِفَةٍ وَلَا لَنَا فِي قِتَالِهِمْ حَيْدٌ“ (۹۱)

ترجمہ: ”ہم میں ایسے لوگوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اور ان کے ساتھ لڑائی میں کوئی بھلائی بھی نہیں۔“

پھر اس نے بغیر لڑائی کے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اسی روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

الغرض دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں جو حیرتناک فتوحات ہوئیں ان فتوحات کی بنیادیں رکھنے والی ہستی خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ جَزَاؤُ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

مسئلہ افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

..... حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ ثُمَّ سَائِرُ الْعَشْرَةِ ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ بَدْرٍ ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ أُحُدٍ ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ الْبَيْعَةِ ثُمَّ بَاقِي الصَّحَابَةِ“ (۹۲)

ترجمہ: ”اس بات پر اہلسنت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد عشرہ مبشرہ ہیں، پھر باقی اصحاب بدر پھر باقی اصحاب احد پھر باقی اصحاب بیعت رضوان پھر باقی اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین۔“ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”سوانح کربلا“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

..... مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ”حَیْرُ النَّاسِ“ (لوگوں میں سے سب سے بہتر) ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَحَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ“ (۹۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ”حَیْرُ النَّاسِ“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔“
..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَا يُفْضِلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَّا جَلَدْتُه حَذَّ الْمُفْتِرِی“ (۹۴)
ترجمہ: ”مجھے جو بھی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا تو اس کو زنا کا بہتان لگانے والے کی حد (۸۰ کوڑے) لگاؤں گا۔“

..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

”أَيُّ النَّاسِ حَیْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟“ (۹۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہے؟
تو فرمایا: ”ابوبکر“، میں نے عرض کی: اس کے بعد؟ تو فرمایا: ”عمر“
..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مرض الوصال میں تین دن سے زائد ۱۷ نمازوں میں جب بھی نماز کی امامت کے لیے بلایا جاتا تو ہر بار فرماتے:

”مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ“ (۹۶)

ترجمہ: ”ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“
..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

”قَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ وَإِنِّي لَشَاهِدٌ غَائِبٌ وَ إِنِّي لَصَاحِبُ غَيْرِ مَرِيضٍ وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُقَدِّمَنِي لَقَدَّمَنِي، فَزَيَّنَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لِدِينِنَا“ (۹۷)

(۹۳) سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر، الرقم: ۱۰۶ (۹۴) فضائل الصحابة، باب سئل عن قول علی بن ابی طالب، الرقم: ۴۹۔ کنز العمال، الرقم: ۳۶۱۵۴
(۹۵) صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، الرقم: ۳۶۴۱ (۹۶) صحیح بخاری، باب حد المريض ان يشهد الجماعة، الرقم: ۶۶۳
(۹۷) اسد الغابة، باب وفاته، ۳/۳۲۴۔ فضائل الخلفاء لابی نعیم، باب ذكر بيعة عمر، الرقم: ۱۹۰

جس سے پتہ چلتا ہے کہ قبور صالحین پر چھت اور قبے تعمیر کرنا سنت انبیاء ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبور مبارکہ پر بھی دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک شاندار قبے کی تعمیر بار بار کی گئی ہے جس سے قبور صالحین پر قبے جات کی تعمیر کا جواز صدیوں سے امت مسلمہ اور بالخصوص خیر القرون کے مسلمانوں کے عمل سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

وَإِذْ أُنْتَلَىٰ إِلَهُهِمْ رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ فَأَتَمَّهُنَّ

ترجمہ: ”اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔“

”اِنْتَلٰی“ کا معنی ہے آزمائش کی، امتحان لیا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کبھی مصائب و بلیات کا نزول کر کے امتحان لیتے ہیں، کبھی بندے کو تکلیف و مشقت کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی انعامات کر کے امتحان لیتے ہیں اور اس طرح بندے کے خلوص، صبر، شکر، ایثار اور استقامت وغیرہ شانوں کو دوسرے لوگوں پر واضح فرما کر امتحان میں کامیاب ہونے والے اپنے بندے کے مراتب بلند فرماتے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ اسے کسی کی اندرونی حالت کا علم نہ ہو اور وہ امتحان کے ذریعے کسی کی استعداد و قابلیت کو معلوم کرے۔

عقیدہ توحید کے ضمن میں اسلام کا ایک اہم عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو چکا ہے، جو ہو رہا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے، سب اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی میں ہے اور ہر غیب و شہادت ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو جانے یا معلوم کرے۔

لیکن فرقہ مغزلہ اور ان جیسے کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ امتحان اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اشیاء منکشف ہوں اور جس چیز کا اسے پہلے علم نہ تھا اس کا علم اسے حاصل ہو۔ (الْعَيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ)

مولوی حسین علی احمد آف واں بجھراں نے اپنی تفسیر ”بُلُغَةُ الْحَيَرَانِ“ صفحہ نمبر 157، 158 پر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی نفی میں مغزلہ کا نظریہ اور اس نظریہ باطلہ کی تائید اس طرح تحریر کی ہے:

”اور انسان خود مختار ہے، اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا اور آیات قرآنیہ جیسا کہ وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ وَغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں۔“ (۲۰)

(الْعَيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے امتحانات کا مختصر تذکرہ:

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی سخت آزمائشوں سے عبارت ہے۔ آپ نے ہر امتحان میں اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے (مصلیٰ رسول پر) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی حالانکہ میں موجود تھا غائب نہیں تھا اور بیشک میں تندرست تھا بیمار نہیں تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چاہتے تو مجھے امام مقرر فرماتے تو ہم اپنی دنیا (خلافت) کے لیے اس ہستی پر راضی ہو گئے جس پر اللہ اور اس کا رسول ہمارے دین (نماز) کے لیے راضی ہو گئے۔“

اس کے علاوہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کا وصال نبوی سے پہلے اور وصال نبوی کے بعد نظر ایمان کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد افضل الناس ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قرآن وحدیث میں جنتی ہونے کی چند بشارات

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ (۹۸)

ترجمہ: ”جو سبقت لینے والے، پہلے اختیار کرنے والے، مہاجرین و انصار سے اور جنہوں نے کمال درجہ نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر دی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ بڑی کامیابی ہے۔“

یہاں سبقت لینے والوں، مہاجرین و انصار اور ان کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنتی ہونے کی سند دی گئی ہے اور یقیناً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سمیت ہر نیکی میں سبقت اور پہل اختیار کرنے والے تھے۔

..... اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَا يَسْعَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ أَوْلِيكَ أَعْظَمَ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا وَكُلًّا وَاعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى“ (۹۹)

ترجمہ: ”براہر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجے میں بہت بڑے ہیں ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد سب سے زیادہ مال خرچ کیا اور وہ یارِ غار ہیں جو تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي“ (۱۰۰)

(۹۸) سورہ توبہ: ۱۰۰ (۹۹) سورہ حدید: ۱۰ (۱۰۰) سنن ابی داؤد، باب فی الخلفاء، الرقم: ۳۶۵۲

ترجمہ: ”بیشک اے ابوبکر! تم وہ شخص ہو جو میری امت سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔“

..... ﴿ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ“ (۱۰۱)

ترجمہ: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (بن زید) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) جنتی ہیں۔“

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كَهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ“ (۱۰۲)

ترجمہ: ”ابوبکر و عمر اُدھیز عمر جنتیوں کے سردار ہیں ماسوائے انبیاء و مرسلین کے۔“

..... ﴿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ سَرَدَا أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَتِيقِي مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ“ (۱۰۳)

ترجمہ: ”جو چاہے کہ جہنم سے آڑا شخص کو دیکھے تو وہ ابوبکر کو دیکھے۔“

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعَ عُمَرُ“ (۱۰۴)

ترجمہ: ”اہل جنت سے ایک شخص تمہارے سامنے آئے گا تو ابوبکر سامنے آئے پھر فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص تمہارے سامنے آئے گا تو حضرت عمر سامنے آئے۔“

سیرت طیبہ کا خلاصہ، وصایا اور تدفین

..... ﴿ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی سیرت و اخلاق میں سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ترین نمونہ تھے۔

..... ﴿ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خِصَالُ الْغَيْرِ ثَلَاثُ ثِيَابَةٍ وَسَيَتُونَ خِصْلَةً إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ فِيهِ خِصْلَةً مِنْهَا يَدْخُلُ بِهَا الْجَنَّةَ“

(۱۰۱) ترمذی، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف، الرقم: ۳۴۴۶ (۱۰۲) ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۶۶

(۱۰۳) المستدرک، باب ابی بکر، الرقم: ۳۴۰۳ (۱۰۴) جامع ترمذی، باب فی مناقب عمر، الرقم: ۳۶۹۳

ترجمہ: ”تین سو ساٹھ ایسی نیکیاں ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان 360 نیکیوں میں سے ایک نیکی اس میں رکھ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔“
تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! کیا مجھ میں بھی ان میں سے کوئی موجود ہے؟ تو فرمایا:

”نَعَمْ جَمْعًا مِّنْ كُلِّ“ (۱۰۵)

ترجمہ: ”ہاں! سب کی سب تم میں پائی جاتی ہیں۔“

..... آپ کی محبت نبوی، ادب رسول، ایثار و قربانی، عزم و ہمت، شجاعت و بسالت، کمال دلیری و جوانمردی، صبر و استقامت، کامل اتباع سنت، تحفظ عقیدہ ختم نبوت، مرتدین کے خلاف فیصلہ کن جہاد اسلامی اور بیک وقت دو سپر طاقتوں ایران و روم کو متعدد بار شکست دے کر دونوں سپر طاقتوں کے بہت سے علاقے اسلامی ریاست میں شامل کرنے کے واقعات پر گزشتہ اجمالی بیان شاہدِ عدل ہے۔
..... اسی طرح صدق و دیانت، خدمتِ خلق، تقویٰ و پرہیزگاری اور منکسر المزاجی کے عناصر بھی آپ کی مثالی سیرتِ طیبہ کا نمایاں حصہ ہیں۔

..... آپ اہلبیت رسول کی بے حد عزت کرتے تھے اور لوگوں کو فرماتے تھے:

”وَاللّٰهُ لَقَرَّابَةٌ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ أَحَبُّ لِّیْ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ“ (۱۰۶)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے رشتہ دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ پیارے ہیں۔“

..... اور کبھی کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں سیر کراتے تھے۔ (۱۰۷)

..... آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ عالیہ میں سے ہے کہ کوئی آپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے لگتا تو منع فرماتے اور فرماتے: میں بڑا آدمی نہیں ہوں۔

..... جب بھی کسی اسلامی لشکر کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اس لشکر کے سپہ سالار کو گھوڑے پر سوار کر کے گھوڑے کی بھاگ پکڑ کر الوداع کہنے کے لیے پیدل چلتے۔

..... آپ میں تکبر اور ریاکاری کا نام نہیں تھا،

..... آپ کی سواری کی مہار گرتی تو کسی کو پکڑانے کا حکم نہ دیتے بلکہ خود سواری سے اتر کر مہار کو اٹھاتے،

..... اسلامی ریاست کے حاکم ہونے کے باوجود آپ کی خوراک، لباس اور بود و باش انتہائی سادہ تھی۔

..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک اندھی عورت کے لیے پانی بھرتے تھے اور اس کے گھر کے کام کرتے تھے جب

(۱۰۵) تاریخ الخلفاء، باب خلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق، ۱/۲۹ - تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۰، ص ۱۰۳

(۱۰۶) صحیح بخاری باب مناقب قرابۃ رسول اللہ، الرقم: ۳۴۱۲ (۱۰۷) صحیح بخاری، باب صفۃ النبی، الرقم: ۳۵۳۲

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو چہرے پر نقاب ڈال کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے نابینا عورت کے لیے پانی بھرتے اور اس کے گھر کے کام کاج کرتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حیران ہوئے کہ یہ نقاب پوش کون ہے؟ جو ان سے پہلے نابینا عورت کے گھر کے کام کرتا ہے ایک دن آپ جلدی نابینا عورت کے گھر تشریف لائے تو حیران رہ گئے کہ وہ نقاب پوش خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ (۱۰۸)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے خاندان کی کچھ لڑکیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپ ان کے لیے بکریوں کا دودھ دوہو دیتے، جب خلیفہ بنے تو لڑکیوں میں سے ایک نے کہا: اب ہمارے کام کون کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا:

”بَلَى، لَا حَلَبَ لَهَا لَكُمْ وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ لَا يُغَيِّرَنِي مَا دَخَلَنِي فِيهِ عَنْ حُلِّي كُنْتُ عَلَيْهِ“ (۱۰۹)
ترجمہ: ”ہاں، میں ضرور تمہارے لیے دودھ دوہو ہوں گا اور بیشک میں اُمید کرتا ہوں کہ خلافت، خدمتِ خلق کی راہ میں حائل نہیں ہوگی۔“

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت رقت طاری ہو جاتی اور آنسو رواں ہو جاتے۔

خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ درختوں کو دیکھ کر فرماتے:

”وَاللّٰهُ لَوِ دِدْتُ أَنِّي كُنْتُ هَذِهِ الشَّجَرَةَ تُوْكَلُّ وَتُغْصَدُ“ (۱۱۰)

ترجمہ: ”خدا کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں یہ درخت ہوتا جسے کھایا اور کاٹا جاتا“
اور کبھی فرماتے:

”وَدِدْتُ أَنِّي حَصْرَةٌ تَأْكُلُنِي الدَّوَابُّ“ (۱۱۱)

ترجمہ: ”کاش میں سبزہ ہوتا اور چوپائے مجھے کھا جاتے“۔ یعنی میں ایسی مخلوق ہوتا جس کا روزِ قیامت حساب نہیں ہوگا۔

وفات

یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وصالِ نبوی کے بعد فراقِ نبوی میں شدید مغموم رہتے اور دن بدن کمزور ہوتے گئے حتیٰ کہ وفات کا وقت قریب آیا تو غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کا زہر آپ کے جسم میں واپس لوٹ آیا تا کہ آپ کو شہادت کا درجہ ملے چنانچہ اس تکلیف میں شدید بخار کی حالت میں زہر کی وجہ سے موتِ شہادت سے ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ ہجری کو بعد نمازِ مغرب وصال فرما گئے اور نمازِ عشاء سے پہلے مزارِ نبوی میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور آپ کی نمازِ جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(۱۰۸) کنز العمال، باب فضل الصدیق رضی اللہ عنہ، الرقم: ۳۵۶۰۷ (۱۰۹) تہذیب الاسماء واللغات، فصل استخلافہ، ۲/۱۹۱

(۱۱۰) الزہد للاحمد، باب زہد ابی بکر، الرقم: ۵۸۱ (۱۱۱) کنز العمال، باب خوفہ رضی اللہ عنہ، الرقم: ۳۵۷۰۲

آپ کی وصایا

..... ﴿يَا عَلِيُّ إِذَا أَنَا مِتُّ فَخَسِّلْنِي بِالْكَفِّ الَّذِي غَسَّلْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ وَحِطُّونِي﴾ (۱۱۲)

ترجمہ: ”آپ نے وفات سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو آپ مجھے اُن ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا۔
..... ﴿فَكَفَّنُونِي فِيهَا... إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (۱۱۳)

ترجمہ: ”مجھے انہی (پرانے) کپڑوں میں کفن دینا کیونکہ نئے کپڑوں کی دنیا میں زندہ لوگوں کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔“
..... ﴿اپنے مرض وفات میں اپنی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”إِنَّمَا هُوَ الْبَيْتُ مَالٌ وَارِثٌ وَإِنَّمَا هُمَا أَخَوَالٍ وَأُخْتَاكِ فَأَقْتَسِمُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ“
ترجمہ: ”آج مال و ارثوں کا ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں لہذا تم لوگ میرے مال کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔“

یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ”ابا جان! میری تو ایک ہی بہن اسماء ہے۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری زوجہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے ”آزہا جارِیۃ“ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے شکم میں لڑکی ہے وہ تمہاری دوسری بہن ہے۔ (۱۱۳)

..... ﴿میری نماز جنازہ کے بعد میرا جنازہ حجرہ نبویہ کے سامنے رکھ دینا اور داخل ہونے کی اجازت مانگنا اگر قفل خود بخود کھل جائے تو مجھے اندر دفن کرنا اور اگر ایسا نہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق جب آپ کا جنازہ حجرہ نبویہ کے سامنے رکھا گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ“
ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ ابوبکر ہیں آپ سے داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں؟“
تو قفل اور دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی:

”أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاتِقٌ“ (۱۱۵)
ترجمہ: ”حبیب کو حبیب سے ملا دو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔“

(۱۱۲) الخصائص الکبری، باب ذکر وقعت علی الثروفاۃ النبی ۲/۴۹۲ (۱۱۳) صحیح بخاری، باب موت یوم الاثنين، الرقم: ۱۳۸۷

(۱۱۴) مؤطا امام مالک، باب مالا یجوز من النحل، الرقم: ۲۷۸۳

(۱۱۵) الخصائص الکبری، باب ذکر وقعت علی الثروفاۃ النبی ۲/۴۹۲ - تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۰، ص ۳۳۶

تدفین میں ادب نبوی

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے تدفین کے وقت بھی ادب نبوی کو ملحوظ رکھا اور فیصلہ کیا گیا کہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر ہانہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم کے سر ہانے سے ایک ہاتھ نیچے رکھا جائے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر کے بارے بھی فیصلہ کیا گیا کہ خلیفہ دوم کی قبر خلیفہ اول کی قبر سے ایک ہاتھ نیچے رکھی جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا خمیری رشتہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (۱۱۶)“

ترجمہ: ”ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور ہم زمین میں تمہیں واپس لوٹائیں گے اور زمین سے ایک بار پھر تمہیں نکالیں گے۔“

اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”يُذْفَنُ كُلُّ إِنْسَانٍ فِي التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا“ (۱۱۷)

ترجمہ: ”ہر انسان کو اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم نے فرمایا:

”إِنِّي وَأَبُو بَكْرٍ وَ عَمْرُو خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَ فِيهَا نُذْفَنُ“ (۱۱۸)

ترجمہ: ”میں، ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور ایک مٹی میں دفن کیے جائیں گے۔“

یعنی ہمارا بشری وجود ایک ہی خمیر سے پیدا کیا گیا۔ اس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا خمیری رشتہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا

آپ نے اپنے بیٹوں اور دیگر عزیزوں کو اپنی زندگی میں حکومت میں کوئی چھوٹا سا عہدہ بھی نہیں دیا اسی طرح آپ نے بعد میں بھی کسی اپنے عزیز کو عہدہ دینے کی وصیت نہیں کی۔ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر اجلہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ دوم مقرر فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ بنیادوں پر اسلام کے اعلیٰ سیاسی و جہادی نظام کی ایسی بلند اور مضبوط عمارت قائم فرمائی جس سے پوری دنیا کے لوگ انگشت بدندان ہیں۔

(۱۱۶) سورۃ طہ: ۵۵ (۱۱۷) مصنف عبد الرزاق، باب يذفن في التربة، الرقم: ۶۵۳۱

(۱۱۸) کنز العمال، فضائل ابی بکر و عمر، الرقم: ۳۲۶۶۳ - تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۴، ص ۱۲۰

دورِ خلافت کی تنخواہ بیت المال کو واپس کرنے کی وصیت

وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ میں تجارت سے گزر بسر کرتا تھا جب خلیفہ رسول بنا تو اصحاب رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری تجارت بند کرا کے میرا وظیفہ تین سو دینار سالانہ (۱۱۹) مقرر کیا تھا، میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت المال سے لیا گیا وظیفہ واپس کر دیا جائے۔ سبحان اللہ! آپ نے اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لیے بیت المال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور خلافت رسول کا حق ادا کر دیا۔ بیت المال کی استعمال کی چیزیں بھی واپس کرنے کی وصیت فرمائی اور خلافت کے بعد مال میں اضافہ کی ہوئی چیزوں کو بھی بیت المال کو واپس کر دیا:

أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَضْرَتُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فرماتی ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو فرمایا:

”أَنْظُرُوا مَا رَزَا فِي مَا لِي مِنْهُ دَخَلْتُ فِي الْخِلَافَةِ فَأَبْعَثُوا بِهٖ إِلَى الْخَلِيفَةِ مِنْ بَعْدِي“ (۱۲۰)

ترجمہ: ”جب سے میں خلیفہ رسول بنا ہوں دیکھو میرے مال میں کیا اضافہ ہوا ہے، یہ مال میرے بعد والے خلیفہ رسول کے پاس بھیج دینا“

جب آپ کا وصال ہوا تو ایک غلام اور ایک اونٹنی کا اضافہ تھا جو حسب وصیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا:

”رَحِمَةُ اللَّهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ لَقَدْ أَتَعَبَ مَنْ يُبْعِدُهُ تَعَبًا شَدِيدًا“ (۱۲۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ نے بعد والوں کو سخت مشقت میں ڈال دیا۔“

اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا:

”وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ أَبُو بَكْرٍ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا“ (۱۲۱)

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نقد ایک درہم اور ایک دینار ترک نہیں چھوڑا۔“

خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر

باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تاریخی تعزیتی خطبہ

حضرت اُسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور ان پر چادر اوڑھ دی گئی تو سارا مدینہ رونے کی آواز سے گونج اٹھا اور تمام لوگ شدتِ غم سے ایسے مدہوش ہو گئے جیسے اس دن ہوئے تھے جس دن رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصال فرمایا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے چلتے ہوئے ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کہتے ہوئے تشریف لائے اور وہ کہہ رہے تھے:

(۱۱۹) الرياض النضرة للطبري، الفصل الثالث عشر: في ذكر خلافتہ وما يتعلق به، ج ۱، ص ۲۵۵

(۱۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ، فی التجارة والرغبة، الرقم: ۲۲۱۸۰ (۱۲۱) الزهد لا حمد، زهد ابی بکر الصديق، الرقم: ۵۶۴

آج نبوت کی خلافت بند ہو گئی، یہاں تک کہ اس گھر کے دروازے پر رک گئے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، پھر فرمایا:

رَحِمَكَ اللَّهُ يَا أَبَا بَكْرٍ! كُنْتَ أَوَّلَ الْقَوْمِ إِسْلَامًا وَأَخْلَصَهُمْ إِيْمَانًا وَأَشَدَّهُمْ يَقِينًا وَأَخْوَفَهُمْ لِلَّهِ وَأَعْظَمَهُمْ
 اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ قوم میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے اور ایمان میں سب
 سے زیادہ مخلص تھے، اور یقین میں سب سے زیادہ مضبوط تھے، اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے اور سب سے
 غِنَاءٌ وَأَخْوَفَهُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحَدَبَهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَأَمَنَّهُمْ عَلَى أَصْحَابِهِ
 زیادہ دولت مند تھے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سب سے بڑے محافظ تھے اور اسلام پر سب
 سے زیادہ مہربان تھے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے سب سے زیادہ بابرکت تھے
 وَأَحْسَنَهُمْ صُحْبَةً وَأَفْضَلَهُمْ مَنَاقِبَ وَأَكْثَرَهُمْ سَوَاقِیْقَ وَأَزْفَعَهُمْ دَرَجَةً وَأَقْرَبَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
 اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سب سے بہتر حق رفاقت ادا کرنے والے تھے، اور مناقب و فضائل میں سب
 سے افضل تھے اور سبقت کے مقامات میں سب سے زیادہ تھے اور درجے میں اُن سب سے بلند تھے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَأَشَبَّهُهُمْ بِهِ هَدًیًّا وَخُلُقًا وَسَمْنًا وَأَوْثَقَهُمْ عِنْدَهُ وَأَشْرَقَهُمْ مَنْزِلَةً وَ
 وَعَلَى إِلَهٍ وَسَلَّم سے سب سے زیادہ قریب تھے اور سیرت، اخلاق اور عادت میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سب
 سے زیادہ مشابہ تھے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سب سے زیادہ معتمد تھے اور اُن سب سے بلند مرتبہ تھے اور
 أَكْرَمَهُمْ عَلَيْهِ مَنْزِلَةً فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَعَنِ رَسُولِهِ وَعَنِ الْمُسْلِمِينَ تَحِيًّا صَدَقْتَ رَسُولَ اللَّهِ
 آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت تھے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام، اپنے رسول
 اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے، آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس وقت
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حِينَ كَذَّبَهُمْ سَنَّاكَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ صِدِّيقًا فَقَالَ: وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ
 تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام ”صِدِّیق“ رکھا، ارشاد
 فرمایا اور جو سچ لائے یعنی (محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اور جس نے سچ کی تصدیق کی
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَصَدَّقَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ أَسْبَغَتْهُ جَنَّةٌ بَخِلُوا وَقُبَّتْ مَعَهُ جَنَّةٌ قَعَدُوا وَصَحْبَتُهُ
 یعنی ابوبکر آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غمخواری کی جب لوگوں نے بخل کیا اور آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ
 عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب لوگ بیٹھ گئے اور آپ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخت

فِي الشِّدَّةِ أَكْرَمَ الصُّحْبَةَ وَالْمَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّيِّئَةُ رَفِيقُهُ فِي الْهَجْرَةِ وَمَوَاطِنِ الْكُرْبَةِ خَلَفَتْهُ فِي أُمَّتِهِ
 تَرَيْنَ حَالَاتٍ مِثْلَ بَهْرَتِ رِفَاقَتِ كِي، اُپ پر سیکہ نازل ہوئی اُپ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہجرت اور
 سخت مصیبت کے مقامات میں ساتھی تھے، اُپ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہترین خلافت کے فرائض
 بِأَحْسَنِ الْخِلَافَةِ حِينَ اِزْدَدَتِ النَّاسُ فَقُتِلَ بِدِينِ اللّٰهِ قِتْيًا مَّا لَمْ يَقْنُهِ خَلِيفَةُ نَبِيٍّ قَطُّ فَوَقَّعَتْ حِينَ صَعَفَ
 انجام دیئے جب لوگ مرتد ہو گئے تو اُپ نے اللہ کا دین اس طرح کھڑا کر دیا کہ کسی نبی کے خلیفہ نے
 دین کو اس طرح کھڑا نہیں کیا۔ اُپ چھلانگ لگا کر کھڑے ہوئے جب لوگوں نے کمزوری دکھائی،
 أَصْحَابُكَ وَنَهَضَتْ حِينَ وَهَنُوا وَلَزِمَتْ مِنْهَا حَاجَ رَسُولِهِ بِرَغَمِ الْمُتَافِقِينَ وَعَظِيزِ الْكَافِرِينَ فَقُتِلَ بِالْأَمْرِ حِينَ
 اُپ اس وقت اٹھے جب لوگوں نے سستی دکھائی اور اُپ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے کو
 مضبوط پکڑا، منافقین کی ذلت اور کافروں کے غصے کے باوجود اُپ نے اللہ کے دین کو کھڑا کر دیا جب لوگوں کی ہمتیں
 فَشَلُّوا وَمَصَّيْتُ بِنُورِ اللّٰهِ اِذْ وَقَفُوا كُنْتُ اَعْلَاهُمْ قَوْقًا وَاَقْلَاهُمْ كَلَامًا وَاَصَوْبُهُمْ مَنْظِقًا وَاَطْوَلَهُمْ صَمْتًا
 ہار گئیں اور اُپ نے اللہ تعالیٰ کے روشن دین کو نافذ کر دیا جب لوگ توقف پذیر ہوئے اُپ فوقیت میں اُن سے برتر ہوئے اُپ اُن
 میں سے کم کلام کرنے والے تھے اور کلام میں سب سے زیادہ درستی کو پانے والے تھے اور اُن سے زیادہ لمبی خاموشی اختیار کرنے
 وَاَبْلَغُهُمْ قَوْلًا وَكُنْتُ اَكْثَرَهُمْ رَأْيًا وَاَشَجَعَهُمْ قَلْبًا وَاَشَدَّهُمْ بَقِيَّةً وَاَحْسَنَهُمْ عَمَلًا وَاَعَزَّهُمْ بِالْأُمُورِ
 والے تھے اور کلام میں سب سے زیادہ بلند تھے اور اُپ رائے قائم کرنے میں سب سے زیادہ تھے اور ان سب سے زیادہ شجاع
 تھے اور یقین میں اُپ سب سے زیادہ مضبوط اور عمل کرنے میں سب سے بہتر تھے اور امور کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے،
 كُنْتُ لِلدِّينِ يَغْسُوبًا وَكُنْتُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَبَاً حَيْثَا اِذْ صَارُوا عَلَيْنِكَ عِيَالًا فَحَمَلْتُ اَثْقَالَ مَا عِنْدَهُ صَغُفُوا وَحَفِظْتُ
 اُپ دین کے سردار تھے اور اُپ مؤمنوں کے لیے مہربان باپ تھے جب وہ اُپ کے اہل و عیال کی طرح
 ہو گئے تو اُپ نے وہ بوجھ اٹھائے جس میں وہ کمزور پڑ گئے تھے اور اُن سے اُن چیزوں کی حفاظت کی جس
 مَا أَصَاغُوا وَرَعَيْنَتْ مَا أَهْمَلُوا، وَصَبَرْتُ اِذْ جَزَعُوا فَادَّرْتُ اَثَارَ مَا ظَلَبُوا وَتَالُوا بِكَ مَا لَمْ يَخْتَسِبُوا
 کو انہوں نے ضائع کر دیا اور اُپ نے اُن چیزوں کی نگہداشت کی جو اُن سے فروگزاشت ہوئیں اور اُپ ڈٹے رہے جب وہ گھبرا گئے
 تو اُپ نے نشانات پالے جس کے وہ طلبگار تھے اور اُپ کی وجہ سے انہوں نے وہ چیزیں پالیں جو ان کے وہم و گمان میں نہیں تھیں
 وَكُنْتُ عَلَى الْكَافِرِينَ عَذَابًا صَبًّا وَلِلْمُسْلِمِينَ غَيْثًا وَخَصْبًا فَطَرْتُ يَغْنَاَهَا وَفُزْتُ بِحَيَاهَا وَذَهَبْتُ بِقَضَائِلِهَا وَ
 اور اُپ کافروں پر بھاری عذاب تھے اور مسلمانوں کے لیے بارش اور خوشحالی تھے اور اُپ اس
 خوشحالی میں داخل ہوئے تو اُپ اس کی انتہا کو پہنچ گئے اور اس کے فضائل حاصل کر لیے اور

أَحْزَنْتُ سِوَاهُهَا لَمْ تُفْلَلْ مُحِبَّتُكَ وَلَمْ يُرْغَ قَلْبُكَ وَلَمْ تَضْعَفْ بَصِيرَتُكَ وَلَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ كُنْتُ كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ
 آپ نے سبقت کے کام جمع کر لیے، آپ کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی اور آپ کا دل کبھی نہیں گھبرایا اور آپ کی بصیرت
 میں کوئی کمزوری نہیں آئی اور آپ نے کبھی بزدلی اختیار نہیں کی، آپ ایسے پہاڑ کی طرح تھے جس کو تیز ہوا کی ہلا
 الْعَوَاصِفُ وَلَا تُزِيلُهُ الْقَوَاصِفُ كُنْتُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ آمَنَ النَّاسُ عَلَيْهِ بِصُحْبَتِكَ
 نہیں سکتی تھیں اور تیز آندھیاں اسے اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتی تھیں آپ اس طرح تھے جیسا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم مجھ پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ احسان کرنے والا اپنی رفاقت
 وَذَاتِ يَدِكَ وَكَمَا قَالَ صَعِيْقًا فِي بَدَنِكَ قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللَّهِ مُتَوَاضِعًا عَظِيمًا عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ جَلِيلًا فِي الْأَرْضِ لَمْ يَكُنْ
 اور دولت کے ذریعے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا اپنے بدن میں کمزور اور اللہ کے حکم کو بجا لانے
 میں طاقتور منکسر المزاج مسلمانوں کے نزدیک با عظمت زمین میں جلیل القدر کسی کو آپ
 لَا أَحَدَ فِيكَ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِي فِيكَ مَغْمَزٌ وَلَا فِيكَ مَطْمَعٌ وَلَا عِنْدَكَ هَوَادَةٌ لَا أَحَدٌ الصَّعِيفُ الدَّلِيلُ عِنْدَكَ قَوِيٌّ حَتَّى
 میں کوئی عیب نہیں ملا اور نہ کسی کہنے والے کو کوئی نقص اور نہ کسی کو خلاف حق طمع کرنے کا موقع ملا
 اور نہ ہی کسی ایک کے لیے کوئی رعایت کمزور ذلت والا آدمی آپ کے نزدیک قوی تھا یہاں تک کہ
 تَأْخُذْهُ بِحَقِّهِ وَالْقَوِيُّ الْعَزِيزُ عِنْدَكَ ذَلِيلٌ حَتَّى يُؤْخَذَ مِنْهُ الْحَقُّ وَالْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ عِنْدَكَ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ شَأْنُكَ الْحَقُّ
 آپ اس کے لیے اس کا حق لے لیں اور طاقتور غالب اُن کے نزدیک کمزور تھا جب تک اس سے حق لے
 نہ لیا جائے اور قریب و بعید آپ کے نزدیک اس معاملے میں برابر تھے آپ کی شان حق گوئی
 وَالصِّدْقُ وَالرِّفْقُ قَوْلُكَ فَأَقْلَعْتَ وَقَدْ نُهَجَ السَّبِيلُ وَاعْتَدَلَ بِكَ الدِّينُ وَقَوِيَ الْإِيمَانُ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَلَوَكَرَ الْكَافِرُونَ
 اور سچائی تھی اور نرم گفتگو کرنا پھر آپ ہم سے جدا ہوئے اس حال میں کہ راستہ آسان ہو چکا تھا اور دین
 برابر ہو چکا تھا اور ایمان قوی ہو چکا تھا اور اللہ کا حکم غالب ہو چکا تھا اگرچہ کافر اسے نہ پسند کرتے تھے
 فَسَبَقَتْ وَاللَّهُ سَبْقًا بُعِيدًا وَأَتَعَبْتَمَنَ مُبْعَذَكَ إِتْعَابًا شَدِيدًا أَوْفَرْتَ بِالْجَنَّةِ وَعَظُمَتْ رِزْقُكَ فِي السَّمَاءِ وَهَدَّتْ
 اللہ کی قسم! آپ دُور کی سبقت لے گئے اور لوگوں کو سخت تعب و تکلیف میں ڈال دیا اور آپ جنت حاصل
 کرنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ کی مصیبت آسمان پر بہت بھاری ہو گئی اور آپ کی مصیبت نے جہاں
 مُصِيبَتُكَ الْإِنَامَ فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ رَضِينَا عَنِ اللَّهِ قَضَاءً وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرًا فَلَنْ يُصَابَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ
 کو رونے میں مبتلا کر دیا پس یقیناً ہم بھی اللہ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم اللہ کی قضا سے
 راضی ہیں اور اس کے امر کو اسی کے لیے تسلیم کیا ہے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ کے بعد مسلمانوں کو

”وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ“ (۲۱)

ترجمہ: ”اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو آپ نے تمام کلمات (وامر ونواہی) کو کما حقہ پورا کر دیا۔“
اب ہم ذیل میں آپ کے امتحانات کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں:

کفر و شرک کا ابطال اور پوری قوم سے ٹکراؤ کا امتحان

آج کل اکثر مسلمان کفار سے خائف ہیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا اپنے خاندان، پوری قوم اور مطلق العنان جابر بادشاہ نمرود کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور ہر سطح پر کفر و شرک کی اعلانیہ مخالفت کی اور کفار پر عقلی دلائل کے ساتھ بھی واضح فرمایا کہ یہ بت سنئے، جواب دینے، دیکھنے اور اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، یہ الہ کیسے ہو سکتے ہیں؟
آپ کے چچا آزر نے کہا:

”يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَؤْجِمَنَّكَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر کے ہلاک کر دوں گا۔“

نمرود نے آپ کو زندہ جلانے کیلئے بہت بڑا آتشکدہ تیار کر لیا لیکن پھر بھی آپ کفر و شرک کے ابطال پر ڈٹے رہے۔
اس طرح آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے اوامر پر عمل کرنے کا حق ادا فرمایا جس سے مسلمانوں اور بالخصوص علماء و مشائخ کو درس لینا چاہئے!!!

ابراہیم علیہ السلام پر الزام شرک

بابل میں مشرکین کی ایک جماعت ستاروں، چاند اور سورج کی پجاری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام (۲۳) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستارہ پرستی کے خلاف شاندار استدلال کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ستارہ، چاند اور سورج کے پرستاروں کو لاکارا اور فرمایا: ”هَذَا رِجِّي“ (۲۴)

ترجمہ: ”اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔“

اور پھر فرمایا: ”لَا أُحِبُّ الْأَفْلَاجِينَ“ (۲۴)

ترجمہ: ”میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

یعنی ستارے چاند اور سورج طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ ان میں تبدیلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ لہذا یہ خود کسی موجود و مدبر کے محتاج نظر آتے ہیں۔ لہذا یہ الہ نہیں ہو سکتے۔ پھر فرماتے ہیں:

”يَقُولُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۚ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۚ وَمَا

أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اے میری قوم! بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ۚ بیشک میں نے اپنا منہ اس ذات

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِكَ أَبَدًا كُنْتُ لِلدِّينِ عُدَّةً وَكَهْفًا وَلِلْمُسْلِمِينَ حِصْنًا وَقِيَّةً وَأُنْسًا

کبھی بھی آپ کی مصیبت کی طرح کی کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی آپ دین کے لیے حفاظت اور پناہ تھے اور مرجع و ماویٰ اور فریاد رس تھے

وَعَلَى الْمُتَافِقِينَ غُلْظَةً وَغَيْظًا فَالْحَقَّكَ اللَّهُ بِتَيْبِهِ وَلَا حَرَمْنَا اللَّهُ أَجْرَكَ وَلَا أَضَلَّلْنَا بَعْدَكَ

اور منافقوں پر سخت اور اُن کے غصہ کا سبب تھے اللہ آپ کو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ملا دے اور ہمیں آپ کے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے اور نہ ہی ہمیں آپ کے بعد گمراہ ہونے دے

راوی نے کہا: آپ کے کلام مکمل کرنے تک لوگ خاموش رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! کے چچا زاد بھائی! آپ نے سچ فرمایا۔ (۱۲۲)

امیر المؤمنین خلیفہ دوم

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

وہ عمر جس کے اعدا پیداستر
فارقِ حق و باطل امامِ الہدیٰ
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
تیغِ مسلّو شدت پہ لاکھوں سلام
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حسب و نسب

حضرت ابو حفص عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب القرشی کا سلسلہ نسب کعب بن لؤئی میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملتا ہے جبکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شجرہ نسب ہے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب القرشی۔

- آپ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔
- آپ نے بڑے ہو کر کشتی، فن سپہ گری اور خطابت میں خوب مہارت حاصل کی۔
- آپ قریش کے لئے سفیر کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔
- عدل و انصاف اور دیانتداری کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں آپ کو قبائل عرب اپنے جھگڑوں میں ثالث تسلیم کرتے تھے۔
- آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور دور دراز علاقوں کے سفر کئے جس کی بدولت تجربہ اور دور بینی میں خوب اضافہ ہوا۔

قبولِ اسلام

نبوت کے پانچویں اور چھٹے سال مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دینِ اسلام کی بے مثال محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وطن، کاروبار، خاندان اور اپنے پیاروں کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ جیسے بلدِ امین سے ہجرت کی تو ایک صحابیہ ام عبد اللہ بنت ابی حشمہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرتے دیکھ کر عمر مشتعل ہوئے کہ خواتین کی ہجرت سے قریش کی

شدید بدنامی ہوگی اور پیغمبر اسلام صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے نکلے کہ راستے میں ایک صحابی رسول حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، اپنا مقصد ظاہر کیا تو حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے ہیں، انتہائی غصے کی حالت میں اپنی بہن کے گھر پہنچے تو گھر کے اندر حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، حضرت سعید اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو قرآن پڑھا رہے تھے۔

قرآن مجید کی آواز سن کر اور زیادہ مشتعل ہوئے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر چھپ گئے، عمر گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو شدید زد و کوب کرنے لگے، فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کو چھوڑانے کے لیے قریب آئیں تو انہیں بھی زخمی کر دیا۔ اسی موقع پر حضرت فاطمہ نے غضب ناک ہو کر فرمایا:

”اے عمر! تیرے دین میں حق نہیں ہے“ اور کہا:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

عمر نے کہا: مجھے وہ اوراق دکھاؤ جن کی تم تلاوت کر رہے تھے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”إِنَّكَ رَجَسٌ وَلَا يَسْتَسْأِلُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، فَمَهْ فَاغْتَسِلْ“

ترجمہ: تم ناپاک ہو اور اس کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں، تم پہلے غسل کرو۔

اور ان اوراق کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ عمر نے طہارت حاصل کی اور طہ ۱۰ مَا أُنْزِلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِيَتَشَفَّى ۝“ سے لے کر ”إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَأَعْبُدْنِي“ وَ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (۱) تک پہنچے، تو کہا: کتنا حسین، بلند اور میٹھا کلام ہے۔ مجھے حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس لے چلو۔ چنانچہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (۲)

مراد رسول

حضرت عمر مراد رسول ہیں کیونکہ آپ کے اسلام لانے سے دو روز قبل رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی تھی:

”اللَّهُمَّ اعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِي جَهْلٍ بَنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ“ (۳)

ترجمہ: اے اللہ! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔

آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر ایک روایت کے مطابق مسلمان مردوں کی تعداد چالیس ہو گئی (۴) اور یہ آیت نازل ہوئی: (۵)

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“ (۶)

(۱) سورۃ طہ: اول تا ۱۴ (۲) المستدرک، باب ذکر فاطمہ بنت الخطاب، الرقم: ۶۸۹۴ (۳) جامع ترمذی، باب فی مناقب عمر، الرقم: ۳۶۸۳

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ، باب اسلام عمر، الرقم: ۳۶۹۰۰ (۵) المعجم الکبیر، الرقم: ۱۲۴۴۰ - بجمع الزوائد، باب سورۃ براءۃ، الرقم: ۱۱۰۳۲ (۶) سورۃ انفال: ۶۴

ترجمہ: ”اے نبی (غیب دان) تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔“
نکتہ:

جو لوگ بندگانِ خدا کی حمایت و امداد کی نفی کرتے ہیں اور اسی نظریہ کے اظہار کے لیے کہتے پھرتے ہیں کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اُن کا یہ انداز قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مجازی و عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے بندے بھی مدد کر سکتے ہیں۔

..... بہر حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

”لَقَدْ اسْتَبَشَّرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِاسْلَافِ عُمَرَ“ (۷)

ترجمہ: ”آسمانوں میں ملائکہ نے آپس میں حضرت عمر فاروق کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد پیش کی ہے۔“
..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے مسلمان بالادست ہو گئے“ (۸)

..... کفار قریش نے کہا:

”الْيَوْمَ اتَّخَذَ الْقَوْمُ مِنَّا“ (۹)

ترجمہ: ”آج ہم سے قوم آدھی رہ گئی ہے۔“
..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”إِنَّ الشَّيْطَانَ لَمْ يَلْقَ عُمَرَ مُنْذُ اسْلَمَ إِلَّا خَرَّ لَوْجُهُ“ (۱۰)

ترجمہ: ”بے شک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب سے مسلمان ہوئے ہیں شیطان نے اُن سے ملاقات نہیں کی مگر اپنے چہرے کو جکا کر۔“

فاروق اور فاروق اعظم کا خطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد بارگاہِ نبوی میں عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ تو عرض کیا حضور! ہم اپنا دین کیوں پوشیدہ رکھیں؟ چنانچہ مسلمانوں کی دو صفیں بنیں ایک کی قیادت عم رسول حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور دوسری صف کی قیادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور مسجد حرام میں داخل ہو کر اسلام کا باواز بلند اظہار کیا اور اعلانیہ عبادت کی۔ (۱۱)

(۶) سورۃ انفال: ۶۳ (۷) سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر، الرقم: ۱۰۳ (۸) صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۶۸۳

(۹) المستدرک، باب ومن عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۴۹۳ (۱۰) المعجم الکبیر، الرقم: ۴۴۴ - کنز العمال، الرقم: ۳۲۴۱۹

(۱۱) المستدرک، باب ومن عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۴۸۴

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے مسجد حرام میں کھل کر اسلام کا اظہار کیا اور اعلانیہ عبادت کی اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کا خطاب عطا کیا (۱۲) اور اب دنیا بھر کے تمام مسلمان آپ کو ”فاروق اعظم“ کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

حیرت ہے کہ کچھ لوگ لفظ ”غوث اعظم“ کو شریک کلمہ کہتے ہیں حالانکہ جو توجہ یہ لفظ ”فاروق اعظم“ میں ہے وہی توجہ یہ لفظ ”غوث اعظم“ میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فاروق اعظم ہونا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نسبت سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہے۔ اسی طرح غوث اعظم (سب سے بڑا غوث) بھی اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی نسبت سے ہے اور امام اعظم فقہائے اسلام کی نسبت سے ہے جیسا کہ قائد اعظم کا لفظ قائدین تحریک پاکستان کی نسبت سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں شریک و کفریہ کلمہ ہے۔

دور نبوی میں آپ کی خدمات و فضائل

اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور اعلانیہ عبادت اور تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت مدینہ کے موقع پر اعلانیہ ہجرت کی جبکہ دیگر مسلمانوں نے خفیہ ہجرت کی۔ (۱۳)

ہجرت مدینہ کے بعد تمام غزوات میں آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ رکھا اور فرمایا:

”مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَيُّمَا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجَبْرِئِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَيُّمَا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ“ (۱۴)

ترجمہ: ”ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں لیکن میرے وزیر اہل سماء سے جبریل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں سے ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لے کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا سر ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا:

”هَذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ“ (۱۵)

ترجمہ: ”یہ دونوں میرے کان اور آنکھیں ہیں۔“

(۱۲) کنز العمال، باب فضائل الفاروق، الرقم: ۳۵۴۳ (۱۳) تاریخ الخلفاء، باب الخليفة الثاني، ص ۹۴
(۱۴) جامع ترمذی، باب فی مناقب عمر، الرقم: ۳۶۸۰ (۱۵) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۸۱۔

- ﴿ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے جنگ بدر کے موقع پر وادی زفران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ کو سب سے پہلے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ (۱۵) ﴾
- ﴿ جنگ بدر میں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام ”مہج“ اسلام کے سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (۱۶) ﴾
- ﴿ جنگ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنے تمام مال کے دو حصے کئے، ایک حصہ جہاد کیلئے بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ (۱۷) ﴾
- ﴿ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے میں نے عرض کی:
- ”يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُورِ السَّمَاءِ“
- ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں؟“
- تو آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ نے فرمایا: ہاں، حضرت عمر کی نیکیاں۔ اُم المؤمنین نے عرض کیا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ نے فرمایا:
- ”إِنَّمَا يَجْمَعُ حَسَنَاتٍ عُمَرُ كَحَسَنَةِ وَاحِدَةٍ مِنَ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ“ (۱۸)
- ترجمہ: ”حضرت عمر کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔“ یاد رہے کہ یہ اشارہ غار والی نیکی کی طرف ہے۔

علم غیب نبوی کا ثبوت:

اس حدیث سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلمہ کے وسیع علم غیب کا ثبوت واضح ہے کیونکہ اپنی تمام امت میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی تعداد کا تعلق بھی غیب سے ہے اور ستاروں کی تعداد کا تعلق بھی غیب سے ہے۔

آپ کی رائے کا قرآن کے مطابق ہونا

- ﴿ ارشاد نبوی ہے:
- ”لَوْ كَانَ نَبِيٌّ مُبْعِدِي لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ“ (۱۹)
- ترجمہ: ”اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔“
- ﴿ ایک حدیث میں فرمایا:
- ”أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ“ (۲۰)
- ترجمہ: ”فرشتوں کی جماعت سکینہ حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے۔“

(۱۵) شرح الزرقانی، باب غزوة بدر العظلى ۲/۲۶۵ (۱۶) مصنف عبد الرزاق، باب وقعة بدر، الرقم: ۹۶۲۴

(۱۷) سنن ابی داؤد، باب فی الرخصة فی ذلك، الرقم: ۱۶۴۸ (۱۸) مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر، الفصل الثالث، الرقم: ۶۰۶۸

(۱۹) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۸۶ (۲۰) مستند احمد، الرقم: ۸۳۳ المعجم الكبير، الرقم: ۸۸۲۴

..... ایک حدیث میں ہے:

”جَعَلَ اللَّهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق رکھ دیا ہے۔“

کتنے ہی ایسے مقامات ہیں کہ قرآن مجید بھی نازل نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے ارادے اور علم میں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر منزل شدہ کلام وحی کے مطابق رائے قائم فرماتے تو اس کے بعد قرآن مجید آپ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ رائے کے مطابق نازل ہوتا، جس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

(1)۔ مقام ابراہیم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صَلَّي اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کتنا ہی اچھا ہو کہ طواف کعبہ

کے بعد 2 رکعت نفل مقام ابراہیم کے پاس پڑھے جائیں تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: (۲۲)

”وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰہِیْمَ مُصَلًّی“ (۲۳)

ترجمہ: ”اے مسلمانو! تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔“

(2)۔ حرمت شراب:

آپ رضی اللہ عنہ نے شراب پر پابندی کی رائے پیش کی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: (۲۴)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! شراب انگوری اور جوا اور بتوں کے نام کے نصب شدہ پتھر اور تیرنا پاک ہیں اور شیطانی کاموں سے

ہیں، ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔“

(3)۔ فیصلہ عمر (رضی اللہ عنہ):

بشر نامی شخص کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا بشر کا خیال تھا کہ یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کروایا جائے لیکن

یہودی نے کہا: مجھے پیغمبر اسلام کا فیصلہ منظور ہے کیونکہ وہ عادل و امین ہیں چنانچہ رسول اللہ صَلَّي اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نے فریقین کا موقف سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ تو بشر نامی شخص جو بظاہر مسلمان تھا، اس نے باہر نکل کر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ لینے پر اصرار کیا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ پیغمبر اسلام قبل ازیں اس مقدمہ کو سن کر میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں حضرت عمر

(۲۱) سنن ابی داؤد، باب فی تدوین العطاء، الرقم: ۲۹۶۱ (۲۲) صحیح بخاری، باب ما جاء فی القبلۃ، الرقم: ۴۰۲ (۲۳) سورۃ بقرہ: ۱۲۵

(۲۴) المستدرک، کتاب الاشربۃ، باب والوجہ الثالث، الرقم: ۱۳۶۳ (۲۵) سورۃ مائدہ: ۹۰

رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کیا یہودی ٹھیک کہہ رہا ہے اس نے کہا: یہودی ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن میں نے تو آپ سے فیصلہ کروانا ہے تو اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے تلوار نیام سے نکالی اور باہر نکل کر قَصَصَ بِہِ عُنُقِ الْمُنَافِقِیْ بشر نامی منافق کی گردن قلم کردی اور فرمایا:

”هَكَذَا أَقْضَى لِمَنْ لَمْ يَزُضْ بِقِصَاصِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“

ترجمہ: ”جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو میں اسکا اسی طرح فیصلہ کروں گا۔“ چنانچہ آپ کی تائید میں قرآن پاک کی یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی: (۲۶)

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ“ (۲۷)

ترجمہ: ”اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس قتل کو ”هَدْر“ قرار دیا یعنی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فرد جرم عائد کی اور نہ قصاص لیا اور نہ دیت کا حکم فرمایا۔ (۲۸)

(4)۔ منافق کی نماز:

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ابتدا میں منافقین (بدعتیہ لوگوں) کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ممانعت نماز جنازہ نہ ہونے کی وجہ سے رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تو اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھانے کی پر زور استدعا کی تو اس کے بعد وحی نازل ہوئی (۲۹)

”وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهٖ“ (۳۰)

ترجمہ: ”آپ ہمیشہ کیلئے ان منافقین (بدعتیہ) میں سے کسی کی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اسکی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کریں۔“ اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں کیلئے بدعتیہ لوگوں کی نماز جنازہ اور ان کیلئے دعائے مغفرت ممنوع ہو گئی۔

(5)۔ آیت حجاب:

ابتدا میں ازواج مطہرات اور مسلم خواتین ”ستر عورت“ اختیار فرماتیں لیکن چہرہ ڈھانپنے کے احکام نہیں تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں حجاب (مکمل پردہ) کیلئے مشورہ پیش کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: (۳۱)

”وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ“ (۳۲)

ترجمہ: ”جب تم نے کوئی چیز ازواج نبی سے مانگی ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو۔“

(۲۶) تفسیر بیضاوی، روح المعانی، تفسیر کبیر، زیر بحث آیت نمبر ۶۰، سورۃ نساء: (۲۷) سورۃ نساء: ۶۳ (۲۸) تفسیر درمشتور، زیر بحث آیت نمبر ۶۵، سورۃ نساء: (۲۹) صحیح بخاری، باب الکفن، الرقم: ۱۲۶۹ (۳۰) سورۃ توبہ: ۸۳ (۳۱) صحیح بخاری، باب خروج النساء الی البزاز، الرقم: ۱۳۶ (۳۲) سورۃ احزاب: ۵۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وفات سے قبل شہید اور جنتی قرار دیا

..... ﴿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ پر تشریف لائے تو احد پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أُثْبِتُ أَحَدًا قَاتِلًا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ“ (۳۳)

ترجمہ: ”اے احد ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔“ تو پہاڑ اسی وقت تھم گیا۔

اس حدیث پاک میں کتنا بڑا علم غیب ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابھی حیات ہیں اور انہیں شہید ہونے کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔

..... ﴿ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ“ (۳۴)

ترجمہ: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (بن زید) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) جنتی ہیں۔“

..... ﴿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كَهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ“ (۳۵)

ترجمہ: ”ابوبکر و عمر اذھیہ عمر جنتیوں کے سردار ہیں ماسوائے انبیاء و مرسلین کے۔“

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ“ (۳۶)

ترجمہ: ”اہل جنت سے ایک شخص تمہارے سامنے آئے گا تو ابوبکر سامنے آئے پھر فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص تمہارے سامنے آئے گا تو حضرت عمر سامنے آئے۔“

(۳۳) صحیح بخاری، باب لو كنت متخذًا خليلاً، الرقم: ۳۶۵۵ (ترمذی، باب مناقب عبد الرحمن، الرقم: ۳۶۴۶)

(۳۵) ترمذی، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف، الرقم: ۳۶۴۶ (ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۶۶)

..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: میں مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ“ ترجمہ: ”دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔“ میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے انہیں وہ خوشخبری دی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انھوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ“ یعنی ”دروازہ کھولو اور اسے جنت کی بشارت سناؤ۔“ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں بشارت دی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انھوں نے بھی اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ (۳۷)

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”عُمَرُ سَرَّاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ (۳۸)

ترجمہ: ”عمر جنت والوں کا چراغ ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ صدیقی میں کردار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سقیفہ بنو ساعدہ میں سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیعتِ امارت کی اور اس کے بعد تمام صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی معتمد ترین ساتھی تھے اور آپ نے بے شمار بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے منظور کئے، خصوصاً قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں ایک کتاب کی شکل میں جمع نہ ہوسکا، کاغذات، کپڑوں، پاک ہڈیوں، لکڑیوں، چمڑوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا، جنگِ یمامہ میں سینکڑوں حفاظِ قرآن ختمِ نبوت پر قربان ہو کر جامِ شہادت نوش فرما گئے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہی خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ وہ قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع کرنے کا اہتمام فرمائیں اس سے پہلے کہ باقی ماندہ حفاظِ قرآن جنگوں میں شہید ہو جائیں۔ ابتدا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ؟“ (۳۹)

ترجمہ: ”میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں کیا؟“

تو جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں کیا

(۳۷) صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۶۹۳ (۳۸) مجمع الزوائد، باب عمر سراج اهل الجنة، الرقم: ۱۳۳۶۱

(۳۹) صحیح بخاری، باب يستحب للكاتب، الرقم: ۴۱۹۱

کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہر باطل سے جدا اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔
 کچھ لوگوں نے اس مقام پر ”هَذَا رِجِّي“ (۲۶) کا ترجمہ ”یہ میرا رب ہے“ کیا ہے، ان تراجم سے واضح ہے کہ ستارہ چاند اور سورج کے طلوع سے لے کر غروب ہونے کی مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک رہے اور اسکے بعد انہوں نے شرک سے بیزاری کا اعلان کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ایک لمحہ بھر شرک نہیں کیا اور یہی شان نبوت ہے۔
 حیرت ہے ان لوگوں نے ”هَذَا رِجِّي“ (۲۶) کا ترجمہ استغفہام انکاری (اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟) کی صورت میں کرنے کی بجائے ”خبر“ (یہ میرا رب ہے) کے انداز میں کر کے قاطع شرک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شرک کرنے کا الزام لگایا ہے۔ (الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نجدیوں کے الزام شرک کا رد

سورۃ انعام میں ان آیات سے پہلے والی آیت نمبر 75 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ”وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلٰكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ“
 ترجمہ: ”اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔“

اس آیت کے بعد ستارہ، چاند اور سورج کا واقعہ یوں بیان کیا:

”فَلَمَّا جَنَّ عَلٰیہِ الْاَيْلُ“ (۲۷)

ترجمہ: ”پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے ”فا“ کے ساتھ ستارہ، چاند اور سورج کا واقعہ شروع کیا۔ لغت عرب میں ”فا“ تعقیب مع الوصل کے لیے آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم کو آسمان و زمین کی ملکوت دکھا کر ان کا ایمان عین الیقین (ایمان کا اعلیٰ درجہ) تک پہنچایا اور اس کے بعد ستارہ، چاند اور سورج کے واقعات درپیش آئے۔

لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام ان واقعات کے وقت پہلے ہی سے ایمان کے اعلیٰ درجے عین الیقین پر فائز تھے تو وہ ستارہ، چاند اور سورج کو اپنا رب کہہ کر کس طرح شرک کا ارتکاب کر سکتے تھے؟

ہجرت کا امتحان

جب نمرود کے آتشکدہ سے باہر تشریف لائے تو بابل سے ہجرت کرنے کا حکم ملا تو آپ نے اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ہمراہ حران ہجرت فرمائی، پھر حران سے شام چلے گئے، پھر مصر چلے گئے، مصر سے واپس شام آئے اور پھر فلسطین میں اقامت پذیر ہوئے۔

لیکن یہ بہتر ہے، بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عظیم کام کے کرنے پر راضی ہو گئے تو آپ نے مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ کام سونپا۔ (۳۹) تو آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت سے قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کیا اور آج ”الْحَمْدُ“ سے لے کر ”وَالنَّاسِ“ تک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ پوری دنیا میں امت کے پاس موجود ہے۔

خلافتِ فاروقی پر ایک نظر

خليفة رسول بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳ھ کو اپنے وصال سے ایک روز قبل اکابر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ دوم مقرر کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سخت مزاحی کا ذکر کیا اور کہا: آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا:

”اَسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَ اَهْلِكَ“ (۴۰)

ترجمہ: ”میں نے لوگوں پر تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر بندے کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔“

چنانچہ تمام صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اور قریب و بعید کے مسلمانوں نے آپ کی بیعت امارت کی اور آپ کی خلافت پر بھی خلافتِ صدیقی کی طرح صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اجماع منصوص قائم ہوا۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع منصوص کا انکار کرنا فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔

دائے غیوب حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اگرچہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا لیکن حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے واضح اشارات ضرور دیئے۔

..... حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اِنِّیْ لَا اَذَرِیْ مَا بَقَاَیْ فِیْکُمْ فَاَقْتَدُوا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَ اَشَارَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ“ (۴۱)

ترجمہ: ”میں اب تم میں رہنا نہیں دیکھ رہا ہوں تم میرے بعد والوں کی اقتداء کرنا اور اشارہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف کیا۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اُرِیَ الْلَیْلَةَ رَجُلًا صَالِحًا اَنَّ اَبَا بَکْرٍ یَّیْظُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ یَیْظُ عُمَرَ

بِاَبِیْ بَکْرٍ وَ یَیْظُ عُثْمَانَ بِعُمَرَ“ (۴۲)

ترجمہ: ”ایک صالح شخص کو آج رات خواب آیا ہے گویا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں اور حضرت

(۳۹) صحیح بخاری، باب يستحب للکاتب، الرقم: ۴۱۹۱ (۴۰) مصنف عبد الرزاق، باب استخلاف ابی بکر عمر رضی اللہ عنہما، الرقم: ۹۶۶۳

(۴۱) جامع ترمذی، باب مناقب ابی بکر، الرقم: ۳۶۶۳ سنن ابن ماجہ، الرقم: ۹۶ (۴۲) سنن ابی داؤد، باب فی الخلفاء، الرقم: ۴۶۳۱ - المستدرک، الرقم: ۴۵۵۱

عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔“
تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے کہا: اس خواب میں صالح شخص سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے۔
ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لٹکنے سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد والیان ریاست بننا ہے۔ (۴۲)

بے مثال دورِ فاروقی کی ایک جھلک

آپ کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں اسلامی ریاست ایران، بلوچستان، خراساں (سرحد بخارا وغیرہ) سے طرابلس الغرب (تقریباً 22 لاکھ 51 ہزار 30 مربع میل) تک پھیل گئی جو تاریخ انسانی میں اتنی مدت میں ریکارڈ ہے۔ جس میں دمشق، رومیوں کا وسط ایشیا میں دار الحکومت حمص، فلسطین، مصر، طرابلس الغرب، اردن، ایران (جو کہ اس وقت عراق، بلوچستان، کابل، ماورائے نہر خراساں اور بے شمار علاقوں پر مشتمل تھا) اور 1000 سے زائد بلاد فتح فرمائے۔

پھر زمین پر عدل و انصاف اور راستی و یانت داری کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔
ایک طرف مخلوق خدا کے دلوں میں حق پرستی اور پاکبازی پیدا ہوئی تو دوسری طرف ایسا فلاحی نظام قائم کیا کہ ہر شخص کی تمام بنیادی ضرورتیں پوری کیں حتیٰ کہ جانوروں کے تحفظ کیلئے قوانین وضع فرمائے اور فرمایا:

”لَوْ مَاتَ جَمَلٌ صَبَاً عَلَى شَطِّ الْفُرَاتِ لَعَشِيتُ أَنْ يَسْأَلَنِي اللَّهُ عَنْهُ“ (۴۳)

ترجمہ: ”اگر دریاے فرات کے کنارے اونٹ بھی مر جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔“

کاش کہ اسلامی ممالک کے حکمران دورِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پیش نظر رکھ کر نظام حکومت قائم کریں تو نہ صرف اسلامی ممالک میں خوشحالی اور امن و آشتی کی فضاء پیدا ہو جائیگی بلکہ زمانہ بھر کے غیر مسلم ”اسلام“ کے اعلیٰ اور کامل فلاحی نظام سے متاثر ہو کر حلقہٴ بغوش اسلام ہونے لگیں گے۔

دورِ فاروقی کا مرکزی نظام حکومت

.....﴿ ”وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ“ (۴۴) کے تحت اہم امور میں مشاورت ہوتی تھی اور حتمی فیصلے امیر المؤمنین کرتے تھے۔

.....﴿ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مختب مقرر کیا۔

.....﴿ احتساب کا سخت ترین نظام تھا۔ بڑی سے بڑی شخصیت قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر احتساب سے بچ نہ سکتی تھی۔

.....﴿ حج کے موقع پر تمام صوبائی گورنروں کی حج میں حاضری لازم تھی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال خود بھی حج میں شریک ہوتے۔

.....﴿ ہر علاقے کے لوگوں کو شکایات کا موقع دیا جاتا اور گورنروں کے خلاف فوری اقدامات ہوتے۔

..... جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر مصر کے بارے میں ایک شخص نے شکایت کی، گورنر نے مجھے کوڑوں کی ناحق سزا دلوائی ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تحقیق کے بعد حج کے اجتماع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے کا حکم فرمایا جس کے بعد اس شخص نے قصاص کا حق معاف کرنے کا اعلان کیا۔

..... امیر المؤمنین اور تمام گورنروں کیلئے لازم تھا کہ

☆ ایک عام آدمی کی بود و باش اختیار کریں،

☆ باریک کپڑے نہ پہنیں،

☆ جانیداد میں اضافہ نہ کریں،

☆ دروازوں پر محافظ مقرر نہ کریں۔

☆ ترکی مہنگا گھوڑا استعمال نہ کریں،

☆ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائیں،

☆ اپنے دروازے عوام پر بند نہ کریں،

..... امیر المؤمنین خود بیت المال سے سال میں کپڑوں کے دو جوڑے اور روزانہ ایک مزدور کا معمولی وظیفہ وصول کرتے۔

..... آپ کی پہنی ہوئی قمیص کے کندھوں پر ہمیشہ بیوند لگے نظر آتے۔

..... ایک مرتبہ خطبہ جمعہ میں تاخیر کی وجہ یہ بتائی کہ کپڑوں کا ایک ہی جوڑا تھا دھو کر سوکھنے کے انتظار میں تاخیر ہو گئی ہے۔

..... کفایت شعاری کا یہ عالم تھا کہ رات کے بچے ہوئے ٹکڑوں سے ناشتہ فرماتے۔

..... ایک بار عراق سے معزز مہمان آئے تو انہیں بھی رات کے بچے ہوئے ٹکڑے ناشتہ میں پیش کیے تو مہمانوں نے ایک لقمہ

کھانے کے بعد کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نامناسب سمجھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے

امیر المؤمنین سے بات کرنے کے لئے کہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے بات کریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا سے بات کی تو حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا

نے امیر المؤمنین سے صحابہ کی شکایت کا ذکر کیا تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی سادگی و کفایت اشعاری اور اختیاری فقر وفاقہ کا ذکر کیا اور زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا:

اے ام المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ پر عمل ہی بہتر ہے۔

..... گورنر مصر حضرت عیاض بن غنیم رضی اللہ عنہ نے پتلا لباس پہنا تو انہیں معزول کر دیا اور کہا: بکریاں لے جاؤ اور بکریاں

چرایا کرو۔

..... فاتح ایران جلیل القدر صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے دفتر کے باہر پہرہ لگایا تو انہیں معزول

کر دیا۔

..... آپ کے سالے قدمہ نے شراب نوشی کی تو 80 کوڑے حد شراب قائم کی۔

..... سپہ سالارِ اعظم سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شان میں کسی نے قصیدہ پڑھا تو آپ نے قصیدہ خوان کو انعام

دیا تو محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور معزولی کے احکام جاری فرمائے۔

..... آزادی تنقید کی عام اجازت فرمائی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ سوال کیا کہ آپ نے جو چادریں تقسیم کی ہیں، ایک سے زیادہ چادر سے اپنا لباس تیار کروایا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میرے بیٹے عبداللہ نے اپنے حصے کی چادر مجھے دے دی تھی میں نے کوئی خیانت نہیں کی۔

..... ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام سے ہٹوں تو کیا کرو گے؟ ایک نوجوان نے تلوار سونپی اور کہا: ہم آپ کی گردن کاٹ دیں گے تو آپ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا: جب تک ایسے نوجوان موجود ہیں کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکام سے روگردانی نہیں کر سکتا۔

..... نیز فرمایا: ”أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ مَنْ رَفَعَ إِلَيَّ عُيُوبِي“ (۴۵)

ترجمہ: ”تمام لوگوں سے مجھے سب سے پیارا وہ ہے جو میرے عیوب و نقائص میرے سامنے رکھے۔“
کاش! آج حکمران اور علماء و مشائخ اپنے ارد گرد سے خوشامدیوں کا گھیرا ختم کر کے کھرے اور صاف گولوگوں کو اپنا مشیر بنائیں۔

دورِ فاروقی میں بے شمار اصلاحات اور محکموں کا قیام

..... آپ نے فوج، ڈاک، بیت المال، ریاست کی پیدائش، پولیس اور دیگر محکمے قائم کیے، منزلیں اور سرائیں قائم کروائیں۔
..... 4000 مساجد تعمیر کروائیں جن میں سے 900 جامع تھیں۔

..... سن بھری قائم فرمایا۔

..... نماز تراویح باجماعت ختم قرآن کے ساتھ شروع فرمائی۔

..... مساجد میں روشنی کا انتظام فرمایا۔

..... شہروں میں پہرے دار مقرر کیے۔

..... تاجر کیلئے تعلیم لازم فرمائی۔

..... مدارس قائم فرمائے اور اساتذہ کے وظائف مقرر فرمائے۔

..... جب مدارس کی تعلیمی رپورٹ سے پتہ چلا کہ حضرت ابوالدرداء کے مدرسہ جامع مسجد دمشق سے 10 ہزار سے زیادہ حفاظ تیار ہوئے ہیں تو بہت خوش ہوئے۔

..... اہل کتاب کی عورتوں سے سیاسی طور پر نکاح کرنے سے منع فرمادیا۔

..... مؤلفۃ القلوب کی بجائے مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا۔

..... مسجد نبوی کی توسیع فرمائی اور سادگی برقرار رکھی۔

..... مسجد حرام کے ارد گرد پہلی بار چار دیواری قائم فرمائی۔

- آپ نے یہود کو حجاز مقدس سے نکال دیا۔
- تمام غیر مسلموں کو گھروں اور ان کی عبادت گاہوں میں مذہبی آزادی دی لیکن پبلک مقامات پر انہیں تبلیغ کا حق نہ دیا۔
- آپ نے صاحبِ اُحداث کے نام سے محکمہ پولیس بھی قائم کیا جس کی ذمہ داری عوام اور حکومتی اثاثوں کی حفاظت، امن و امان کا قیام اور تجاوزات پر کنٹرول کرنا ہوتا تھا۔
- آپ نے دریائے نیل سے بحیرہ قلزم تک 69 میل لمبی نہر، نہر امیر المؤمنین کے نام سے کھدوائی جس میں کشتیاں چلتی تھیں۔
- اسی طرح متعدد دیگر نہریں بھی کھدوائیں جن سے ایک نہر ”نہر ابی موسیٰ اشعری“ کے نام سے مشہور ہوئی۔

صوبائی حکومتیں

- آپ نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ، شام، جزیرہ، مصر، فلسطین، کوفہ، بصرہ، خراساں، آذربائیجان، فارس اور دیگر مقامات پر صوبائی حکومتیں قائم فرمائیں۔
- ہر شہر میں ایک قاضی، ایک معلم، ایک خازن اور ایک حاکم مقرر کرنے کی ہدایات فرمائیں۔
- گورنروں سے دروازے عوام پر بند نہ کرنے اور انتہائی سادہ طرز زندگی گزارنے اور جائیداد میں اضافہ نہ کرنے کا عہد لیتے۔

دور فاروقی میں فوجی نظام

- فوج کا نظام اعشاری تھا ہر دس پرامیر العشر، ایک سو پر قائد اور ایک ہزار پرامیر۔
- فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا، بصرہ، کوفہ، اردن، طرابلس الغرب میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں جہاں خوراک کا سناک ہوتا، گھوڑے اونٹ اور اسلحہ کے ذخائر ہوتے اور گھوڑوں اور اونٹوں پر ”جیش فی سبیل اللہ“ داغا جاتا۔
- آپ نے مجاہدین کے وظائف مقرر فرمائے اور اس موقع پر اصحاب بدر کا وظیفہ 5000 اور ان کی اولاد کا 2000 مقرر کیا لیکن امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اور حب رسول حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ اصحاب بدر کے برابر رکھا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اور حب رسول حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کم 2000 رکھا۔

- فوجی بھرتی کیلئے زیادہ تر مدینہ منورہ کو مرکز بنایا گیا اور ہر سال 30 ہزار فوجی بھرتی کیے جاتے۔
- اگر دشمن کی تعداد 2 لاکھ ہوتی تو چالیس ہزار مجاہدین سے زائد مقابلہ میں نہ بھیجتے۔
- امیر المؤمنین خود پوری فوج کے کمانڈر انچیف تھے اور تمام بڑی جنگوں میں جنگ کا نقشہ خود بناتے اور اسکے ساتھ ہدایات بھیجتے رہتے۔

- آپ نے سپر طاقت ایران سے جنگِ قادسیہ کے موقع پر خود جنگ میں قیادت کا اظہار کیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو مدینہ منورہ سے نہ جانے دیا تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

کوسہ سالار، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو میمنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو میسرہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مقدمہ الجیش پر امیر مقرر کیا اور میدان جنگ کا نقشہ خود تیار کیا۔

آپ کی سیرت طیبہ کی ایک جھلک

..... ﴿ 2251030 مربع میل ریاست کے امیر ہونے کے باوجود آپ فقیر صفت، دلق پوش اور بیت المال سے ایک مزدور کے برابر وظیفہ لینے والے حاکم تھے۔ ﴾

..... ﴿ ایک بار قیصر روم کا ایلچی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ دیکھ کر کہ آپ ایک مزدور کے لباس میں مسجد میں سرہانے اینٹ رکھ کر قیلولہ فرما رہے ہیں نہ کوئی سکیورٹی ہے نہ پہرے دار، ایسا متاثر ہوا کہ واپس جا کر پھر مدینہ منورہ آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ ﴾

..... ﴿ جب بیت المقدس فتح ہوا تو آپ بیت المقدس تشریف لے گئے قیص پر 14 پیوند تھے خود پیدل اور خادم گھوڑے پر سوار تھا۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے اچھا لباس پہننے پر اصرار کیا تو فرمایا: اللہ نے یہ عزت لباس کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔ ﴾

..... ﴿ ایک بار رات کو گشت کے دوران ایک بچے کے رونے کی آواز سنی صبح اس بچے کے والد کو مسجد میں طلب کیا اور بچے کے رونے کی وجہ دریافت کی تو بچے کے والد نے بتایا امیر المؤمنین ہم نے بچے کا دودھ وقت سے پہلے چھڑا دیا ہے کیونکہ امیر المؤمنین بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں تو آپ بہت روئے اور کہا: اے عمر! تجھ پر افسوس تیرے اس فیصلے کی وجہ سے کتنے بچوں کا دودھ وقت سے پہلے چھڑا دیا گیا ہوگا، اسی وقت فیصلہ صادر فرمایا کہ آج کے بعد بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ ﴾

..... ﴿ آج کل برطانیہ اور بعض ممالک میں جو بچوں کو وظائف دیئے جاتے ہیں اسے برطانیہ میں ”عمر لاء“ (Umar Law) کہا جاتا ہے۔ آپ نے بچوں کے ساتھ اپا بچوں اور بے سہارا لوگوں کے وظائف بھی مقرر فرمائے۔ ﴾

..... ﴿ ایک بار مدینہ منورہ میں رات کو گشت فرما رہے تھے کہ ایک مسافر کو پریشان حال دیکھا ساتھ ہی خیمہ سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آرہی تھی بڑا اصرار کیا تو مسافر نے بتایا: امیر المؤمنین سے ملنے آئے ہیں رات ہو گئی اور میری بیوی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے اور یہاں کوئی جاننے والا نہیں تو اسی وقت اپنی اہلیہ کو ضروری اشیاء و خوراک کے ساتھ لے کر آئے، خیمہ کے اندر سے آپ کی اہلیہ نے آواز دی: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دیں تو وہ مسافر یہ جان کر کہ امیر المؤمنین اپنی بیوی کے ہمراہ میرے اہل خانہ کی خدمت کر رہے ہیں انتہائی حیران رہ گیا۔ ﴾

..... ﴿ ایک بار ایک خاتون اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملا کر بیچنے کی ترغیب دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی: امیر المؤمنین کو دودھ میں پانی ملانے کی خبر نہیں ہوگی یہ کام کر لو، تو بیٹی نے کہا: اماں جی! امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے لیکن امیر المؤمنین کا اللہ تو دیکھ رہا

ہے۔ آپ گشت کے دوران ماں بیٹی کا یہ مکالمہ سن رہے تھے، صبح اپنے بیٹے عاصم کو اس خدا خوف لڑکی سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ ان کے ہاں ایک بیٹی اُم عاصم نامی پیدا ہوئی جس کے بطن سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جنہوں نے بنو امیہ کے دور حکومت میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور درویشانہ صفت حکومت کی یادیں تازہ فرمادیں۔

خوف خدا کا یہ عالم تھا:

”كَانَ فِي وَجْهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَطَّانِ اسْوَدَانِ مِنَ الْبُكَاءِ“ (۴۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر (خوف خدا) میں رونے کی وجہ سے دو کالی لائیں پڑ چکی تھیں۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: ”اگر آسمان سے آواز آئے کہ ایک شخص کے سوا سب کو بخش دیا گیا ہے تو پھر بھی میں روز قیامت میں حساب و کتاب سے بے خوف نہیں رہوں گا۔“

ایک بار کسی نے شہد پیش کی تو منہ کے قریب لاکر منہ سے ہٹا دی فرمایا: ”اس کی منہ اس وقت تو ختم ہو جائے گا لیکن اس کا حساب ذمہ سے ختم نہیں ہوگا۔ لہذا کسی اور کو دے دو۔“

ایک بار علاج کیلئے شہد کی ضرورت تھی تو مسجد آئے اور شور مچا سے بیت المال سے تھوڑی سی شہد لینے کی اجازت حاصل کی۔

ایک بار آپ کے پاس چادریں آئیں تو کسی نے کہا: اپنی اہلیہ اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر بھیج دیں۔ تو فرمایا: اُم سلیط رضی اللہ عنہا ایک مستحق عورت ہے وہ اس چادر کی زیادہ حقدار ہے۔

ایک بار قحط پڑا تو گوشت، گھی اور ترکاری سب کچھ بند کر دیا۔ زیتون سے روٹی کھاتے۔

ایک دفعہ ایک حاکم عتبہ بن فرقد نے نفیس حلوہ بھیجا تو واپس کر دیا اور فرمایا: یہ بیت المال کی امانت ہے جب سب لوگ حلوہ کھائیں گے تو پھر امیر المؤمنین کے لئے حلوہ مباح ہوگا۔

آپ نے خلیفہ بنتے ہی اپنی پسندیدہ بیویوں کو طلاق دے دی تاکہ مجھ سے کوئی عورت سفارش نہ کرے۔

جب شاہ ایران یزدجرد کی بیٹی حضرت شہر بانو گرفتار ہو کر آئیں تو ان کا نکاح اپنے بیٹے کی بجائے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے 9 بیٹے تھے، کسی کو کسی جگہ گورنر مقرر نہ فرمایا۔

بیت المال کا اونٹ گم ہوا تو سخت گرمی میں خود تلاش کرنے نکلے اور کہا اس کا حساب مجھ سے ہونا ہے۔

جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر کے غیرت اسلامی کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

جنگ بدر میں قیدیوں کے بارے میں آپ ہی نے مشورہ دیا کہ ان اعدائے اسلام کو قتل کر دیا جائے اور ہر مسلمان اپنے رشتہ دار قیدی کو خود قتل کرے۔

..... ایک بار کسی نے ”وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ“ (۴۷) (ترجمہ: جب نامہ اعمال کے رجسٹر کھولے جائیں گے) پڑھا تو بے ہوش ہو گئے۔

..... ایک بار فرمایا: کاش کہ میں انسان کی بجائے ایک تنکا پیدا کیا جاتا۔

..... کسی نے تلاوت کی: ”إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ“ (۴۸) (ترجمہ: تیرے رب کا عذاب ضرور وقوع پذیر ہونے والا ہے) یہ آیت سن کر سواری سے اترے اور کافی دیر انتہائی پریشان بیٹھے رہے۔

..... آپ یوگان اور یتیموں کیلئے پانی خلافت سے پہلے اور بعد از خلافت اپنے کندھوں پر اٹھا کر گھروں میں پہنچاتے۔

..... ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پرنا لے سے ذبح شدہ مرغ کا خون بہہ رہا تھا تو اس پرنا لے کو اکھاڑنے کا حکم دیا تاکہ گزرنے والوں کے کپڑے خون آلود نہ ہوں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ پرنا لے ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے نصب فرمایا تھا تو فوراً فرمایا: اے عباس! میرے کندھے پر کھڑے ہو کر یہ پرنا لے اسی جگہ نصب کرو۔

کرامات

يَا سَارِيَّةَ الْجَبَلِ

مثالی ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے روحانیت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار فارس کے دور دراز علاقے ”نہاوند“ میں مسلمان جہاد کر رہے تھے اور آپ خطبہ جمعہ دے رہے تھے تو فرمایا: ”يَا سَارِيَّةَ الْجَبَلِ“ (ترجمہ: اے ساریہ! پہاڑ کے ساتھ ہو جاؤ۔)

بعد میں لوگوں نے عرض کی: آپ نے دوران خطبہ یہ کلام کیوں فرمایا: تو فرمایا: میں نے دیکھا کہ کفار لشکر اسلام کو گھیرے میں لے رہے ہیں تو میں نے فوراً کہا: پہاڑ کی پناہ لے لو تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی سازش ناکام بنادی اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرما دیا ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا اس نے بتایا کہ ہم نے جہاد کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تھی اور اس پر عمل کیا تھا تو اللہ نے فتح عطا فرمادی تھی۔ (۴۹)

دریائے نیل

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ مصر میں لوگ ہر سال دریائے نیل میں ایک لڑکی کو بناؤ سنگھار کر کے ڈالتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس رسم کی ادائیگی کے بغیر دریائے نیل میں پانی نہیں چڑھتا۔ امیر المؤمنین حکم فرمائیں

کہ کیا کیا جائے؟ تو آپ نے اس کا فرمانہ رسم کو ختم کرنے کا حکم دیا اور ایک رقعہ لکھا:

”إِنَّهَا الذِّبْلُ إِنْ كُنْتَ تَجْرِي بِأَمْرِ اللَّهِ فَاجِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تَجْرِي بِأَمْرِكَ فَلَا حَاجَةَ بِنَا إِلَيْكَ“ (۵۰)

ترجمہ: ”اے دریائے نیل! اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو جاری ہو جا اور اگر تو خود بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں۔“

چنانچہ گورنر مصر بیشمار لوگوں کے ہمراہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رقعہ لے کر دریائے نیل پر پہنچے اور رقعہ دریا میں ڈالا تو دریا میں پہلے سے بہت زیادہ پانی آیا اور کا فرمانہ رسم ختم ہوئی۔

آگ بجھ گئی

ایک بار مدینہ شریف کے قریب ایک کنویں سے گیس نکلی تو جنگل میں آگ لگ گئی اور مدینہ منورہ کی طرف پھیلنے لگی تو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی چادر سے آگ کو دھتکار تے ہوئے کنویں تک لے گئے اور آگ بجھ گئی۔ (۵۱)

زلزلہ ختم

ایک بار زلزلہ آیا تو پاؤں زمین پر مارا اور فرمایا:

”أَقْرَبِي إِلَهُ أَعْدِلْ عَلَيْكَ“

ترجمہ: اے زمین! ختم جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ تو اسی وقت زلزلہ ختم ہو گیا۔ (۵۲)

خواب میں عطاءئے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

ایک بار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت کھجور کی ٹوکری لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک کھجور عطا فرمائی ہے۔

صبح نماز فجر کیلئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک عورت کھجور کی ایک ٹوکری لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو ایک کھجور دی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے ایک کھجور اور دیں تو فرمایا:

”لَوْ زَادَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ لَزِدْنَاكَ“ (۵۳)

ترجمہ: ”اگر خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمہیں زیادہ دیتے تو ہم بھی زیادہ دیتے۔“

جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا کیونکہ میں نے اپنا خواب کسی کو بتایا ہی نہ تھا۔

(۵۰) تاریخ الخلفاء، الخليفة الثاني، ص ۱۰۳ (۵۱) حجة الله على العالمين، الخاتمة في اثبات كرامات الاولياء، ص ۲۱

(۵۲) طبقات الشافعية الكبرى للسبكي، باب ومنها قصة الزلزلة، ج ۲، ص ۳۲۴

(۵۳) الرياض النضرة، الفصل التاسع، ج ۲، ص ۳۴۲ - نزهة المجالس، باب سراج اهل الجنة عمر، ج ۲، ص ۱۵۱

شہادت اور روضہ رسول میں تدفین

26 ذوالحجہ 33ھ بروز بدھ آپ مسجد نبوی میں نماز فجر کی پہلی رکعت میں قراءت فرما رہے تھے کہ ایک مجوسی غلام، ابولؤلؤ فیروز لعین نے آپ کو دودھاری خنجر سے شدید زخمی کیا۔

جس کے بعد یکم حرم الحرام کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور روضہ رسول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سر مبارک سے دو ہاتھ نیچے رکھ کر دفن کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

سبحان اللہ! حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تدفین میں بھی ادب نبوی کو ملحوظ رکھا گیا اور برابر تدفین نہ کی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہاتھ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے ایک ہاتھ نیچے دفن کیا گیا۔

آپ نے شدید زخمی حالت میں چھ اشخاص حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں فرمایا: ان چھ اشخاص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وفات کے وقت بہت خوش تھے اور میں خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کثرت رائے کی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو خلیفہ مقرر فرمادیں تو سخت ناراض ہوئے۔

اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: میرے قرض کا حساب کرو، حساب ہوا تو قرضہ 86000 درہم تھا فرمایا: میرا مکان بیچنا اور قرضہ ادا کرنا اگر مکان سے پورا نہ ہو تو میرے اہل و عیال قرضہ ادا کریں اور اگر نہ کر سکیں تو میرے خاندان بنو عدی کے لوگ وگرنہ پھر قبیلہ قریش قرضہ ادا کرے گا۔

سبحان اللہ! خلافت راشدہ کا کمال ہے کہ آج کے پچاس ملکوں کے برابر ریاست کا حاکم ہونے کے باوجود مقروض ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہے ہیں۔

اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زخمی حالت میں کہا: اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ! اب امیر المؤمنین نہ کہنا بلکہ کہنا عمر عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تدفین کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے سوچی تھی لیکن میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو فرمایا: مجھے اٹھاؤ پھر فرمایا: کیا خبر ہے: عرض کی اے امیر المؤمنین جو آپ پسند کرتے ہیں۔ تو آپ نے کہا:

بیٹے اور بیوی کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنے کا امتحان

فلسطین میں طویل عرصہ دعاؤں کے بعد 90 سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند (حضرت اسمعیل علیہ السلام) عطا فرمایا۔ اس وقت خانہ کعبہ کی دیواریں طوفان نوح کی وجہ سے گر چکی تھیں اور بنیادیں مٹی کے اندر چھپ گئی تھیں۔ اس وقت مکہ مکرمہ کا شہر بھی نہیں تھا۔ یہ جگہ بے آب وادی کی صورت میں تھی، اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے بیٹے اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس وادی میں چھوڑ کر واپس فلسطین آ جاؤ۔

اس امتحان میں بڑی حکمت یہ تھی کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام بڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر نو کریں گے اور مکہ مکرمہ شہر کی بنیاد رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی بیوی اور بیٹے کو خانہ کعبہ کے پاس چھوڑ کر واپس فلسطین چلے گئے اور واپسی کے وقت یہ دعا فرمائی:

”رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک وادی میں بسائی جس میں کھیتی نہیں، تیرے عزت و حرمت والے گھر کے پاس، اے میرے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں، تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر بجالائیں۔“

جب پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی کی تلاش کیلئے صفا و مروہ دو پہاڑیوں میں سات بار سعی کی تو آب زمزم کا چشمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے نیچے سے ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی بندی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کے نشانات صفا و مروہ کو ”شعائر اللہ“ کا درجہ حاصل ہوا اور صفا و مروہ کے درمیان آپ کی سنت سعی کوچ و عمرہ میں ایک عبادت کا درجہ دے دیا گیا۔ (۲۹)

پیارے بیٹے اسمعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا امتحان

جب حضرت اسمعیل علیہ السلام سعی (چلنے اور کام کاج کرنے) کی عمر کو پہنچے تو خواب میں آپ کو ذبح کرتے دیکھا، چوں کہ پیغمبر کا خواب وحی کی ایک قسم ہے لہذا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ لے گئے، بیٹے کو حکم خدا سے آگاہ فرمایا۔ فرماں بردار بیٹے نے حکم خدا کی تعمیل پر مکمل رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے خوبصورت بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کرنے لگے تو چھری نے کام نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک مینڈھا ذبح کیلئے نازل فرمایا۔ دیکھئے سورہ صافات آیت: 102 تا 110

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس یادگار قربانی کو بعد میں آنے والی امتوں میں شروع فرمادیا۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے تو آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”سُنَّۃُ اَبْنِکُمْ اِبْرَہِیْمَ“ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

انہوں نے عرض کیا اس میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے فرمایا: ”يُكَلِّ شَعْرَةً حَسَنَةً“ (۳۰)

ترجمہ: ”ہر بال کے بدلے ایک نیکی کا ثواب“

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ شَيْءٌ اَھَمَّ مِنْ ذَلِكَ الْهَضْطَجِ“ (۵۴)

ترجمہ: ”الحمد للہ! کوئی شے یعنی اس لینے کی جگہ سے میرے نزدیک زیادہ اہم نہیں تھی۔“

پھر فرمایا: میری شہادت کے بعد پھر اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا سے پوچھنا اگر اجازت دیں تو فقیہا و گرنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر دعا کرتے تھے:

”اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاَجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ کَبِیْرٍ“ (۵۵)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے راستہ میں شہادت اور تیرے نبی کے شہر میں وفات پانے کی دعا کرتا ہوں“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا من وعن قبول فرمائی اور آپ کی شدید خواہش کے مطابق آپ روضہ رسول میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۵۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب باب من رأى ان يدفن في ارض مملوكة، الرقم: ۷۰۸۲

(۵۵) صحیح بخاری، باب کراية النبی ﷺ ان تعری المدينة، الرقم: ۱۸۹۰

امیر المؤمنین خلیفہ سوم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

دُرِ منثور قرآن کی سِلکِ نبی
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدی

زوجِ دونور عفت پہ لاکھوں سلام
حلہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

آپ کی ولادت و نسب

..... ﴿آپ کا شجرہ نسب یہ ہے:

”عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف“

..... ﴿جبکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شجرہ نسب یہ ہے:

”محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف“

آپ رضی اللہ عنہ کی نانی اُم حکیم بیضاء، والدِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ”توام“ (جوڑے کی بہن) ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ”اروی بنت کریم بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالمطلب بن عبدمناف“ ہیں اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پھوپھی اُم حکیم بیضاء کی بیٹی ہیں۔

نام، کنیت اور القاب

آپ کا اسم ”عثمان“ ہے القاب: ”ذوالنورین“ اور ”ذوالجھرتین“ ہیں۔

ذوالنورین

ذوالنورین (دونوروں والا) اس لیے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دو بیٹیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔

تاریخِ انسانی میں یہ شرف صرف آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور وہ بھی امام الانبیاء حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا: ے

نور کی سرکار سے پایاد و شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذُو النُّوْرِ ین جوڑ انور کا

..... ﴿حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:
 ”ذَلِكَ أَمْرٌ يُدْعَى فِي الْمَلَا الْأَعْلَى ذَا النُّورَيْنِ“ (۱)
 ترجمہ: ”یہ وہ شخص ہے جس کو ملائے اعلیٰ (آسمانوں) میں ذوالنورین پکارا جاتا ہے۔“

ذوالہجرتین

آپ کو ”ذوالہجرتین“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بارہ مردوں اور چار عورتوں کے پہلے قافلے کی قیادت کرتے ہوئے ۵ نبوی میں ہجرت حبشہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”إِنَّ عُثْمَانَ لَاؤُلُ مَنْ هَاجَرَ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ“ (۲)

ترجمہ: ”بے شک حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔“
 پھر آپ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ میں حالات اچھے ہو گئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ واپس آگئے پھر ۱۳ نبوی میں ہجرت مدینہ کی اور ”ذوالہجرتین“ کا لقب پایا۔ ہجرت کرنے والے مؤمنین اور انصار مدینہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْوُوا وَتَصَرَّوْا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ“ (۳)

ترجمہ: ”اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔“

آپ کی کنیت

ابو عبد اللہ، ابو عمر و اور ابو یعلیٰ ہے۔ ”ابو عبد اللہ“ بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے شہزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو بچپن میں وصال فرما گئے تھے، کی نسبت سے ہے۔

حسن سیرت و حسن صورت

..... ﴿آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں انتہائی شریف انفس تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:
 ”قَوْلَ اللَّهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا فِي إِسْلَامٍ قَطُّ“ (۴)
 ”وَلَا شَرِبْتُ خَمْرًا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ“ (۵)
 ”وَلَا سَرَقْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ“ (۶)
 ”وَلَا كَذَبْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ قَطُّ“ (۷)

(۱) کنز العمال، باب فضائل عثمان، الرقم: ۳۶۱۸۱۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۹ (۲) دلائل النبوة للبيهقي، باب الهجرة الاولى الى الحبشة، ج ۲، ص ۲۹۶

(۳) سورة انفال: ۴، (۴) سنن ابی داؤد، باب الامام یاسر بالغفو، الرقم: ۴۵۰۲ (۵) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عثمان، الرقم: ۳۲۰۵۵

(۶) البدایة و النہایة، باب صفۃ حصر امیر المؤمنین عثمان، ج ۱، ص ۲۹۶ (۷) المعرفة و التاريخ لامام ابی یوسف، باب ومنہم ابوقیس، ج ۲، ص ۳۸۹

ترجمہ: ”قسم بخدا! میں نے دور جاہلیت اور دور اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا، نہ شراب پی، نہ کبھی چوری کی اور نہ ہی جھوٹ بولا۔“
..... آپ اسلام لانے سے پہلے بھی انتہائی خوشحال، کامیاب تاجر اور انتہائی سخی تھے:

”وَكَانَ يَذْفَعُ مَالَهُ قِرَاصًا“ (۸)

ترجمہ: ”آپ اپنا مال مضاربت کے طور پر تجارت کے لیے دیتے تھے۔“

یعنی آپ دورِ جہالت میں بھی سودی کاروبار نہیں کرتے تھے۔

..... آپ رضی اللہ عنہ دورِ جاہلیت میں بھی نہایت راست گواہ تھے۔

..... آپ رضی اللہ عنہ بے راہروی کے زمانے میں بھی شرم و حیاء کے پیکر تھے۔

..... آپ رضی اللہ عنہ تنہائی میں بھی غسل کرتے وقت اپنی کمر سیدھی نہیں رکھتے تھے بلکہ جھک جاتے تھے۔ (۹)

..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مشابہ ہونے کی وجہ سے نہایت خوبصورت

تھے۔ حضرت عبداللہ بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَا رَأَيْتُ قَطُّ ذَكَرًا وَلَا أُنْثَىٰ أَحْسَنَ وَجْهًا مِنْهُ“ (۱۰)

ترجمہ: ”میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ حسین کسی مرد اور عورت کو نہیں دیکھا۔“

..... ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

”فَهَلْ رَأَيْتَ ذَوْجًا أَحْسَنَ مِنْهُمَا“ (۱۱)

ترجمہ: ”کیا تم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا سے خوبصورت جوڑا دیکھا ہے؟“

تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں نے ان دونوں سے زیادہ

حسین و جمیل کسی مرد اور عورت کو نہیں دیکھا۔

یاد رہے کہ یہ واقعہ ”احکامِ حجاب“ سے پہلے کا ہے۔

..... اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی

شہزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”إِنَّ بَعْلَكَ أَشَبَّهُ النَّاسِ بِحَدِّكَ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِيكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ)“ (۱۲)

ترجمہ: ”تمہارا (ہونے والا) شوہر تمہارے دادا اجدادِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد (حضرت) محمد صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔“

(۸) الطبقات الکبریٰ، باب ذکر لباس عثمان، ج ۳، ص ۴۴ (۹) تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الثالث، ص ۱۲۱

(۱۰) المعجم الکبیر، باب صفۃ بن عفان، الرقم: ۹۳، جلد اول (۱۱) مجمع الزوائد، باب صفۃ رضی اللہ عنہ، الرقم: ۱۳۹۰

(۱۲) کنز العمال، باب فضائل عثمان بن عفان، الرقم: ۳۶۲۲۵۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، باب عثمان، ج ۲۹، ص ۴۴

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا:

”أَكْرَمِيهِ فَإِنَّهُ مِنْ أَصْحَابِي فِي حُلُقَا“ (۱۳)

ترجمہ: ”عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو! یہ میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔“

بعثت نبوی و قبول اسلام

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد پانچویں نمبر پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اثر و رسوخ سے مسلمان ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان بنو امیہ سے تھے اور بنو امیہ کے اکثر بڑے لوگ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے لہذا آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابوالعاص نے قبول اسلام پر آپ رضی اللہ عنہ کو باندھ کر آپ پر بے حد تشدد کیا اور آپ کو اسلام ترک کرنے کے لیے کہا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمادیا:

”وَاللّٰهُ لَا اَدْعُهُ اَبَدًا وَلَا اَقَارِفُهُ“ (۱۴)

ترجمہ: ”قسم بخدا! نہ میں انہیں (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کو چھوڑوں گا اور نہ ہی اُن سے جدا ہوں گا۔“ چنانچہ حکم بن ابوالعاص نے مایوس ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آپ کی اس استقامت پر خوش ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ عطا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے بڑے تاجروں میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۵ نبوی میں ہجرت حبشہ کی اجازت ملنے پر اور ۱۳ نبوی میں ہجرت مدینہ کی اجازت ملنے پر اپنا کاروبار، برادری، گھر اور پیارا شہر مکہ مکرمہ چھوڑ کر دوبار ہجرت فرمائی۔

آپ کی جلیل الشان خدمات اسلامیہ

بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا:

ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ منورہ میں عموماً پانی بد ذائقہ تھا۔ مدینہ منورہ کی وادی عقیق میں بئر رومہ کا پانی نہایت صحت افزا اور میٹھا تھا۔ اس کنویں کا مالک ایک انصاری تھا جو اس کنویں کا پانی فروخت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انصاری سے فرمایا:

”بُعِیْهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ“

ترجمہ: ”یہ کنواں جنت کے ایک چشمے کے بدلے مجھے بیچ دو؟“

انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری اور میرے اہل و عیال کی معیشت کا ذریعہ صرف یہی کنواں ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَتَجْعَلْ لِي مِثْلَ الَّذِي جَعَلْتَهُ لَكَ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ اِنْ اشْتَرَيْتُهَا؟“

ترجمہ: ”یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر میں وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دوں تو کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنت کا ایک چشمہ مجھے بھی عطا فرمادیں گے؟“

تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ چشمہ تمہیں دے دوں گا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں پینتیس ہزار درہم میں خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (۱۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنت اور جنت کی نعمتوں کے مالک و مختار ہیں۔

غزوہ تبوک (جیش العسرہ) کی امداد

تبوک اور شام کے علاقے سپر طاقت روم کے زیر اثر تھے۔ رومی ان علاقوں سے مدینہ منورہ پر جارحانہ حملہ کرنا چاہتے تھے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ۹ ہجری میں رومیوں کی پسپائی کے لیے ایک لشکر تیار فرمایا۔ جس کی تعداد تیس ہزار تھی اکثر مجاہدین کے پاس سواری اور زوردار ہوا نہ تھا۔ ادھر باغات کے پھل پکنے کے قریب تھے، بڑی تنگی کا وقت تھا اور سپر طاقت روم کے ساتھ مقابلہ تھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ“ (۱۶)

ترجمہ: ”جو جیش العسرہ (تنگی کے زمانے کے لشکر) کی تیاری کرائے گا تو اس کے لیے جنت ہے۔“

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوہ تبوک کے لیے مالی قربانیاں پیش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا مال پیش کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سارا مال پیش کیا، دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حد درجہ مالی قربانی پیش کی۔

..... علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حَمَلَ عُثْمَانُ عَلَى أَلْفٍ بَعِيدٍ وَسَبْعِينَ فَوْسًا فِي الْعُسْرَةِ ثُمَّ جَاءَ بِعَشْرَةِ أَلْفٍ وَبِتَارٍ“ (۱۷)

(۱۵) المعجم الكبير، الرقم: ۱۲۲۶، جلد دوم۔ مجمع الزوائد، باب الصدقة لا توث، الرقم: ۴۱۵

(۱۶) صحيح بخاری، باب اذا وقف ارضا وبئرا، الرقم: ۲۴۶۸ (۱۷) فتح الباری، باب اذا وقف ارضا وبئرا، زیر بحث حدیث نمبر: ۲۴۶۸، ج ۵، ص ۳۰۸

ترجمہ: ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے جیش العسرہ میں پیش کیے پھر دس ہزار دینار (سونے کے سکے) لے آئے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”غزوہ تبوک میں تیس ہزار کا لشکر اسلام تھا اس میں سے دو تہائی لشکر کا سامان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فراہم کیا تھا“ (۱۸)

اسی موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوبار فرمایا:

”مَا صَنَعَ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ النَّبِيِّ“ (۱۹)

ترجمہ: ”آج کے بعد عثمان سے کوئی ضرر رساں عمل نہیں ہوگا۔“

غزوہ تبوک کی تیاری کرانے میں سب سے بڑا کردار ادا کرنے کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ”مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ“ (۲۰) (جیش العسرہ کی تیاری کروانے والا) بھی کہا جاتا ہے۔

دور رسالت میں مسجد نبوی کی توسیع

مسجد نبوی کی اراضی کی قیمت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی تھی۔ جب مسجد نبوی تنگ ہو گئی تو حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةً أَلِ فُلَانٍ فَيَزِيدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟“ (۲۱)

ترجمہ: ”کون ہے جو فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں اضافہ کرے، جنت میں اس سے بہتر زمین کے بدلے میں؟“

آپ رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو بیس یا پچیس ہزار درہم کے بدلے خرید کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”اجْعَلْهُ فِي مَسْجِدِنَا وَاجْرُؤْ لَكَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اس کو ہماری مسجد میں شامل کر دو اور اس کا ثواب تمہارے لیے ہے۔“

آج کل محراب عثمانی اور مواجہہ شریف اور کئی دیگر مقامات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توسیعات ہیں۔

مسجد حرام کی توسیع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اہل مکہ میں سے ایک آدمی سے فرمایا:

”يَا فُلَانُ لَا تَبِيعْنِي ذَاكَ أَرِيدُهَا فِي مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ بِبَيْتِ أَصْنُئِ فِي الْجَنَّةِ“

(۱۸) مدارج النبوة، باب غزوہ تبوک وغزوہ جیش العسر، جلد دوم، ص ۴۰۸ (۱۹) جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان، الرقم: ۳۴۰۱

(۲۰) مدارج النبوة، باب غزوہ تبوک، ج ۲، ص ۴۰۸ (۲۱) جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان، الرقم: ۳۴۰۳ (۲۲) سنن نسائی، باب فضل من جهز غازيا، الرقم: ۳۱۸۲

ترجمہ: ”اے فلاں! کیا تو اپنا گھر مجھے نہیں بیچے گا کہ میں اس کو کعبہ کی مسجد میں شامل کر دوں، جس کے بدلے میں میں جنت کے ایک گھر کا ضامن ہو جاؤں؟“

تو اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! میرا اس گھر کے علاوہ کوئی گھر نہیں ہے۔
تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس گھر کو دس ہزار دینار کے بدلے خرید کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

”إِنَّمَا هِيَ دَارِيٌّ فَهَلْ أَذْتُ أَخِذَهَا بِبَيْتٍ تَصْنَعُهُ لِي فِي الْجَنَّةِ؟“

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! اب وہ گھر میرا ہے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میرے لیے جنت میں ایک گھر کے ضامن ہوں گے؟

”فَأَخَذَهَا مِنْهُ وَصَّيْنُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“ (۲۳)

ترجمہ: ”تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے وہ گھر آپ رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور جنت میں آپ کے لیے ایک گھر کے ضامن ہوئے۔“

جنت البقیع کی اراضی میں اضافہ

مہاجرین اور ریاست مدینہ کے جانوروں کے چرنے کے لیے مسجد نبوی کے قریب جانب شمال میں بقیع الغرقہ (ایک سرسبز و شاداب) اراضی تھی۔ اس اراضی میں بعد میں جنت البقیع قبرستان بنایا گیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اراضی میں بھی مزید زمین خرید کر اضافہ فرمایا۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الْحُشُّ: الْبُسْتَانُ كَانَ عُثْمَانُ قَدْ اشْتَرَاهُ وَزَادَهُ الْبَقِيعَ“ (۲۴)

ترجمہ: ”حُش“ ایک باغ تھا جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خرید کر جنت البقیع میں اضافہ فرما دیا تھا۔

قطط میں امداد

..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قطط پڑا حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ملک شام سے گندم اور سامان خوراک کے ایک ہزار اونٹ لائے۔ تو اگلے روز تاہر لوگ آپ کے گھر پہنچ گئے اور کہا: آپ گندم اور دیگر اشیاء کے ایک ہزار اونٹ لائے ہیں، آپ وہ ہمیں فروخت کر دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ التَّجَارِ مَا تُزِيحُونِي عَلَى شِرَائِي مِنَ الشَّامِ“

ترجمہ: ”تم لوگ ملک شام کے نرخوں کے مطابق مجھے کیا نفع دو گے؟“

انہوں نے کہا: دس درہم کے بارہ درہم دیں گے (یعنی دس درہم پر دو درہم نفع) آپ نے ارشاد فرمایا: ”قَدْ زَادُونِي“ مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔

تاجروں نے کہا: دس درہم کے چودہ درہم لے لیں۔ آپ نے فرمایا: ”قَدْ زَادُونِي“ مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔ انہوں نے کہا: مدینہ کے تاجر تو ہم ہیں، آپ کو کون زیادہ نفع دے رہا ہے؟ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”زَادَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِكُلِّ دُرْهَمٍ عَشْرَةً أَعِنْدَكُمْ زِيَادَةٌ؟“

ترجمہ: ”مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ایک درہم پر دس درہم نفع دینے کا وعدہ فرمایا ہے کیا تمہارے پاس اس سے زیادہ نفع ہے۔“ انہوں نے کہا: ہم اتنا نفع نہیں دے سکتے۔ آپ نے فرمایا:

”أَشْهَدُكُمْ مَعْشَرَ التَّجَارِ أَنَّهَا صَدَقَةٌ عَلَى فَقَرَاءِ الْمَدِينَةِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”اے تاجروں کی جماعت! اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں نے یہ تمام اشیاء مدینے کے ضرورت مندوں کے لئے صدقہ کر دی ہیں۔“

..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں جب رات کو سویا تو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَبِلَهَا مِنْهُ وَزَوَّجَهَا بِهَا عَرُوسًا فِي الْجَنَّةِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”عثمان نے جو صدقہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عثمان کا یہ عمل قبول فرما کر جنتی حور سے ان کا نکاح فرمایا ہے۔“ حضرت شرحبیل بن مسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كَانَ عُثْمَانُ يُطْعِمُ النَّاسَ طَعَامَ الْإِمَارَةِ وَيَدْخُلُ بَيْتَهُ فَيَأْكُلُ الْخَلَّ وَالزَّيْتُ“ (۲۶)

ترجمہ: ”اس خط میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیرانہ کھانا کھلاتے تھے اور خود گھر جا کر زیتون اور سرکہ سے کھانا تناول کرتے تھے۔“

کاتبِ وحی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ”وحی“ کی کتابت کرتے تھے اور اگر یہ

دونوں موجود نہ ہوتے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت لکھا کرتے تھے۔“ (۲۷)

(۲۵) الریاض النضرۃ، الفصل التاسع، ج ۳، ص ۴۳۔ نزہۃ المجالس، باب فی فضل الصدقہ، ج ۲، ص ۶

(۲۶) الریاض النضرۃ، الفصل التاسع، ج ۳، ص ۴۴۔ التبصرۃ، ج ۱، ص ۴۳۸ (۲۷) مدارج النبوت، باب بفتح در ذکر کتابان بازگاہ رسالت، ج ۲، ص ۶۱۰

اذانِ جمعہ

عہد نبوی سے لے کر عہدِ فاروقی تک اذانِ جمعہ ایک تھی، آپ نے مسلمانوں کو تیاری کی ترغیب دینے کے لیے تجارتی منڈی میں ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا۔

..... چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

”إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلَ مَنْ زَادَ الْإِذَانَ الْأَوَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ زَادَهُ فَكَانَ يُؤَدَّنُ بِهِ عَلَى الرَّوْرِ“ (۲۸)

ترجمہ: ”بیشک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے جمعۃ المبارک کی پہلی اذان کا اضافہ اس وقت فرمایا جب لوگ کثیر ہو گئے تو وہ اذان مقامِ زوراء (ایک تجارتی منڈی کے مقام) پر پڑھی جاتی تھی۔“

مسجدِ نبوی کی شاندار تعمیر نو

..... صحیح بخاری میں ہے:

”ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنَى جِدَارًا بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمْدَةً مِنْ حِجَارَةٍ مَّنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ“ (۲۹)

ترجمہ: ”پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں بہت زیادہ تبدیلی کی اور اس کی دیواروں کو منقش پتھروں اور چونا سے بنایا اور اس کے ستونوں کو منقش پتھروں سے بنایا اور اس کی چھت پر ساگوان کی لکڑی لگائی۔“

..... امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جَعَلَ طُولَهُ سِتِّينَ وَمِائَةَ ذِرَاعٍ وَعَرْضَهُ خَمْسِينَ وَمِائَةَ ذِرَاعٍ“ (۳۰)

ترجمہ: ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس مسجد کی لمبائی ۱۶۰ ہاتھ (۲۴۰ فٹ) اور چوڑائی ۱۵۰ ہاتھ (۲۲۵ فٹ) رکھی۔“

..... آج کل مسجدِ نبوی شریف کی محراب کو ”محرابِ عثمانی“ کہا جاتا ہے۔

..... اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ گرانے کی منظوری نہ دی اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔ لہذا آپ نے باقی تمام حجرات کو مسجدِ نبوی میں شامل فرمایا۔

یاد رہے کہ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کو بابِ البقیع کے کونے میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ترکوں کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

بڑی عمر میں ختنہ کرنے کا امتحان

جب آپ کو بڑی عمر میں ختنہ کا حکم دیا گیا تو چوں کہ بالغ کیلئے شرم گاہ کو چھپانا فرض ہے لہذا آپ نے کسی سے ختنہ کرانے کی بجائے خود تیشے سے ختنہ کر لیا اور بلاتا خیر تعمیل فرمادی۔ (۳۱)

کلمات کے بارے میں اقوال مفسرین

..... ﴿ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کلمات سے کوکب، قمر، شمس، نار، ذبح اسماعیل، ہجرت اور ختنہ کے امتحانات مراد لئے ہیں۔ (۳۲) ﴾

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد دس خصالِ فطرت ہیں (۱) کلی کرنا، (۲) ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرنا، (۳) سر کی مانگ، (۴) مونچھیں کٹنا، (۵) مسواک کرنا، (۶) ختنہ، (۷) زیر ناف بال مونڈنا (۸) ناخن کٹوانا، (۹) بغل کے بال نوچنا (۱۰) ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کرنا۔ (۳۳) ﴾

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ کلمات سے مراد تیس چیزیں ہیں۔ دس سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۲ میں، دس سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں اور دس سورہ مومنون کی آیات نمبر ۹ تا ۱۹ میں ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) توبہ، (۲) عبادت، (۳) حمد، (۴) سیاحت، (۵) کرکوع، (۶) سجدہ، (۷) اچھی باتوں کا حکم (۸) بری باتوں سے روکنا، (۹) حدودِ الہی کی نگہبانی، (۱۰) ایمان والوں کو خوشخبری سننا، (۱۱) اسلام (۱۲) ایمان، (۱۳) اطاعت، (۱۴) صبر، (۱۵) عاجزی، (۱۶) صدقہ، (۱۷) روزہ، (۱۸) شرمگاہ کی حفاظت، (۱۹) نظر کی حفاظت، (۲۰) ہر وقت ذکرِ خدا، (۲۱) قیامت کی تصدیق، (۲۲) نماز میں حضور قلبی (۲۳) مستحبات کی پابندی، (۲۴) بیکار باتوں سے پرہیز، (۲۵) زکوٰۃ بخوشی ادا کرنا، (۲۶) بیوی اور لونڈی کے سوا اوروں سے شرمگاہ کی حفاظت کرنا، (۲۷) وعدہ پورا کرنا، (۲۸) امانت ادا کرنا، (۲۹) مذاق اور دل لگی سے پرہیز کرنا، (۳۰) سچی گواہی نہ چھپانا۔ (۳۴) ﴾

..... ﴿ بعض مفسرین نے کہا کلمات سے مراد احکام حج ہیں۔ (۳۵) ﴾ ان تمام اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ کلمات سے مراد وہ تمام اوامر و نواہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے ہیں۔

سخت آزمائشوں کے ساتھ لفظ ”رب“ کیوں استعمال فرمایا

آیت مذکورہ میں سخت ترین امتحانات اور بلیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی ناموں میں سے ”رب“ کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس میں اشارہ ہے کہ بندے پر مصائب و بلیات اور آزمائشوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے قہر و غضب نہیں بلکہ رب کریم کی طرف سے بندے کی روحانی پرورش اور اسے کمال تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں کیوں کہ مصائب و بلیات میں صبر کرنے

(۳۱) صحیح بخاری، باب الختان بعد الکبر، الرقم: ۶۲۹۸ (۳۲) تفسیر درمثور، تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری، زیر بحث آیت نمبر ۱۲۴، سورہ بقرہ

(۳۳) المستدرک، باب من سورۃ البقرۃ، الرقم: ۳۰۵۵ - السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنن فی الاخذ من الاطفال، الرقم: ۳۰۵۵

(۳۴) تفسیر خازن، تفسیر طبری، تفسیر درمثور، زیر بحث آیت نمبر ۱۲۴، سورہ بقرہ (۳۵) المستدرک، باب ان الذبیح اسحاق بن ابراہیم، الرقم: ۳۰۵۰

حفاظت قرآن مجید

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ مختلف لغتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو رہا ہے، اے خلیفہ رسول! اس سے پہلے کہ امت میں قرآن مجید کی مختلف لغتوں کی وجہ سے اختلاف شدت اختیار کر جائے آپ رضی اللہ عنہ اس صورتحال کا تدارک فرمائیں۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اصحاب حل وعقد کے مشورہ سے لغت قریش (جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا) کے سوا دیگر تمام لغات پر پابندی لگا دی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عظیم کارنامے کو حفاظت قرآن کہا جاتا ہے اور اس وقت جو قرآن مجید امت کے ہاتھوں میں ہے یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر لغت قریش میں نازل ہونے والا اصل قرآن مجید ہے۔

بحری بیڑا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شام و مصر کی فتوحات مکمل ہوئیں تو گورنر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بحیرہ روم کے جزیروں اور بندرگاہوں کو فتح کرنے کے لیے بحری جہاز تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑا بنانے کی اجازت نہ دی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلی بار بحری بیڑا بنانے کی اجازت دی پہلے مرحلے میں دو سو بحری جہاز تعمیر کیے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحیرہ روم میں پہلے قبرص اور روڈس کے اہم جزیرے فتح کیے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبولہ فرما رہے تھے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیدار ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرا رہے تھے، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو فرمایا:

”رَأَيْتُ قَوْمًا مِّمَّنْ يَزُكُّبُ ظَهَرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَيَّامَةِ“

ترجمہ: ”میں نے اپنی امت میں سے چند لوگوں کو دیکھا جو اس سمندر کی پشت پر سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر۔“
میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے تو فرمایا:

”فَإِنَّكَ مِنْهُمْ“

ترجمہ: ”تو انہیں میں سے ہے۔“ (۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَتَرَوُجَهَا عِبَادَةً بُنِ الصَّامِتِ فَعَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعَ قَرِبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ لَتَرَكِبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَأَنْدَقَتْ عُنُقَهَا فَمَاتَتْ“ (۳۱)

ترجمہ: ”توان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے شادی کی، پھر انہوں نے سمندر میں جہاد کیا تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئے، جب لوٹے تو ایک خچران کی سواری کے لیے ان کے قریب لایا گیا، تو اس نے انہیں گرا دیا جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ انتقال کر گئیں۔“

اس سے پہلے رومی بحری جہازوں کے ذریعے بلادِ اسلامیہ پر حملے کرتے تھے، بحری بیڑا تعمیر ہونے کی بدولت افریقہ سے بحیرہ روم تک بے شمار بلادِ اسلامیہ رومیوں کے بحری حملوں سے محفوظ ہو گئے اور بحری بیڑوں کی وجہ سے صدیوں تک مسلمانوں کو سمندروں اور بحری علاقوں پر کنٹرول حاصل رہا بحری بیڑوں کی بدولت تجارت میں بھی بے حد وسعت پیدا ہوئی اور اشاعتِ اسلام کو بھی فروغ حاصل ہوا۔

مؤذنین کی تنخواہ

آپ رضی اللہ عنہ ہی نے مؤذنین کی تنخواہ مقرر فرمائی۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

”أَوَّلُ مَنْ رَزَقَ الْمُؤَذِّنِينَ عُثْمَانُ“ (۳۲)

ترجمہ: ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مؤذنین کی تنخواہ مقرر کی۔“

فضائل و مناقب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں:

..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: میں مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ“

ترجمہ: ”دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔“

میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے انہیں وہ خوشخبری دی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انھوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ“

ترجمہ: ”دروازہ کھولو اور اسے جنت کی بشارت سناؤ۔“

میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے انہیں وہ بشارت دی جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انھوں نے بھی اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

”إِفْتَحْ لَهُ وَيَسِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ“

ترجمہ: ”دروازہ کھولو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو اس مصیبت پر جو اسے پہنچے گی۔“

میں نے دیکھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کیا تو انھوں نے اللہ کی حمد و ثنائیاں فرمائی۔ (۳۳)

علم غیب کا ثبوت:

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے ہیں اور آپ کو علم ہے کہ کون جنتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بہت بڑی آزمائش آنے والی ہے۔

جنت میں رفیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَرَفِيقِي فِيهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ“ (۳۴)

ترجمہ: ”ہر نبی کے لیے جنت میں ایک رفیق ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان بن عفان ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مالک جنت ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اِسْتَدْرَى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْجَنَّةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ:

حَيْثُ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ وَحَيْثُ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ“ (۳۵)

ترجمہ: ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دو بار جنت خریدی، ہر رومہ خرید کر اور جیش عسرہ (غزوہ تبوک) کی تیاری کرا کے۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنت

کے مالک و مختار ہیں۔

(۳۳) صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب، الرقم: ۳۶۹۳ (۳۴) سنن ابن ماجہ، باب فضل عثمان، الرقم: ۱۰۹

(۳۵) المستدرک، باب ذکر مقتل عثمان بن عفان، الرقم: ۴۵۴۰

عشرہ مبشرہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ
 فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ
 بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ“ (۳۶)

ترجمہ: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (بن زید) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

امت محمدیہ کی شفاعت کریں گے

..... ارشاد نبوی ہے:

”يَشْفَعُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ رِبْعَةٍ وَمُضَرٍّ“ (۳۷)
 ترجمہ: ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔“
 ارشاد نبوی ہے:

”لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ“ (۳۸)
 ترجمہ: ”بروز قیامت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔“

احکام حج کے سب سے بڑے عالم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج کے احکام و مسائل کے سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانُوا يَزَوْنُ أَنَّ أَغْلَمَ النَّاسِ بِالْمَنَاسِكِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ“ (۳۹)

ترجمہ: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ حج کے مسائل جاننے والا سمجھتے تھے۔“

(۳۶) جامع ترمذی، باب مناقب عبد الرحمن، الرقم: ۳۶۴۷ (جامع ترمذی، باب ما جاء في الشفاعة، الرقم: ۲۳۳۹)

(۳۸) تاریخ دمشق لابن عساکر، باب عثمان بن عفان، الرقم: ۶۹۱۵، ج ۳۹، ص ۱۲۲

(۳۹) المدخل الى السنن الكبرى للبيهقي، باب اقاويل الصحابة، الرقم: ۱۲۱

قرآن کے پہلے حافظ

آپ رضی اللہ عنہ ہی نے دور رسالت میں سب سے پہلے قرآن حفظ کیا۔

ہر رات ختم قرآن

”إِنَّهُ كَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْتَمُ الْقُرْآنُ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ“ (۴۰)

ترجمہ: ”آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو ایک رات میں ختم فرماتے تھے۔“

مخاطب راوی احادیث نبویہ

آپ رضی اللہ عنہ بھی حدیث کی روایت میں دیگر خلفائے راشدین کی طرح بہت مخاطب تھے آپ سے صرف 140

احادیث مروی ہیں۔

خوش نصیب افراد میں سے

آپ اُن خوش نصیب افراد میں سے تھے جن سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری زندگی ہر حال اور ہر

مقام پر راضی رہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَهُوَ أَحَدٌ مَّنْ تُؤَفَّقُ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ“ (۴۱)

ترجمہ: ”وہ اُن افراد میں سے ایک تھے جن سے بوقتِ وصال رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم راضی تھے۔“

بیت المال سے تنخواہ نہیں لی

آپ واحد خلیفہ راشد ہیں کہ جنہوں نے بیت المال سے تنخواہ نہیں لی۔ (۴۲)

ہر جمعۃ المبارک کو غلام آزاد کرتے

آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

”وَلَا مَرَّتْ بِيْ جُمُعَةٌ اِلَّا وَاَنَا اُعْتِقْتُ رَقَبَةً مُّذْ اَسْلَمْتُ اِلَّا اَنْ لَا اَجِدَ فِيْ تِلْكَ الْجُمُعَةِ ثَمًّا اُعْتِقْتُ

لِتِلْكَ الْجُمُعَةِ بَعْدُ“ (۴۳)

ترجمہ: ”جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مجھ پر کوئی ایسا جمعہ نہیں گزرا کہ میں نے اس میں غلام آزاد نہ کیا ہو اگر کسی جمعہ میں یہ نہ کر

سکوں تو بعد میں اس جمعہ کا غلام آزاد کرتا ہوں۔“

(۴۰) شرف المصطفیٰ، فصل فی فضائل عثمان، ج ۳۹، ص ۱۲۲ (۴۱) الریاض النضرۃ، الفصل التاسع، ج ۳، ص ۳۷

(۴۲) مرآۃ المناجیح، باب لا تحل لہ المسئلۃ، فصل دوم، ج ۳، ص ۶۷ (۴۳) تاریخ دمشق، باب عثمان، ج ۳۹، ص ۲۷۔ السیرۃ الحلبيۃ، باب الهجرة، ج ۲، ص ۱۰۷

آپ غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے کے باوجود ”بدری“ ہیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صاحبزادی تھیں، جنگ بدر کے موقع پر بیمار تھیں اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا اس لیے وہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ“ (۴۴)

ترجمہ: ”بیشک تمہارے لیے مجاہدین بدر کے برابر اجر و ثواب اور ان کے برابر حصہ ہے۔“
اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب بدر کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

خوفِ خدا

خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کسی قبر کے پاس ٹھہرتے تو
”بَلِّحْنِي حَتَّى يَبْلُغَ لِحَيَاتِهِ“ (۴۵)
ترجمہ: ”اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔“

روحانی بصیرت

ایک شخص نے سرِ راہ کسی عورت کو غلط نگاہوں سے دیکھا پھر جب وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پُر جلال لہجے میں فرمایا:
”يَدْخُلُ أَحَدُكُمْ وَفِي عَيْنَيْهِ أَثَرُ الزَّانَا“
ترجمہ: ”تم سے کچھ لوگ آتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔“
اُس شخص نے عرض کی: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب آپ پر وحی اُترنے لگی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”لَا وَلَكِنْ قَوْلٌ حَقٌّ وَقَرَأَسْتُ صَدَقَ“ (۴۶)

ترجمہ: ”مجھ پر وحی تو نازل نہیں ہوتی لیکن سچی بات ہے اور سچی فراست (روحانی بصیرت) ہے۔“

(۴۴) صحیح بخاری، باب اذا لام رسولاً في حاجة، الرقم: ۳۱۴۰۴ (۴۵) جامع ترمذی، باب ما جاء في ذكر الموت، الرقم: ۲۳۰۸

(۴۶) طبقات الشافعية، باب ومنها على يد عثمان، ج ۲، ص ۳۲۶۔ احیاء علوم، بیان معنی النفس والروح، ج ۳، ص ۲۵

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض کا نتیجہ

جامع ترمذی میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی نماز پڑھائیں لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز جنازہ نہ پڑھائی، عرض کی گئی: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے پہلے ہم نے آپ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑنے نہیں دیکھا؟۔ ارشاد فرمایا: ”اِنَّہٗ كَانَ یُبْغِضُ عُثْمَانَ فَاَبْغَضَہُ اللّٰہُ“ (۴۷) ترجمہ: ”یہ شخص عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا۔“

ادب نبوی کے چند نمونے

دائیاں ہاتھ شرم گاہ کو نہیں لگایا

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وَلَا مَسَسْتُ فَرْجَیْ بِیَمَیْنِیْ مُذْ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“ (۴۸)

ترجمہ: ”جب سے میں نے (دائیں ہاتھ) سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کی ہے میں نے دائیں ہاتھ سے (رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب کی وجہ سے) شرم گاہ کو نہیں چھوا۔“

منبر پر بیٹھنے میں ادب

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول بنے تو منبر نبوی پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیٹ پر ادباً نہ بیٹھے، نیچے والی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول بنے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیٹ پر ادباً نہ بیٹھے، نیچے والی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول بنے تو آپ نے منبر نبوی کی مزید سیڑھیاں بنوائی اور ادباً نئی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”لَمْ یَجْلِسْ اَبُو بَکْرٍ ۙ الصِّدِّیْقُ فِی مَجْلِسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلَی الْاِئْتِنَابِ حَتّٰی لَقِيَ اللّٰہَ وَلَمْ یَجْلِسْ عُمَرُ فِی مَجْلِسِ اَبِی بَکْرٍ حَتّٰی لَقِيَ اللّٰہَ وَلَمْ یَجْلِسْ عُثْمَانُ فِی مَجْلِسِ عُمَرَ حَتّٰی لَقِيَ اللّٰہَ“ (۴۹)

(۴۷) جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان، الرقم: ۳۶۰۹ (۴۸) مجمع الزوائد، باب فیما کان فیہ من الخیر، الرقم: ۱۳۵۲۵ - المعجم الکبیر، الرقم: ۵۰۶۱

(۴۹) مجمع الزوائد، باب فیما ورد من الفضل لابی بکر، الرقم: ۱۳۴۴۰ - کنز العمال، باب فی خلافة الخلفاء، الرقم: ۱۳۰۶۵

ترجمہ: ”منبر پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف فرما ہوئے وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تاحیات نہیں بیٹھے اور جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تاحیات نہیں بیٹھے، اور جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے وہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تاحیات نہیں بیٹھے۔“

بیعت رضوان

۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پندرہ سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تو حدیبیہ (اس مقام کا ایک حصہ حرم مکہ میں ہے اور زیادہ حصہ حرم سے باہر ہیں) کے مقام پر رک گئے کیونکہ کفار مکہ مسلمانوں کو عمرہ سے روکنے کی تیاری کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قریش میں عزت ووجاہت کی بنا پر مذاکرات کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔

اس موقع پر مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں ”طوافِ کعبہ“ سے مستفیض ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”لَوْ مَكَتَ كَذَا وَكَذَا سَنَةً مَّا طَافَ حَتَّى أَطُوفَ“ (۵۰)

ترجمہ: ”اگر عثمان اتنے سال بھی ٹھہرے رہے تو میرے طواف کرنے سے پہلے وہ طواف نہیں کریں گے۔“

چنانچہ جب قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طوافِ کعبہ کی پیش کش کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ (۵۱)

ترجمہ: ”میں خانہ کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم طوافِ کعبہ نہ فرمائیں۔“

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد کے لیے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ“ (۵۲)

ترجمہ: ”بیشک جو لوگ اے حبیب! آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ عُثْمَانَ كَانَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ فَصَرَبَ بِأَحْذَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فَكَانَتْ يَدُ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِنْ أَيْدِيهِمْ لِأَنَّهُمْ“ (۵۳)

(۵۰) مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عثمان بن عفان، الرقم: ۳۲۰۳۶ (۵۱) مسند احمد، الرقم: ۱۸۹۱۰ - السيرة الحلبية، غزوة الحببية، ج ۳، ص ۲۳

(۵۲) سورة فتح: ۱۰ (۵۳) جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان، الرقم: ۳۴۰۲

ترجمہ: ”بیشک“ عثمان اللہ اور اس کے رسول (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے کام میں تھے، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے پر مارا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہاتھ جسے آپ نے عثمان کے لیے استعمال کیا لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا۔“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد

جب ابولؤلؤ فیروز ملعون نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کی امامت کے دوران خنجر سے شدید زخمی کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ظن غالب ہوا کہ آپ شہید ہو جائیں گے تو آپ نے قریش سے چھ ممتاز ترین شخصیات حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کو اپنے اندر سے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے نامزد کیا۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے دستبردار ہو گئے اور آپ کو باقی شخصیات کی طرف سے خلیفہ چننے کا اختیار دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو خلیفہ نہ چنا جائے تو آپ کس کو خلیفہ پسند فرمائیں گے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام لیا اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام لیا باقی تین میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں ووٹ دیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تیسرے روز 3 محرم الحرام 24 ہجری کو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں واضح کثرت رائے کی بنیاد پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو

”بَايَعَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَوَّلًا“ (۵۴)

ترجمہ: ”حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔“ اور آپ کے بعد تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حیرتناک فتوحات عثمانیہ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مختصر مدت میں تاریخ انسانی کی ریکارڈ فتوحات ہوئیں لیکن یہ فتوحات براعظم ایشیا کے اندر تھیں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ کار تین براعظموں براعظم ایشیا، براعظم یورپ اور براعظم افریقہ میں پھیل گیا۔

بحیرہ روم پر اہم ترین بندرگاہ اسکندریہ فتح ہوئی۔ بحیرہ روم کے اندر اہم ترین جزیرے قبرص اور رودس فتح ہوئے۔ ان

دونوں جزیروں میں اور اسکندریہ میں رومیوں کے اہم قلعے اور چھاؤنیاں تھیں۔ یورپ میں فتوحات کا سلسلہ اُنڈس (موجودہ اسپین) تک پہنچ گیا اور رومیوں کے بہت سے مضبوط قلعے فتح کیے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران کا دار الحکومت موجودہ عراق کے مدائن شہر میں تھا، فتح ہوا۔ لیکن ایران کا موجودہ دار الحکومت تہران (ری) اور بے شمار شہر اور اہم علاقے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوئے اور دوسری عثمانی بنی میں بنی ساسان کا آخری بادشاہ یزدجرد چھپتے چھپتے ذلیل و خوار ہو کر مرو کے قریب قتل ہوا۔

افریقہ اس وقت شمالی افریقہ کے ممالک لیبیا، الجیریا، تونس، اور مراکش وغیرہ پر مشتمل تھا۔ افریقہ کا بادشاہ جرجیر تھا جو کہ رومیوں کا باجگزار تھا ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر میدان میں آیا۔

گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر حملہ کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مزید اسلامی لشکر مدینہ منورہ اور دیگر شہروں سے بھی افریقہ بھیجے۔ ان لشکروں میں نواسیہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

افریقہ کی فتح اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

افریقہ کے بادشاہ جرجیر نے اعلان کیا کہ جو مسلمانوں کے سپہ سالار عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا تو وہ اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے گا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ دینار کا انعام بھی دے گا۔ ادھر عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا:

”مَنْ آتَانِي بِوَأْسٍ جُرْجِيرٍ تَقَلَّتْهُ مِائَةُ أَلْفٍ وَزَوَّجْتُهُ ابْنَتَهُ“ (۵۵)

ترجمہ: ”جو جرجیر کا سر میرے پاس لائے گا تو میں اس کو ایک لاکھ دینار کا انعام دوں گا اور اس سے جرجیر کی بیٹی کا نکاح کر دوں گا“

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جرجیر کو قتل کیا اور جرجیر کی بیٹی آپ کے نکاح میں دی گئی اور آپ کو ایک لاکھ دینار کا انعام بھی دیا گیا۔

یاد رہے کہ اس آخری فیصلہ کن جنگ کی منصوبہ بندی بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

خلافت عثمانیہ میں دیگر قابل ذکر مفتوحہ علاقے

آرمینیا سے کوہ قاف تک بے شمار علاقے فتح ہوئے، خراسان اور مضافات میں بے شمار علاقے، جور اور اس کے ساتھ بیس بڑے شہر فتح ہوئے۔

نیساپور، طبرستان، سجستان، کرمان، الاسائزہ، اجارن، دار بجد، طوس، سرخس، مرو، بہق، ساہور، اصطر، قسقاء، انطاکیہ اور

درس حدیث:

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسٍ أَوْ قَالَ مِّنْ أَبْنَاءِ فَارِسٍ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ“ (۱)

ترجمہ: ”اگر دین“ ثریا کے پاس ہوگا تو بے شک فارس کا ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔“

لغوی تشریح:

”الدِّينُ“: دین کا معنی ہے: جزاء، قانون، قضاء، حساب، پرہیزگاری، آسمانی مذہب وغیرہا، یہاں ”الدِّينُ“ سے مراد شریعت اسلامیہ کا علم ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کی ایک اور روایت میں ”الدِّينُ“ کی جگہ ”الْعِلْمُ“ کا لفظ بھی آیا ہے۔ (۲)

”الثُّرَيَّا“: ”الثُّرَوٰی“ کی تصغیر ہے، (۳) یہ ان اکٹھے سات ستاروں کا نام ہے جو برج ثور کے ارد گرد ہوتے ہیں۔

”فَارِسٍ“: پارس بن ناسور بن سام بن نوح کا عربی نام ہے۔ پارس نے شیراز، اصفہان اور کئی دوسرے شہر تعمیر کروائے جس کے بعد یہ علاقے عرب میں فارس اور عجم میں پارس کا نام اختیار کر گئے۔

..... اسی فارس کے بارے میں حدیث نبوی ہے:

”خَبِيرُ الْعَجَمِ فَارِسٌ“ (۴)

ترجمہ: ”عجمیوں میں بہتر فارس ہیں۔“

یاد رہے کہ عہد نبوی میں کابل کے علاقے بھی فارس میں شامل تھے۔

نبی غیب دان کی شانِ اعجاز

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شانِ اعجاز یہ بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے روز قیامت تک پوری کائنات پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا ہے، حضور دانا غیوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ“ (۵)

(۱) صحیح مسلم، باب فضل فارس، الرقم: ۲۵۳۶ (۲) مسند احمد، الرقم: ۹۳۴۰ - مجمع الزوائد، باب ما جاء في ناس من أبناء فارس، الرقم: ۱۶۶۸۶

(۳) مرقاة المفاتیح، زیر بحث حدیث نمبر ۳۶۹۸، ج ۶، ص ۲۳۰۹ (۴) کنز العمال، باب ذکر اشخاص یسوا من الصحابة، الرقم: ۳۴۱۰۹ - الفردوس، باب الخاء، الرقم: ۲۸۹۲

(۵) معجم کبیر، الرقم: ۱۳۱۱۲ - مجمع الزوائد، باب اخبارہ بالمغیبات، الرقم: ۱۳۰۶۶ - کنز العمال، الرقم: ۳۱۸۱۰

خوستان، سوس، ہندوستان اور دیگر متعدد بلاد و ممالک کے سفر کئے اور ممتاز علماء و صوفیاء سے اکتساب علم و فیض کیا۔

آپ ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں:

”میں نے خراسان میں تین سوعلاء سے ملاقاتیں کیں۔“ (۱)

آپ نے اپنے کثیر اساتذہ میں سے خصوصی طور پر شیخ ابو العباس احمد اشقانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالقاسم علی گورگانی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے ادب و عقیدت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

آپ نے تمام مروجہ علوم معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔ وعظ و ارشاد، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے علاوہ مناظرہ میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

آپ کا فقہی مسلک

آپ مسائل فقہیہ میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ کشف المحجوب میں آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اجل صوفیاء میں بھی کیا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام الائمہ، شرف الفقہاء اور دیگر عظیم الشان القاب سے ملقب کیا ہے اور بڑے ادب سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں:

”میں علی بن عثمان ملک شام میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر پر سو رہا تھا خواب میں دیکھا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باب بنوشیبہ سے (حرم شریف میں) تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو آغوش میں لیا ہوا ہے جیسے بچوں کو آغوش میں لیا جاتا ہے۔ تو میں نے دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قدم بوسی کی۔ میں حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اعجازِ امیری اس کیفیت اور خیال سے مطلع ہو کر فرمایا: ”یہ تیرا اور تیرے اہل ملک کا امام ابو حنیفہ ہے۔“ پھر آپ اس خواب کی تعبیر یوں بیان فرماتے ہیں: ”اس خواب سے مجھے اور میرے اہل شہر کو بڑی امید بندھی مجھ پر ثابت ہو گیا کہ وہ ان افراد میں سے ایک ہیں جو اوصافِ طبع سے فانی، احکامِ شرع سے باقی اور ان سے قائم ہیں۔ حقیقتاً انہیں اوصافِ طبع سے نکال کر لے جانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ اگر وہ خود اوصافِ طبع رکھتے تو باقی صفت ہوتے۔ باقی صفت، خطا کرنے والا ہوتا ہے یا حق کو پہنچنے والا۔ چونکہ انہیں اوصافِ طبع سے نکال کر لے جانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں لہذا وہ فانی صفت اور حضورِ مجید اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صفت بقاء سے باقی و قائم ہیں۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خطا نہیں ہو سکتی تو اس شخص سے بھی جو حضور کیساتھ قائم ہے خطا کا ہونا غیر ممکن ہے اور یہ ایک نکتہ ہے۔“ (۲)

بیعت طریقت

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کی منازل کی تکمیل کے لیے اس دور کے سلسلہ جنیدیہ کے حلیل القدر روحانی پیشوا اور تبحر عالم دین حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ارشاد فرمائی۔ جو ملک شام میں دمشق اور بانیار کے درمیان بیت الجن نامی ایک بستی میں رہتے تھے اور جہاں پر آب ان کا مزار ہے۔

حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ خود حنفی المذہب تھے لیکن طریقت میں آپ نے حنبلی المذہب شیخ ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابر اولیائے امت کے قلوب فقہی اختلافات کے باوجود تعصبات سے پاک تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے:

”داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، مرید شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ ابوالحسن علی حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ داؤد طائفی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور وہ تربیت یافتہ حبیب خدا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔“

حضرت شیخ ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات جلیل القدر ولی اللہ، تبحر عالم، عارف واکمل، شریعت مطہرہ کے سخت پابند اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سالکین کو کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ نے جبلِ کام میں ساٹھ سال طویل چلہ کشی فرمائی، اس لمبے عرصے میں ایک ہی لباس میں ملبوس رہے اور اسے پاک و صاف رکھتے اور جب لباس پھٹ جاتا تو پھوند لگا لیتے حتیٰ کہ اصل کپڑے کا نام و نشان ختم ہو گیا تھا۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میرے پیرومرشد کے وصال کے وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ نے فرمایا: ”بیٹا! میں تمہیں عقیدے کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو ہر قسم کے رنج و تکلیف سے بچ جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ ہر جگہ اور ہر حال اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، تیرے لئے مناسب ہے کہ نہ تو اس کے کسی فعل پر انگشت نمائی کرے اور نہ ہی دل میں اس پر معرض ہو اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اور کچھ نہ فرمایا اور جاں بحق تسلیم ہو گئے، یہ 455ھ تھا“

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور قیام کے دوران کچھ عرصہ (تقریباً 2 سال) کیلئے شام اپنے مرشد کے پاس گئے تھے اور 455ھ میں ان کے وصال کے بعد پھر لاہور واپس آ گئے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی لاہور تشریف آوری

آپ رحمۃ اللہ علیہ غزنی میں لوگوں کی تعلیم و تربیت اور عبادت و ریاضت میں مشغول تھے کہ خواب میں پیر و مرشد حضرت شیخ خٹلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”اے فرزند تمہیں لاہور کی قطبیت پر مامور کیا جاتا ہے اٹھو اور لاہور جاؤ۔“

فرماتے ہیں: ”میں نے عرض کیا میرے پیر بھائی شیخ حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ قطبیت لاہور پر مامور ہیں ان کی موجودگی میں اس عاجز کی کیا ضرورت ہے۔“

ارشاد ہوا: ”ہم سے حکمت دریافت نہ کرو اور بلا توقف لاہور روانہ ہو جاؤ۔“

چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ 431ھ میں لاہور تشریف لائے، اس وقت لاہور کا نام لہا نور تھا۔ یہ سلطان محمود غزنوی کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کا دور تھا۔ پنجاب اگرچہ غزنی حکومت کا جز تھا لیکن لاہور پر اس وقت ہندو مذہب اور ہندو تہذیب چھائی ہوئی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں طویل سفر کے بعد جب لاہور پہنچا تو رات کا وقت تھا اور لاہور کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ علی الصبح میں لاہور میں داخل ہوا تو شیخ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کا بڑا نبوہ دیکھا اور شیخ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق میں نے نماز جنازہ کی امامت کی۔“

یاد رہے کہ بعض تبصرہ نگاروں نے آپ اور شیخ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہونے کی نفی کی ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کتاب فوائد شریف میں ان دونوں بزرگوں کا پیر بھائی ہونا صریحاً مذکور ہے۔

لاہور میں اسلامی تعلیم و تربیت کے پہلے منظم مرکز کا قیام

جہاں آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے اس وقت یہ جگہ دریائے راوی کے کنارے پر تھی، اس جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر ہوئے اور سادہ سی مسجد و مدرسہ پر مشتمل خانقاہ کی بنیاد رکھی اور یہی خانقاہ بعد میں برصغیر کی تمام خانقاہوں، مدارس اسلامیہ اور اسلام کی اشاعت و تعلیم و تربیت کی بنیاد ثابت ہوئی۔

خانہ کعبہ کی زیارت

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کا رخ سیدھا مغرب کی بجائے مائل بجنوب رکھا تو لاہور کے کچھ علماء معترض ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علمائے لاہور کو کھانے پر دعوت دی، نماز کی امامت خود فرمائی اور بعد ازاں فرمایا: ”بعض لوگوں کو مسجد کی سمت قبلہ پر کچھ شک ہے، میری درخواست ہے کہ ایک ساعت کے لیے آنکھیں بند کر کے مراقبہ کریں“ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی توجہ فرمائی کہ

تمام نمازیوں کے لیے تمام حجابات اٹھ گئے اور سب نے دیکھا کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور مسجد مبارک بالکل صحیح سمت پر تعمیر کی گئی ہے۔

جادوگر رائے راجو کا قبول اسلام

رائے راجو ایک ہندو اور انتہائی سخت جادوگر تھا، اُسے جو دودھ کا نذرانہ نہ دیتا اس کے جانور پر ایسا جادو کرتا کہ اس جانور سے دودھ کی بجائے خون نکلتا تھا۔

ایک بوڑھی عورت رائے راجو کے پاس دودھ کا نذرانہ لے جا رہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے آواز دی کہ کچھ دودھ قیمت لے کر مجھے دے دو تو اس بوڑھی عورت نے رائے راجو کے جادو کا عذر کر کے دودھ بیچنے سے انکار کر دیا اس پر حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا: ”اگر تم دودھ دے دو تو تمہارے جانوروں کا دودھ بڑھ جائے گا“ چنانچہ اس خاتون نے بادل خواستہ دودھ پیش کر دیا، جب گھر گئی تو اس کی حیرت کی حد نہ رہی کہ جانوروں کا دودھ اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام برتن دودھ سے بھر گئے، تو تھنوں سے دودھ ختم نہیں ہو رہا تھا جب یہ خبر پھیلی تو اگلے روز گرد و نواح کے تمام لوگ دودھ کا نذرانہ لے کر حاضر ہونے لگے تو اس طرح درویشوں اور مسافروں کے لیے لنگر کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آج تک جاری ہے۔

رائے راجو کا دودھ کا نذرانہ بند ہوا تو اسے بڑا طیش آیا اور وہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مقابلے کے لیے لاکارتے ہوئے کہا: ”تمہارے پاس کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں اگر تمہارے پاس کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔“

رائے راجو نے جواب دیا: تو لو دیکھو! میرا کرشمہ یہ کہا اور جادو کے زور پر ہوا میں اڑنے لگا۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور اپنے جوتے ہوا میں پھینک دیئے اور وہ جوتے رائے راجو کے ساتھ ہوا میں اڑنے لگے۔ حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر رائے راجو نے توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔

چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شاندار روحانی تربیت کی اور اسے شیخ ہندی کا خطاب دیا چونکہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نہیں تھی لہذا شیخ ہندی کی اولاد اس وقت سے لے کر آج تک خانقاہ کی خدمت کے فرائض انجام دیتی آرہی ہے۔

مزار اقدس مرکز تجلیات و پناہ گاہ خلق خدا

موت سے روح ختم نہیں ہوتی بلکہ جسم سے آزاد ہونے کی وجہ سے پہلے سے زیادہ طاقتور و فعال ہو جاتی ہے۔ لہذا ولایت جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و دوستی کا نام ہے وفات سے ختم نہیں ہوتی بلکہ اصحاب روحانیت وفات کے بعد دنیاوی زندگی سے بڑھ کر فیض رسانی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس حقیقت پر ایک معتبر گواہی سلسلہ چشتیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر اکتساب فیض کا چلہ مکمل کرنے کے بعد فرمایا: ۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنماء

جبکہ مفکر اسلام شاعر مشرق علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:۔

سید ہجویر مخدوم ام	مرقد اویسر سنجر راحم
بند ہائے کوہ سار آساں کی سخت	در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد	حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب	از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم اوزندہ گشت	صبح از مہر اوتا بندہ گشت
عاشق وہم قاصد طیار عشق	از جبینش آشکارا سر عشق

نیز بر صغیر کی مسلمہ علمی فکری و روحانی شخصیت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور اکتساب فیض کیا اور پھر فرمایا:

”مزار اقدس سے انوار و تجلیات کی ایک ایسی بارش برس رہی ہے جس سے تمام بلاد ہند مستفیض ہو رہے ہیں۔“ خیال ہے کہ حرمین شریفین کے بعد علماء و صلحاء بادشاہوں و حکمرانوں اور تمام شعبہ زندگی کے عوام و خواص کی سب سے زیادہ شب روز حاضری آپ کے دربار عالیہ پر ہوتی ہے۔

روحانی فیوض و برکات کے ساتھ آپ رحمہ اللہ کا لنگر روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ دنیا کے کسی بادشاہ کے دروازے پر اس قدر مہمان نوازی نہیں جو مہمان نوازی آپ رحمہ اللہ کے مزار اقدس پر شب و روز جاری ہے۔ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں غریب و سفید پوش لوگ نہ صرف خود لنگر کھاتے ہیں بلکہ اپنے اہل و عیال کے لیے گھر میں بھی لے جاتے ہیں۔

لفظ داتا گنج بخش کی شرعی حیثیت

”داتا“ فارسی زبان میں ”سختی“ کو کہتے ہیں اور ”گنج بخش“ کا معنی بھی اس کے قریب ہی ہے یعنی خزانہ دینے والا، لہذا سختی کا لفظ ایک عام آدمی پر اطلاق کرنے میں بھی کوئی شرعی و عقلی قباحت نہیں۔ چہ جائیکہ ”داتا“ کا لفظ ایک ایسی ہستی پر بولا جائے جس نے ساری زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات اور علوم و معارف کے خزانے مخلوق خدا میں تقسیم کئے اور ان کی قبر انور بھی مرکز انوار و تجلیات و پناہ گاہ خلق خدا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح اور شعب الایمان میں حدیث مبارکہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سختی (داتا) کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرمایا:

”اللہ تعالیٰ أجود أجوداً ثم أنا أجود بنبی آدم وأجود لهم من بعدی رجل علم علماً فنشره یأتی یوم القیامۃ أمیراً وَّحَدَّ أَوقَالَ أُمَّةً وَاحِدَةً“ (۳)

ترجمہ: ”اللہ سب سے بڑا سخی (یعنی داتا) ہے اور پھر اولادِ آدم میں سب سے بڑا داتا میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا داتا وہ ہے جو علم پڑھے اور اس کی اشاعت کرے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے ایک امیر یا ایک امت کی حیثیت سے اٹھائیگا۔“
اس حدیث مبارک کی رو سے اللہ تعالیٰ کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں بڑے داتا ہیں اور آپکے وسیلہ سے آپ کی امت کے علماء بھی داتا ہیں۔

آپ کی تصنیف کشف المحجوب

آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں لیکن ”کشف المحجوب“ کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی یہ کتاب فارسی زبان میں تصوفِ اسلامی پر پہلی اور اپنے موضوع پر سب کتب پر فائق تصنیف ہے۔ یہ کتاب شریعت اور سلوک کے طالب علم کے لیے مرشد کا درجہ رکھتی ہے۔ اسلامی عقائد و اعمال، اخلاق ظاہرہ و باطنہ اور علم تصوف کی تشریح اور اکابرین اسلام و بزرگانِ دین کے تعارف اور گمراہ، بے علم و لاعلم صوفیوں کی نشاندہی اور ان سے احتراز کرنے کی تلقین پر مشتمل ایک شاہکار تصنیف ہے۔ اس گمراہی و فرقہ پرستی کے دور میں راہِ حق کے طالبین کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے اور اس مبارک کتاب کو نصابوں میں شامل کرنا چاہئے۔

سراپا عشق و محبت، بحرِ خارِ علوم و معرفت، مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد نبوی ہے:

”إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ سَنَةٍ مِّنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا“ (۱)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص پیدا کرے گا جو اس امت کیلئے دین کی تجدید کرے گا۔“

تشریح:

چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں اس حدیث پاک کا مصداق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بنے جنہوں نے ایسی بے مثال دینی، علمی اور ملی خدمات جلیلہ انجام دیں کہ نہ صرف اس زمانے کے لوگ بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں بھی آپ کی بے مثل تصانیف و فتاویٰ سے مستفید و مستفیض ہوتی رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ عرب ممالک سمیت پوری دنیا اسلام کے معتمد علماء و مشائخ نے آپ کی اعلیٰ ترین دینی و ملی خدمات کا اعتراف کر کے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۷ء کو بریلی شریف میں ایک عظیم علمی گھر

میں پیدا ہوئے۔ (۲)

آپ کے والد حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ تبحرِ عالم دین تھے۔ آپ کے والد نے آپ کا نام ”محمد“ اور تاریخی نام ”المنار“ تجویز کیا۔ آپ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام ”احمد رضا“ تجویز کیا اور اسی نام کو شہرت عامہ حاصل ہوئی۔ جبکہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نام عشق رسالت مآب کی بنیاد پر عبد مصطفیٰ تجویز کیا۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

تنبیہ:

”عبد“ عربی زبان میں عبادت گزار اور غلام کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں ”عبد مصطفیٰ“ میں ”عبد“ غلام کے معنی میں ہے نہ کہ عبادت گزار کے معنی میں۔ لہذا شرعاً جائز و مستحسن ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد، باب ما یدکر فی قرن المائۃ، الرقم: ۴۲۹۱۔ المعجم الاوسط، الرقم: ۶۵۴۶

(۲) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول ص: ۱۱۔ مصنفہ: ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بیاری

بچپن:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم مکمل کر لی۔ بچپن ہی سے تائید ایزدی کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ جن میں سے ایک علامت یہ تھی کہ بچپن میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے کبھی کوئی غلط کلمہ نہیں نکلا، ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ نے قرآن مجید میں پرہنگ کی غلطی کی وجہ سے آپ کو ایک لفظ غلط حرکت کے ساتھ پڑھانے کی بار بار کوشش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ استاذ کے اصرار کے باوجود صحیح حرکت کے ساتھ ادا فرماتے۔ آخر کار آپ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کو جب استاذ شاگرد کے اختلاف پر مطلع کیا گیا تو آپ نے قرآن پاک کا دوسرا نسخہ منگوا یا تو اس میں وہی حرکت تھی جسے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ادا کرنے پر مصر تھے۔ (۳)

علوم کی تکمیل:

ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم کے بعد آپ نے اپنے والد گرمی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کا کام شروع کیا۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ کتاب کا صرف دیباچہ استاذ سے پڑھتے تھے اور باقی کتاب پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ اپنے والد گرامی کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا عبدالحی ریمپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علامہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب علم کیا۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ برس، دس ماہ اور چار دن تھی کہ آپ نے رضاعت کے ایک پیچیدہ مسئلہ پر فتویٰ لکھا جسے آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند کیا اور فتویٰ کا قلمدان اس روز سے آپ کے سپرد کر دیا۔ ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ میں پونے چودہ سال کی عمر میں آپ جملہ مروجہ علوم مقولات و منقولات کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ (۴)

قوت حافظہ:

ایک بار کسی عقیدت مند نے آپ کے نام کے ساتھ ”حافظ“ لکھ دیا تو آپ نے حفظ قرآن کا عزم فرمالیا۔ چنانچہ رمضان المبارک میں دیگر تمام تر مصروفیات مثلاً فتویٰ نویسی، درس و تدریس، وظائف و اوراد اور بیعت و ارشاد وغیرہ کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک پارہ حفظ کر کے رات کو نماز تراویح میں سناتے اور اس طرح آخر رمضان تک پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ کے حفظ قرآن کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کس قدر قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔

تقریر و تصنیف کی ابتدا:

آپ نے جس طرح فتویٰ نویسی کا سلسلہ طالب علمی کے زمانہ میں شروع کر دیا تھا اسی طرح تقریر اور تصنیف کا سلسلہ بھی ابتدائی ایام میں شروع کر دیا تھا۔ آپ نے پہلی تقریر چھ سال کی عمر میں میلاد شریف کے عنوان پر کی اور آٹھ برس کی عمر میں پہلی تصنیف ہدایۃ الخوا کا عربی زبان میں حاشیہ تحریر فرمایا۔ (۵)

(۳) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول ص: ۶۸۔ (۴) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول ص: ۱۱۔ (۵) سوانح امام احمد رضا، ص: ۸۹۔

علمی و فقہی فضائل اور دینی و ملی خدمات:

آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ایک بار علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین علم ریاضی کے ایک مسئلہ کے حل کے لیے سخت پریشان تھے اور یورپ جانے کا ارادہ رکھتے تھے تاکہ وہاں کسی ماہر ریاضی سے یہ عقدہ حل کرایا جائے۔ تو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ یورپ جانے کی بجائے بریلی شریف جائیں وہاں ایک ایسے عالم دین ہیں جن کو علم لدنی بھی حاصل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین سید سلیمان شریف کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور نماز عصر کے بعد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مختصر ملاقات کی تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چند لمحات میں وہ پیچیدہ مسئلہ حل کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف آپ کے علم کے معترف اور مداح ہوئے بلکہ اس روز سے دائرہ منڈوانا چھوڑ دی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی توجہ سے ڈاکٹر موصوف صوفی باصفائیں گئے۔ (۶)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ نے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم ہیئت و نجوم میں بھی مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی۔ 1919ء کا واقعہ ہے کہ امریکہ کے ایک سائنس دان البرٹ نے پیش گوئی کی کہ 17 ستمبر 1919ء کو سورج میں سوراخ ہو جانے کی وجہ سے زمین پر زلزلے برپا ہوں گے اور کئی ممالک تباہ ہو جائیں گے۔ اس خبر کے چھپ جانے کے بعد دنیا میں خوف و ہراس پیدا ہوا تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبارات میں یہ خبر چھپوائی کہ 17 ستمبر کو نہ سورج میں سوراخ ہوگا اور نہ ہی زمین میں کسی جگہ کوئی زلزلہ برپا ہوگا چنانچہ 17 ستمبر کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور امریکی نجم البرٹ کی پیش گوئی غلط نکلی۔

تصانیف:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف فرمائیں جن میں ہر لحاظ سے مسلمانوں کی علمی، دینی، روحانی و سیاسی رہنمائی فرمائی۔ ان تصانیف میں سے ”فتاویٰ رضویہ“، ”ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان اور لغتیہ کلام“ حدائق بخشش“ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

فتاویٰ رضویہ:

.....﴿ فتاویٰ رضویہ 33 جلدوں پر مشتمل ہے۔ کلامی اور فقہی مسائل میں دنیا بھر میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔
.....﴿ شاعر مشرق علامہ اقبال آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر یوں مداح ہوئے اور فرمایا:
”مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذہین اور باریک بین عالم دین تھے اور فقہی بصیرت میں آپ کو بہت کمال حاصل تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور برصغیر کے نابغہ روزگار تھے۔ ہندوستان کے دور متاخرین میں ان کا سا طابع اور ذہین فقیہ بہ شکل نظر آئے گا۔“ (۷)
.....﴿ ابوالحسن ندوی کہتے ہیں:

”فقہ حنفی اور اسکے تفصیلی مسائل کے جاننے میں مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال نہیں ملتی۔ اس پر ان کے فتاویٰ اور

کتاب کفل الفقیہ ہی کافی دلیل ہے..... ”حرین شریفین کے علماء کے استفتاء پر مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے بغیر کسی تیاری کے ایسا علمی و تحقیقی جواب دیا کہ علمائے حرین مولانا کی علمی گہرائی وسعت مطالعہ اور تحریر کی تیز رفتاری اور ذہانت سے بہت متعجب ہوئے۔“ (۸)

..... مکہ مکرمہ میں کتب خانہ کے محافظ شیخ سید اسماعیل رحمہ اللہ نے آپ کے فتاویٰ کے بارے میں کہا تھا:

”اگر ان فتاویٰ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور وہ مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کو اپنے خاص احباب میں شامل کر لیتے..... قسم بخدا اگر مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات سچ اور حق ہوگی۔“ (۹)

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت علامہ عبدالنبی کو کب کی فرمائش پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کئے:

”میرے دل میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علم و فضل کا بے حد احترام ہے۔ جو علمی گہرائی ان کے ہاں ملتی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔“ (۱۰)

امام رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ چونکہ متعدد زبانوں کے ماہر اور قادر الکلام بھی تھے لہذا ہندوستان اور دوسرے ممالک (عرب و عجم) سے آپ کے پاس مختلف زبانوں میں سوالات آتے تو آپ ہر سوال کا جواب اسی زبان میں لکھواتے اور اگر کوئی نظم میں سوال بھیجتا تو نظم میں جواب لکھواتے۔

آپ کے پاس فتاویٰ کا بہت ہجوم رہتا تھا آپ اپنی اعلیٰ قوت حافظہ کی بنا پر ایک وقت میں سات سات مشیوں کو مختلف فتاویٰ الملاء کرواتے تھے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فتاویٰ رضویہ میں تیمم کی 181 صورتیں بیان فرمائیں جن میں سے 74 جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا اور 107 وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔

اسی طرح فتاویٰ رضویہ 230 اشیاء سے تیمم کے عدم جواز کا بیان فرمایا، جن میں اٹھاون اشیاء فقہاء متقدمین نے بیان فرمائیں اور 172 اشیاء کا عدم جواز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے استنباط سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ قرآن کنز الایمان:

ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے 1911ء میں بغیر کسی پیشگی تیاری کے الملاء کرایا تھا۔

آپ کے شاگرد رشید صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ سے ترجمہ قرآن لکھنے کی درخواست کی تو اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے فرمایا: میرے پاس کوئی فارغ وقت نہیں ہے۔ البتہ آپ دوپہر کو قلیلو کے وقت آجایا کریں۔ میں

(۸) نزہۃ الخواطر و بیجة المسامح والنواظر، باب المفتی احمد رضا البریلوی، جلد ۸، ص: ۳۹۰۔ (۹) الاجازات المتینة لعلماء بمكة والمدینة، ص: ۲۲۔

(۱۰) بفتحہ روز شہاب لا بور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء۔ مقالات یوم رضا، حصہ دوم، ص: ۳۰، مطبوعہ لا بور

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے رکھ دیا ہے میں اسے قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو۔“

ابتدائے مضمون میں دی گئی حدیث شریف کا مصداق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں

نبی غیب دان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زمانہ ماضی کے بارے میں ”اخبارِ غیب“ کی طرح زمانہ آئندہ کے بارے میں بھی ہزاروں پیشین گوئیاں فرمائی ہیں، یہ حدیث مبارک بھی نبوت کی ایک سچی پیشین گوئی ہے۔

..... محدث کبیر امام احمد ابن حنبل شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخیرات الحسان“ میں، (۶)

..... خاتمۃ المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تبیض الصحیفہ“ میں، (۷)

..... امام شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی نے ”شرح الزرقانی علی المواہب اللدیۃ“ میں (۸)

..... اور دیگر بہت سے اکابرین اسلام (۹) نے اپنی کتب میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ اس حدیث مبارک میں جس شخص کے

بارے میں پیشین گوئی فرمائی گئی ہے وہ ہستی امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

کیونکہ فارسی النسل لوگوں میں اور دور تابعین سے لے کر آج تک کمال عقل و ذہانت، فقہی بصیرت، اعلیٰ اجتہادی قوت اور علمی و عملی فضیلت میں کوئی شخص آپ کے ہم پایہ نہیں دیکھا گیا۔

..... امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روشن کرامت ہے کہ غیر مقلدین و بابیہ (نام نہاد اہل حدیث) کے مسلمہ بزرگ نواب صدیق حسن بھوپالی نے ”اتحاف النبلاء“ (۱۰) میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے اور اپنی کتاب ”الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ“ (۱۱) میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ”الامام الاعظم“ لکھ کر آپ کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔

اب مناسب ہوگا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ اور آپ کے فضائل و مکارم کے بارے میں چند سطور ہدیہ ناظرین کی جائیں۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام الائمہ، سراج الامہ، امام اعظم، سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ 80ھ میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے پوتے فقیہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق آپ کا نام نعمان، آپ کے والد کا نام ثابت دادا کا فارسی نام زوطی اور اسلامی نام نعمان اور پردادا کا نام مرزبان ہے۔

امام اعظم کے آباء و اجداد فارسی النسل تھے۔ امام اعظم کے دادا ”زوطی“ کابل میں رہائش پذیر تھے۔ کابل اس وقت ملک فارس کا حصہ تھا۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے اور آپ سے بے پناہ محبت و عقیدت

(۶) الخیرات الحسان، المقدمة الثالثة، ص ۲۵ (۷) تبیض الصحیفہ، ص ۶ (۸) شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۶۱

(۹) سبل الہدی والرشاد، الباب الثالث والخمسون، ج ۱، ص ۱۱۶ (۱۰) اتحاف النبلاء، ج ۱، ص ۲۲۲ (۱۱) الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ، الفصل الثامن، ج ۱، ص ۹۰

ترجمہ لکھوادیا کروں گا۔

چنانچہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ قیلولہ کے وقت حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فی البدیہ ترجمہ لکھواتے۔ یہ ترجمہ فی البدیہ ہونے کے باوجود تقاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔ جس سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے وسعت مطالعہ اور بے مثل قوت حافظہ کا پتہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ سے پہلے بھی برصغیر میں بعض علماء نے قرآن مجید کے ترجمے لکھے اور آپ کے بعد میں بھی کثیر تعداد میں تراجم قرآن مجید لکھے گئے۔ لیکن جو علمی، ادبی اور لغوی محاسن و خوبیاں کنز الایمان کو حاصل ہیں کسی اور ترجمہ کو حاصل نہیں۔

”ترجمہ کنز الایمان“ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بھی قریب ہے اور ایک شاندار خوبی یہ بھی ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہونے کے ساتھ ساتھ بامحاورہ بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے ترجمہ قرآن کرتے ہوئے مختلف المعانی عربی الفاظ کا ایسا معنی انتخاب کیا ہے جو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام پر مبنی ہوتا ہے جبکہ اکثر تراجم میں عقیدہ تنزیہ باری تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا) اللہ تعالیٰ کے علم ازلی، عصمت انبیاء، شفاعت رسول جیسے متعدد عقائد اسلامیہ کی نفی کی گئی ہے اور متعدد مقامات پر ادب بارگاہ اُلُوہیت و ادب بارگاہ رسالت کا خیال نہیں رکھا۔ اَلْعَبَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

حقائق بخشش:

آپ رحمہ اللہ صرف اعلیٰ درجہ کے محقق اور مفکر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ جس طرح آپ کی علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کا اعتراف بڑے بڑے علماء و مشائخ نے کیا ہے اسی طرح آپ کی شاعرانہ فکر اور قادر الکلامی کا لوہا بھی بڑے بڑے شاعروں نے مانا ہے۔ آپ نے صرف اردو میں ہی نہیں بلکہ فارسی، عربی، اور ہندی میں بھی اپنی شاعری کے جواہر لٹائے ہیں۔

آپ رحمہ اللہ نے ایک نعت کے ہر شعر میں چار زبانوں کا استعمال کیا اور آپ کا وہ نعتیہ کلام جس میں بیک وقت چار زبانوں کا استعمال کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

لَمْ يَأْتِ ظَلْمُكَ فِي نَظَرٍ مِثْلِ تَوْنٍ شَدِيدٍ بِإِجَانَا

جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ کو اے شد دوسرا جانا

آپ رحمہ اللہ کے زمانہ میں امیروں، رئیسوں اور نوابوں کی شان میں قصیدے کہنے کا رواج تھا اور اس کے بدلے میں مالی منفعت بھی حاصل ہوتی تھی مگر آپ رحمہ اللہ نے کبھی بھی اپنی شاعری کو اکتساب زر کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ایک بار ناپارہ کے نواب کی طرف سے قصیدہ لکھنے کی فرمائش آئی مگر آپ نے گوارہ نہ کیا کہ کسی دنیا دار کی جھوٹی مدح سرائی سے اپنی زبان کو آلودہ کریں۔ لہذا اس کو ٹال دیا اور اپنے ایک شعر میں اس جانب انتہائی خوبصورت اور بامعنی اشارہ کیا:

کروں مدح اہلِ دولِ رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارِ وِناں نہیں

آپ ﷺ بے پایاں عاشقِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور فنا فی الرسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تھے، آپ کی شاعری کے ایک ایک شعر سے عشقِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹپکتا ہے اور آپ کی شاعری کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پاکیزہ شراب سے لبریز ہے۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا
جس کو ہودرد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

آپ ﷺ کا لکھا ہوا ”معراج نامہ“ بھی اُردو زبان میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگرچہ اُردو میں معراج کے اشعار لکھنے کا رواج شروع ہو چکا تھا لیکن یہ ”معراج نامہ“ اپنی گونا گوں خصوصیات کے بنا پر سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ منظر نگاری، تغزل، زمین سے آسمان تک کی پلمپل، تشبیہات، استعارے، عظمتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اظہار، لفظوں کا انتخاب، با محاورہ زبان، تراکیب کی شگفتگی، اور پُر شکوہ انداز کی بجائے سادہ اور شیریں زبان و بیان پوری نظم کو چار چاند لگا دیتے ہیں:

تَبَارَكَ اللہ شانِ تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَن تَنَافِی کہیں تقاضے وصال کے تھے
نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہو معنیِ اوّل و آخر
کہ دستِ بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

جب بیت اللہ شریف کی زیارت نے جوش مارا تو آپ ﷺ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں یہ کلام پیش کیا:

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

حج کرنے کے بعد جب واپس ہوئے تو دل میں فراق اور جدائی کا غم تھا۔ تو اس غم کو اپنے شعر میں یوں بیان کیا:

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچ سے رخصت کیا نہال کیا

جب آپ ﷺ زیارتِ محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غرض سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو شوقِ دیدار اس

حسن نیت اور یقین محکم کے ساتھ کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی زیارت سے شرف فرمائیں گے۔ مواجہہ شریف کے سامنے درود و سلام پیش کرتے رہے۔ لیکن شبِ اوّل ایسا نہ ہو سکا تو آپ رحمہ اللہ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بطور استغاثہ یہ نعت شریف لکھی:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس نعت کو نہایت ذوق و شوق اور رقت انگیز لہجے میں مواجہہ شریف کے سامنے عرض کیا اور ادب کے ساتھ بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر میں باب کرم کھلا اور آپ رحمہ اللہ نے اپنی چشمِ سر سے بحالتِ بیداری تاجدار کو نین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی۔ (۱۱)

وصال

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک اذانِ جمعہ کے دوران وصال فرما گئے۔

حضرت دیوان سید آل رسول سجادہ نشین درگاہ عالیہ اجیر شریف کے ماموں حضرت قبلہ دہلوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک شامی بزرگ ٹھیک اسی تاریخِ نبیت المقدس میں خواب دیکھ رہے ہیں کہ

”حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر دربار ہیں مجلس پر سکوت طاری ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں فَدَا لَکَ اٰیٰی وَاُحْمٰی میرے ماں باپ آپ پر قربان کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”احمد رضا کا انتظار ہے۔“ انہوں نے عرض کی احمد رضا کون ہیں؟ تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔“ (۱۲)

بیداری کے بعد پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوقِ ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس محبِ رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و رپیدا

استاذ العلماء الراستخین شیخ المشائخ العارفین الحضور فی حضرة سید المرسلین حضرت مولانا

خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ

مورث اعلیٰ خانقاہ قادریہ عالمیہ

وحید زماں حضرت نیک عالم فدائے جمال شہِ مرسلان شد
محدث مفکر معلم فقیہ منزہ خصائل فصیح البیان شد

نام مبارک:

محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت میاں فیض احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت میاں محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

آپ کا سلسلہ نسب 38 واسطوں سے مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

پیدائش:

میرے جد امجد، سراج السالکین، قدوة العارفین، عمدة الاولیاء، شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ 1884ء کے لگ بھگ مراڑیاں شریف میں ایک خالص علمی، روحانی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

قرآن مجید، فارسی اور ابتدائی صرف و نحو اور تصوف و اخلاق کی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد اور حضرت میاں فضل دین صاحب آف (شاد یووال) امام مسجد موضع ساہنوال ضلع گجرات، حضرت مولانا غلام حیدر انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خدا بخش صاحب (ساکن عادیوال) رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل کی۔

بعد ازاں درسِ نظامی اور تصوف و اخلاق کی متوسط کتب کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آپ نے گجرات شہر میں وقت کے جید عالم دین حضرت مولانا غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ طالب علمی کے دوران آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے تو آپ نے اپنی آبائی اراضی فروخت کر کے گھر کا نظام چلایا اور تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ کے شاگرد:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جن سینکڑوں حضرات نے علم دین حاصل کیا ان میں شیخ الحدیث سید محمد جلال الدین شاہ جامعہ محمدیہ بھکھی شریف، استاذ العلماء حضرت مولانا پیر محمد اسلم قادری، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد نواز نقشبندی کیلانی، حضرت مولانا محمد فضل کریم

قادری، صدر العلماء حضرت مولانا فیض احمد مہلوی، حضرت سید محمد قاسم شاہ سابق خطیب اعظم امام بری اسلام آباد اور حضرت مولانا علامہ علی محمد کشمیری اور درجنوں دیگر ممتاز دینی، علمی و روحانی شخصیات شامل ہیں۔

بیعت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کی منازل طے کرنے کیلئے حجتہ الکاملین، قطب الارشاد حضرت سرکار قبلہ پیر سید ظہور الحسن شاہ قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ بٹالہ شریف سے بیعت کی اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید غوث زمانہ پیر سید نذر محی الدین قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مزید تربیت حاصل کی اور سرکار بنالوی نے آپ کو خصوصی اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔

عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ

..... عظیم عالم و فقیہ و مدرس و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت بلند و مثالی تھا۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ اوقات میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

..... ادائیگی نوافل تہجد کے لیے آپ سب سے پہلے مسجد میں آتے۔ آپ نوافل تہجد کے بعد نماز فجر تک اور نماز فجر کے بعد تقریباً دو گھنٹے تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ وظائف سے فارغ ہو کر بچوں کو پڑھانا شروع کرتے۔ اکثر اوقات عصر کی نماز تک اسباق جاری رہتے۔

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد باری والی محلہ چاہ بھنڈر گجرات میں چالیس سال تک فی سبیل اللہ خطابت کے فرائض سرانجام دیئے، کسی سے ایک پائی تک وصول نہیں کی۔

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ عظیم علمی و روحانی پیشوا تھے لیکن مسجد کی صفائی اکثر خود کرتے تھے۔ کئی بار مسجد کی صفائی کیلئے اپنی قمیص یا چادر استعمال کرتے اور اس قمیص کو بڑے شوق سے پہنتے اور فرماتے مسجد کا غبار آتش جہنم سے نجات دلاتا ہے۔

..... آپ ہمیشہ مسجد میں خود نماز کی امامت فرماتے۔

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء و سادات کا بے حد احترام کرتے تھے۔

..... یتیموں، مسکینوں کی پرورش میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ یتیم بچوں و یتیموں سے اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے۔

..... رشتہ داروں اور ہمسایہ کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مصائب میں تعزیت کیلئے لوگوں کے گھر تشریف لے جاتے۔

..... قرب و جوار میں جنازہ میں ضرور شرکت کرتے اور تبلیغ دین کیلئے جہاں بھی جانا پڑتا بلا معاوضہ تشریف لے جاتے۔

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پاک سے حد درجہ محبت تھی۔ کثرت تلاوت کے ساتھ ساتھ آپ قرآن پاک اپنے ہاتھ سے بھی لکھتے

اور نادر طلباء کو قرآن پاک کے دستی نسخے تعلیم کیلئے عطا فرماتے۔ آج بھی آپ کے ہاتھ سے لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ اور کنز الدقائق پر ہاتھ سے لکھا ہوا عربی حاشیہ ”مزارات خواجگان نیک آباد“ زائرین کے لیے رکھ دیا گیا ہے۔

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد گرامی عالم ربانی حضرت مولانا غلام حیدر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج و حاضری مدینہ شریف

کے لیے سفر کیا۔ حجاز مقدس میں برہنہ پا اور پیدل رہے۔

کرامات

مشائخ کی خصوصی توجہ اور عبادت و ریاضت میں محنت شاقہ کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایتِ کاملہ اور کراماتِ باہرہ سے نوازا تھا۔

(1)..... پیر سید سردار حسین شاہ (مرحوم) آف وینس نے عرس مبارک کے موقع پر بتایا:

”ایک دفعہ پورا موسم گرما گزرا جا رہا تھا اور بارش نہیں ہو رہی تھی تو حضرت صاحبِ قبلہ نے نالہ بھمبر کے کنارے نمازِ استسقاء پڑھائی، میں قحط سالی کے موقع پر اس نمازِ استسقاء میں موجود تھا۔ اسی وقت کالی گھٹا چڑھی اور بہت زیادہ بارش ہوئی۔ حاضرین نماز بھیگتے ہوئے گھر واپس پہنچے حالانکہ نماز سے قبل آسمان میں بالشت کے برابر بھی بادل نہ تھا۔

(2)..... نمبردار چوہدری قدر داد مرحوم آف ساہنوال کہتے ہیں:

ایک بار قحط میں بڑا اجتماع ہوا فرمایا: اگر کوئی شخص جس نے جوانی میں اپنی نظر پاک رکھی ہو دعا کرے تو بارش ہو جائے گی سب لوگ خاموش رہے، فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی نگاہ جوانی میں پاک رکھی ہے، پھر دعا فرمائی تو دورانِ دعا موسلا دھار بارش ہوئی۔

(3)..... چوہدری لال خاں مرحوم ساکن مراڑیاں شریف کہتے ہیں:

”میں دورانِ ملازمت بعارضہ بخار بیمار ہو گیا اور ڈاکٹروں نے میری زندگی سے مایوس ہو کر مجھے ہسپتال سے فارغ کر کے گھر بھیج دیا کہ یہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ حضرت صاحب کو بلایا گیا تو آپ نے دم فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں بخار اتر جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار اتر گیا اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے بعد ساری زندگی ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے میعادِ بخار کبھی نہیں ہوا۔“

بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں کہ بعد وفات بھی مزار پر انوار پر حاضر ہو کر اگر کسی نے دعا کی تو بفضلِ دعا ایزدی اس کا مقصد حل ہوا۔

قرب بارگاہِ نبوی

آپ ﷺ بارگاہِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حضوری تھے۔ آپ ﷺ کی دعاؤں سے بہت سے خوش نصیب لوگوں کو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کا شرف بھی نصیب ہوا۔

(1)..... حضرت میاں شیر محمد صاحب شریق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت پیر محمد یعقوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف ماجرہ شریف کو کسی وجہ سے زیارتِ نبوی بند ہو گئی تو دریائے راوی کے کنارے ایک مجذوب کی ہدایت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ مراڑیاں شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی توجہ دعا سے اسی رات زیارتِ نبوی سے مشرف ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب ہمیشہ

مراڑیاں شریف میں ننگے پاؤں تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت مولانا پیر خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ اس قدر حضوری ہیں کہ اگر شرع شریف اس زمانے میں کسی کو صحابی کہنے کی اجازت دیتی تو میں برملا آپ کو صحابی کہتا۔

(2)..... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت علامہ پیر سید محمد قاسم سابق خطیب اعظم بری امام اسلام آباد لکھتے ہیں:

”میرے بھتیجے شاہ حسین نے استاذ محترم سے زیارت نبوی کی درخواست کی آپ نے جواب نہ دیا۔ رات کو خواب میں قبلہ استاذ صاحب نے فرمایا:

”شاہ حسین! ”اودھ حضور (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) ہے، رُج کے زیارت کرلو“

(3)..... 35 سال سے مسجد نبوی میں مقیم سید عربی شاہ پشاور لکھتے ہیں:

میں سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے پریشان تھا، خواب میں مجھے حضرت مولانا پیر خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ دانٹوں سے جھن جھن روشنی نکل رہی تھی مجھے نیک آباد کی جگہ دکھائی، فرمایا: میرے پاس آ جاؤ میں تمہاری تربیت کروں گا۔ فرماتے ہیں:

میں نے نیک آباد کے مقام کی تلاش کے لیے مختلف مزارات کی حاضری دی بالآخر نیک آباد پہنچا۔ پانچ ماہ کا چلہ کیا حضرت محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے سجادہ نشین حضرت مولانا پیر خواجہ محمد اسلم قادری صاحب کی توجہات سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے اور بار بار زیارت نبوی اور زیارت نوشیہ سے مشرف ہوا۔

(4)..... آپ کے شاگرد و خادم مولانا محمد کریم رحمۃ اللہ علیہ آف بھمبر ضلع جہلم نے آپ سے بیداری میں زیارت نبوی کے لیے بے پناہ اصرار کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب! سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے جلوؤں کو دیکھنا بہت مشکل ہے۔ مفتی محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ آف بریڈ فورڈ برطانیہ فرماتے ہیں:

”مراڑیاں شریف مسجد کی مغربی دیوار پھٹ گئی اور حالت بیداری میں سرکارِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو مولوی کریم اللہ نے چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔“

1905ء میں آپ کی قائم کردہ دینی درسگاہ جامعہ قادریہ عالمیہ

1905ء میں ایک دینی درسگاہ (جامعہ قادریہ عالمیہ) کی بنیاد رکھی۔ اس وقت گجرات اور گردونواح میں درس نظامی کی کوئی درس گاہ نہ تھی۔ چنانچہ نہ صرف گردونواح سے بلکہ کشمیر اور سرحدی علاقوں تک سے کثیر طلبائے دین یہاں کھینچے چلے آئے تھے۔ مقامی و مسافر طلباء کی تعداد ایک صد سے دو صد تک رہتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے ہی ان طلبہ کو ابتدائی قاعدہ سے لے کر درس نظامی کی آخری کتب تک تعلیم دیتے تھے۔

اس وقت آپ کا پوتا راقم الحروف (پیر محمد افضل قادری) آپ کی قائم کردہ دینی درسگاہ کا مہتمم اور شیخ الحدیث و التفسیر ہوں اور آپ کی پوتی محترمہ رضوانہ کوثر قادری صاحبہ شعبہ خواتین کی نگران اعلیٰ اور آپ کے پڑپوتے پیر محمد عثمان علی قادری جامعہ قادریہ عالمیہ

کے مفتی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

الحمد للہ! ”جامعہ قادریہ عالمیہ“ اور اس کے شعبہ خواتین ”قادریہ عالمیہ یونیورسٹی“ میں طلبہ و طالبات کے لئے علیحدہ علیحدہ جدید درس نظامی، الشہادۃ العالمیہ فی علوم العربیہ والاسلامیہ ایم اے عربی وایم اے اسلامیات سمیت 20 شعبہ جات میں بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔

جامعہ میں ایک ہزار سے زائد مسافر طلبہ و طالبات کیلئے فری خوراک، فری رہائش، فری تعلیم اور فری علاج کا انتظام کیا گیا ہے اور 450 سے زائد شاخوں میں ہزاروں طلبہ و طالبات دینی تعلیم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

جامعہ میں کثیر تعداد میں دنیا بھر سے آنے والے سوالوں کے جوابات و فتاویٰ جات جاری کئے جاتے ہیں جبکہ جامعہ سے شارٹ ٹرمز میں مستفید ہونے والوں کی تعداد ان گنت ہے۔

اس سال (2020ء) جامعہ کے شعبہ خواتین سے 2235 کے قریب طالبات نے تنظیم المدارس پاکستان کے سالانہ امتحانات میں مختلف درجات کے امتحانات دیئے ہیں جبکہ عربی فاضل اور دیگر درجات کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

تاثرات

(1)..... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت علامہ پیر سید محمد قاسم شاہ (مرحوم) سابق خطیب اعظم بری امام اسلام آباد اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

”زمانہ طالب علمی میں رات کو جب بھی آنکھ کھلی تو حضرت استاذ صاحب قبلہ کو میں نے مصروف عبادت پایا۔“

(2)..... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت مولانا محمد نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مدرس بھکھی شریف فرمایا کرتے:

”استاذ محترم بیماری کے ایام میں بھی روزانہ کم از کم اٹھارہ پارے تلاوت فرماتے تھے اور اس قدر کثرت کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے کہ تلاوت کر کے حافظ قرآن ہو گئے تھے۔ آپ اکثر روزہ سے ہوتے تھے لیکن گھر والوں کو بھی روزہ کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ گھر سے حسب معمول مسجد میں کھانا بھیجا جاتا تو چپکے سے کسی مسکین طالب عالم کو کھانا کھلا دیتے۔ آپ صبح معنوں میں عابد و زاہد بے ریا تھے۔“

(3)..... حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گجرات آمد پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں آپ کی دعوت پر ہر نماز جمعہ کے بعد وعظ فرمایا کرتے تھے اور دروازے سے آئے ہوئے لوگوں کو مسائل کے جواب دیتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپس میں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ کے وصال کی خبر سن کر حضرت پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”افسوس! ہم قطب زمانہ سے محروم ہو گئے۔“

(4)..... شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے:

”آپ زاهد بے ریا، عالم ربانی اور بڑے باکمال درویش تھے۔“

(5)..... شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج سید احمد شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”حضرت موصوف صحیح معنوں میں نائب رسول تھے۔“

(6)..... حضرت پیر سید محمد عربی شاہ قادری مہاجر مدنی جو صائم الدہر اور قائم اللیل صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں اور 35 سال سے مسجد نبوی شریف میں معتکف ہیں، نے حضرت مولانا پیر خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پانچ ماہ کا اعتکاف کیا۔ اپنے تحریری تاثرات میں فرماتے ہیں:

”میں نے اعتکاف کے دوران عجیب و غریب واقعات دیکھے اور صاحب مزار اور ان کے سجادہ نشین سے قسم قسم کے فیوض و برکات حاصل کیں اور کئی بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ وسلم، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔

(7)..... حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر حاضری دی اور فرمایا:

”مزار اقدس پر ایسی روحانی کشش ہے کہ دل چاہتا ہے کہ گجرات شہر چھوڑ کر یہیں رہائش اختیار کر لوں۔“

وصال

آپ 26 رجب المرجب 1378ھ بمطابق 14 فروری 1958ء دس بجے شب بروز ہفتہ کلہ پڑھتے ہوئے راہی ملک بقا ہو گئے۔ وصال کے وقت بھی عجیب و غریب کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ شیخ الحدیث پیر سید حاجی احمد شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت کی، جس میں ہزار ہا عوام و خواص نے شرکت کی اور آپ کو مراڑیاں شریف کے جنوب میں جہاں آج کل جامعہ قادریہ عالمیہ ہے، میں ایک صاحب کرامات گیلانی سید حضرت کھولیاں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کے اسم گرامی کی نسبت سے اس جگہ کا نام ”نیک آباد“ رکھا گیا۔

عرس مبارک

آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 27 رجب المرجب صبح 9 بجے تا نماز ظہر خانقاہ قادریہ عالمیہ نیک آباد (مراڑیاں شریف) گجرات میں ہوتا ہے۔

اولاد:

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ فرزند اکبر کا نام ”محمد افضل“ رحمۃ اللہ علیہ ہے جو بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ اور فرزند اصغر کا نام قطب الاولیاء حضرت ”خواجہ پیر محمد اسلم قادری“ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جن کے تفصیلی حالات آگے آرہے ہیں۔

قطب الاولیاء و استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا

خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ

وہ نائب غوث اعظم تھے چہیتہ شاہ فاضل کے
مجاز پیر بغدادی ابن نیک عالم بھی
وہ یکمائے زمانہ تھے وہ خواجوں کے تھے خواجہ
وہ کامل بھی تھے اکمل بھی تھے سالم بھی اسلم بھی

ولادت:

میرے والد گرامی استاذ الاساتذہ، قطب الاولیاء، زاہد بے ریا، حضرت مولانا خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ 11 رمضان المبارک 1347ھ بروز جمعۃ المبارک مراڑیاں شریف بائی پاس روڈ گجرات کے ایک عظیم علمی و روحانی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ:

قدیم زمانہ سے بزرگان خاندان کے یہاں موجود تحریری شجرہ کے مطابق آپ کا تعلق قطب شاہی کھوکھر خاندان سے ہے، کھوکھر خلیفہ غوث اعظم حضرت قطب شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے اور اعوان و چوہان کے بھائی تھے قطب شاہ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اس طرح حضرت کا سلسلہ نسب 39 ویں پشت میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ اعظم حضرت مولانا الحاج محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور خلف ارشد ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے عظیم فقیہ، علوم عربیہ اسلامیہ کے بے مثال ماہر استاذ، شب بیدار، باکرامت ولی کامل اور بارگاہ نبوی کے حضوری و مقرب تھے۔ آپ کی علمی جلالت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ محدث بھکھی شریف حضرت علامہ سید محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور کئی علماء کبار نے آپ سے علوم دینیہ کی تحصیل یا تکمیل کی۔

آپ کس قدر عبادت گزار تھے؟ آپ کے شاگرد رشید، شیخ المدرسین حضرت مولانا محمد نواز صاحب کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فرماتے ہیں:

”میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ بیماری اور علالت کے ایام میں بھی کم از کم 18 پارے

کی بنا پر کابل چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ کوفہ میں حضرت زوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ”ثابت“ رکھا اور برکت کی دعا لینے کی غرض سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے تو

”فَدَعَا لَهُ بِالنَّبَرَةِ فِيهِ وَفِي ذُرِّيَّتِهِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ”ثابت“ اور آپ کی اولاد کے لیے دعا برکت فرمائی۔“

جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ جوان ہوئے، شادی کی تو ان کے ہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو اس زمانے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کے بھی امام و پیشوا ہوئے اور قرآن وحدیث کے وہ راز نکال کر اُمتِ مسلمہ کے سامنے رکھ دیئے جن کو دیکھ کر بڑے بڑے مجتہد امام بھی عیش عیش کرائے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی جس میں آپ کا ارشاد ہے:

”اگر دینِ ثریا ستاروں کے پاس بھی ہوگا تو فارس کا ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔“ (۱۳)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جونہی اس جہان رنگ و بو میں آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو اسلامی علوم وفنون کے بہت بڑے مرکز کوفہ شہر میں پایا، جہاں بابِ مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم کے حامل شاگردوں کے علوم و معارف کے سمندر ٹھانٹیں مار رہے تھے۔

..... مشہور مؤرخ ابن خلکان کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ نے علماء تابعین کے علاوہ چار اصحاب رسول حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت سہل بن سعد ساعدی، اور حضرت ابو طفیل بن واصلہ رضی اللہ عنہم کو پایا (۱۴)

..... امام علاؤ الدین الحسکفی کی روایت کے مطابق آپ نے بیس صحابہ کرام کو پایا اور سات سے درس حدیث بھی لیا۔ (۱۵)

آئمہ مجتہدین میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں

آئمہ اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اور شاگردی کا شرف عطا فرمایا۔ اس سے فقہ حنفی کی فضیلت و برتری بھی ثابت ہوتی ہے کہ دیگر آئمہ نے صرف دلائل شرعیہ سے استفادہ کیا لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل شرعیہ کے علاوہ شاگردان رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی سے بھی استفادہ کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ بصرہ کے علاوہ حرمین شریفین، مصر، شام اور یمن کے بڑے بڑے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار سے زائد شیوخ سے درس حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے دو سال تک سند الاتقیاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا اور سب سے زیادہ حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی اور آپ سے اٹھارہ سال تک درس حاصل کیا۔

(۱۲) مرقاة المفاتیح، مقدمة المؤلف، ج ۱، ص ۲۹ - تہذیب التہذیب، من اسمہ النعمان، ج ۱۰، ص ۲۴۹ (۱۳) صحیح مسلم، باب فضل فارس، الرقم: ۲۵۳۶

(۱۴) وفيات الاعيان، باب الامام ابوحنيفة، ج ۵، ص ۴۰۶ (۱۵) الدر المختار، باب مقدمة، ج ۱، ص ۶۳

روزانہ تلاوت فرماتے تھے اور آپ نے باقاعدہ قرآن حفظ نہیں کیا تھا لیکن تلاوت کر کر کے حافظ قرآن بن گئے تھے۔

خلیفہ حضرت شیر ربانی جناب سید محمد یعقوب شاہ رحمہ اللہ آف ماجرہ شریف نزد کجھہ کو کسی وجہ سے زیارت نبوی بند ہو گئی تو آپ دریائے راوی کے کنارے ایک مجذوب کی رہنمائی پر مراڑیاں شریف پا برہنہ حاضر ہوئے، حضرت مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری رحمہ اللہ کی دعا سے اسی رات زیارت نبوی سے مشرف ہوئے۔ آپ اس کے بعد ہمیشہ ننگے پاؤں مراڑیاں شریف آتے اور فرماتے:

”حضرت مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری اس قدر بارگاہ نبوی کے حضوری و مقرب ہیں کہ اگر شرع شریف اس زمانہ میں کسی کو صحابی رسول کہنے کی اجازت دیتی تو میں برملا حضرت مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری کو صحابی رسول کہتا۔“

حضرت کی بے شمار کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے نہایت قحط سالی کے ایام میں نالہ بھمبر میں بارش کی دعا فرمائی اسی وقت کالی گھٹا ظاہر ہوئی اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور لوگ بھیگتے ہوئے واپس آئے جبکہ دعا سے پہلے آسمان پر ذرہ بھر بادل نہیں تھے۔ آپ کی اس کرامت کے کثیر تعداد میں گواہ آج بھی موضع مراڑیاں شریف اور ساہنوال کلاں وغیرہ میں زندہ ہیں۔

تعلیم و تربیت:

ہمارے والد گرامی رحمہ اللہ نے اپنے عظیم باپ عالم ربانی مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری رحمہ اللہ کی آغوش ولایت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم رحمہ اللہ سے حاصل کی پھر درس نظامی کی انتہائی کتب ملک کے ممتاز اساتذہ کرام سے مکمل کیں۔ فاضل عربی جامعہ فاضلیہ بنالہ شریف (انڈیا) میں کیا۔ آپ نے نہ صرف درس نظامی پڑھا بلکہ آپ ابتداء سے دورہ حدیث تک درس نظامی پڑھاتے رہے اور بڑے بڑے قابل اساتذہ کونحوں میں درس نظامی کے اشکالات کا حل فرمادیتے تھے۔ آپ تبحر عالم دین اور صاحب ریاضت و مجاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حکیم اور بے مثال ماہر عملیات بھی تھے۔ آپ نے حکمت اور عملیات کے ذریعے بھی ساری زندگی بے لوث خدمت خلق کی اور بے شمار لوگ آپ سے ان شعبوں میں بھی فیضیاب ہوئے۔

بیعت و خلافت:

آپ نے 7 محرم الحرام 1367ھ کو غوث زمانہ قطب الاولیاء حضرت سیدنا پیر سید نذری الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ سجادہ نشین ہشتم بنالہ شریف (انڈیا) سے بیعت کی اور آپ کی خصوصی نگرانی میں طریقت کی تمام منازل بڑی محنت و جانفشانی سے طے کیں۔ آپ نے نالوں کے ٹھنڈے پانیوں، پہاڑوں، غاروں، پاک و ہند، کشمیر، عراق، حجاز مقدس اور دیگر ممالک کی بے شمار خانقاہوں میں ریاضت شاقہ اور نہایت مشکل چلے کاٹے جن کی مثال اس دور میں نہیں ملتی۔ آپ کے پیر و مرشد رحمہ اللہ نے آپ کو اپنا روحانی بیٹا قرار دیا اور اپنے خلفاء میں سے صرف آپ کو تخریری خلافت عطا فرمائی اور دو بار آپ کو اپنا نمائندہ خصوصی مقرر کر کے بغداد شریف بھیجا۔

بنا لہ شریف کے علاوہ آپ کو بغداد شریف کے تین نقیب الاشراف، ہستیوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ خلافتیں عطا ہوئیں:

1- نقیب الاشراف سیدنا حضرت محمود حام الدین الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

2- نقیب الاشراف حضرت سیدنا ابراہیم سیف الدین الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

3- نقیب الاشراف حضرت سیدنا احمد ظفر الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ: آخر الذکر نقیب الاشراف نے راقم الحروف (پیر محمد افضل قادری، سجادہ نشین خانقاہ نیک آباد مراڑیاں شریف) کو بھی خلافت عطا فرمائی۔

علاوہ ازیں:

..... قطب مدینہ منورہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ،

..... قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ،

..... حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ،

..... مفتی اعظم حضرت سید ابوالبرکات شاہ رحمۃ اللہ علیہ،

..... سیدنا سالم گیلانی کلید بردار درگاہ عالیہ بغداد شریف رحمۃ اللہ علیہ،

..... حضرت سیدنا سید یوسف السید ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ

اور دیگر بے شمار صوفیائے اسلام نے میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف سلاسل روحانیہ کی خلافتیں عطا فرمائیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بیعت کرنے کا خصوصی حکم:

برادر طریقت مولانا محمد افضل بٹ ملازم واپڈا ڈویژن نمبر ۱ گجرات نے اپنے تاثرات میں لکھا ہے:

”حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے لوگوں کو سلسلہ غوثیہ میں بیعت

لینے کا حکم دیا، تو میں نے عرض کیا: حضور! میں اس قابل نہیں ہوں۔ تو حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔“ فرماتے ہیں اسکے بعد میں نے بیعت کا سلسلہ

شروع کیا۔“

اولاد کی تعلیم و تربیت:

آپ کے چاروں بیٹے مفتی پیر محمد اشرف القادی، راقم الحروف (پیر محمد افضل قادری)، حافظ پیر محمد معروف سبحانی،

صاحبزادہ پیر محمد مسعود قادری اور پوتے و خلیفہ پیر محمد عثمان افضل قادری عالم دین ہیں اور اندرون و بیرون ملک دینی خدمات انجام

دے رہے ہیں۔

آپ کی تینوں صاحبزادیاں محترمہ باجی ریحانہ کوثر قادری، محترمہ باجی رضوانہ کوثر قادری، محترمہ باجی عرفانہ کوثر قادری

درس نظامی کی ماہر معلمات ہیں جو کہ بالترتیب نیک آباد گجرات، اور دربار عالیہ سلطانہ اعوان شریف میں طالبات کے عظیم الشان مدارس میں پرنسپل اور درس نظامی بمع دورہ حدیث پڑھا رہی ہیں اور محترمہ باجی ریحانہ کوثر قادری کی 52060 تلمیذات و معلمات اندرون و بیرون ملک سینکڑوں اسلامی مراکز میں تعلیم علوم اسلامیہ کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہی ہیں۔

حال ہی میں 24 جنوری 2021ء / ۱۰ جمادی الاخرہ ۱۴۴۲ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہا وصال فرما گئیں اور نیک آباد شریف میں اپنے بزرگوں کے مزارات سے متصل مدفون ہوئیں۔

اکثر والدین اولاد کی تعلیم پر تو جتنبیں دیتے، لیکن ہمارے والد محترم ہمیشہ ہمارے لئے قابل اور ماہر فن سادہ کا انتظام فرماتے اور اسباق پڑھنے سے پہلے رات گئے تک کل پڑھے جانے والے اسباق کی تیاری کراتے اور روزانہ سہ پہر پڑھا ہوا سبق یاد کراتے۔ آپ سب سے زیادہ تعلیم پر توجہ دیتے اور اس سلسلہ میں بے دریغ پیسہ خرچ فرماتے تھے آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ میری اولاد علم حاصل کرے اور شاندار دینی خدمات انجام دے۔

جامعہ قادریہ عالمیہ کی بنیاد:

حضرت جد امجد مولانا الحاج محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر مسجد مراڑیاں شریف میں مقامی اور مسافر طلبہ کو پڑھاتے رہے دو سو تک طلبہ آپ کے پاس ناظرہ قرآن سے لے کر درس نظامی کی انتہائی کتب پڑھتے تھے لیکن آپ نے دینی مدرسہ کے لئے مستقل عمارت تعمیر نہیں فرمائی۔ حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے فروی 1958ء میں آپ کے انتقال کے بعد مراڑیاں شریف کے جنوب میں حضرت کے مزار اقدس سے متصل جامعہ قادریہ عالمیہ کی بنیاد رکھی ابتداء میں رقبہ صرف اڑھائی مرلہ تھا۔

الحمد للہ! آج اس ادارے کا رقبہ 28 کنال سے زائد ہے جس میں طلبہ و طالبات کیلئے علیحدہ علیحدہ پر شکوہ درس گاہیں اور عظیم الشان جامع مسجد و عید گاہ قادریہ عالمیہ تعمیر ہو چکی ہیں اور مزید منصوبہ جات پر کام ہو رہا ہے۔ اور ایک ہزار سے زائد مسافر طلبہ و طالبات قیام پذیر ہیں جن کی فری خوراک، فری رہائش، فری تعلیم اور فری علاج و معالجہ کا انتظام کیا گیا ہے۔

جامعہ قادریہ عالمیہ اور قادریہ عالمیہ یونیورسٹی شعبہ طالبات سے ہزاروں طلبہ و طالبات فارغ ہو کر اندرون ملک و بیرون ملک اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور اس وقت پاکستان، کشمیر، یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک میں 450 سے زائد شاخیں قائم ہو چکی ہیں جن میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

چند دیگر فضائل:

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ دینی امور میں بے پناہ محنت اور ریاضت و مجاہدہ کرنے والے بزرگ تھے۔
..... رات 1 بجے سے لے کر چاشت تک عبادت میں مشغول رہتے بعد ازاں رات گئے تک عوام الناس کی اصلاح و ارشاد

اور جامعہ قادریہ عالمیہ کے انتظامات و تعلیم دین میں مصروف رہتے۔ اس اثناء میں باطل فرقوں کے رد کا پورا اہتمام فرماتے اور جلسوں میں بھی شرکت فرماتے۔

..... جامعہ قادریہ عالمیہ کے قیام میں کچھ لوگوں نے سخت اور بے حد مخالفت کی، قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور کبھی نہیں گھبرائے آپ ہمیشہ مشکل سے مشکل حالات میں ڈٹ جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے شامل حال رہتی تھی۔

..... آپ بے حد فیاض تھے، ہر طالب سلوک کو چاہے مرید ہو یا نہ ہو وظائف، عملیات اور نسخہ جات بتاتے اور نوٹ کراتے اور جس شخص میں تھوڑا سا روحانی ذوق دیکھتے اس کی روحانی تربیت فرماتے اور خوب خوب فیض رسانی فرماتے۔

..... سادات کا بے حد احترام کرتے، حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے بے حد عشق و محبت رکھتے تھے اس لئے گیلانی سادات کا نسبتاً زیادہ احترام کرتے اور نذرانے بھی پیش کرتے۔

..... ضرور تمند اور سائلین کی حسب توفیق ضروری مالی امداد کرتے۔

..... عرب شریف اور عراق سے جب مہمان آتے تو بے پناہ خدمت کرتے۔ خوشحالی سے پہلے عرب آپ کے پاس بکثرت آتے تھے اور آپ بے پناہ خدمت کرتے اور دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب دیتے۔

درود شریف کے مبلغ اعظم:

..... آپ درود شریف کے اپنے دور میں مبلغ اعظم تھے۔

..... بے شمار لوگوں کو درود شریف پڑھنے پر مامور کیا ہوا تھا اور خود بھی بار بار درود شریف کے حلقے قائم فرماتے رہتے۔

..... پریشان حال لوگوں کو زیادہ تر درود شریف کا وظیفہ بتاتے، درود شریف خضریٰ، درود شریف ہزارہ، درود غوثیہ، درود تھینا اور دیگر کئی درود شریف چھپوا کر اپنے پاس رکھتے اور سفر و حضر میں تقسیم فرماتے۔

..... مصائب اور شکایات کے لئے درود شریف کا درج ذیل عمل خاص خاص لوگوں کو تعلیم دیتے:

11 ہزار بار درود شریف ہزارہ پڑھ کر کسی میٹھی چیز پر ختم دلایا جائے اور وہ میٹھی چیز بچوں میں تقسیم کی جائے، اس سے لوگوں کو فائدہ ہو جاتا۔

..... خاص ساتھیوں کو لاکھوں کی تعداد میں درود شریف کے مخصوص وظائف کی تعلیم دیتے۔ بلابالغہ آپ نے اپنی زندگی میں اربوں مرتبہ درود شریف پڑھا، یا پڑھوایا ہے۔

کرامات

قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کو کرامات سے نوازا۔ حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار کرامات و مبشرات سے نوازا، جنہیں مختلف شعبہ زندگی کے معتبر حضرات قلم بند کروا رہے ہیں جس کی تفصیل آپ کی مفصل سوانح حیات میں شائع کی جا رہی ہے۔ قارئین کیلئے چند ایک کرامات یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

..... 1423ھ/2001ء میں مجھے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج بیت اللہ و زیارت نبوی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے قبلہ والد صاحب سے درخواست کی کہ میری صرف ایک ہی درخواست ہے آپ دعا فرمائیں کہ مجھے حضور سرکارِ مدینہ فِداؤ دُوحیِّ وَصَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سرپرستی اور نظرِ کرم نصیب ہو جائے، میں اس سفر میں ہر جگہ بار بار یہی دعا کرتا رہا۔ 8 ذوالحجہ 1423ھ/2001ء کو مٹی میں حالتِ نیند میں مجھے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بڑی شاندار حاضری نصیب ہوئی اور بشارت ملی:

”تمہیں دوہری سرپرستی حاصل ہے۔“

..... 14 ذوالحجہ 1423ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت والد صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا۔ والد صاحب شدید علیل تھے، بے ہوشی کی کیفیت اور بے پناہ کمزوری تھی آپ کو ہسٹل میں ٹھہرایا اور مسجد نبوی میں بارگاہِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں حاضری دی اس کے بعد ہسٹل آیا، اونگھ آئی تو مجھے بارگاہِ نبوی میں حاضری نصیب ہوئی اور بشارت عطا کی گئی کہ ”مراڑیاں شریف کا مدینہ شریف کے ساتھ اتصال (رابطہ و تعلق) ہے۔“

..... حضرت پیر سید عربی شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ عرصہ 35 سال سے مسجد نبوی میں معتمد ہیں۔ صائم الدھر، قائم اللیل اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں، نے جدی الامجد حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پانچ ماہ کا چلہ کیا اپنے تحریری تاثرات میں فرماتے ہیں:

”میں نے اس چلہ کے دوران عجیب و غریب واقعات دیکھے، حضرت صاحب مزار رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم اور حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری کی تربیت سے قسم قسم کے فیوض و برکات حاصل کئے اور کئی بار حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ و دیگر اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔“

..... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق مولانا محمد افضل بٹ ملازم و ایڈاڈویشن نمبر 1 گجرات و خطیب جامع مسجد محمدی محلہ مسلم پورہ سرگودھا روڈ گجرات نے اپنے تاثرات میں لکھا ہے:

”انہوں نے حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تو دل میں یہ خیال زور پکڑ گیا کہ پیر و مرشد کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور اس خیال نے طوفان کی کیفیت پیدا کر دی لکھتے ہیں کہ 1985 کا واقعہ ہے کہ دفتر میں فارغ اوقات میں سیرت فاروقی کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اونگھ محسوس ہوئی اور حضرت پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے فرمایا:

”بٹ صاحب تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قطبیت عطا فرمائی ہے۔“ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے پتا نہیں تھا۔

آنکھ کھلی تو پھر پہلے سے زیادہ غنودگی محسوس ہوئی تو پیر و مرشد نے فرمایا:

”بٹ صاحب اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر قطبیت کا تاج رکھا ہے۔“ یہ دودھ فرمایا اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔

..... مبلغ برطانیہ صاحبزادہ محمد دلشاد حسین قادری لکھتے ہیں:

”میں نے عرض کیا: حضرت پیر و مرشد! اولاً ذہنیں مل رہی بڑی مدت گزر گئی ہے“

تو پیر و مرشد مجھے دربار حضرت سلطان باہولے گئے۔ مزار شریف پر اپنے ساتھ بٹھا کر مراقبہ فرمایا تو مجھے جاتے ہوئے حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی بڑی بڑی آنکھیں ہیں، چہرہ روشن ہے، فرماتے ہیں:

”خدا تجھے بہت جلد اولاد عطا فرمائے گا۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت بیٹا (محمد سعید المصطفیٰ) عطا فرمایا۔ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا (میری زندگی میں) کسی کو نہ بتانا۔

..... مولانا محمد افضل بٹ ملازم واپڈاڈویژن نمبر ۱ گجرات نے اپنے تاثرات میں لکھا ہے:

”ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم ایک اونچی دیواروں والی بڑی حویلی میں ہیں اور اس میں بے شمار مخلوق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہی ہے، میں بھی قبلہ پیر و مرشد کے ساتھ ہوں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پاکی آرہی ہے جسے کسی نورانی مخلوق نے اٹھایا ہوا ہے۔ پاکی دیوار کے باہر باہر آرہی ہے میں نے قبلہ پیر و مرشد کی بارگاہ میں عرض کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پاکی آرہی ہے، آپ نے حویلی کے گیٹ کی طرف جانا شروع کر دیا، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں۔ لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طریقہ سے بھی برکت حاصل کرنے کے لئے ہمارے ہاتھ پاکی کو لگ جائیں میں نے بھی کوشش کی لیکن دیوار اونچی ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہ لگا سکا۔ جب ہم گیٹ کے پاس پہنچے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پاکی بھی وہاں پہنچ گئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پاکی سے باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر سفید چادر کا حجاب ہے۔“

قبلہ پیر و مرشد صاحب نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آپ کو گاڑی میں بٹھالیا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گاڑی میں پہلے ہی بیٹھے تھے گاڑی سٹارٹ ہو گئی میں نے سوچا کہ پاکی کو ہاتھ بھی نہ لگا سکا اور چہرہ مبارک کی واضح زیارت بھی نہیں ہوئی جب گاڑی چلنے لگی تو میں گاڑی کے پچھلے حصہ کے ساتھ چٹ گیا اور گاڑی چل پڑی۔ تقریباً ایک میل گاڑی چلی ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ میں گاڑی کے ساتھ چٹا ہوا ہوں، ہنس پڑے اور فرمانے لگے اللہ کے بندے تو کہاں چٹا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: بس ویسے ہی۔ آخر کار گاڑی چلتے چلتے ”جامعہ قادریہ عالمیہ“ مراٹھیاں شریف میں پہنچی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم گاڑی سے باہر تشریف لائے مزار شریف کے بالکل قریب آئے اور فرمانے لگے: ”یہ کیسی پیاری جگہ ہے۔“ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ بھی کمرے میں چلے گئے اور قبلہ پیر و مرشد مجھے فرمانے لگے: بٹ صاحب اور محنت کرو! اتنے

میں میری آنکھ کھل گئی۔

..... ساہنوال خورد (نواں لوک) گجرات کے مولوی محمد یونس قادری بن مولوی قدرداد نے قبلہ حضرت صاحب کی یہ کرامت قلمبند کرائی:

”میں پیر و مرشد کی تلاش میں تھا۔ مراڑیاں شریف والے حضرت صاحب (حضرت پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ) سمیت چار بزرگوں میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے کیلئے میں نے قرعہ اندازی کرنے کا فیصلہ کیا۔“ کہتے ہیں: ”میں ان دنوں ہلال ٹینرز گجرات میں ملازم تھا۔ میں نے چاروں بزرگوں کے نام کی پرچیاں بنا کر تین بار قرعہ نکالا تو حضرت صاحب مراڑیاں شریف والوں کی پرچی کا قرعہ نکلا۔ میں نے ارادہ کیا کہ مزید ایک بار قرعہ نکالتا ہوں تو میرے کان میں بیداری کی حالت میں حضرت صاحب مراڑیاں شریف کی آواز آئی۔ فرمایا:

”تنوں تن واریقین نہیں آیا ہوں قرعہ کریں داتے ایسے طراں ہی رویں دا۔“

مولوی یونس بتاتے ہیں کہ قبلہ حضرت صاحب اس وقت مراڑیاں شریف میں تھے اور میں ہلال ٹینرز میں تھا۔ حضرت صاحب قبلہ کی عظیم کرامت ہے کہ آپ نے 2 کلومیٹر دور سے میرا قرعہ اندازی کرنا دیکھا اور مجھے مزید قرعہ اندازی سے روکا اور جاگتے ہوئے میرے کانوں میں اپنی واضح آواز ڈال دی۔ کہتے ہیں: میں فوراً نیک آباد حاضر ہوا۔ معافی مانگی اور آپ کے دست پر بیعت کی اور آپ کی توجہ سے قسم قسم کی برکات حاصل کیں۔“

وصال اور نماز جنازہ

آپ چند سالوں سے سخت علیل رہتے تھے لیکن ساتھیوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

7 ذوالحجہ 1424ھ بروز جمعہ المبارک کو دائیں جانب فالج کے اثرات ظاہر ہوئے، دوسرے روز آپ کو اتفاق ہسپتال داخل کروادیا گیا جہاں ڈاکٹروں نے مختلف ٹیسٹ لے کے علاج تجویز کیا اور سات دن کے بعد گھر لے جانے کے لئے کہا۔ آپ گھر میں رہے لیکن طبیعت نہ سنبھل سکی پھر 24 ذوالحجہ سوموار شام طبیعت میں بے حد کمزوری ہو گئی اور آپ کو رات کے وقت دوبارہ اتفاق ہسپتال لاہور انتہائی نگہداشت وارڈ میں داخل کروادیا گیا جہاں 25 ذوالحجہ 1424ء / 17 فروری 2004ء بروز منگل صبح 10 بجے دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

اگلے روز 1 بج کر 40 منٹ پر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں پاکستان اور بیرون ممالک سے ہزار ہا خواص و عوام نے شرکت کی، اخبارات کے مطابق یہ جنازہ گجرات کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ وفات کے بعد 29 گھنٹے تک آپ کے نورانی چہرے کی شب و روز زیارت ہوتی رہی۔ حیرت ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عام اموات کی رنگت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے لیکن حضرت والد محترم کا چہرہ دوسرے روز پہلے روز کی نسبت زیادہ نورانی تھا اور اس نورانیت میں تدفین تک اضافہ ہی ہوتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نیک آباد میں آپ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال دینی خدمات

آپ نے ایک لاکھ سے زائد شاگرد چھوڑے جن میں سے چار ہزار مجتہد تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا، جبکہ امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم یہ سب اصحاب علم و فضل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

کتاب الآثار

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب حدیث کی تمام مروجہ کتب سے پہلے کی ہے، جسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے تیرہ شاگردوں نے روایت کیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس ہزار احادیث میں سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ جلیل الشان محدثین نے آپ کی روایات پر مشتمل سترہ مسانید مرتب کی ہیں۔ جن میں سے پندرہ مسانید محدث و فقیہ امام محمد بن محمود الخوارزمی نے ”الجامع المسانید لامام الاعظم“ کے نام سے شائع کی اور یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اجتہاد کے اصول و قوانین وضع کیے اور کتاب و سنت سے لاکھوں مسائل استنباط کر کے انہیں مدون و مرتب کر کے علم شریعت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا۔

امام ابن حجر کی شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اس فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”إِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ دُونُ عِلْمِ الْفُقَهَاءِ وَرَتَّبَهُ أَبَوًا وَكُنْتُ عَلَى نَحْوِ مَا هُوَ عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَتَبِعَهُ مَالِكٌ فِي مَوْظِنِهِ وَمَنْ قَبْلَهُ إِنَّمَا كَانُوا يَغْتَمِدُونَ عَلَى حِفْظِهِمْ“ (۱۶)

ترجمہ: ”امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب اور کتب کی موجودہ ترتیب پر مرتب کیا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”موطأ مالک“ میں آپ ہی کی پیروی کی ورنہ آپ (امام ابوحنیفہ) سے پہلے لوگ (صحابہ و تابعین) اپنے حافظے پر اعتماد کرتے تھے۔“

امام ابوحنیفہ کے علم و فضل پر ائمہ حدیث و فقہ کی شاندار گواہیاں

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْرِفَ الْفُقَهَ فَلْيَلْزَمْ أَبَا حَنِيفَةَ وَأَصْحَابَهُ فَإِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفُقَهَاءِ“ (۱۷)

ترجمہ: ”جو شخص فقہ (مسائل علمیہ) کو جاننا چاہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے کیونکہ سب کے سب لوگ فقہ میں ان کے محتاج ہیں۔“

کسی نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا:

”نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلًا لَوْ كَلِمَتِكَ فِي هَذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”ہاں، اگر وہ تمہارے سامنے اس ستون کے بارے میں گفتگو کریں کہ یہ سونے کا ہے تو ضرور اس پر دلیل قائم کر دیں گے۔“

(۱۶) الخیرات الحسان، ص ۲۸ (۱۷) تاریخ بغداد، باب ما ذکر من عبادۃ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۴۴

(۱۸) جامع الاصول لابن اثیر، باب النعمان بن ثابت، ج ۱۲، ص ۹۵۲۔ تاریخ بغداد، باب ما قبل فی فقہ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۳۵۹

..... ﴿ امام سفیان ثوری نے محمد بن بشر سے پوچھا: آپ اس وقت کہاں سے آئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے۔ تو امام ثوری نے فرمایا:

”لَقَدْ جِئْتُ مِنْ عِنْدِ أَفْقِهِ أَهْلِ الْأَرْضِ“ (۱۹)

ترجمہ: ﴿ آپ ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔

..... ﴿ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَا مَقَلْتُ عَيْنِي مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ“ (۲۰)

ترجمہ: ﴿ میری آنکھ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل نہیں دیکھا۔

..... ﴿ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام یحییٰ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَعْلَمَ أَهْلِ زَمَانِهِ“ (۲۱)

ترجمہ: ﴿ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

..... ﴿ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَا لَقَيْتُ أَحَدًا أَفْقَهُ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ“ (۲۲)

ترجمہ: ﴿ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔

..... ﴿ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے شیخ الاسلام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سَمِعْتُ كُلَّ مَنْ أَذَرَ كُنْهَهُ مِنْ أَهْلِ زَمَانِهِ يَقُولُ إِنَّهُ مَا رَأَى أَفْقَهُ مِنْهُ“ (۲۳)

ترجمہ: ﴿ میں نے آپ کے معاصر علماء میں سے جسے بھی پایا اسے یہی کہتے سنا کہ اس نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

..... ﴿ امام المحدثین یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ وَاللَّهِ لَا أَعْلَمَ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِمَا جَاءَ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (۲۴)

ترجمہ: ﴿ اللہ کی قسم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول کی طرف سے جو کچھ وارد ہوا اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

..... ﴿ حافظ محمد دین یوسف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ مِنْ كِبَارِ حُقَاقِ الْحَدِيثِ وَأَعْيَانِهِمْ“ (۲۵)

ترجمہ: ﴿ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے اکابر اور افضل حفاظ میں سے تھے۔

(۱۹) تہذیب الکمال، باب النعمان بن بشیر، ج ۲۹، ص ۳۳۱۔ تاریخ بغداد، باب ما قبل فی فقہ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۳۵۹

(۲۰) تہذیب الاسماء للنووی، حرف الحاء المهملة، ج ۲، ص ۲۱۹۔ تاریخ بغداد، باب ما قبل فی فقہ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۳۵۹

(۲۱) مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، باب شہان ما ظننتہما، ج ۱، ص ۳۲۔ مغانی الاخیار للعینی، باب النون بعدھا العین، ج ۳، ص ۱۳۵

(۲۲) تاریخ بغداد، باب ما قبل فی فقہ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۳۵۹۔ الطبقات السنیة، ج ۱، ص ۲۸

(۲۳) اخبار ابی حنیفہ للصیمری، باب ذکر ما روی فی زہدہ، ج ۱، ص ۴۸۔ (۲۴) ”مقدمة کتاب التعلیم“ لمسعود بن شبیبة السندی، ص ۱۳۴

(۲۵) شرح مسند ابی حنیفہ للملا علی القاری، باب تمسک الامام بالسننة، ج ۱، ص ۴

امام ابو حنیفہ کا ورع اور زہد و تقویٰ

علم وفقہ کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں مقام نہایت بلند تھا۔

..... آپ کے شاگرد اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”صَلَّى أَبُو حَنِيفَةَ فِيمَا حَفِظَ عَلَيْهِ صَلَوةَ الْفَجْرِ يَوْضَوْءَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ اَرْبَعِينَ سَنَةً“ (۲۶)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی۔

..... قاضی بغداد حضرت حسین بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ جب امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دے رہے تھے تو فرمایا:

”غَفَرَ اللَّهُ لَكَ لَمْ تُفْطِرْ مُنْذُ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَلَمْ تَتَوَسَّدْ يَمِينُكَ بِاللَّيْلِ مُنْذُ اَرْبَعِينَ سَنَةً“ (۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ آپ تیس سال سے روزہ دار ہیں اور چالیس سال سے شب بیدار ہیں۔

..... امام ابن ہمام اور حسن بن عمار شرملائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ كَانَ يَخْتِمُهُ إِحْدَى وَبِسْتَيْنِ حَتْمَةً، فِي كُلِّ يَوْمٍ حَتْمَةً وَفِي كُلِّ لَيْلَةٍ حَتْمَةً وَفِي كُلِّ

الْتِرَاقِ حَتْمَةً“ (۲۸)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (رمضان المبارک) میں اکٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم فرماتے۔ ہر دن میں ایک قرآن مجید اور

ہر رات میں ایک قرآن مجید اور نماز تراویح میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے

..... آپ کے شاگرد اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ سَبْعَةَ آلَافٍ مَرَّةً“ (۲۹)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جس جگہ وفات ہوئی اس جگہ پر آپ نے سات لاکھ مرتبہ قرآن مجید کو ختم فرمایا۔

..... آپ روزانہ رات کو دو رکعت میں مکمل قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔ (۳۰)

..... آپ کو سو بار خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ (۳۱)

..... ایک دفعہ کوفہ میں کسی کی بکری گم ہو گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بکری کی عمر سات برس ہوتی ہے تو آپ نے سات سال

تک کوفہ کے بازار سے گوشت خریدنا چھوڑ دیا۔ (۳۲)

..... ایک بار آپ کے شاگرد نے تیس ہزار کا کپڑا فروخت کیا اور خریدار کو ایک تھان میں عیب بتانا بھول گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶) وفیات الاعیان، ج ۵، ص ۳۱۳۔ تاریخ بغداد، باب ما ذکر من عبادۃ ابی حنیفۃ ووعہ، ج ۱۵، ص ۴۴

(۲۷) تہذیب التہذیب، من اسمہ النعمان، ج ۱۰، ص ۳۵۰۔ تہذیب الاسماء للنووی، حرف الحاء المهملة، ج ۲، ص ۲۲۰

(۲۸) فتح القدیر، فصل فی قیام شہر رمضان، ج ۱، ص ۳۶۹۔ مراقی الفلاح، فصل فی التراویح، ج ۱، ص ۱۵۸

(۲۹) البدایۃ والنہایۃ، باب وفات الامام ابی حنیفہ، ج ۱۳، ص ۴۱۹۔ تہذیب الاسماء للنووی، حرف الحاء المهملة، ج ۲، ص ۲۲۰

(۳۰) مرقاة المفاتیح، مقدمة المؤلف، ج ۱، ص ۲۹۔ (۳۱) الدر المختار، باب مقدمہ، ج ۱، ص ۵۱ (۳۲) الخیرات الحسان، الفصل الثامن عشر، ص ۶۰

نے خریدار کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب تلاش بسیار کے باوجود خریدار نہ ملا تو

”تَصَدَّقْ بِحَسَنِ الْمَتَاعِ كُلِّهِ“ (۳۳)

ترجمہ: ”آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رقم خیرات کر دی۔“

..... ایک مرتبہ جنازہ کے لئے تشریف لائے نماز جنازہ میں تاخیر تھی تو دھوپ میں انتظار کرتے رہے لوگوں نے آپ کو ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھنے کیلئے کہا تو آپ نے انکار فرمایا بعد میں پتہ چلا کہ اس مکان کا مالک امام اعظم رحمہ اللہ کا مقروض تھا اور امام اعظم رحمہ اللہ اپنے مقروض کی دیوار کے سایہ سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔ (۳۴)

..... آپ کامیاب تاجر تھے اور بے پناہ صدقہ و خیرات کرتے تھے اور خصوصی طور پر اہل علم کی خواہش پوری کرنے پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ جب بھی اپنے لئے لباس تیار کرواتے تو ایسا ہی لباس کسی ایک عالم دین کے لئے تیار کرواتے اور جب بھی اپنے گھر کیلئے کھانے کا سامان خریدتے تو اس کی مثل صدقہ کرتے اور جب بھی آپ کھانا کھاتے تو کھانے کی مقدار کی دو مثل صدقہ فرماتے تھے۔ (۳۵)

وصال

بنو امیہ کی حکومت کے آخری دور میں امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا جسے قبول کرنے سے آپ نے انکار کر دیا۔ جس پر گورنر کو فدا آپ کو دس روز دس کوڑے روزانہ مروا تا رہا لیکن آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ پھر بنو عباس کے خلیفہ ابو جعفر منصور نے دوبارہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا جسے آپ نے قبول نہ کیا کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ حکومت اپنی مرضی کے مطابق غلط فیصلے کرنے پر مجبور کرے گی جس پر حاکم بغداد سخت برہم ہوا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو عمر قید کی سزا دے دی اور جیل میں محبوس کر دیا مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیل میں بھی عبادت و ریاضت اور علوم دینیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ نے جیل میں سات ہزار بار قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ (۳۶) اور امام شافعی کے سوتیلے باپ اور استاد حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو جیل ہی میں تفسیر وحدیث اور فقہ کی مکمل تعلیم دی۔ مگر ظالم حکومت یہ بھی برداشت نہ کر سکی، بالآخر آپ کو سخت قسم کا زہر پلا دیا گیا جس کے نتیجے میں علم و فضل کا یہ آفتاب 4 رجب المرجب 150ھ کو بغداد کی جیل میں غروب ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں خواص و عوام نے شرکت کی اور آپ کو بغداد شہر کے خیران نامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

..... حدیث نبوی ہے:

”تُرْفَعُ زِينَةُ الدُّنْيَا سَنَةَ حَمْسِينَ وَمِائَةٍ“ (۳۷)

ترجمہ: ”دنیا کی زینت 150ھ میں اٹھالی جائیگی۔“

(۳۳) تہذیب الکمال، باب النعمان بن بشیر، ج ۲۹، ص ۴۳۶۔ تاریخ بغداد، باب ما قبل فی فقہ ابی حنیفہ، ج ۱۵، ص ۳۸۴ (۳۴) تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۸۸

(۳۵) تاریخ بغداد، باب ما ذکر من عبادۃ ابی حنیفہ و رعدہ، ج ۱۵، ص ۴۶۳ (۳۶) البدایۃ والنہایۃ، باب وفات الامام ابی حنیفہ، ج ۱۳، ص ۳۱۹

(۳۷) الدر المختار، باب مقدمہ، ج ۱، ص ۵۳

..... شمس الانعم محمد بن عبدالستار الکردی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں:

”إِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مُخْتَلٌّ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ مَاتَ تِلْكَ السَّنَةَ“ (۳۸)

ترجمہ: ”بے شک یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر محمول ہے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اسی سال ہوئی۔

مزار ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی برکات

..... حضرت ملا علی قاری کی رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”قَبْرُهُ بِهَا يُزَادُ وَيُتَبَرَّكُ بِهِ“ (۳۹)

ترجمہ: ”(آپ کی قبر بغداد شریف میں ہے) جس کی زیارت کی جاتی ہے اور جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔“

..... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَا تَبْرُكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِبُنِي إِلَى قَبْرِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ يَغْنِي زَائِرًا فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَجِئْتُ إِلَى قَبْرِهِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى الْحَاجَّةَ عِنْدَهُ فَمَا تَبْعُدُ عَنِّي حَتَّى تُقْضَى“ (۴۰)

ترجمہ: ”میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ذریعے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت درپیش آتی ہے تو میں آپ کی قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اللہ سے اپنی حاجت کیلئے سوال کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔“

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ کے امام اعظم رحمہ اللہ کے متعلق مبشرات

قطب الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ”کشف المحجوب“ میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی کمال درجہ تعریف و توصیف فرمائی ہے اور آپ کے بارے میں مبشرات کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”باب بنوشیہ“ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ کی گود میں ایک بوڑھا شخص ہے، میں تعظیماً کھڑا ہو گیا اور قدم بوسی کی، فرماتے ہیں: میں حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کی حیرانی معلوم فرمائی اور فرمایا:

”یہ تیرا اور تیرے اہل وطن کا امام ابوحنیفہ ہے۔“ (۴۱)

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں دیکھوں؟ فرمایا:

”عِنْدَ عَلِمِ أَبِي حَنِيفَةَ“ (۴۲)

ترجمہ: ”ابوحنیفہ کے علم کے پاس۔“

(۳۸) الدر المختار، باب مقدمہ، ج ۱، ص ۵۳ (۳۹) مرقاۃ المفاتیح، مقدمۃ المؤلف، ج ۱، ص ۲۹۔

(۴۰) تاریخ بغداد، باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ، ج ۱، ص ۳۳۵۔ الدر المختار، باب مقدمہ، ج ۱، ص ۵۵۔ اخبار ابی حنیفۃ للصمیمی، ج ۱، ص ۹۴۔

(۴۱) کشف المحجوب فارسی، باب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، ص ۵۸ (۴۲) روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۱۲۴، سورہ توبہ۔ کشف المحجوب فارسی، ص ۵۸۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کمالاں را رہنماء

نام و نسب و مولد

آپ کا اسم گرامی ”علی“ ہے ابو الحسن آپ کی کنیت ہے اور داتا گنج بخش آپ کا مشہور ترین لقب ہے۔ ختی کہ اکثر لوگ آپ کو آپ کے نام ”علی“ کی بجائے آپ کے لقب ”داتا گنج بخش“ سے ہی جانتے ہیں۔
آپ افغانستان کے مشہور شہر غزنی میں 400ھ کے لگ بھگ میں پیدا ہوئے۔
آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے:

”سید ابوالحسن علی ہجویری بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن سید عبداللہ (سید شاہ شجاع) بن سید ابوالحسن علی بن سید حسن اصغر بن حضرت سید زید (رحمۃ اللہ علیہم) بن سید امام حسن مجتبیٰ بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔“
آپ کی ولادت ننھیالی گھر غزنی کے محلہ ہجویری میں ہوئی جس وجہ سے آپ کو ہجویری کہا جاتا ہے۔

آپ کے والد حضرت سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ جید عالم عظیم فقیہ اور بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کی والدہ بھی بہت عابدہ زاہدہ اور پارسا خاتون تھیں۔ آپ کے ماموں زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی وجہ سے ”تاج العلماء“ کے لقب سے مشہور تھے۔ آج بھی آپ کے ماموں حضرت تاج العلماء کا مزار اقدس غزنی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کا گھر علم و فضل اور روحانیت کا گہوارہ تھا اور غزنی شہر بھی ان دنوں علوم و معارف کا مرکز تھا۔ یہ سلطان محمود غزنوی کا دور تھا، جو علم و دوست بادشاہ تھے اور غزنی شہر میں علماء اور مدارس بھی بکثرت تھے بلکہ سلطان محمود غزنوی نے خود بھی غزنی شہر میں ایک عظیم الشان مدرسہ اور ایک عظیم مسجد تعمیر کی تھی۔

چنانچہ آپ کے والدین اور ماموں حضرت تاج العلماء نے آپ کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ دی چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔

اپنے والدین سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے علاوہ نہ صرف غزنی شہر بلکہ تاشقند، سمرقند، بخارا، فرغانہ، ماوراء النہر، ترکستان، خراسان، طوس، نیشاپور، مہند، قہستان، مرو، سرخس، فارس، کرمان، بیت المقدس، شام و عراق، آذر بائیجان، طبرستان،

شہید کے فضائل اور شہادت کی اقسام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تَقُولُوا الْمَنُ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ (۱)
ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو! بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔“

شان نزول

..... یہ آیات غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئیں۔ غزوہ بدر 17 رمضان المبارک کو ہوا جس میں 14 مسلمان شہید ہوئے (۲)۔

..... اس موقع پر منافقین نے کہا:

”إِنَّ النَّاسَ يَقْتُلُونَ أَنْفُسَهُمْ طَلَبًا لِّمَرْضَاةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٍ قِنْ غَيْرِ فَايِدَةٍ
فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ“ (۳)

ترجمہ: ”بیشک لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رضا کی خاطر بے فائدہ اپنے آپ کو قتل کر رہے ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔“

لغوی تشریحات:

..... ”وَلَا تَقُولُوا“

صیغہ نہی (روک) ہے۔ دلیل قطعی میں ”نہی“ کی حقیقت حرمت ہوتی ہے یعنی شہید کو مردہ کہنا حرام ہے۔ لہذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مردہ کہنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے کیونکہ شہید کو درجہ شہادت غلامی رسول کی بنا پر ملتا ہے۔

..... ”يُقْتَلُ“

”قتل“ سے بنا ہے قتل کا معنی ہے: جاندار کے بدن کی بناوٹ بگاڑ ڈالنا جس کے سبب اس کی موت واقع ہو جائے۔

..... ”فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

مفسر قرآن و محدث کبیر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”سبیل اللہ“ (اللہ تعالیٰ کا راستہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قرآنی ناموں میں سے ہے۔ (۴)

اللہ کے راستے سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں یا آپ کا لایا ہوا دین اسلام۔ کیونکہ ”سبیل“ اس راستے

(۱) سورۃ بقرہ: ۱۵۴ (۲) تفسیر بغوی، تفسیر مظہری، تفسیر مقاتل زیر بحث آیت نمبر ۱۵۴، سورۃ بقرہ

(۳) تفسیر کبیر، تفسیر خازن، زیر بحث آیت نمبر ۱۵۴، سورۃ بقرہ (۴) الاکلیل فی استنباط التزیل، فضل وفی القرآن من اسماء النبی، ج ۱، ص ۳۰۶

لوٹ رہے ہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مُجَاهِدَةُ الْعَبْدِ هَوَا“ (۲)

ترجمہ: ”بڑا جہاد بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف لڑنا ہے۔“

..... ایک اور حدیث میں فرمایا:

”أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ يُجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَهَوَا“ (۳)

ترجمہ: ”بہترین جہاد بندہ کا اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف لڑنا ہے۔“

..... اور ایک اور حدیث میں فرمایا:

جَاهِدُوا أَهْوَاءَكُمْ كَمَا تُجَاهِدُونَ أَعْدَاءَكُمْ“ (۴)

ترجمہ: ”اے مسلمانو! تم اپنے ظاہری دشمنوں کی طرح اپنی خواہشات کے خلاف بھی لڑا کرو۔“

یہ جہاد اس لیے اہم اور جہاد اکبر ہے کہ اس جہاد میں بندہ مؤمن اپنی اصلاح کرتا ہے یعنی اپنے عقائد درست کرتا ہے، اپنے اعمال سنوارتا ہے اور اپنے اخلاق کی تہذیب کرتا ہے اور اس طرح وہ دوسروں کی اصلاح کے لیے جہاد کے قابل ہو جاتا ہے۔

جہاد بالمال:

”جہاد بالمال“ سے مراد امور خیر مثلاً کفار سے جنگ، فتنوں کے انسداد، علم کی اشاعت و فروغ، مساجد و مدارس کی تعمیر، جہالت، غربت و افلاس اور امراض کے خاتمے وغیرہ کے لیے دولت خرچ کرنا ہے۔ قرآن و حدیث میں جگہ جگہ اس جہاد کی بھی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

جہاد بالسيف:

”جہاد بالسيف“ سے دین کی حفاظت و سر بلندی اور فتنوں کو ختم کرنے کی غرض سے اسلحہ کے ساتھ لڑنا مراد ہے۔ یہ جہاد دین کی سر بلندی اور مسلمانوں کی عزت و عظمت اور شوکت کا ذریعہ ہے اور آخرت میں جنت کی کنجی ہے۔ اس جہاد میں جان دینے والے کو ”شہید“ کہا جاتا ہے، جس کی اسلام میں بڑی فضیلت ہے اور فتح پانے والے کو ”غازی“ کہا جاتا ہے جس کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے مسلمانوں نے جب اس جہاد کو اپنا یا تو پوری دنیا میں وہ سپر طاقت تھے اور زندگی کے ہر میدان میں وہ اقوام عالم سے آگے تھے اور جب سے مسلمانوں نے دنیا کی عیش سے پیار بڑھالیا، موت سے ڈرنے لگے اور جہاد چھوڑ دیا تو ہر میدان میں پیچھے چلے گئے ہیں اور افرادی و مالی کثرت کے باوجود دنیا کی قیادت و امامت ان سے چھین لی گئی ان کے حقوق پامال ہونے لگے اور ان پر بے تحاشا مظالم ڈھائے جانے لگے۔

(۲) الزهد الكبير للبيهقي، فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس، الرقم: ۳۴۳ - كنز العمال، باب الجهاد الاكبر، الرقم: ۱۱۷۷۹

(۳) كنز العمال، باب الجهاد الاكبر، الرقم: ۱۱۷۷۹ - الجامع الاحاديث للسيوطي، الرقم: ۳۹۷۷ - مرقاة المفاتيح، ج ۶، ص ۲۴۸۱

(۴) شرح الشفاء للملا علي القاري، فصل واما الجود، ج ۱، ص ۲۵۴ - تفسير الراغب الاصفهاني، زير بحث آیت نمبر ۲۱۸، سورہ بقرہ

تولہ سونا دے کر دو تولہ سونا لوں گا لیکن اگر جس بدل جائے مثلاً ایک تولہ سونا دے کر 60 تولہ چاندی لوں گا تو جس بدلنے کی وجہ سے یہ زیادتی سود نہیں البتہ اس صورت میں بھی ادھار جائز نہیں۔

ان چھ اجناس کے علاوہ ائمہ احناف کے اجتہاد کے مطابق جہاں بھی دو چیزوں کی جس ایک ہو اور دونوں کا تعلق وزن یا ماپ سے ہو یوں زیادتی سود ہوگی مثلاً باجرہ ایک کلو دے کر دو کلو باجرہ کی زیادتی سود ہوگی کیونکہ جس ایک اور دونوں جنسیں وزنی یا ماپ والی ہیں لیکن عددی چیزوں میں زیادتی سود نہیں ہوگی مثلاً ایک انڈہ دے کر 2 انڈے لینا سود نہیں ہوگا۔

سود کا شرعی حکم: سود کبیرہ گناہ ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے ایسے شخص کو قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ توبہ نہ کرے۔

..... ﴿ذَلِكْ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا﴾

سودی کاروبار کرنے والوں نے کہا: کہ تجارت کی طرح سود بھی تجارت ہے حالانکہ سود حرام ہے اور تجارت حلال ہے۔

تجارت اور سود میں فرق

- ①..... تجارت ”مال کا مال سے مبادلہ“ ہے اور سود میں جو زیادتی ہے وہ کسی مال کے بدلے میں نہیں ہے۔
- ②..... تجارت کا عقد ایجاب و قبول سے مکمل ہو کر ختم ہو جاتا ہے لیکن سود کا عقد کوئی پتہ نہیں کتنے ماہ، کتنے سال یا ساری زندگی ختم نہ ہو۔
- ③..... تجارت میں ایک بار نفع لے لیا جاتا ہے لیکن سود میں کوئی پتہ نہیں کتنے ماہ، کتنے سال یا ساری زندگی منافع ختم نہ ہوں۔
- ④..... تجارت میں محنت کی جاتی ہے اور نفع کا یقین نہیں ہوتا اور سود میں مال دار کی کوئی محنت نہیں ہوتی اور زیادتی یقینی ہوتی ہے۔

سود کے دینی، اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی نقصانات

دینی نقصان: کے بارے میں تو گزر چکا کہ سود خور جہنمی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فرمان کے مطابق سود خور پر لعنت کی گئی ہے اور سود خور کے لیے ایک درہم کے بدلے 36 بار زنا اور اپنی ماں سے زنا سے بڑا گناہ لکھا جاتا ہے۔ (أَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)

اخلاقی نقصان: سود مکارم اخلاق کے منافی ہے چاہے تو یہ تھا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ہدیہ و تحفہ کی صورت میں امداد کرتا اور اگر قرض دیتا تو اس سے کچھ یا سارا معاف کرتا یا کم از کم مہلت دیتا لیکن سود خور نے اپنے مسلمان بھائی کو سود پر قرض دے کر بد اخلاقی اور قساوت قلبی کی انتہا کر دی۔

اقتصادی و معاشرتی نقصان: سود خور سرمایہ دار، تجارت کی بجائے سودی قرضوں کو اپنا ذریعہ معاش بناتا ہے جس سے معاشرہ میں تجارتی محنت کا خاتمہ ہوتا ہے اور تجارت میں جمود کی وجہ سے پورے معاشرے کا نقصان ہوتا ہے۔

سود ایک ایسا قبیح جرم ہے کہ اس کی وجہ سے سود خوروں میں باہمی الفت و محبت، صلہ رحمی، صدقات و خیرات اور اداروں کی امداد جیسے مکارم اخلاق ختم ہو جاتے ہیں اور ایثار و قربانی، صلہ رحمی اور ترس کھانے کی بجائے بے رحمی اور درندگی کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

صدقہ و خیرات سے باہمی محبت و اخوت پیدا ہوتی ہے لیکن سودی نظام سے سرمایہ داروں کے خلاف بغض، نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

مسئلہ: آج کل بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ سودی کاروبار چھوڑنے کی توفیق دیتا ہے تو انہیں کہا جاتا ہے کہ سود کا پیسہ لے کر کسی غریب کو دے دو یا مسجد کی لیٹرین پر خرچ کر دو اس آیت مبارکہ کی رو سے سود چھوڑنے کا حکم ہے لینے کی اجازت نہیں جیسے کوئی کہے میرے پاس چوری کا پیسہ ہے تو اسے کہا جائے کسی غریب کو دے دو یہ جائز نہیں، چوری کا پیسہ جس کا ہے اسے واپس کرنا ضروری ہے اسی طرح سودی پیسہ بھی جس شخص یا ادارے کا ہے اسے واپس کرنا ضروری ہے۔

قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دے کر سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ جنگ کا چیلنج کیا گیا ہے۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (۳)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود باقی رہ گیا اگر تم ایمان والے ہو؟ O اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَتَهُ وَشَاهِدَهُ“ (۴)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”وَرَهْمٌ بَابًا يَأْتِيهِ الرَّجُلُ وَهُوَ يَغْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ ذَنْبَةً“ (۵)

ترجمہ: ”دانستہ سود کا ایک درہم کھانا 36 بار زنا سے بھاری ہے۔“

..... اور ارشاد نبوی ہے:

”الرِّبَا سَبْعُونَ حَوْبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ“ (۶)

ترجمہ: ”سود کے ستر گناہ ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔“

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۳) سورہ بقرہ ۲۴۹ (۴) صحیح مسلم، باب لعن آکل الربا ومؤكله، الرقم: ۱۵۹۸ (۵) مسند احمد، الرقم: ۲۱۹۵۴۔ مسند البزار، الرقم: ۳۳۸۱

(۶) سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، الرقم: ۲۴۴۳

اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى إِلِهِ وَسَلَّمَ وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسَّحَرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالنَّوْثَى يَوْمَ الزَّوْحِفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ“ (۷)

ترجمہ: سات ہلاک کر دینے والے کاموں سے بچو! (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے روز پیٹھ پھیر جانا، اور پاکدامن ایماندار بے خبر عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔

..... حدیث پاک میں ہے کہ شب معراج حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سود خوروں کو جہنم میں اس حال میں دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑی بڑی کوٹھڑیوں کی طرح ہیں اور یہ لوگ جہنم میں پتھر اور تھوہر کے کانٹے کھا رہے ہیں۔ (۸)

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَدَقَةٌ وَلَا حَجًّا وَلَا جِهَادًا وَلَا صَلَٰةً“ (۹)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ سودخور کا حج، صدقہ، جہاد اور صلہ رحمی کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔“

اس وقت دنیا میں افراط زر، مہنگائی اور تجارتی خساروں کی بڑی وجہ سود ہی ہے۔ یہ تو دنیاوی نقصان ہے اور آخرت میں جو دردناک عذاب ہے اللہ کی پناہ!

(۷) صحیح بخاری، باب رمی المحصنات، الرقم: ۶۸۵۴ (۸) صحیح بخاری، باب تعبیر الرؤیا بعد صلوة الصبح، الرقم: ۴۰۴۴

(۹) تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، زیر بحث آیت نمبر ۲۶۶، سورۃ بقرہ

طلاق کی اقسام اور مسائل

طلاق

طلاق کیا ہے؟ طلاق کا لغوی معنی ہے: چھوڑ دینا، قید اٹھانا، رسی کا کھل جانا وغیرہ اور طلاق کا شرعی معنی ہے: الفاظِ مخصوصہ (مثلاً تجھے طلاق ہے وغیرہ) سے نکاح کی قید اٹھا دینا۔

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

﴿..... ارشادِ نبوی ہے: "أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ"﴾

ترجمہ: تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (۱)

طلاق دینے میں غلت نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اگر طلاق دینا اشد ضروری ہو جائے تو سورۃ نساء آیت نمبر 34 اور 35 میں بیان کیے گئے طریقہ کے مطابق جب عورت اپنے شوہر سے لڑائی جھگڑا کر کے گھر میں بدمزگی پیدا کرے تو ایسے حالات میں شوہر کو مرحلہ وار مندرجہ ذیل احکام فرمائے گئے ہیں، ان طریقوں کو اپنائے اگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو تو طلاق دینا جائز ہے وہ طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

﴿۱﴾..... سب سے پہلے عورت کو احسن طریقہ سے بار بار سمجھائے۔

﴿۲﴾..... اگر نہ سمجھے تو چند دن اس سے سونے کی جگہ سے الگ رہے یعنی اس سے ہم بستری نہ کرے شاید اس کا ضمیر اسے ملامت کرے اور وہ لڑائی جھگڑا چھوڑ دے۔

﴿۳﴾..... اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو اسے ہلکی پھلکی سزا دے لیکن زخم نہ آئے اور نہ نشان پڑے۔

﴿۴﴾..... گذشتہ تدابیر کو اختیار کرنے کے باوجود بھی جھگڑا ختم نہ ہو تو حاکم وقت یا قاضی یا خاندان کے لوگ ایک ثالث عورت کے خاندان سے اور ایک ثالث مرد کے خاندان سے مقرر کریں جو فریقین کی بات سن کر صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اگر ثالث بھی صلح کرانے میں ناکام ہو جائیں تو طلاق دے سکتا ہے اور طلاق میں بھی طلاقِ احسن (صرف ایک طلاقِ رجعی) دے جس کی عدت میں رجوع کر سکتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد بھی دونوں کی رضا سے نیا نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں

.....﴿ طلاق احسن :

یہ طلاق سب سے بہتر ہے۔ طلاق احسن یہ ہے کہ حیض کے بعد پاک دنوں میں ہم بستری نہ کرے اور صرف ایک طلاق دے۔ طلاق احسن کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر قول یا فعل سے رجوع کر سکتا ہے۔
یاد رہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل (بچے کا پیدا ہونا) ہے اور حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہے اور جسے حیض نہ آتا ہو اس عورت کی عدت تین قمری ماہ ہے۔

.....﴿ طلاق حسن (طلاق سنت) :

یہ ہے کہ حیض کے بعد پاک دنوں میں ہم بستری نہ کرے اور ایک طلاق دے پھر اگلے ماہ پاک دنوں میں ہم بستری کے بغیر دوسری طلاق دے اور اسی طرح تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔
اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ تیسری طلاق سے پہلے رجوع کر سکتا ہے اور اگر تیسری طلاق دے دے تو طلاق، مغالطہ ہو گئی اب نہ رجوع کر سکتا ہے، حلالہ شریعہ کے بغیر نہ نکاح کر سکتا ہے۔
یاد رہے کہ جس عورت کو ہم بستری یا خلوت صحیحہ (علیحدگی میں شوہر کے ساتھ اتنا وقت کہ ہم بستری ممکن ہو) کے بغیر طلاق ہو جائے تو اس کی کوئی عدت نہیں۔

.....﴿ طلاق بدعی :

یہ طلاق مکروہ ہے لیکن واقع ہو جاتی ہے اور وہ ایام حیض یا حالت حمل میں طلاق دینا ہے یا اکٹھی تین طلاقیں دینا ہے کہ اس کے بعد رجوع اور تجدید نکاح کی کوئی صورت (ماسوائے حلالہ شریعہ کے) باقی نہیں رہتی۔

طلاق رجعی اور طلاق بائن

.....﴿ طلاق رجعی :

اگر صریح لفظ سے ایک یا دو طلاق دی تو یہ طلاق ”رجعی طلاق“ ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران شوہر بغیر نئے نکاح کے ہم بستری یا زبان سے نکاح بحال کر سکتا ہے اور اسے ”رجوع“ کہا جاتا ہے اور اگر عدت گزر جائے تو ایک یا دو طلاقیں بائن ہو جاتی ہیں اب شوہر کے رجوع کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں اور عورت اس سے یا جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

.....﴿ طلاق بائن :

عموماً کنایہ الفاظ سے ہوتی ہے مثلاً کہے: ”تو آزاد ہے“ طلاق کی نیت سے کہے یا مذکرہ طلاق ہو تو ایسے الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر یا عدت کے بعد عورت کی مرضی سے نیا نکاح کیا جاسکتا ہے اور عورت کو یہ اختیار بھی ہے کہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

..... ﴿ایلاء﴾

یہ ہے کہ شوہر قسم اٹھائے کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کرے گا۔ زمانہ جاہلیت میں کئی شوہر اپنی مالدار عورتوں سے بڑی بڑی دولت کا مطالبہ کرتے اور قسم اٹھاتے کہ دولت نہ دینے کی صورت میں میں تجھ سے ازدواجی تعلقات بند رکھوں گا۔ تو اسلام نے عورتوں کو ان مظالم سے بچانے کے لیے ایلاء کا قانون نافذ کیا کہ ایسی قسم کی صورت میں اگر چار قمری ماہ پورے ہو جائیں تو عورت کو طلاق بائن ہو جائے گی اور عدت گزار کر وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے اور اگر شوہر چار ماہ سے پہلے اپنی قسم سے قول یا فعل سے رجوع کر لے تو نکاح بحال ہو جائے گا اور قسم توڑنے پر کفارہ قسم ادا کرے گا۔

..... ﴿خلع﴾

خلع کیا ہے؟ کوئی عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہو تو حق مہر یا کوئی اور چیز دے کر شوہر کی رضا مندی سے طلاق حاصل کرے تو اسے خلع (چھٹکارا) کہا جاتا ہے۔ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ دورانِ عدت یا عدت گزار کر اسی خاوند سے یا عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

..... ﴿یکطرفہ خلع﴾

آج کل جو رواج ہے کہ بعض عورتیں اپنے شوہروں پر صحیح یا غلط الزام لگا کر شوہر کی طرف سے طلاق حاصل کیے بغیر ججوں سے یک طرفہ خلع لے کر کسی اور سے نکاح کر لیتی ہیں یہ درست نہیں۔

..... ﴿ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یَبْدِیْہُ عَقْدَةُ النِّكَاحِ (۲)﴾

ترجمہ: ”نکاح کی گرہ اس (خاوند) کے ہاتھ میں ہے۔“

..... ﴿اور ارشادِ نبوی ہے:﴾

”لَا طَّلَاقَ لِمَنْ لَا یَمْلِکُ عَقْدَتَهُ“ (۳)

ترجمہ: ”طلاق وہ نہیں دے سکتا جو نکاح کی گرہ کا مالک نہ ہو۔“

شوہر کی رضا مندی کے بغیر خلع نہیں ہوتا نیز قاضی کے لیے مسلمان ہونا، فقیہ ہونا اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے جبکہ آج کل کے ججوں کے لیے یہ شرطیں نہیں رکھی گئی ہیں اور عموماً یہ شرائط مفقود بھی ہیں۔

مسئلہ: اگر خلع کا مسئلہ عورت اٹھائے تو حق مہر کے برابر مال دے کر شوہر سے طلاق لے لے تو یہ جائز ہے اور اگر مرد نے خلع کی پیش کش کی ہو تو مرد کے لیے کچھ لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ: فلموں، ڈراموں اور ہنسی مذاق میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

”ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ وَ هَٰذَا لَمْ یَجِدْ: اَلنِّكَاحُ وَ الطَّلَاقُ وَ الرَّجْعَةُ“ (۴)

ترجمہ: ”تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے ① نکاح ② طلاق ③ رجوع۔“

(۲) سورہ بقرہ: ۲۳۶ (۳) المعجم الکبیر، الرقم: ۱۱۳۶۴ - السنن الکبریٰ للبیہقی، الرقم: ۱۳۸۴۴ (۴) سنن ابی داؤد، باب فی الطلاق علی الہزل، الرقم: ۲۱۹۴

مسئلہ طلاق ثلاثہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۚ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۚ (۵)

ترجمہ: ”پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دیدے تو وہ اس کے لیے اس کے بعد حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے ہمبستری کرے پھر اگر وہ اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں باہم رجوع کر لیں بشرطیکہ وہ دونوں سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔“

آیت بالا میں ”فا“ تعقیب مع الوصل کے لیے ہوتی ہے اور اس کا تعلق ”الطَّلَاقِ مَرَّتَيْنِ“ سے ہے یعنی پہلی دو کے ساتھ ہی اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ عدت گزار کر کسی اور شوہر سے ہمبستری نہ کرے۔ لہذا اس آیت میں وقفہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی طرح دو طلاقوں کے ساتھ تیسری طلاق ملا کر دینے کو بھی تین طلاقیں قرار دیا گیا ہے اور اسی پر ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) کا اجماع ہے اور دو رجوع کے علمائے اہلسنت بریلوی، علمائے دیوبند، جامعہ الازہر مصر کے علماء حتیٰ کہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ یعنی حرمین شریفین کے موجودہ علماء تین طلاقوں کو اکٹھی ہوں یا ایک ایک ماہ کے وقفہ سے ہوں اس آیت کی رو سے تین طلاقیں قرار دیتے ہیں۔

مکہ مکرمہ یونیورسٹی کے سینئر استاذ اور مسجد حرام کے ایک بڑے استاذ علامہ شیخ محمد علی صابونی اپنی تفسیر ”روائع البیان“ میں لکھتے ہیں:

”فَذَهَبَ جَمَهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَيْمَةُ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ إِلَى أَنَّهُ يَقَعُ ثَلَاثًا“ (۶)

ترجمہ: جمہور صحابہ کرام اور جمہور تابعین اور چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۷) اور حضرت ملا علی القاری مکی رحمۃ اللہ علیہ (۸) نے ائمہ اربعہ کے اجماع کا ذکر کیا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

مخالفین کی دلیل کہ مسلم شریف میں ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں طلاق ثلاثہ کا ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا پھر حضرت عمر فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں غلبت شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا پھر انہوں نے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا حکم دیا۔“

علامہ صابونی نے حدیث طاؤس (مذکورہ بالا حدیث) کو ”وہم اور غلط“ اور حدیث رکانہ کو ”مضطرب و منقطع“ کہا ہے (۹)

(۵) سورۃ بقرہ ۲۳۰: (۶) روائع البیان، باب المحاضرة السابعة عشرة، ص ۳۳۳ (۷) شرح النووی علی مسلم، باب طلاق الثلاث زیر بحث حدیث طاؤس، ج ۱۰، ص ۴۰ (۸) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ، باب الخلع والطلاق، زیر بحث حدیث نمبر ۳۲۹۲ (۹) روائع البیان تفسیر آیات الاحکام، باب المحاضرة السابعة عشرة، ص ۳۳۱

چیلنج: اور میں راقم الحروف کہتا ہوں کہ روایتِ مسلم (مذکورہ بالا حدیث) میں غور کرنے سے ایک عام مسلمان پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں شریعتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تبدیل کریں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہیں۔

نیز روایتِ مسلم شاذ ہے کیونکہ اس روایت کے راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سوطا قین دے دی ہیں تو آپ نے فرمایا: ”تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدْعُ سَبْعًا وَتُسْعِينَ“ (۱۰) ترجمہ: ”تین لے لو ستانوے چھوڑ دو۔“

نوٹ: جب روایت کا راوی روایت پر عمل نہ کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو روایت شاذ و معلل (ضعیف) ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی صرف ایک طلاق ہے ان کو چیلنج ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے موجودہ اماموں سے مہر کے ساتھ فتویٰ لائیں کہ اُن کی فقہ حنبلی میں اکٹھی تین طلاقیں صرف ایک طلاق قرار پاتی ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے کیونکہ چاروں فقہوں میں تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا علیحدہ علیحدہ ہوں تین طلاقیں شمار ہوتی ہیں۔

نیز یہ کہ روایتِ مسلم میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنا ایک لفظ بھی نہیں یہ طائوس کا وہم ہے اور یہ روایت قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر صحیح اور مردود ہے۔ اسی لیے امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں لائے۔ آخر میں دوفرع حدیثیں لاتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقوں کو خود حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نافذ فرمایا۔

..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں اور اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی اُس شوہر نے بھی طلاق دے دی پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا نہیں جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔ (۱۱)

..... حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ (۱۲)

ترجمہ: ”(حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرمایا۔

..... مذکورہ حدیث عویمیر کو نا صالح الدین البانی (۱۳) اور محمد علی شوکانی (۱۴) نے صحیح کہا ہے۔

یہ تو قرآن و حدیث ہے اور روایت کی رو سے بھی اگر کسی کو تین کتابیں ہر ماہ ایک ایک کر کے دی جائیں تو وہ تین کتابیں شمار ہوں گی اور اگر تین کتابیں اکٹھی ایک مجلس میں دی جائیں تو وہ بھی تین ہوں گی لہذا تین اکٹھی طلاقوں کو ایک قرار دینے والے اپنے دماغ کا بھی علاج کروائیں اور تین طلاقوں کے بعد ایک طلاق کو فتویٰ دے کر زنا کرنے والے جہنم کا ایندھن بننے سے بچیں اور لوگوں کو بھی بچائیں۔

(۱۰) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من جعل الثلاث واحدة، الرقم: ۱۳۹۶۴ (۱۱) صحیح بخاری، باب من اجاز طلاق الثلاث، الرقم: ۵۲۶۱

(۱۲) سنن ابی داؤد، باب فی اللعان، الرقم: ۲۲۵۰ (۱۳) صحیح سنن ابی داؤد، باب فی اللعان، ج ۴، ص ۲۰ (۱۴) نیل الاوطار، کتاب اللعان، ج ۶، ص ۳۲۲

میراث کے بنیادی مسائل

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ وَلَدٌ وَوَرَثَهُ أَبَوَاهُ فَلَهُمِ الثُّلُثُ إِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلَيْنَا حَكِيمًا (۱)

ترجمہ: ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں ایک مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر (حصہ) ہے پھر اگر وہ صرف عورتیں ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لیے دو تہائی ہے جو اس نے (میراث) چھوڑی اور اگر ایک ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور اس کے والدین کے لیے اُن سے ہر ایک کے لیے چھٹا ہے جو (میراث) اس نے چھوڑی اگر میت کی اولاد ہو پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے پھر اگر اس کے (ایک سے زائد) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا ہے وصیت کے بعد جو وہ کر جائے اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ اُن میں سے کون زیادہ قریب ہے تمہیں نفع پہنچانے میں؟ مقررہ حصہ ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا دانائی والا ہے۔“

میراث کے بارے میں چند اہم اور بنیادی مسائل

..... میراث کیا ہے؟

میت جو مال و دولت چھوڑ دیتی ہے اسے ”ترکہ“ کہا جاتا ہے۔ ترکہ میں سے سب سے پہلے کفن و دفن کے متوسطہ اخراجات کیے جاتے ہیں پھر لوگوں کے قرضے اُتارے جاتے ہیں پھر جو بیچ جائے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیتیں (وارثوں کے علاوہ کے لیے) پوری کی جاتی ہیں اور اس کے بعد جو بچے اسے میراث کہا جاتا ہے۔

میراث سب سے پہلے اصحابِ فرائض کو دی جاتی ہے پھر جو بچے قریب ترین عصبات کو دی جاتی ہے۔

..... ﴿ اصحاب فرائض کون ہیں؟

وہ چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں جن کے حصے قرآن پاک اور احادیث میں مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

..... ﴿ اصحاب فرائض چار مرد:

(۱) والد (۲) والدہ ہونے یا محرم ہو جانے کی صورت میں دادا (۳) شوہر (۴) انخیانی بھائی (یعنی صرف ماں سے بھائی)

..... ﴿ اصحاب فرائض آٹھ عورتیں:

(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) ماں (۴) دادی ونانی (۵) بیوی (۶) حقیقی بہن (ماں باپ دونوں سے) (۷) علاقائی بہن (صرف والد سے) (۸) انخیانی بہن (صرف ماں سے)

..... ﴿ عصابات کی ترتیب:

سب سے پہلے بیٹا عصبہ بنتا ہے اگر بیٹا یا پوتا کے ساتھ بہنیں ہوں تو وہ بھی عصبہ بن جاتی ہیں۔ پھر اُن میں ”لِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثٰیٰتِیْنِ“ (ایک مذکر دو مؤنث کے برابر) کے اصول کے مطابق مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ بیٹے کے بعد پوتا پھر پڑ پوتا پھر پڑ پوتے کا بیٹا اور اگر نیچے کوئی عصبہ نہ ہو تو والد عصبہ بنتا ہے پھر دادا پھر دادے کا والد اگر اوپر کوئی نہ ہو تو بھائی پھر بھائیوں کے بیٹے پھر اُن کے بیٹے اگر نیچے کوئی عصبہ نہ ہو تو والد کے بھائی پھر اُن کے بیٹے مذکر نیچے کوئی نہ ہو تو دادا کے بھائی پھر اُن کے بیٹے اگر نیچے کوئی مذکر نہ ہو تو پردادا کے بھائی پھر اُن کے بیٹے اور اگر نہ ہوں تو پردادا کے والد کے بھائی پھر اُن کے بیٹے علیٰ ہذا القیاس۔ یاد رہے کہ جہاں بھی بھائی عصبہ بنیں گے پہلے حقیقی بھائی عصبہ بنیں گے اگر وہ نہ ہوں تو علاقائی بھائی عصبہ بنیں گے۔

..... ﴿ عصابات کا حکم کیا ہے؟

عصابات وہ ہیں کہ اصحاب فرائض کو حصے دینے کے بعد جو قریب ترین عصابات ہوں وہ سارے مال کے وارث ہو جاتے ہیں۔

اگر کسی میت کے عصابات نہ ہوں تو مولیٰ العتاقہ (آزاد کرنے والے) کو ولا (میراث) ملے گی، اگر وہ نہ ہو تو اس کے مرد عصابات نسبہ کو ولا ملے گی، اگر کوئی نہ ہو تو میراث اصحاب فرائض میں (رد کے قانون سے) میت کی بیویوں یا میت کے شوہر کے سوا دیگر میں تقسیم کی جائے گی، اصحاب فرائض اگر نہ ہوں تو ذوی الارحام یعنی وہ رشتہ دار جو نہ اصحاب فرائض ہیں اور نہ عصبہ جیسے نواسے، نواسیاں اور پھوپھیاں وغیرہ ہیں، کو ملے گی، اگر وہ بھی نہ ہوں تو مولیٰ الموالاة کو میراث ملے گی یعنی سفر میں ایک شخص دوسرے سے کہے: اگر میں کوئی جنایت (جرم) کروں تو تو میری ضمانت دے گا اور اگر میں مر جاؤں تو تو میری میراث لے گا تو دوسرا اسے قبول کر لے تو وہ دوسرا مولیٰ الموالاة کہلائے گا، اگر وہ بھی نہ ہو تو متنبیٰ وارث ہوگا اگر متنبیٰ بھی نہ ہو تو جس کو سارے مال کی وصیت کی تھی اسے میراث ملے گی اور اگر وہ بھی نہ ہو تو بیت المال میں دی جائے گی اور اگر بیت المال میں ظلم و تعدی ہوتی ہو تو میراث صدقہ و خیرات کر دی جائے گی۔

جہاد باللسان:

اس سے مراد زبان سے وعظ و نصیحت کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ“ (۵)

ترجمہ: ”تم بہترین امت ہو، جسے لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔“

یہ ”جہاد باللسان“ عمومی طور پر تو ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو وعظ و نصیحت کی اہلیت رکھتا ہو لیکن خصوصی طور پر مشائخ و علماء، والدین اساتذہ اور اداروں کے سربراہوں اور برادریوں و علاقہ جات کے بڑوں کے لیے اس جہاد کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں اپنی مصلحتوں کی خاطر اس ”جہاد باللسان“ کو چھوڑ دینے والوں کے لیے وعیدیں موجود ہیں اور اس جہاد سے غافل لوگ روز قیامت مؤاخذہ سے نہیں بچ سکیں گے۔

یاد رہے کہ قلم کے ذریعے دین کی اشاعت کرنا بھی جہاد باللسان کے حکم میں ہے اور جہاد بالقلم کے فضائل بھی احادیث میں موجود ہیں۔

مشرکین کون ہیں؟

”مشرکین“ مشرک کی جمع ہے ”مشرک“ کا معنی ہے شرک کرنے والا۔ لفظ شرک کا لغوی معنی حصہ داری ہے، اسی سے شریک ہے جس کا معنی ہے حصہ دار، لیکن شریعت اسلامیہ میں شرک کا معنی ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں حصہ دار (شریک) بنانا اور اس کی ضد توحید ہے جس کا شرعی معنی ہے اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات اور افعال میں یکتا ماننا۔

اسلام کے عقیدہ توحید و شرک کو جاننے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات، صفات اور افعال میں شانِ صمدیت (بے نیازی) کا مالک ہے۔ کیونکہ وہ اور اس کی صفات غیر مخلوق ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات خواہ انبیاء و ملائکہ ہوں یا اور کوئی ہستی سب مخلوق ہیں اور ان کی صفات بھی مخلوق اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ لہذا اس وضاحت کے بعد توحید و شرک کا شرعی معنی واضح ہو گیا۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے افعال میں کسی کے شریک نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال انجام دینے میں کسی کا محتاج نہیں اور دیگر سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

عطیاتِ خداوندی کو ماننا قطعاً شرکِ نہیں:

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو درجہ بدرجہ صفات و کمالات بخشے ہیں مثلاً علم، سنا، دیکھنا، زندہ ہونا، کلام کرنا، قوت، قدرت و اختیار وغیرہا۔ اس طرح قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام، ملائکہ اور اولیائے کرام کو علوم غیبیہ سے بھی نوازا ہے اور انہیں حاجت روائی اور مشکل کشائی صفتیں بھی عطا کرتا ہے بلکہ مافوق الاسباب یعنی اسبابِ ظاہرہ کے بغیر کام انجام دینے کے اختیارات بھی عطا کرتا ہے جیسا کہ:

..... میراث سے محروم کرنے والی چیزیں:

(۱) آلہ جارحہ سے جان بوجھ کر قتل کرنے والا شخص مقتول کا وارث نہیں ہوگا اسی طرح جس قتل میں کفارہ واجب ہو، ایسا قاتل بھی مقتول کا وارث نہیں بنے گا۔ (۲) کامل غلام وارث نہیں بنے گا۔ (۳) وہ شخص جن کا دین مختلف ہو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے (۴) دو مختلف ملکوں کے شہری ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔

..... وارث کے لیے وصیت کا عدم ہو جائے گی:

چونکہ وارثوں کے حصے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خود مقرر کر دیئے ہیں اور حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِرِثِّ“ (۲)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لہذا کسی وارث کے لیے وصیت نہیں۔“

البتہ ہر شخص آثارِ موت پیدا ہونے سے پہلے زندگی میں اپنی دولت وارث اور غیر وارث کسی کو بھی ہبہ کر سکتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

..... وصیت کے درجات:

وصیت پر عمل کرنا واجب بھی ہے، مستحب بھی، مکروہ بھی اور حرام بھی:

..... اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد میراث کی تہائی (1/3) میں گنجائش ہو تو نفوت شدہ نمازوں، روزوں، زکوٰۃ، کفارات اور فدیہ وغیرہ کی وصیت اسی طرح حج بدل کی وصیت پر عمل کرنا واجب ہے۔

..... اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد میراث کی ایک تہائی میں گنجائش نہ ہو اور وارث خوشحال ہوں تو وصیت پر عمل کرنا مستحب ہے۔

..... اگر وارث محتاج ہوں تو وصیت مکروہ ہے۔

..... اگر کسی حرام پر مال لگانے کی وصیت کر جائے تو ایسی وصیت پر عمل کرنا حرام ہے۔

..... ”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنثَيَيْنِ“

”يُوصِيكُمُ اللَّهُ“ سے مراد: اللہ تعالیٰ کا وہ حتمی اور آخری حکم ہے جو منسوخ نہیں ہوتا۔

اولاد کا حصہ اسی اصول کے تحت تقسیم کیا جائے گا کہ ہر لڑکی کو ایک حصہ اور ہر لڑکے کو دو حصے ملیں گے مثلاً دولہ کے اور دو لڑکیاں ہوں تو چھ حصے کر کے ہر لڑکے کو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ اس اصول کو ”لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنثَيَيْنِ“ کا اصول کہا جاتا ہے۔

سوال: مرد کو عورت سے دگنا دینے میں کیا حکمت ہے؟ جواب: چونکہ عورت پر معاشی بوجھ نہیں ہوتا، عورت کے بچپن میں تمام اخراجات اس کے والد یا ولی اقرب (سرپرست) کے ذمے ہیں، شادی کے بعد شوہر کے ذمے ہیں، بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں

والد یا اولاد کے ذمے ہیں اگر عورت اپنا بیچ یا نادار ہو جائے تو بھی اخراجات والد یا اولاد کے ذمے ہوتے ہیں۔ چوں کہ مردوں پر ہی عورتوں کی اور اہل و عیال بلکہ خاندان کے نادار لوگوں کی معاشی ذمہ داریاں ہوتی ہیں لہذا مردوں کو عورتوں سے دو گنا حصہ دیا گیا ہے۔

﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ﴾

یہاں لفظ قَوْقُ زائد ہے (۲) اور اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ایسی صورت میں کہ لڑکا نہ ہو تو دو یا دو سے زائد لڑکیوں کو والد یا والدہ کی میراث سے دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک لڑکی ہو جس کے ساتھ لڑکا نہ ہو تو اسے نصف ملے گا۔

یاد رہے کہ اگر بیٹا نہ ہو اور ایک بیٹی کے ساتھ ایک یا ایک سے زائد پوتیاں ہوں تو بیٹی کو نصف ہی ملے گا اور ایک پوتی یا زائد کو جو میت سے قریب اور برابر والے درجہ میں ہوں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر دو بیٹیوں کے ساتھ بیٹا نہ ہو بلکہ پوتا ہو تو دو یا دو سے زائد بیٹیوں کو دو تہائی دینے کے بعد پوتا عصبہ ہوگا اور اس پوتے اور اس کے درجے میں اور اُپر والے درجوں میں موجود پوتیاں عصبہ ہو جائیں گی اور ان میں ”لِلذَّكَرِ مِغْلٌ لِّكُلِّ الْأُنثَيَيْنِ“ کے اصول پر میراث تقسیم ہوگی۔

﴿وَلَا يُوْثِرُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّ ۖ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ﴾

اگر میت کی اولاد (لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی نیچے تک) ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور اولاد میں صرف ایک لڑکی یا زیادہ لڑکیاں یا ایک پوتی یا زیادہ پوتیاں ہونے کی صورت میں والد کو چھٹا ملے گا اور والد عصبہ بھی بنے گا یعنی صاحب فرأض سے جو بچے گا سب کچھ والد کے حصے میں آئے گا۔

﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوُهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ﴾

اگر میت کی اولاد نہ ہو اور دو یا دو سے زائد بھائی بہنیں بھی نہ ہوں تو ماں کا حصہ چھٹے کی بجائے کل میراث کا ایک تہائی ہو جائے گا لیکن اس صورت میں صاحبہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مفتی میراث حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق میت کے اہل الزوجین (یعنی بیوی یا شوہر) ہونے کی صورت میں اہل الزوجین کا حصہ نکالنے کے بعد ماں کو باقی میراث کا تیسرا حصہ ملے گا اور اس پر اجماع امت بھی ہے (۳) اور میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں والد عصبہ بنے گا یعنی صاحب فرأض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی میراث کا حقد اٹھہرے گا۔

﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ الشُّدُّ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دِيْنٍ ۚ﴾

اگر میت کے دو بھائی و بہن (حقیقی، علاقائی یا انجانی) یا زائد ہوں تو بھی ماں کو میراث کا چھٹا حصہ ملے گا۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهِنَّ وَلَدٌ ۚ﴾

اگر میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو بیوی کی میراث سے آدھا ملے گا۔

﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ ۚ﴾

اگر میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو ایک چوتھائی میراث ملے گی۔

..... ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ:﴾

اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو شوہر کی وفات پر ایک یا زائد بیویوں کو میراث کا چوتھا حصہ ملے گا۔

..... ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ:﴾

اور اگر میت کی اولاد ہو تو ایک یا زائد بیویوں کو میراث کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

..... ﴿فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ:﴾

اگر انہی بھائی و بہن ایک سے زائد ہوں تو ان کو میراث کا تیسرا حصہ ملے گا اور بھائی اور بہن میں برابری کے ساتھ تقسیم ہوگا ورنہ حقیقی اور علاقائی بھائی و بہنوں میں ”لِلذَّكَرِ مِثْلُ مِثْلِ الْإُنْثَىٰ“ کے اصول کے مطابق میراث تقسیم کی جاتی ہے۔

..... ﴿كُلَّاهِ:﴾

کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر باپ، دادا، ماں، دادی، نانی اور اوپر کوئی وارث نہ چھوڑے اور اسی طرح اپنے نیچے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور نیچے کوئی وارث نہ چھوڑے۔

اگر کلالہ کی صرف ایک بہن ہو تو اسے میراث کا نصف ملے گا اور اگر دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا اور بھائی و بہن ہوں تو انہیں ”لِلذَّكَرِ مِثْلُ مِثْلِ الْإُنْثَىٰ“ (مرد کو عورت کے دو حصوں کے برابر) کے اصول کے مطابق ملے گا مثلاً دو بھائی اور دو بہنیں ہوں تو چھ حصے کر کے ہر بھائی کو دو حصے اور ہر بہن کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

نوٹ: کلالہ کے اگر حقیقی بھائی، بہن نہ ہوں تو علاقائی (باپ سے) بھائی، بہن ان کی جگہ وارث بنیں گے۔

میراث کے تفصیلی مسائل دیکھیے ”علم المیراث“ مصنفہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (۱)

ترجمہ: ”اور تم میں ایک گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دے اور اچھی بات کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔“

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت پر قیامت تک بعثت انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے لہذا امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں انہی ذمہ داریوں میں سے بھلائی کی طرف دعوت، نیکی کا حکم اور برائی سے روک تھام ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

..... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْيُوشِكُونَ ۚ إِنَّ يَبْعَثَ عَلَيْنَكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ“ (۲)

ترجمہ: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور بالضرورت نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب آئے گا تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔“

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَغْيِرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“ (۳)

ترجمہ: ”تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر طاقت نہ رکھے تو زبان سے بدلے اور اگر طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔“

(۱) سورہ آل عمران: ۱۰۴ (۲) جامع ترمذی، باب ما جاء في الامر بالمعروف، الرقم: ۲۱۶۹ (۳) صحيح مسلم، باب بيان كون النهي عن المنكر، الرقم: ۶۸

..... ارشاد نبوی ہے:

”مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يَفْعَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَفْقِدُونَ عَلَى أَنْ يُعَيِّرُوا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوا إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوتُوا“ (۴)

ترجمہ: ”کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں پر انادو، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی؟ فرمایا: اس پر اور سب پر انادو کیونکہ

”فَإِنْ وَجَّهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ لِي سَاعَةً قَطُّ“ (۵)

ترجمہ: ”میری خاطر اس کے چہرے کا رنگ ایک گھڑی بھی نہیں بدلا، یعنی اس نے نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا فریضہ انجام نہیں دیا۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةٌ حَقٌّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ“ (۶)

ترجمہ: ”بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق ادا کرنا ہے۔“

..... اور ارشاد نبوی ہے:

”إِنَّهُ تُصِيبُ أُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شِدَّةٌ أَيْدٍ لَا يَنْجُو مِنْهُ إِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِينَ اللَّهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهِ وَيَدِهِ وَقَلْبِهِ“ (۷)

ترجمہ: ”آخر زمانے میں میری امت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی۔ ان سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا۔“

آج اکثر اسلامی ریاستوں میں سود اور فحاشی مروج ہے اور دین اسلام کو چند عبادات اور اخلاق تک محدود کر کے سیاست نبوی و سیاست خلفائے راشدین خصوصاً جہاد کو ترک کر دیا گیا ہے اور علماء و مشائخ کی غالب ترین اکثریت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں غفلت مجرمانہ کا شکار ہے۔

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۰۴ (۴) صحیح ابن حبان، ذکر توقع العقاب من اللہ، الرقم: ۳۰۲ - المعجم الکبیر، الرقم: ۲۳۸۲

(۵) شعب الایمان، باب احادیث فی وجود الامر بالمعروف، الرقم: ۱۸۹

(۶) شعب الایمان، باب احادیث فی وجود الامر بالمعروف، الرقم: ۱۴۴

(۷) مشکوٰۃ المصابیح، باب الامر بالمعروف، الفصل الثالث، الرقم: ۵۱۵۱

امت مسلمہ کے فضائل و خصوصیات

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ“ (۱)

ترجمہ: ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی فلاح) کے لیے پیدا کی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

شان نزول:

مالک بن صفیہ اور وہب بن یہودانے کہا: یہود مسلمانوں سے افضل ہیں اور ان کا دین بھی اسلام سے بہتر ہے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (۲) اور امت مسلمہ کو خیر الامم کا خطاب دیا گیا۔

امت مسلمہ کے خیر الامم ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر روزِ قیامت تک نبوت و وحی کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ پہلی شرائع میں گاؤں گاؤں نبی مبعوث ہوتے تھے۔ اس امت میں جلیل القدر صحابہ کبار، اولوالفضل اہلبیت رسول، اولیائے کاملین، علمائے ربانین اور بہادر و صالح سلاطین اسلام پیدا کیے گئے جنہوں نے ہر دور میں بے پناہ قربانیاں دے کر اسلام کی حفاظت کی اور کلمہ اسلام کو سر بلند رکھا۔

اس آیت میں امت مسلمہ کے خیر الامم ہونے کی جو جو بات بیان فرمائی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمہیں پوری انسانیت کے لیے پیدا کیا گیا ہے یعنی تم غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی حقانیت واضح کر کے انہیں دعوتِ اسلام دو گے اور مسلمانوں کی اصلاح و ارشاد کر کے انہیں سعادت داریں سے بہرہ ور کرو گے۔

نیز اس امت کے فرائض منصبیہ سے امر بالمعروف (نیکی کا حکم) و نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کو بیان کیا گیا ہے یعنی یہ امت صرف اپنی اصلاح تک محدود نہیں رہے گی بلکہ دوسروں کو نیکیوں پر لگا کر اور برائیوں سے روک کر جنت کے راستے پر گامزن کرے گی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی خیر الامم ہونے کے سب سے پہلے مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لہذا نہ وہ غاصب و ظالم ہیں اور نہ قرآن کی آیات و احکام شرع میں رد و بدل کرنے والے ہیں اور نہ کسی کے ایسا کرنے پر باطل سے صلح کرنے والے ہیں۔ اس

(۱) سورۃ آل عمران ۱۱۰: (۲) تفسیر خازن، تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۱۰، سورۃ آل عمران

آیت مبارکہ نے صحابہ کبار پر لگائے گئے تمام الزاماتِ باطلہ کی بیخ کنی فرمادی ہے۔

خیر الامم امت مسلمہ کے چند فضائل

..... ﴿حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”الْجَنَّةُ حَرَمٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتَّىٰ أَذْخُلَهَا وَحَرَمٌ عَلَى الْأُمَمِ حَتَّىٰ تَدْخُلَهَا أُمَّتِي“ (۳)

..... ﴿”جب تک میں جنت میں داخل نہیں ہوں گا دیگر انبیاء پر جنت میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے اور جب تک میری امت

جنت میں داخل نہیں ہوگی دیگر امتوں کے لیے جنت میں جانا حرام کر دیا گیا ہے۔“

..... ﴿حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ فَضَّلَنِي عَلَى الْأَنْبِيَاءِ أَوْ قَالَ أُمَّتِي عَلَى الْأُمَمِ وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ“ (۴)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یا فرمایا تمام امتوں پر میری امت کو فضیلت دی اور ہمارے لیے

غنائمتوں کو حلال فرمادیا۔“

..... ﴿حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”أَهْلُ الْجَنَّةِ عَشْرُونَ وَمِائَةً صَفٍّ، أُمَّتِي مِنْهَا ثَمَانُونَ صَفًّا“ (۵)

ترجمہ: (روز قیامت) جنتیوں کی 120 صفیں ہوں گی اور ان میں سے میری امت کی 80 صفیں ہوں گی۔

..... ﴿ارشاد نبوی ہے:

”لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا“ (۶)

اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

یعنی امت جس مسئلہ پر جمع ہوگی وہ درست اور ہدایت ہوگا۔ اس حدیث میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرآن وحدیث کے بعد اجماع امت کو دلیل شرعی قرار دے کر امت مسلمہ کو شارع اسلام ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ساری امت کے لیے شفاعت کا حق لے لیا۔ بلکہ

احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے حافظ، عالم، شہید، حاجی، ختی کہ مردہ پیدا ہونے والے بچے بھی شفاعت کریں گے۔

امت محمدیہ کے لیے چند رخصتیں

اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو سہل اور آسان رکھا ہے۔ اوامر ونواہی انسانی طاقت کے مطابق ہیں اور نبی رحمت حضرت

مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے اس امت پر بہت نرمیاں اور رخصتیں بھی دی ہیں جیسے

..... ﴿عورتوں پر حیض ونفاس کی حالت میں نماز معاف ہے اور قضا بھی نہیں لیکن روزے کی قضا کی جائے گی۔

(۳) المعجم الاوسط، الرقم: ۹۴۲۔ مجمع الزوائد، الرقم: ۱۶۴۱۶ (۴) جامع ترمذی: باب ما جاء فی الغنیمۃ، الرقم: ۱۵۵۳

(۵) المستدرک، کتاب الايمان، باب وما حدیث مسعور، الرقم: ۲۴۳ (۶) المستدرک للحاکم: الرقم: ۳۶۳۔ معجم کبیر: الرقم: ۱۳۶۲۳

- سفر شرعی (ساڑھے ستاون میل، 4 فرلانگ یا 93.47 کلومیٹر) میں چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت کر دیا اور روزوں کی افطاری کی بھی اجازت عطا فرمائی۔
- پہلی امتوں میں نمازیں پانچ سے زیادہ تھیں اور زکوٰۃ چوتھائی (1/4) فرض تھی، جبکہ امت محمدیہ پر پانچ نمازیں اور مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔
- پہلی امتوں میں مال غنیمت اور قربانی کا گوشت حرام تھا اسے جلایا جاتا تھا جبکہ امت محمدیہ پر مال غنیمت اور قربانی حلال فرمادی گئی۔
- پہلی امتوں میں قتل پر صرف قصاص تھا دیہت نہیں تھی جبکہ امت محمدیہ کے لیے قتل پر قصاص، دیہت اور معافی رکھی گئی۔
- پہلی امتوں میں شرک کی سزا قتل تھی جبکہ امت محمدیہ کو صرف توبہ سے معافی دینے کی رخصت فرمادی گئی۔
- پہلی امتوں میں تیمم کی رخصت نہیں تھی جبکہ امت محمدیہ کو شرعی عذر کی صورت میں وضو کی بجائے تیمم کی اجازت دے دی گئی۔
- پہلی امتوں میں کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو وہ کپڑا کاٹنا پڑتا، جبکہ امت محمدیہ کو ناپاک کپڑوں کو پانی سے پاک کرنے کے احکام دے دیئے گئے۔
- پہلی امتوں میں عبادت صرف عبادت گاہ میں تھی، جبکہ امت محمدیہ کو روئے زمین پر جہاں چاہے نماز پڑھنے کی رخصت دے دی گئی۔
- پہلی امتوں میں گناہ کرنے کی صورت میں اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا تھا لیکن امت محمدیہ کے گناہوں کو نشر نہیں کیا جاتا بلکہ پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔
- پہلی امتوں میں گناہوں کی بہتات پر تباہ کن عذاب نازل ہوتا جیسے قوم لوط، قوم شعیب اور دیگر اقوام پر عذاب نازل ہوا، پہلی امتوں میں ہفتہ کی تعظیم فرض تھی سارا دن تجارت اور کاروبار حرام تھا لیکن امت محمدیہ کے لیے جمعہ کی اذان سے لے کر نماز جمعہ تک تجارت ممنوع ہے باقی سارا دن تجارت اور دیگر دینی و دنیاوی کام جائز ہیں۔
- بعض قوموں کی شکلیں بندر، خنزیر کی صورت میں مسخ کر دی گئیں، اونٹنی کا دودھ، گوشت اور چربی حرام تھی وغیرہ لیکن امت محمدیہ کے لیے اونٹنی کا دودھ، گوشت اور چربی حلال ہے۔

..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

”وَأُتِرَىٰ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيَى الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ“ (۶)

ترجمہ: اور میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کو درست کرتا ہوں اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

..... حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

”إِذْ هَبُوا بَيْقِيصَ هَذَا فَالْقُوْةُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيْرًا“ (۷)

ترجمہ: ”میری یہ قمیض لے جاؤ پس اسے میرے والد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے۔“

..... حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا بہت بڑا تخت یمن سے شام لانے کے لئے فرمایا: کون ہے جو وہ (تخت) میرے پاس اُن کے مسلمان ہو کر میرے پاس آنے سے پہلے لائے گا تو قرآن مجید فرماتا ہے:

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ إِلَيْكَ ظُلْفُكُ“ (۸)

ترجمہ: اس شخص نے کہا: جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس (تخت بلقیس) کو آپ کے پاس ایک پل مارنے سے پہلے لاتا ہوں۔

..... پھر قرآن فرماتا ہے:

”فَلَمَّا رَأَاهُ مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي“ (۹)

ترجمہ: ”پس جب آپ (حضرت سلیمان علیہ السلام) نے اپنے سامنے رکھا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔“

..... حدیبیہ کے مقام پر پانی ختم ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیاس کی شکایت پیش کی..... تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک رکوع (کڑی کے برتن) میں اپنا ہاتھ رکھا:

فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفْقُوْهُ مِنْ بُيُوتٍ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْغُرُورِ

ترجمہ: تو پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح نکلنے لگا۔

صبح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کیا، پانی پیا اور برتن بھرے لیکن پانی ختم نہ ہوا۔ پوچھا گیا کہ صحابہ کی تعداد کتنی تھی؟ تو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَّكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً (۱۰)

ترجمہ: ”پندرہ سو تھے لیکن ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا۔“

چنانچہ بحث بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صفات اور کمالات کو ماننا شرک نہیں اور جو بدبخت اسے شرک کہتا ہے وہ درحقیقت قرآن وحدیث کا منکر ہے مشرک وہ ہے جو کسی مخلوق کی صفات کو ذاتی اور غیر مخلوق مانے، لیکن اہلسنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ محبوبانِ خدا کی صفات اور کمالات ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہمارا مقالہ ”کلمۃ الاسلام۔“

حدیث بالا میں جہاد کا حکم:

حدیث بالا میں مشرکین سے مراد کفار ہیں اور حدیث مبارکہ میں حربی کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ”حربی کفار“ سے مراد وہ کفار ہیں جو دار الحرب میں رہتے ہیں اور دار الحرب سے مراد وہ علاقے ہیں جہاں ابھی تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی یا اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد پھر کفار نے قبضہ کر لیا ہے اور یکسر اسلامی شعائر پر مکمل پابندی لگا دی ہے

”وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً“ (۱۱)

ترجمہ: ”سب کے سب مشرکوں سے لڑائی کرو۔“

اور حدیث بالا کی رو سے حربی کفار سے ہر حال میں لڑائی کرنا واجب ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ کفار ابتداء کریں بلکہ ”إِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ“ (۱۲) اور دیگر آیات جن میں جہاد کو مشروط کیا گیا ہے یا جہاد میں نرمی ثابت ہوتی ہے سب منسوخ ہیں۔

کفار سے لڑائی فرض کفایہ ہے لیکن جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر پر قبضہ کر لیں جیسا کہ کشمیر اور فلسطین وغیرہ کئی ممالک میں کفار نے قبضہ کیا ہوا ہے تو ایسے علاقوں میں لڑائی کرنا فرض عین ہے اور اگر کسی شہر پر کفار اچانک حملہ کر دیں تو اس صورت میں مردوں کے ساتھ عورتوں میں بھی لڑائی کرنا فرض عین ہے بلکہ عورت کے لیے شوہر سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔

عرب میں مشرکین کو رہنے کی اجازت نہیں لہذا عرب میں لڑائی کی صورت میں کفار کو دو میں سے ایک صورت کا اختیار دیا جائے (۱) اسلام قبول کر لیں۔ (۲) یا لڑائی کریں۔ البتہ عجم میں کفار کو اسلام قبول کرنے، جزیہ دینے یا لڑائی میں سے ایک کا اختیار دیا جائے گا۔ قتال فی سبیل اللہ کے مفصل احکام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

درس حدیث:

شب برأت کے فضائل و معمولات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ فَعَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ: أَكُنْتُ تَخَافِينَ أَنْ يَحْجِيفَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَرَسُولُهُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ الرِّصْفِ مِنْ شُعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لَأَكْثَرِ مَنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمٍ كُلِّهِ“ (۱)

ترجمہ: ”اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا تو میں باہر نکلی تو آپ بقیع (جنت البقیع قبرستان) میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ (یعنی اس کی خصوصی رحمتیں) شعبان کی پندرہویں رات (شب برأت) کو آسمان دنیا (نیچے والے آسمان) پر نازل ہوتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ”بنو کلب قبیلہ“ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی بخشش فرمادیتے ہیں۔“

اس رات کچھ بد نصیبوں کی توبہ کے بغیر مغفرت نہیں ہوتی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ لَيُظْلِعُ فِي لَيْلَةِ الرِّصْفِ مِنْ شُعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ مَشْرِكٍ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ“ (۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات تجلی فرماتا ہے اور تمام مخلوقات کو بخش دیتا ہے، ماسوائے مشرک اور مشاحن کے۔“

(مشاحن سے مراد کینہ رکھنے والا، اسلام میں نیا فرقہ بنانے والا، چغل خور ہے)۔

دیگر روایات میں کافر و مشرک و مشاحن کے علاوہ والدین کا نافرمان، شرابی، سودخور، تکبر سے تہ بند شخصوں سے نیچے لڑکانے والا، رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا، قاتل، زانی، نجومی، عشار (جو حکمہ ٹیکس میں ہوا اور لوگوں پر ظلم کرتا ہو)، میوزک، سارنگی، طبلہ اور ڈھول بجانے والا (یعنی گانے بجانے والا)، ہمسائے کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا، جادوگر، اور شرطہ (یعنی رشوت خور و ظالم سپاہی) کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ان بخشش سے محروم لوگوں پر اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو نظر بھی نہیں فرماتا (۳) (جب تک کہ سچی توبہ نہ کریں)۔

(۱) جامع ترمذی، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، الرقم: ۴۹۰، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، الرقم: ۱۴۸۹، مسند احمد، الرقم: ۲۶۰۱۸
(۲) سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، الرقم: ۱۳۹۰، (۳) شعب الايمان، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، الرقم: ۳۵۵۴

15 شعبان کا نام شب برأت کیوں ہے؟

احادیث مبارکہ کے مضامین و مفاتیح کی روشنی میں پندرہویں شعبان کی رات کا نام ”شب برأت“ اس لئے رکھا ہے کہ ”برأت“ کا معنی ہے: دور ہونا، جدا ہونا، نجات پانا وغیرہ اور اس رات اللہ تعالیٰ کے نیک بندے آخرت کی رسوائی و ذلت سے دور کر دیئے جاتے ہیں اور بد بخت لوگ (یعنی جو اس رات کو اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی رحمتوں و مغفرتوں سے دور رکھے جاتے ہیں۔

اس رات کو سال بھر کے فیصلے فرشتوں کے سپرد

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ“ (۴)

ترجمہ: ”اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔“

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں رات سے مراد شب برأت ہے۔“ (۵)

..... اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو کیا ہوتا ہے؟ عرض کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا:

”فِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُودٍ مِّنْ بَيْتِي أَدَمٌ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَيْتِي أَدَمٌ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وَفِيهَا تُنْزَلُ أَرْزَاقُهُمْ“ (۶)

ترجمہ: ”اس سال جس بچے نے پیدا ہونا ہے اس رات وہ لکھا جاتا ہے، اور اس سال میں جس نے وفات پائی ہے اس رات اسے لکھا جاتا ہے، اور اس رات (سال بھر کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اور (سال بھر کا) رزق نازل کیا جاتا ہے۔“

..... ایک روایت میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا:

”يَفْتَحُ اللَّهُ الْخَيْرَ فِي أَرْبَعِ لَيَالٍ لَّيْلَةِ الْأَصْحَى وَالْفِطْرِ وَلَيْلَةِ الرِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْسَخُ فِيهَا الْأَجَالَ وَالْأَرْزَاقَ وَيَكْتُبُ فِيهَا الْحَاجَّ وَفِي لَيْلَةٍ عَرَفَةَ إِلَى الْأَذَانِ“ (۷)

ترجمہ: ”چار راتوں میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت کی بارش فرماتے ہیں: عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، پندرہویں شعبان کی رات اس رات اللہ تعالیٰ کاموں (اور بالخصوص موتوں) کے اوقات اور رزق لکھ دیتا ہے اور اس سال حج کرنے والوں

(۴) سورہ دخان: ۴ (۵) غنیۃ الطالبین مترجم، باب شب برأت کی فضیلت، ص ۴۴

(۶) مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان، الفصل الثالث الرقم: ۱۳۰۵ - الدعوات الکبیر للبیہقی، باب القول والدعاء لیلة البراءة، الرقم: ۵۳۰

(۷) کنز العمال، الفصل الثانی فی فضائل الايام، الرقم: ۳۵۲۱۵ - الفردوس بماثور الخطاب، الرقم: ۸۱۶۵ - تفسیر الدر المنثور، ج ۴، ص ۴۰۲

کے نام لکھ دیتا ہے، اور عرفہ یعنی یوم الحج کی رات۔ ان راتوں میں خیر و برکت کی برسات اذان فجر تک جاری رہتی ہے۔“
 حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:
 ”إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ دُفِعَ إِلَى مَلَكِ الْمَوْتِ صَحِيفَةٌ فَيَقَالُ أَقْبِضْ مَنْ فِي هَذِهِ
 الصَّحِيفَةِ فَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَغْرُسُ الْغُرَاسَ وَيَنْكُحُ الْأَزْوَاجَ وَيَبْنِي الْبُنْيَانِ وَإِنَّ إِسْمَهُ قَدْ نُسِخَ فِي
 الْمَوْتِ“ (۸)

ترجمہ: ”جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو ملک الموت کو ایک کتاب دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے جن کے نام اس کتاب میں ہیں اُن کی روحمیں قبض کرو! بندہ باغات لگا رہا ہوتا ہے، شادیاں کر رہا ہوتا ہے اور عمارتیں تعمیر کر رہا ہوتا ہے (اور اسے معلوم نہیں ہوتا) کہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھ دیا گیا ہوتا ہے۔“

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شب برأت رمتوں، بخششوں اور مغفرتوں کی رات ہے، کچھ بد نصیب ایسے ہیں جن کی مغفرت اس بخشش بھری رات میں بھی نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو سال بھر کے اہم امور کا پروگرام دے دیتا ہے۔ چونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اپنی قضاؤں میں تبدیلی بھی فرما دیتے ہیں، لہذا بندے کو چاہیے کہ اس رات اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیرات و برکات کا سوال کرے اور رب غفور و رحیم کی بارگاہ میں دنیا و آخرت کے مصائب و آلام سے نجات کا سوال کرے۔

شب برأت کے معمولات

ویسے تو تمام عبادات اور تمام کلمات طیبات برکت و رحمت اور ثواب کا ذریعہ ہیں، لیکن اس مبارک رات میں درج ذیل معمولات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہیں:

15 شعبان کا روزہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:
 ”إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَتَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِيهَا الْغُرُوبِ
 الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَغَى
 فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا، حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ“ (۹)

ترجمہ: ”جب شعبان کی پندرہویں تاریخ آئے تو رات کو شب بیداری اختیار کرو اور دن کو روزہ رکھو بیشک اللہ تعالیٰ (یعنی اس کی رحمت) غروب آفتاب کے وقت نیچے والے آسمان پر نزول فرماتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخشش دوں؟ ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اسے رزق دوں؟ ہے کوئی عافیت و سلامتی مانگنے والا کہ اسے عافیت و

(۸) شرح الصدور، باب قطع الآجال کل سنة، ج ۱، ص ۶۰۔ تفسیر درمشتور، زیر بحث آیت نمبر ۶، سورۃ دخان، ج ۴، ص ۴۰۲

(۹) سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، الرقم: ۱۳۸۸۔ تفسیر درمشتور، زیر بحث آیت نمبر ۶، سورۃ دخان، ج ۴، ص ۴۰۲

سلامتی دوں؟ ہے کوئی ایسا؟ ہے کوئی ایسا؟ حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے۔“

نوٹ: فقہائے اسلام کا اجماع ہے کہ حدیث بالا میں روزہ اور شب بیداری کا امر نبوی و جوب کیلئے نہیں ہے، بلکہ پندرہویں شعبان کا روزہ اور شب بیداری مستحب ہے۔

..... اس رات قبرستان جانا سنت نبوی ہے:

پندرہویں شعبان کی شب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ”جنت البقیع“ قبرستان میں تشریف لے گئے جیسا کہ حدیث امام المونین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کا واضح ذکر موجود ہے۔ لہذا شب برأت کو قبرستان میں جانا بھی سنت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے۔

..... نیز دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے، اہل قبور کو سلام فرماتے اور دعا فرماتے۔ (۱۰)

..... نیز مسلمانوں کو حکم دیا کہ اہل قبور کو سلام کہو۔ (۱۱)

..... بلکہ امام حاکم اور امام بیہقی نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

”فَأَتَوْهُمْ وَزُودُوهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا زُودُوا عَلَيْهِ“ (۱۲)

ترجمہ: ”جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ قیامت تک اس کا جواب دیں گے، اے مسلمانو! تم انہیں سلام کہو اور انکی زیارت کرو۔“

..... جبکہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُودُوهَا فَإِنَّهَا تُزْهَدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ“ (۱۳)

ترجمہ: ”میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب تم قبروں کی زیارت کرو! کیونکہ یہ عمل دنیا میں زُہد پیدا کرتا ہے، اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔“

نیز صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے ثابت ہے کہ وہ مشکل حالات میں قبر نبوی پر حاضری دیتے تھے (۱۴) اور اولیائے امت کے معمولات سے اہل قبور سے فیوض و برکات کا حاصل کرنا ثابت ہے (۱۵) جیسا کہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلے کیا اور انواع و اقسام کے فیوض و برکات حاصل کیے اور پھر اپنے تاثرات یوں فرماتے ہیں:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنما

(۱۰) مصنف عبد الرزاق، باب فی زیارة القبور، الرقم: ۶۱۶ (۱۱) جامع ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، الرقم: ۱۰۵۳

(۱۲) المستدرک، باب من کتاب قراءات النبی، الرقم: ۴۹۴۴ - دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جرى بعد انقضاء الحرب وذهاب، ج ۳، ص ۲۸۴

(۱۳) سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی زیارة القبور، الرقم: ۱۵۶۱ - المستدرک، کتاب الجنائز، الرقم: ۱۳۸۴

(۱۴) مسند ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲ (۱۵) اشعة اللمعات، شروع باب زیارات القبور، جلد اول، ص ۳۶۱

شبِ برأت کا ایک اور عمل نبوی:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پندرہویں شعبان میں حالتِ سجدہ میں یہ کلمات سنے:

”اللَّهُمَّ اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَتَذِّنُ عَلَى نَفْسِكَ“ (۱۶)

اس حدیثِ پاک کی رو سے پتا چلا کہ شبِ برأت کو کلماتِ مذکورہ کا ورد کرنا اور خاص طور پر حالتِ سجدہ میں ورد کرنا حضور نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت سے ہے۔

نوافل نبوی:

”شعب الایمان“ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس رات کو 14 رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ 14 بار، قل شریف 14 بار، سورہ قل 14 بار، سورہ ناس 14 بار، آیت الکرسی 1 بار اور آیت مبارکہ ”لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوفٌ رَّحِیْمٌ“ 1 بار پڑھی اور فرمایا:

”مَنْ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ رَاَیْتُ كَانَ لَهُ كَعِشْرِیْنَ حَجَّةً مَّبْرُورَةً وَصِیَامَ عِشْرِیْنَ سَنَةً مَّقْبُولَةً، فَاِنْ اَصْبَحَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ صَائِمًا كَانَ لَهُ كَصِیَامِ سِتِّیْنِ سَنَةٍ مَّاضِیَةٍ وَسَنَةٍ مُّسْتَقْبَلَةٍ“ (۱۷)

ترجمہ: ”جو اس طرح کرے گا، اسے 20 حج مبرور، 20 سال کے مقبول روزوں کا ثواب ملے گا اور جو آئندہ دن روزہ رکھے گا اسے 2 سال یعنی ایک سال گزشتہ اور ایک آنے والے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔“

صلوۃ الخیر:

شبِ برأت کو ”صلوۃ الخیر“ ایک سو رکعت نوافل اور ہر رکعت میں دس بار قل شریف پڑھنا ہے۔ اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

”حَدَّثَنِی ثَلَاثُونَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَنَّ مَنْ صَلَّیْ هَذِهِ الصَّلَاةَ فِیْ هَذِهِ اللَّیْلَةِ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَیْہِ سَبْعِیْنَ نَظْرَةً وَقَضٰی لَهُ بِکُلِّ نَظْرَةٍ سَبْعِیْنَ حَاجَةً اَدْنٰهَا الْمَغْفِرَةُ“ (۱۸)

ترجمہ: ”مجھے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ جو شخص اس رات کو ”صلوۃ الخیر“ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظرِ کرم فرمائے گا، اور ایک بار نظرِ کرم سے اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائے گا، جن میں کم از کم ایک حاجت، گناہوں کی بخشش ہے۔“

(۱۶) سنن ابی داؤد، باب فی الدعاء فی الركوع والسجود، الرقم: ۸۶۹ (۱۷) شعب الایمان، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، الرقم: ۳۵۵۹

(۱۸) احیاء علوم الدین، القسم الرابع من النوافل ما يتعلق، جلد اول، ص ۲۰۳ - تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۳، سورہ دخان، ج ۸، ص ۴۰۳

استاذی مکرم حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں جو کہ شبِ برأت کے موضوع پر لکھا ہوا ہے، میں درج ذیل وظائف تجویز فرمائے ہیں:

- 1..... صلوٰۃ الخیر، جس کا طریقہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔
 - 2..... دس رکعت نفل ہر رکعت میں دو بار قل شریف ہو۔
 - 3..... نمازِ مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے چھ رکعت نفل دو دور رکعت کے ساتھ پڑھنا، جبکہ ہر رکعت میں چھ بار قل شریف ہو، پھر پہلی دور رکعت کے بعد ایک بار سورہ یٰسین، اور اسکے بعد نیک عمل والی عمر میں برکت کی دعا، پھر دوسری دور رکعت کے بعد دوبارہ سورہ یٰسین اور پھر دینی و دنیاوی رزق کی فراخی کیلئے دعا، اور آخری دور رکعتوں کے بعد پھر سورہ یٰسین اور پھر خاتمہ بالا ایمان و بخشش کی دعا مانگے۔
- آخر میں یہ کلمات: ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا“ کثرت کے ساتھ پڑھے۔ (۱۹)

..... گناہوں سے توبہ اور حقوق العباد کا تدارک:

احادیث کے مطابق شبِ برأت کو سال بھر کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ لہذا شبِ برأت کو مغرب سے پہلے پہلے والدین، بھائیوں، بہنوں، رشتہ داروں، ہمسایوں اور دیگر لوگوں سے اپنی زیادتوں کی معافی مانگ لینی چاہیے اور اگر کسی کا کوئی حق ذمہ میں ہو تو اسکی ادائیگی کر دینی چاہیے یا پھر صاحب حق سے معافی مانگ لینی چاہیے تاکہ اعمال جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو بندوں کے ساتھ زیادتوں کے گناہ دھل چکے ہوں۔

..... ارکانِ توبہ:

اس طرح اس شب میں رب غفور الرحیم سے اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگ لینی چاہیے۔ توبہ کیلئے چار چیزیں ضروری ہیں:

- 1۔ رب کریم کی بارگاہ میں گناہوں کا اعتراف۔
- 2۔ گزشتہ گناہوں پر سخت ندامت اور آہ و زاری۔
- 3۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ اور سچا وعدہ۔
- 4۔ گناہ کی تلافی۔

مثلاً نمازیں نہیں پڑھیں تو حساب یا اندازے سے بالغ ہونے کے بعد کی تمام فرض اور واجب نمازیں قضا کرے، اسی طرح رمضان کے روزوں کی قضا کرے، اسی طرح جتنے سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی حساب یا اندازے سے زکوٰۃ ادا کرے اور لوگوں کے حقوق میں جو کسی کی حق تلفی ہوئی ہے اس کا نقصان پورا کرے یا معافی حاصل کرے۔ حدیث نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے:

”اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ“ (۲۰)

ترجمہ: ”جو شخص (شرع شریف کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق) توبہ کرنے والا ہے، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔“
لہذا شبِ برأت کے موقع پر تمام گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اور فوت شدہ عبادات کی قضا کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیے۔

کو کہتے ہیں جو مقصود تک پہنچائے اور ظاہر ہے کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کا لایا ہوا دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور آپ کی اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ممکن نہیں۔ نیز اس آیت کے شان نزول سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ کفار و منافقین نے کہا تھا:

”إِنَّ النَّاسَ يَقْتُلُونَ أَنْفُسَهُمْ ظَلَبًا لِمَرْضَاةٍ مُحَمَّدٍ مِّنْ غَيْرِ قَائِدَةٍ“ (۵)

ترجمہ: ”مسلمان محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو کسی فائدہ کے بغیر قتل کر رہے ہیں۔“
..... ”آمَوَاتُ“:

”مَیِّتٌ“ کی جمع ہے۔ میت کا معنی ہے: مردہ، وہ ذات جو جاندار تھی مگر اس کی روح اس سے جدا ہو گئی، بے جان چیز وغیرہ نیز موت کا اطلاق کفر، جہالت، زمین کے بنجر و بے آب و گیاہ ہونے، راستے کے بند ہونے، گھر کے ویران ہونے اور بخار کے ٹھنڈا ہونے وغیرہ پر بھی ہوتا ہے۔

..... ”أَحْيَاءُ“:

”حَیٌّ“ کی جمع ہے جس کا معنی زندہ جاندار۔ نیز حیات کا اطلاق علم، ایمان اور زمین کے ذریعہ ہونے پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حیات سے مراد اس کا علم و قدرت اور دیگر صفات کمال کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہونا ہے اور فناء کا اس کیلئے محال ہونا ہے۔
..... ”وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ“:

شعور کا معنی ہے: ظاہری حواس سے کسی چیز کا ادراک کرنا، جبکہ عقل کے ذریعے ادراک کو علم کہا جاتا ہے۔
”لَا تَشْعُرُوْنَ“ عدم شعور لازم آتا ہے عدم علم نہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کی ذات و احکام و شرائع، جنت، دوزخ، فرشتے، عذاب قبر، قبر کی تاحد نگاہ و سعت، قبر میں جنت کے دروازے کا کھلنا، قبر میں منکر و نکیر و فرشتوں کا آنا وغیرہ۔ ہمیں ان کا شعور نہیں لیکن قرآن مجید اور حدیث پاک کی اخبارِ صادقہ کے ذریعے ان اُمور کا علم ہے۔ اسی طرح حیاتِ شہداء کو اگرچہ ہم حواسِ ظاہرہ سے ادراک نہیں کرتے لیکن قرآن مجید کی خبرِ صادق کی بنا پر ہمیں اس کا بھی علم قطعی حاصل ہے۔

موت اور برزخی حیات پر ایک نظر

انسان کی موت اس کے جسم یا روح کے فنا اور ختم ہو جانے کا نام نہیں بلکہ موت کا معنی یہ ہے کہ انسان کے جسم سے روح کو نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کافر کی روح کو کسی عذاب کی جگہ قید کر دیا جاتا ہے، جبکہ مسلمان کی روح کو کسی پاکیزہ جگہ پر ٹھکانا دے دیا جاتا ہے لیکن وہ زمین و آسمان میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے حتیٰ کہ بعض روحیں عرش معلیٰ پر بھی فائز ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”هَذَا الَّذِي تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ“ (۶)

ترجمہ: ”یہ وہ ہیں جن کیلئے عرش میں حرکت پیدا ہوئی اور ان کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور ان پر ستر ہزار

شبِ برأت کا خاص و خاص وظیفہ

یہ رات حکم و قضا کی رات ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو سال بھر کا پروگرام دے دیتا ہے، اس میں موت و حیات، اعمال نیک و بد، ہر قسم کے رزق اور انعامات، مصائب و آلام اور بیماریوں کا پروگرام بھی دیا جاتا ہے، لہذا اس شب کو اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے خیر و برکت کی دعائیں مانگنی چاہئیں۔

مرشدی و استاذی والدِ گرامی قدس سرہ العزیز جو کہ ”در بار عالیہ بغداد شریف“ اور ”در بار عالیہ بنالہ شریف“ کے خلیفہ مجاز ہیں، آپ اس رات کو نمازِ مغرب و عشاء کے درمیان درج ذیل وظیفہ پر خود بھی عمل کرتے تھے اور اپنے الہخانہ اور مریدین و تلامذہ کو بھی اس وظیفہ کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے:

”اس وظیفہ سے عمر و رزق میں برکت ہو جاتی ہے اور مصائب و مشکلات سے نجات ہوتی ہے۔“

شبِ برأت کا خاص وظیفہ یہ ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے تین بار سورۃ یٰسین پڑھے اور ہر بار سورۃ یٰسین کے بعد درج ذیل دعا بھی پڑھے، اور پہلی بار دعائیں نیک عمل والی عمر میں برکت کی نیت کرے، جبکہ دوسری بار میں دینی و دنیاوی رزق کی فراخی کی اور تیسری بار اس دعائیں خاتمہ بالا ایمان و بخشش کی دعا کرے۔ دعا یہ ہے:

”اللَّهُمَّ يَا ذَا السَّمَنِ وَلَا يُمْنُ عَلَيْهِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا ذَا الطُّوْلِ وَالْإِنْعَامِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ظَهَرَ اللَّاحِظِينَ وَجَارَ الْمُسْتَجِيرِينَ وَآمَانَ الْخَائِفِينَ ۝ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي عِنْدَكَ فِي أَمْرِ الْكِتَابِ شَقِيًّا أَوْ مَحْزُومًا أَوْ مَظْرُودًا أَوْ مُقْتَرًا عَلَى فِي الرِّزْقِ فَأَمَحْ اللَّهُمَّ بِفَضْلِكَ شَقَاوَتِي وَجَرَمَانِي وَظَرْدِي وَإِقْتَارَ رِزْقِي وَأَثْبِئْنِي عِنْدَكَ فِي أَمْرِ الْكِتَابِ سَعِيدًا مَرزُوقًا مُوَفَّقًا لِلْغَيْرَاتِ فَإِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فِي كِتَابِكَ الْمُنْزَلِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكَ الْمُرْسَلِ بِمَحْوَ اللَّهِ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ إِلَهِي بِالتَّجَلِّي الْأَعْظَمِ فِي لَيْلَةِ الْبَصْرِ مِنَ شَهْرِ شَعْبَانَ الْمُكَرَّمِ الَّتِي يُفَرِّقُ فِيهَا كُلَّ أَمْرٍ حَكِيمٍ وَيُبْرِمُ أَنْ تَكْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا نَعْلَمُ وَمَا لَا نَعْلَمُ وَمَا أَنْتَ بِهِ أَغْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ“

نوٹ: جو یہ دعا نہ پڑھے سکے وہ 3 بار سورۃ یٰسین پڑھ کر مذکورہ بالا تینوں دعائیں کرے۔

شبِ برأت کو غیر شرعی رسوم کا رواج

راقم الحروف کے نزدیک درج ذیل وجوہات کی بناء پر آتش بازی حرام ہے اور جو والدین اور ذمہ دار حضرات آتش بازی سے نہیں روکتے وہ سخت گناہگار ہیں:

..... آتش بازی کھلا اسراف و فضول خرچی ہے، اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”پیشک بغیر کسی غرض کے پیسہ ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔“

..... اس شب کو خصوصی طور پر آتش بازی حرام ہے کہ لیلہ مبارکہ اور ملائکہ کی بے ادبی ہے۔

..... آتش بازی سے عبادت گزاروں کی عبادت، علماء و طلبہ کی تعلیم و تعلم، اور بیماروں، بوڑھوں اور تھکے ماندے لوگوں کے

آرام و نیند میں خلل ڈالنا ہے، جو کہ ظلم و زیادتی ہے اور عبادت کی سخت توہین اور علم کا نقصان ہے۔

..... آتش بازی سے بسا اوقات دکانوں، گھروں اور قیمتی اشیاء کو آگ لگ جاتی ہے، اور ہر سال درجنوں لوگوں کی جانیں ضائع

ہو جاتی ہیں۔ لہذا آتش بازی سخت ”فساد فی الارض“ ہے۔

..... نیز آتش بازی کے بہانے بچے شب بھر گھروں سے باہر رہتے ہیں، غلط ماحول اور غلط سوسائٹی کی وجہ سے جرائم اور کبیرہ

گناہوں کی عادت پڑنے کا قوی اندیشہ ہے، لہذا آتش بازی سخت خطرناک و حرام ہے۔

شبِ برأت کو ماتم ونوحہ

کئی ایک مقامات پر رواج ہے کہ سال بھر میں جس گھر موت واقع ہوتی ہے، عورتیں موت والے گھر جا کر ماتم ونوحہ کرتی ہیں۔

..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَيْعَةَ“ (۲۲)

ترجمہ: ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم ونوحہ کرنے والی اور سننے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔“

..... ایک اور حدیث میں ہے:

”لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ“ (۲۳)

ترجمہ: ”وہ ہم میں سے نہیں جو (بوقت مصیبت) اپنے رخساروں پر طمانچے مارے، اپنے گریباں پھاڑے یا زمانہ جاہلیت کی

طرح بین کرے۔“

الغرض حکومت پر لازم ہے کہ اس انتہائی خطرناک رسم کا سختی کے ساتھ انسداد کرے اور اساتذہ، علماء، والدین، اور ہر

علاقہ کے معززین کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کے تحت ان برائیوں سے روکنے کیلئے تمام مناسب

تدابیر اختیار کریں، اور شبِ برأت کی مبارک گھڑیوں کو غیر شرعی رسوم سے پاک کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

درس حدیث:

نماز تراویح اور نماز وتر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوُتْرِ وَفِي رِوَايَةٍ وَيُؤْتِرُ بِغَلْثٍ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ماہ رمضان میں بیس رکعت سوائے وتر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔“
اس حدیث مبارک میں بیس رکعت سے مراد ”نماز تراویح“ ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال جب ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے رمضان کی رات کو نماز تراویح (جسے قیام رمضان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) منسوخ فرمائی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے (ماہ رمضان میں) ایک روز نماز (تراویح) پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دی پھر آپ نے دوسرے روز نماز پڑھی تو لوگ اور زیادہ جمع ہو گئے پھر تیسرے یا چوتھے روز لوگ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف نہ لائے۔ صبح آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ“ (۲)
ترجمہ: ”میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم پہ نماز فرض نہ ہو جائے“ اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نماز تراویح گھر میں ادا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز تراویح ادا کرتے تھے۔

حدیث بالا میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور گھر کے فرد تھے، آپ کے گھر میں نماز تراویح کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، باب کم یصلی فی رمضان، الرقم: ۶۹۲۔ المعجم الکبیر، الرقم: ۱۲۱۰۲۔ مجمع الزوائد، الرقم: ۵۰۱۸۔ مسند عبد بن حمید، الرقم: ۶۵۳۔

(۲) صحیح بخاری، باب تحریض النبی ﷺ علی صلاۃ اللیل، الرقم: ۱۱۲۹۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہرہ اور دورِ صدیقی و عہدِ فاروقی کے آغاز میں مسلمان نماز تراویح ماہِ رمضان المبارک میں علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ اور چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: میرا خیال ہے اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کے ساتھ جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کر دیا۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر ایک رات جب لوگ مسجد میں ایک قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”يَغْمَرُ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (۳)

ترجمہ: ”یہ اچھی بدعت ہے۔“

نماز تراویح کی فضیلت

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیامِ رمضان (نماز تراویح) کی بہت زیادہ ترغیب دیتے تھے لیکن آپ تاکید کے ساتھ حکم نہیں فرماتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے تھے:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (۴)

ترجمہ: ”جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب پانے کی نیت سے نماز تراویح پڑھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

یاد رہے کہ اس قسم کی حدیثوں میں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ کبیرہ گناہ کچی توبہ اور تلافی نقصان اگر شرعاً ممکن ہو تو شریعت اسلامیہ میں تلافی کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً بالغ ہونے کے بعد فرض اور واجب نمازیں نہیں پڑھی تھیں تو اس کا گناہ توبہ اور نمازوں کی قضا سے معاف ہوگا۔ اور اگر کسی کی حق تلفی کی تھی تو یہ گناہ توبہ اور حق ادا کرنے یا معافی حاصل کرنے کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔

نماز تراویح کا طبی فائدہ

رمضان المبارک میں مسلمان انواع و اقسام کے مشروبات اور کھانوں کے ساتھ افطاری کرتے ہیں، نماز تراویح کے روحانی فوائد و برکات کے ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ افطاری ہضم ہو جاتی ہے اور پیٹ ہلکا ہو جاتا ہے۔

نماز تراویح کے احکام و مسائل:

.....﴿ اہلسنت کے چاروں فقہی مذاہب میں نماز تراویح بیس رکعت سنتِ مؤکدہ ہے۔

.....﴿ جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنتِ کفایہ ہے۔

(۳) صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان، الرقم: ۲۰۱۰ (۴) صحیح مسلم، باب الترغیب فی قیام رمضان، الرقم: ۴۵۹ جامع ترمذی، الرقم: ۸۰۸

..... نماز تراویح باجماعت میں کم از کم ایک بار قرآن مجید ختم کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مؤکدہ ہے۔

..... نماز تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں۔

..... نماز تراویح کا وقت نماز عشاء کا وقت ہے لیکن اسے فرض عشاء سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ وتر سے پہلے اور وتر کے بعد پڑھنا جائز ہے۔

..... نماز تراویح میں نابالغ کی امامت صحیح نہیں۔

..... نماز تراویح دو دو رکعت مسنون ہے اور ہر چار رکعت کے بعد ترویجہ مستحب ہے۔ ترویجہ کا معنی ہے تھکاوٹ دور کرنے کے لئے راحت کا موقع دینا، ترویجہ میں خاموش بیٹھنا، ذکر کرنا اور نوافل پڑھنا جائز ہے۔ زمانہ قدیم میں اہل مکہ ہر ترویجہ میں طوافِ کعبہ کرتے تھے اور اہل مدینہ ہر ترویجہ میں چار رکعت نوافل ادا کر لیتے تھے اور اس طرح نماز تراویح کی ترویجات میں سولہ نوافل پڑھتے تھے۔ اس لیے عالمِ مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تراویح چھتیس رکعات پر مشتمل تھی۔

نماز تراویح ضائع مت کیجئے!

ماہِ رمضان المبارک میں بعض مساجد میں ایسے حفاظ کو نماز تراویح کی امامت سونپ دی جاتی ہے جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ (۵)

بہت سی مساجد میں نماز تراویح کے امام رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ صحیح طریقے سے نہیں ادا کرتے۔ حدیثوں میں آیا ہے ایسی نماز قبول نہیں ہوتی بلکہ نمازی کے منہ پر مادی جاتی ہے۔ (۶)

ایسے ہی قرآن مجید کی تلاوت اتنی تیز کرنا کہ سننے میں ایک ایک لفظ کی صحیح سمجھ نہ آئے سخت گناہ ہے۔ ذمہ دار حضرات کو چاہئے کہ ان خرابیوں کو دور کریں۔

نیز تراویح میں قرآن مجید سننے پر اجرت مقرر کرنا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر طے پایا تھا کہ کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور بعد میں کسی نے خوشی سے قاری صاحب کی خدمت کی، تو جائز ہے۔ نیز جو شخص بدعقیدہ ہو یا کسی بدعقیدہ شخص کو اپنا بزرگ مانتا ہو اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کی اقتداء کرنا سخت گناہ ہے۔

تراویح اور تہجد کے متعلق غیر مقلدین کا موقف

ان لوگوں کے نزدیک نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز کا نام ہے اس کی کل رکعت آٹھ ہیں ان لوگوں کی سب سے بڑی دلیل روایتِ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ

”مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً“ (۷)

(۵) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۵۰۵ (۶) المعجم الاوسط، الرقم: ۳۰۹۵ - مجمع الزوائد، باب فی المحافظة علی الصلاة، الرقم: ۱۶۶۴

(۷) صحیح بخاری، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان، الرقم: ۱۱۳۴

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ اس کے علاوہ یہ لوگ بعض ضعیف روایتوں کا سہارا لیتے ہیں جن میں آٹھ رکعات سے نماز تہجد اور تین رکعت سے وتر مراد ہے۔ یاد رہے کہ اہلسنت کے نزدیک اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت سے نماز وتر مراد ہے۔ جبکہ نماز تراویح ۲۰ رکعت دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

تراویح اور تہجد کے متعلق اہلسنت کے چاروں فقہی مذاہب کا مسلک

اہلسنت کے نزدیک نماز تراویح اور نماز تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔ نماز تہجد کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مکی زندگی میں ”وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ“ (۸) سے ہوئی۔

اور نماز تراویح کی مشروعیت مدنی زندگی میں ہجرت کے دوسرے سال جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشاد ”وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ“ (۹) (ترجمہ: میں نے تمہارے لئے قیام رمضان مسنون کر دیا ہے) سے ہوئی۔

محدثین نے کتب احادیث میں تراویح کیلئے قیام رمضان کے عنوان سے اور تہجد کیلئے قیام اللیل کے عنوان سے الگ الگ باب باندھے ہیں۔ نماز تراویح کی رکعات بیس ہیں اور نماز تہجد کی تعداد دو رکعت سے آٹھ رکعات تک ہے۔ نماز تراویح صرف ماہ رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں عشاء کے بعد سونے سے جاگنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

بیس رکعت تراویح کے مختصر دلائل

نماز تراویح ۲۰ رکعت سنت نبوی و سنت صحابہ کرام ہے۔ فقہ اسلامی میں ائمہ اربعہ کا اسی تعداد بیس رکعت پر اجماع ہے۔ حرمین شریفین میں ہمیشہ سے اب تک اسی تعداد پر عمل ہے۔

حرمین شریفین کی تاریخ محفوظ ہے، کیا آٹھ رکعت تراویح کی تبلیغ کرنے والے سہل پسند لوگ ثابت کر سکتے ہیں کہ حرمین شریفین میں پہلے آٹھ رکعت تراویح پڑھائی جاتی تھی؟ اور فلاں سن میں اس کی تعداد بڑھا کر بیس کر دی گئی۔؟ اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ تا بروز قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے۔

بیس رکعت نماز تراویح کے دلائل کے سلسلہ میں آپ امام بخاری کے استاذ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ مرفوع حدیث نبوی کا مطالعہ کر چکے، اب اس کے بعد دور فاروقی، عثمانی، علوی اور ائمہ اربعہ کے مذہب کے بارے میں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

(۸) سورہ بنی اسرائیل: ۷۹ (۹) سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، الرقم: ۱۳۲۸ - سنن النسائی، الرقم: ۲۴۱۰

..... ﴿امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح:

..... ﴿صحابی رسول حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً“ (۱۰)

ترجمہ: ”ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔“

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی (۱۱)، شارح مشکوٰۃ علامہ ملا علی قاری کی (۱۲)، محدث عظیم امام جلال الدین سیوطی (۱۳) اور امام شہاب الدین زرقانی (۱۴) رحمہم اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔

..... ﴿امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح:

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَكَانُوا يَتَوَكَّلُونَ عَلَى عَصِيَّتِهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ“ (۱۵)

ترجمہ: ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (صحابہ و تابعین) ماہ رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھا کرتے تھے اور یہ کہا کہ وہ سوسو آیتوں والی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی (ایسا ہی تھا) اور لمبے قیام کی شدت کی وجہ سے وہ اپنی لائٹھیوں پر ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔“

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (۱۶) اور شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ (۱۷) نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔

..... ﴿امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح:

امام بخاری و مسلم کے استاذ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوالحسناء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

”إِنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً“ (۱۸)

ترجمہ: ”بیشک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں ہمیں بیس رکعتیں تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا۔“

..... ﴿صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تراویح 20 رکعت ہے:

شارح مشکوٰۃ محدث و فقیہ حضرت علامہ ملا علی قاری کی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّارَويحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً“ (۱۹)

(۱۰) السنن الصغير للبيهقي، باب قيام شهر رمضان، الرقم: ۸۲۱ (۱۱) عمدة القاري، باب صلاة الليل، زير بحث حديث نمبر ۴۳۱، ج ۵، ص ۲۶۶

(۱۲) مرقاة المفاتيح، باب قيام شهر رمضان، زير بحث حديث نمبر ۱۳۰۳، ج ۳، ص ۹۴۲ (۱۳) الحاوي للفتاوى، باب المصاييح في صلاة التراويح، ج ۱، ص ۳۱۵

(۱۴) شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، النوع الثاني في ذكر صلاته، ج ۱۰، ص ۵۴۸ (۱۵) السنن الكبرى للبيهقي، باب ما روي في عدد ركعات القيام، الرقم: ۸۴۱

(۱۶) عمدة القاري، باب صلاة الليل، زير بحث حديث نمبر ۴۳۱، ج ۵، ص ۲۶۶ (۱۷) خلاصة الاحكام، باب استحباب قيام رمضان، ج ۱، ص ۵۴۶

(۱۸) مصنف ابن ابي شيبة، باب كم يصلي في رمضان، الرقم: ۶۸۱ (۱۹) مرقاة المفاتيح، باب قيام شهر رمضان، زير بحث حديث نمبر ۱۳۰۳، ج ۳، ص ۹۴۳

ترجمہ: ”صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ نماز تراویح میں رکعت ہے۔“

بیس رکعت نماز تراویح پر فقہ اسلامی کے ائمہ اربعہ کا اجماع

امام عبدالوہاب شہرانی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں:

”قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ أَنَّ صَلَاةَ التَّارَويْحِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرُونَ رَكْعَةً مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ فِي إِحْدَى الرِّوَايَاتِ مِنْهُ أَنَّهَا سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ رَكْعَةً“ (۲۰)

ترجمہ: ”امام ابوحنیفہ، امام شافعی، و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول یہ ہے کہ نماز تراویح ماہ رمضان میں بیس بیس رکعتیں ہیں جبکہ امام مالک کا قول ایک روایت میں ہے کہ چھتیس رکعتیں ہیں۔“

چھتیس رکعتوں کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں کہ اہل مدینہ اصل نماز تراویح میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور ہر ترویجہ میں اہل مکہ طواف کرتے تھے اور اہل مدینہ چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

ابوالید ابن جعفر حنفی کہتے ہیں:

”فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَدَاوُدُ: الْخِيَارَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً“ (۲۱)

ترجمہ: ”امام مالک نے دو قولوں میں سے ایک میں، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد نے (رمضان میں) بیس رکعتوں کے قیام کو اختیار کیا۔“

امام ترمذی کی شہادت:

امام ترمذی ”باب ماجاء فی قیام شہر رمضان“ میں فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَبْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهَكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِسِتَّةٍ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً“ (۲۲)

ترجمہ: ”جمہور اہل علم کا مسلک حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے عمل کے مطابق بیس رکعت نماز تراویح ہے۔ امام سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اسی طرح اہل مکہ کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے دیکھا۔“

بیس تراویح پر ہمیشہ سے تمام اہل اسلام کا عمل

محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِي اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَاشْتَهَرَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ هُوَ الْعِشْرُونَ“ (۲۳)

(۲۰) کتاب المیزان الكبرى، باب صلاة النفل، ج ۱، ص ۲۰۰

(۲۱) بداية المجتهد، الباب الخامس فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۲۱۹ (جامع ترمذی، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، ج ۲، ص ۱۶۰)

(۲۳) مائت من السنة، باب شہر رمضان، الفصل الاول فی تعداد رکعاتہا، ج ۲، ص ۲۱۸

ترجمہ: ”جس پر فیصلہ قرار پایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مسلمانوں سے مشہور ہوا وہ ہیں تراویح ہی ہے۔“

بیس رکعت نماز تراویح پر مخالفین کے گھر سے گواہیاں

..... ﴿عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتے ہیں:

”وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ كَانَتْ صَلَاتُهُمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً“ (۲۴)

ترجمہ: ”اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا تھا تو ان کی نماز تراویح بیس رکعت تھی۔“

..... ﴿وہابیوں کے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”الَّتَرَاوِيحُ إِنْ صَلَّاهَا كَمَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَ أَحْمَدَ عِشْرِينَ رَكْعَةً أَوْ كَمَذْهَبِ

مَالِكٍ سِتًّا وَثَلَاثِينَ“ (۲۵)

ترجمہ: ”امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے مذہب میں نماز تراویح بیس رکعتیں اور امام مالک کے مذہب میں چھتیس رکعتیں ہیں۔ (چھتیس رکعتوں کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں)

..... ﴿اس دور کے وہابیوں کے مسلمہ پیشوا اب صدیق حسن بھوپالی کے بیٹے نور الحسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ترجمہ: ”نوافل کی زیادہ رکعت پڑھنا ہی فائدہ مند ہے، بیس تراویح یا زیادہ سے منع کرنے کا کوئی جواز نہیں۔“ (۲۶)

..... ﴿وہابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”لیکن زمانہ عمر رضی اللہ عنہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے موافق بیس رکعت پر اجماع ہو گیا۔“ (۲۷)

نماز وتر کے احکام و مسائل

”وتر“ کا لغوی معنی طاق عدد ہے اور شریعت میں نماز وتر سے مراد تین رکعت نماز ہے جو کہ نماز عشاء کے بعد پڑھنا واجب ہے۔ اس کا وقت فرض عشاء کے بعد سے طلوع صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ نماز وتر میں سارا سال تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت واجب ہے۔

..... ﴿سنن نسائی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ..... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ“ (۲۸)

ترجمہ: ”بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم تین رکعت نماز وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے“

..... ﴿امام بخاری اور مسلم کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

(۲۴) مجموعة الرسائل والمسائل النجدية، ج ۱، ص ۹۵ (۲۵) الفتاوى الكبرى لابن تيمية، باب صلاة التطوع، ج ۵، ص ۳۴۳

(۲۶) عرف العجادی، باب در بیان قیام رمضان، ص ۸۴ (۲۷) فتاویٰ نذیریہ، کتاب التراویح، ج ۱، ص ۶۴۳

(۲۸) سنن النسائی، باب ذکر اختلاف الفاظ التابعین، الرقم: ۱۶۹۹۰ - السنن الكبرى للبيهقي، باب من قال يقنت في الوتر قبل الركوع، الرقم: ۳۸۶۱

”أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ“ (۲۹)

ترجمہ: ”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام پھیرنا آخری رکعت کے بعد ہے۔“
..... ارشاد نبوی ہے:

”الْوُتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“ (۳۰)

ترجمہ: ”ہر مسلمان پر نماز وتر لازم و واجب ہے۔“
..... ”فتح الباری“ اور ”عمدة القاری“ میں ہے:

”نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبُتَيْرَاءِ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَاحِدَةً يُؤْتِرُ بِهَا“ (۳۱)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیراء سے منع فرمایا، بتیراء یہ ہے کہ آدمی صرف ایک رکعت نماز پڑھے۔“
..... نماز وتر ماہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں بغیر جماعت کے مشروع ہے۔ جبکہ رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔

..... وہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے جس نے نماز عشاء کے فرض بھی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں۔

..... نماز وتر فوت ہونے کی صورت میں قضاء کرے اور دعائے قنوت رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے۔

(۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کان یوتر ثلاثا، الرقم: ۶۸۳۴

(۳۰) برقاۃ المفاتیح، باب الوتر، ج ۳، ص ۹۴۶۔ شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی، باب سجود القرآن اعلم ان لائمة، ج ۱، ص ۸۲

(۳۱) فتح الباری، باب ماجاء فی الوتر، ج ۹، ص ۱۰۴۔ عمدة القاری، کتاب الوتر، ج ۴، ص ۴

فرشتے حاضر ہوئے۔“

لیکن روح جہاں بھی ہو اس کا تعلق جسم یا اس کے بکھرے ہوئے اجزاء یا ذرات سے رہتا ہے۔ انبیائے عظام علیہم السلام، اعلیٰ درجے کے شہداء اسلام، ثواب کی نیت سے اذان پڑھنے والوں اور اولیائے کاملین کے اجسام قبروں میں محفوظ رہتے ہیں جبکہ عام لوگوں کے جسم کے محفوظ رہنے کی کوئی شرعی گارنٹی نہیں بہر حال اگر کسی جسم کو جلا کر یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریاؤں میں بہا بھی دیا جائے تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ روح کا تعلق جسم یا اس کے اجزاء و ذرات کے ساتھ قائم فرمادے۔ چنانچہ

..... ﴿روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے، (۷)﴾

..... ﴿منکر و نکیر اسے بٹھاتے ہیں، سوال کرتے ہیں انہیں جواب دیتی ہے، قبر میں راحت و تکلیف محسوس کرتی ہے، (۸)﴾

..... ﴿قبر پر آنے والوں کو پہچانتی ہے اور اُن کا کلام و سلام سنتی ہے، جیسا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

اہل قبور کو خود بھی سلام فرمایا اور ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ“ کی تعلیم دی (۹)

..... ﴿اور غزوہ بدر کے موقع پر ”قلب بدر“ میں کفار کی لاشوں سے کلام فرمایا اور فرمایا:

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے (اے صحابہ!) تم ان سے زیادہ میرے کلام کو نہیں سنتے۔“ (۱۰)

..... ﴿بلکہ قرآن مجید میں حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا اپنی ہلاک شدہ مردہ قوم سے کلام کرنا ثابت ہے۔ (۱۱)﴾

سمع موتی پر اعتراض:

قرآن پاک میں ہے: ”وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ“ (۱۲) (اے نبی!) تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے اور

”فَاِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تَسْمِعُ الضَّمَمَ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنِ“ (۱۳) (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی

بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔)

ان آیات سے واضح ہے کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب:

ان آیتوں میں ”مَوْتٰی“ اور ”مَّنْ فِي الْقُبُورِ“ سے اگر قبر میں مدفون اموات مراد لئے جائیں اور مفہوم یہ لیا جائے کہ قبر

والے اور مردے نہیں سنتے تو قرآن مجید کی متعدد آیات اور بے شمار صحیح احادیث نبوی جن سے قبر والوں کا سننا، دیکھنا، سرور و لذت یا

عذاب محسوس کرنا ثابت ہے، کا باطل ہونا اور پھر اس طرح دلائل شرعیہ میں تضاد لازم آئے گا۔

تو صحیح یہی ہے کہ آیات بالا میں ”مَوْتٰی“ اور ”مَّنْ فِي الْقُبُورِ“ سے کفار مراد ہیں (۱۴) جو کہ دنیاوی زندگی کے باوجود کفر

کی وجہ سے مردہ ہیں اور سماع سے مراد ”سمع اجابت“ ہے یعنی بات کو ماننا اور معنی یہ ہے کہ یہ مردے یعنی کفار آپ کی بات نہیں مانتے۔

(۷) صحیح بخاری، باب الميت یسمع خلق النعال، الرقم: ۱۳۳۸ (۸) سنن ابی داؤد، باب فی المسئلة فی القبر، الرقم: ۴۵۳۳

(۹) جامع ترمذی، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، الرقم: ۱۰۵۳ (۱۰) صحیح بخاری، باب شہود الملائكة بدرا، الرقم: ۴۰۲۶ (۱۱) سورۃ اعراف: ۶۹-۷۳

(۱۲) سورۃ فاطر: ۲۲ (۱۳) سورۃ روم: ۵۲ (۱۴) تفسیر مقاتل، تفسیر یغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، تفسیر مظہری زیر بحث آیت نمبر ۸۰ سورۃ نمل

عید الفطر کے مسائل و فضائل

عید الفطر

عید کا لفظ ”عَوْدُ“ سے بنا ہے، جس کا معنی ہے: ”لوٹنا“، عید ہر سال لوٹتی ہے اور اس کے لوٹ کر آنے کی خواہش کی جاتی ہے۔
 ”فطر“ کا معنی ہے: ”روزہ توڑنا یا ختم کرنا“۔ عید الفطر کے روز روزوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کو روزہ اور عبادتِ رمضان کا ثواب عطا فرماتے ہیں، لہذا اس دن کو ”عید الفطر“ قرار دیا گیا ہے۔

ہجرتِ مدینہ سے پہلے مدینہ شریف کے لوگ دو میلے ”کَبِيرُوز“ اور ”مِهْرَجَان“ (۱) لگاتے تھے، جن میں وہ ابو ولعب میں مشغول ہوتے اور بے راہروی کے مرتکب ہوتے، چنانچہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ قَدْ آتَاكُمْ بِهِمَا تَحِيًّا وَمِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ“ (۲)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے ان دو (میلوں) کو اس سے بہتر ”عید الفطر“ اور ”عید الاضحیٰ“ سے بدل دیا ہے۔
 چنانچہ ان دونوں عیدوں میں شرع کی حدود میں رہ کر خوشی منانے، اچھا لباس پہننے، اور بے راہروی کی جگہ عبادت، صدقہ اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

عید الفطر کی فضیلت

..... اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، آپ نے فرمایا:

”يَفْتَحُ اللَّهُ الْخَيْرَ فِي أَرْبَعِ لَيَالٍ لَيْلَةَ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ وَلَيْلَةَ الْيَصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْسُخُ فِيهَا الْأَجَالَ وَالْأَذْدَاقَ وَيَكْتُفُ فِيهَا الْحَاجُّ وَفِي لَيْلَةِ عَرَفَةَ إِلَى الْأَذَانِ“ (۳)

ترجمہ: ”چار راتوں میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت کی بارش فرماتے ہیں: عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، پندرہویں شعبان کی رات اس رات اللہ تعالیٰ کاموں (اور بالخصوص موتوں) کے اوقات اور رزق لکھ دیتا ہے اور اس سال حج کرنے والوں کے نام لکھ دیتا ہے، اور عرفہ یعنی یوم الحج کی رات۔ ان راتوں میں خیر و برکت کی برسات اذانِ فجر تک جاری رہتی ہے۔“
 حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

(۱) سقاة المفاتیح، باب صلاة العیدین، زیر بحث حدیث نمبر ۱۳۳۹، ج ۳، ص ۱۰۶۹ (۲) سنن ابی داؤد، باب صلاة العیدین، الرقم: ۱۱۳۳

(۳) کنز العمال، الفصل الثانی فی فضائل الازمة، الرقم: ۳۵۴۱۵۔ الفردوس یمائیر الخطاب، الرقم: ۸۱۶۵۔ تفسیر الدر المنثور، ج ۶، ص ۴۰۲

”مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ“ (۴)

ترجمہ: ”جو شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں عبادت کی نیت سے قیام کرے، اس کا دل اس دن فوت نہیں ہوگا جس دن تمام دل فوت ہو جائیں گے۔“

..... ایک حدیث میں آیا:

”قَدْ أَكَاذَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سَمِيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ الْجَائِزَةِ“ (۵)

ترجمہ: ”جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس رات کا نام ”لیلۃ الجائزہ“ (انعام و اکرام کی رات) رکھا گیا ہے۔“

..... حضرت سعید بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى أَبْوَابِ الطُّرُقِ فَتَادُوا: أُغْدُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَبِّ كَرِيمٍ يَمُنُّ بِالْعَبْرِ ثُمَّ يُثْنِي عَلَيْهِ الْجَزِيلُ لَقَدْ أَمَرْتُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَفُتِمْتُمْ وَأَمَرْتُمْ بِصِيَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ وَأَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ فَاقْبِضُوا جَوَائِزَكُمْ فَإِذَا صَلَّوْا نَادَى مُنَادٍ آلَا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدْ عَفَرَ لَكُمْ فَارْجِعُوا رَاشِدِينَ إِلَى رَحَائِكُمْ فَهَؤُاءِ يَوْمُ الْجَائِزَةِ“ (۶)

ترجمہ: ”جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے چوراہوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ندا دیتے ہیں: ”اے مسلمانوں کی جماعت! رب کریم کی جانب چلو جو خیر سے نوازتا ہے پھر اجر عظیم عطا فرماتا ہے، یقیناً تمہیں رات میں قیام اللیل کرنے کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام کیا اور تمہیں دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اور تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، اب اپنے انعامات حاصل کرو۔“ جب لوگ نماز عید ادا کر لیتے ہیں تو ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: ”سنو! بے شک تمہارے پروردگار نے تمہیں بخش دیا اب تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اس حال میں کہ تم ہدایت والے ہو، تو یہ یوم الجائزہ (انعام و اکرام کا دن) ہے۔“

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”قَدْ أَكَاذَكَ يَوْمَ عِيدِهِمْ يَغْفِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَالِي بِهِمْ مَلَائِكَتُهُ فَقَالَ: يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَجْبِرِ وَفِي عَمَلِكُمْ؟ قَالُوا: رَبَّنَا جَزَاؤُهُ أَنْ يُؤْفَى أَجْرُهُ قَالَ: مَلَائِكَتِي عِيدِي وَإِمَائِي قَضَوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يُعْجُونَ إِلَى بِالدَّعَاءِ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لَا جِزْيَتَهُمْ، فَيَقُولُ: اِرْجِعُوا فَقَدْ عَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ: فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ“ (۷)

ترجمہ: ”جب مسلمانوں کی عید یعنی عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزا ہے جو اپنا کام مکمل کر دے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو پورا اجر و ثواب

(۴) سنن ابن ماجہ، باب فیمن قام فی لیلۃ العیدین، الرقم: ۱۶۸۲ (۵) شعب الایمان، باب التماس لیلۃ القدر فی التور، الرقم: ۳۴۲۱ ج ۵، ص ۲۶۶

(۶) مجمع الزوائد، باب فضل یوم العید، الرقم: ۳۳۳۵ - المعجم الکبیر، الرقم: ۶۱۴ (۷) شعب الایمان، باب فی لیلۃ العیدین، الرقم: ۳۴۴۳

عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو! میرے بندوں اور باندیوں نے اپنا فرض ادا کیا پھر وہ (نماز عید کی صورت میں) دعا کیلئے چلاتے ہوئے نکل آئے ہیں، مجھے میری عزت و جلال، میرے کرم اور میرے بلند مرتبہ کی قسم! میں ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے: بندو! تم گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ پھر وہ بندے (عید کی نماز سے) لوٹتے ہیں حالانکہ اُنکے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

نوٹ: دعا کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں:

- 1۔ جو مانگا، وہی مل جائے۔
 - 2۔ اسکی جگہ کچھ اور مل جائے۔
 - 3۔ روز قیامت ثواب مل جائے۔
- لہذا دعا ضائع نہیں جاتی کم از کم ثواب ضرور ملتا ہے۔

صدقہ فطر کے مسائل

..... عید الفطر کے روز صبح صادق کے وقت ہر ایسے مسلمان پر جو آزاد ہو، اور ضروریاتِ اصلیہ (یعنی مکان، سواری، بستر، برتن اور اوزار وغیرہ) کے علاوہ نصاب (مثلاً ساڑھے 52 تولہ چاندی، یا اس کی قیمت) کا مالک بھی ہو، پر فطرانہ ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

..... صدقہ فطر پیشگی رمضان المبارک میں ادا کرنا بھی سنت صحابہ سے ثابت ہے، (۸) اس صورت میں رمضان المبارک کی برکت سے ثواب ستر گنازاں ملتا ہے۔

..... فطرانہ کی مقدار 4 کلو اور 146 گرام کھجور، جو یا کشمش یا پھر اس کی قیمت ہے اور یا 2 کلو 73 گرام گندم یا گندم کا آنا یا اس کی قیمت ہے۔

..... یاد رہے کہ جس طرح اہل ثروت لوگ اچھا مکان، اچھی خوراک، اچھا لباس اور اچھی سواری اختیار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو چاہیے کہ زیادہ قیمت والا فدیہ صوم اور فطرانہ ادا کر کے زیادہ ثواب حاصل کریں۔

..... صاحبِ نصاب مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نابالغ بچوں کا فطرانہ بھی ادا کریں۔

..... فطرانہ کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ اس کا بہترین مصرف دینی مدارس کے طلبہ ہیں، نیز وہ لوگ ہیں جو عید الفطر کی تیاری مثلاً لباس، خوراک کیلئے ضرورت رکھتے ہیں۔

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فرمان ہے: "أَغْنُوهُمْ فِي هَذَا الْيَوْمِ" (۹)

ترجمہ: "ان مساکین و غریبا کو اس دن غنی کر دو۔"

..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" (۱۰)

(۸) صحیح بخاری، باب صدقۃ الفطر علی الحر، الرقم: ۱۵۱۱ (۹) سنن الدارقطنی، کتاب زکوٰۃ الفطر، الرقم: ۲۱۳۳ (۱۰) سنن ابی داؤد، باب زکوٰۃ الفطر، الرقم: ۱۶۰۹

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے صدقہ فطر واجب کیا تاکہ روزہ لغوا اور بے ہودہ باتوں سے پاک ہو جائے اور مساکین کے لئے کھانے کا بندوبست بھی ہو جائے۔“

نماز عید الفطر

اس نماز کا وقت سورج کے ایک نیزہ کے برابر بلند ہونے سے ”ضحوہ کبریٰ“ تک ہے۔ ضحوہ کبریٰ کا آغاز، صبح صادق سے غروب آفتاب تک کے کل وقت کا نصف پورا ہونے پر ہوتا ہے۔ نماز عید دو رکعتیں واجب ہے، پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور دوسری رکعت میں قراءتِ سورت کے بعد ہاتھ اٹھا کر تین تین زائد تکبیریں مسنون ہیں۔

عید کے دیگر مسائل

نماز عید الفطر کے بعد خطبہ سنت ہے۔ نماز عید میں آتے اور جاتے ہوئے آہستہ تکبیریں ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ“ اور راستہ تبدیل کرنا سنت ہے۔ نماز عید سے پہلے طاق عدد کھجور کھانا سنت ہے۔ عید کے روز غسل کرنا، خوشبو استعمال کرنا، اور اچھا لباس پہننا سنت ہے۔ نماز عید کیلئے اذان اور تکبیر سنت نہیں ہے۔ عید الفطر کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ عید الفطر کے بعد مسلسل یا وقفہ کے ساتھ ماہِ شوال کے 6 روزے رکھنا، پوری زندگی روزے رکھنے کے برابر ہے۔

عید کے روز مروجہ عریانی و فحاشی

عورتوں کا بے پردہ اور نیم عریاں لباس میں گھر سے باہر نکلنا ہمیشہ ممنوع ہے۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِيهِنَّ“ (۱۱)

ترجمہ: ”اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو فرما دو کہ وہ اپنی بڑی چادروں کا ایک حصہ اپنے چہرے پر ڈالے رہیں۔“

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”وَنِسَاءٌ كَالسِّيَاطِ عَارِيَّاتٍ..... لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا“ (۱۲)

ترجمہ: ”اور ایسی عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود نکلی ہیں..... جنت میں داخل نہیں ہوگی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی۔“

لیکن عید الفطر جو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مغفرتوں اور روزہ و عبادتِ رمضان کا انعام خاص حاصل کرنے کا دن ہے، اس روز اللہ تعالیٰ کی شریعت کی کھلی خلاف ورزی کرنا اور کفار کے طریقے کے مطابق بے راہروی اختیار کرنا، گندی فلمیں اور ڈرامے دیکھنا، اور لڑکیوں کا نیم عریاں لباس میں گلی کوچوں میں گھومنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اس روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، صدقہ و خیرات کریں، ناراض مسلمانوں میں مصالحت کرانے جیسے اچھے کاموں میں مشغول رہیں۔

درس قرآن

عید الاضحیٰ اور قربانی

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“ (۱)

ترجمہ: ”تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔“

اس آیت مبارکہ میں نماز سے مطلق نماز یا عید الاضحیٰ کی نماز مراد ہے۔ ”نَحَرَ“ کے لغوی معانی متعدد ہیں لیکن مفسرین عظام نے یہاں قربانی کا معنی لیا ہے۔

..... مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”قَالَ عِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: (فَصَلِّ لِرَبِّكَ) صَلَاةُ الْعِيدِ يَوْمَ النَّحْرِ (وَانْحَرْ) نُسُكُكَ“ (۲)

ترجمہ: ”حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ”تم قربانی کے روز اپنے رب کیلئے نماز عید پڑھو اور قربانیوں کے جانوروں کو ذبح کرو۔“

..... تفسیر ابی سعود اور کشاف میں ہے:

”قَبِيلُ صَلَاةِ الْعِيدِ وَالتَّضَحِّيَةِ“ (۳)

ترجمہ: ”کہا گیا ہے کہ نماز عید اور قربانی کرنا مراد ہے۔“

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ سے نماز عید اور قربانی کے واجب ہونے پر استدلال کیا

ہے۔ (۴)

توحید اور اخلاص کی تعلیم

مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کے نام کی قربانی دیتے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے آپ کی امت کو توحیدِ خالص کا حکم دیا گیا کہ وہ ربِّ العالمین جلَّ جلالہٗ وَعَظَّ نَوَالُہٗ کے لئے عبادت کریں اور اسی کے لئے قربانی دیں۔ نیز اس آیت مبارکہ میں اخلاص و التَّضَحِّيٰ کا حکم بھی دیا گیا ہے کہ مسلمان کے کسی عمل میں ریاء و سمعہ (دکھاوا اور شہرت حاصل کرنا) نہیں ہونا چاہئے بلکہ نیت میں یہ ہو کہ یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا جا رہا

(۱) سورۃ کوثر: ۲ (۲) تفسیر مظہری، تفسیر خازن زیر بحث آیت نمبر ۲، سورۃ کوثر (۳) تفسیر ابی سعود، تفسیر کشاف زیر بحث آیت نمبر ۲، سورۃ کوثر

(۴) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۲، سورۃ کوثر

ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِكَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ“ (۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور طعنے دے کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو اپنا مال دکھاوے
کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔“

..... ایک حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:
”کیا میں تمہیں اس چیز سے آگاہ نہ کروں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔
صحابہ کبار رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے عرض کیا: ہاں! فرمایا:

”أَشْرَكَ الْغَنِيِّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّيَ فَيَزِيْنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَزِي مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ“ (۶)
ترجمہ: ”وہ شریف خفی ہے کہ ایک آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوا اور خوب اچھی طرح پڑھے اس لئے کہ کوئی دوسرا شخص اسے دیکھ رہا ہے۔“
..... مسلم شریف میں ایک لمبی حدیث مبارکہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

قیامت کے روز ایک شخص جو بظاہر شہید ہوا دوسرا جس نے قرآن پڑھا اور پڑھایا اور تیسرا جس نے بظاہر فی سبیل اللہ مال
خرچ کیا۔ ان تینوں کو اخلاص ولہیت نہ ہونے بلکہ دکھاوے اور شہرت پانے کے لئے یہ عظیم کارنامے انجام دینے کی وجہ سے گھسیٹ
کر جہنم میں ڈال دینے کا حکم ہوگا۔ (۷) اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

کیا بزرگوں کے نام کا صدقہ شرک ہے؟

آج کل بعض فرقوں کی طرف سے بڑے شد و د کے ساتھ جمہور مسلمانوں کے خلاف یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مشرک
بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے تھے اور مسلمان بزرگوں کے نام کی قربانیاں اور صدقات دیتے ہیں تو پھر مشرکین اور ان مسلمانوں
میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

مشرک بتوں کو اقرار دیتے ہیں اور بتوں کی عبادت کی نیت سے قربانیاں اور خیرات کرتے تھے لیکن دور صحابہ
کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ سے لے کر آج تک روئے زمین کے مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے قربانیاں اور خیرات کرتے ہیں اور سنت
نبوی کے مطابق اس کا ثواب بزرگوں کو بخشتے ہیں۔

..... صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، اور مسند امام احمد میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مینڈھا کی قربانی کی اور عرض کیا:

”اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةٍ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)“ (۸)

(۵) سورۃ بقرہ: ۲۶۳ (۶) سنن ابن ماجہ، باب الریاء والسمعة، الرقم: ۴۲۰۳ (۷) صحیح مسلم، باب من قال للریاء، الرقم: ۱۹۰۵ - سنن نسائی، الرقم: ۳۱۳۶

(۸) صحیح مسلم، باب استحباب الضحیة، الرقم: ۱۹۶۶ - سنن ابی داؤد، باب ما یستحب من الضحایا، الرقم: ۴۶۹۲ - مسند احمد، الرقم: ۲۴۳۹۱

ترجمہ: ”اے اللہ تعالیٰ! میری طرف سے، میری آل کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔“

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور مسند احمد میں حضرت حنظل رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو قربانیاں دیتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ دو قربانیاں کیوں کر رہے ہیں؟ تو فرمایا:

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ إِلَهٌ وَسَلَّمَ وَصَانِيَّ أَنْ أَصْحَجَ عَنْهُ فَأَنَا أَصْحَجُ عَنْهُ“ (۹)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیّ الہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ایک قربانی آپ کی طرف سے کیا کروں، لہذا میں ایک قربانی آپ کی طرف سے کرتا ہوں۔“

سنن ابوداؤد اور مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نسا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانی“۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا:

”هَذِهِ لِأَقْرَبِي“ (۱۰)

ترجمہ: ”یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔“

بعد میں یہ کنواں ”بئر أم سعد“ (سعد کی ماں کا کنواں) کے نام سے مشہور ہوا، اور یہ دور نبوی تھا۔ جس میں صدقہ کے کنویں پر أم سعد کا نام بولا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت نہیں فرمائی جس سے ثابت ہو گیا کہ قربانیوں اور صدقات کا ثواب بزرگوں کو پہنچانا بھی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقات پر مجازی طور پر بزرگوں کا نام پکارنا بھی جائز ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ بتوں کی عبادت شرک ہے اور ایصالِ ثواب سنت ہے۔

جو کام خالص عبادت کیلئے کئے جاتے ہیں ان میں سے مسجد کی تعمیر بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”وَ أَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا“ (۱۱)

ترجمہ: ”اور بیشک تمام مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔“

لیکن تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسجد مدینہ کو مسجد نبوی کہا جاتا ہے، اسی طرح مسجد ابی بکر، مسجد علی، مسجد سعد بن معاذ، مسجد عمر، مسجد فاطمہ، طائف میں مسجد محمد رسول، اور دیگر بے شمار مسجدیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی ہیں لیکن ان پر محبوبانِ خدا کے نام بولے جاتے ہیں بلکہ مساجد پر عام لوگوں (جیسے مسجد شاہ فیصل اسلام آباد) کے نام پکارے جاتے ہیں۔ اس سے بھی یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے نام کی ہے اس کی عبادت ہے، اس پر مجازی طور پر بندوں کا نام پکارنا شرعاً جائز ہے بلکہ سنت ہے۔ لیکن کس قدر ظلم اور جہالت ہے کہ اس سنت کو شرک و کفر سے تعبیر کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت پوری امت کو مشرک و کافر قرار دیا جاتا ہے۔

(۹) سنن ابی داؤد، باب الاضحیۃ عن المیت، الرقم: ۲۴۹۰۔ جامع ترمذی، باب ما جاء فی الاضحیۃ عن المیت، الرقم: ۱۴۹۵۔ مسند احمد، الرقم: ۸۴۳۔

(۱۰) سنن ابی داؤد، باب فی فضل سقی الماء، الرقم: ۱۶۸۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب فضل الصدقة، الفصل الثانی، الرقم: ۱۹۱۲ (۱۱) سورۃ جن: ۱۸۔

قربانی اور عید الاضحیٰ کے مسائل

..... ﴿ ہر مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد، مقیم، مالک نصاب پر ماہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کے دن شروع ہونے پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

..... ﴿ قربانی کے لئے یہ حکم ہے کہ جانور موٹا، تازہ اور بے عیب ہو اور خصی جانور زیادہ پسندیدہ ہے۔

..... ﴿ لنگڑا، اپانچ، کاننا اور جک کا کوئی عضو مثلاً کان وغیرہ تیسرے حصہ سے زیادہ کٹا ہوا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔

..... ﴿ بکرا، بکری ایک سال کا، گائے تیل دو سال کا، اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔

..... ﴿ جس شہر میں نماز جمعہ و عید پڑھی جاتی ہے، قبل نماز کے قربانی نہ کرے۔

..... ﴿ عید کے روز قربانی کرنے تک کچھ نہ کھائے پیئے۔ قربانی کر کے قربانی کا گوشت کھائے، یہ مستحب ہے۔

..... ﴿ ذبح خود کرے یا کسی دوسرے خوش عقیدہ مسلمان کو اجازت دے کر اپنے سامنے کرائے، مگر اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

..... ﴿ اگر کوئی کسی اور کی طرف سے قربانی کرے یا قربانی کا ثواب میت کو بخشے تو جائز ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔

..... ﴿ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ آپ مع اہل و عیال کے کھائے، دوسرا برادری، تیسرا مساکین و فقراء پر تقسیم کرے۔

..... ﴿ گوشت و پوست کو بطور اجرت قصاب کو دینا جائز نہیں۔

..... ﴿ ہاں کھال خود استعمال کر سکتا ہے، موزہ بنوائے یا جائے نماز وغیرہ، اگر بیچ ڈالے تو قیمت اپنے آپ پر صرف نہیں کر سکتا بلکہ کسی مسکین و فقیر کو دے دینا لازم ہے۔

..... ﴿ یا پھر بہترین صورت یہ ہے کہ کھال کے پیسے مدارس دینیہ میں (جن میں علم دین کے حصول کے لئے دور دور سے طلباء آ کر شریک ہوتے ہیں اور جو ضرورت مند اور مسافر بھی ہوتے ہیں) بھیج دے۔ اس میں لازمی شرط یہی ہے کہ وہ مدارس علوم دینیہ ہوں۔ اور خالص صحیح العقیدہ سنی خیالات کے حامل ہوں۔

..... ﴿ قربانی دسویں، گیارہویں، بارہویں ذوالحجہ قبل غروب تک کی جاسکتی ہے۔

..... ﴿ نویں تاریخ کی صبح کی نماز کے بعد سے ہر باجماعت نماز کے بعد تکبیرات تشریق: "اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ" تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز تک پانچ دن پڑھتے رہنا چاہئے۔

..... ﴿ دسویں تاریخ کو چاشت کے وقت نماز کے لیے عید گاہ جائیں اور جاتے آتے ہوئے با آواز بلند یہی درج بالا تکبیر پڑھتے رہیں۔

..... اور جس راستہ سے جائیں واپسی اس کے سوا دوسرے راستہ سے آنا مسنون ہے۔

..... عید گاہ میں جا کر خاموش بیٹھ جائیں۔

..... عید کی جماعت بلا اذان و تکبیر دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء پڑھ کر تین تکبیریں امام کے بعد سب مقتدی کہیں۔ اور وہ اس طرح کہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر کھلے چھوڑے رکھیں اور آخری تکبیر پر زیر ناف باندھ لیں۔ اور جب امام قرأت شروع کرے مقتدی خاموش رہیں۔ رکوع و سجود کے بعد دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع جانے سے پہلے پھر تین تکبیرات امام کہے اور ساتھ ساتھ مقتدی بھی اور اسی طرح کانوں تک ہاتھ لے جا کر کھلے چھوڑتے رہیں پھر تکبیر رکوع کہہ کر رکوع میں جائیں اور سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ خاموش بیٹھ کر خطبہ سنیں، خطبہ سننے سے قبل چلے جانا درست نہیں۔

نوٹ: مسائل قربانی کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ”بہار شریعت“ حصہ نمبر 15 مطالعہ فرمائیں بلکہ مکمل ”بہار شریعت“ یا اس کا خلاصہ ”قانون شریعت“ اپنے گھر ضرور رکھیں۔

درس حدیث:

قربانی کے فضائل و مسائل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَةَ قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ، قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: يَكُلُّ شَعْرَةَ حَسَنَةً، قَالُوا: فَالْصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: يَكُلُّ شَعْرَةَ مِنْ الصُّوفِ حَسَنَةً (۱)

ترجمہ: ”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے عوض نیکی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں تو آپ نے فرمایا: اُون کے ہر بال کے عوض نیکی۔

اضحیہ (قربانی) کیا ہے؟

سنت ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے دس، گیارہ اور بارہ ذوالحج کی تاریخوں میں مخصوص جانور (اونٹ، گائے، بھینس، بکرا، دنبہ، بھیڑ) ذبح کرنا، قربانی کرنا ہے۔

قربانی کے فضائل

..... ﴿سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ صَحَّى طَيْبَةً بِهَا نَفْسُهُ مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ“ (۲)

ترجمہ: ”جو شخص دل کی خوشی اور ثواب پانے کی نیت سے قربانی کرے تو قربانی اس شخص کے لیے آگ سے رکاوٹ بن جائے گی۔“

..... ﴿ایک حدیث میں فرمایا:

”إِسْتَشْرِقُوا صَحَايَا كُمْ فَإِنَّهَا مَطَايَا كُمْ عَلَى الصِّرَاطِ“ (۳)

ترجمہ: ”قربانی کے جانوروں کو خوب پالو! کہ وہ پل صراط پر تمہارے لیے سواری ہوں گے۔“

(۱) سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحیہ، الرقم: ۳۱۲۶۔ مسند احمد، الرقم: ۱۹۲۸۳ (۴) المعجم الکبیر، الرقم: ۲۶۳۶، ج ۳، ص ۸۳۔ کنز العمال، الرقم: ۱۲۱۵۳
(۳) کنز العمال، الفرع الثالث فی الآداب، الرقم: ۱۲۱۶۶۔ الفردوس بمأثور لدیلمی، الرقم: ۲۶۸۰۔ جامع الاحادیث للسیوطی، الرقم: ۳۳۱۳

آیات کے سیاق و سباق سے بھی یہی مفہوم ثابت ہے۔ چنانچہ انہی آیات کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنْ تَسِيعُ إِلَّا مَنْ يُوْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ“ (۱۵)

ترجمہ: (اے نبی) آپ اُن کو سنا رہے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ ”مَوْتِي“ اور ”مَنْ فِي الْقُبُورِ“ سے مراد دل کے مردے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں کفار کو مجازی طور پر بہرے، گونگے اور اندھے بھی کہا گیا (۱۶) حالاں کہ وہ بہرے، گونگے اور اندھے نہیں تھے۔

شہداء عظام کی برزخی زندگی

آیت بالا میں شہداء کو مردہ کہنے سے سختی سے روک دیا گیا اور دوسرے مقام پر فرمایا:

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزَكُّونَ“ (۱۷)

ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں اور اُن کے بارے میں گمان بھی نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے۔“

شہداء کی زندگی سے مراد محض نیک نامی کی زندگی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی روحانی و جسمانی زندگی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”أَلَمْؤُودُنَ الْمُحْتَسِبُ كَالشَّهِيدِ الْمُتَشَخِّطِ فِي دَمَةٍ إِذَا مَاتَ لَمْ يَدُودَ فِي قَبْرِهِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”ثواب کی نیت سے اذان پڑھنے والا اُس شہید کی طرح ہے جو خون میں لتھڑا ہوا ہو جب وہ وفات پا جائے گا تو اُس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔“

علامہ جلال الدین سیوطی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایک نالہ کی کھدائی کے دوران حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک 40 سال بعد کھل گیا:

”فَأَصَابَ قَدَمَ حَمْزَةَ فَأَنْتَعَبَ دَمًا“ (۱۹)

ترجمہ: ”حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے قدم مبارک میں کدال لگی تو خون بہنے لگا۔“

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جبل احد کے دامن میں ایک چشمہ بنایا گیا تو حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی کا جسم دوسری جگہ دفن کیا تو کھدائی سے خوشبو برآمد ہوئی اور فرماتے ہیں:

”فَرَأَيْتُ آبِي فِي حَفْرَتِهِ كَأَنَّهُ نَائِمٌ وَالنَّيْمَةُ الَّتِي كُفِّنَ فِيهَا كَمَا هِيَ وَالْحَزْبُ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى هَيْئَتِهِ

(۱۵) سورۃ نمل: ۸۱ (۱۶) سورۃ بقرہ: ۱۴۱ (۱۷) سورۃ آل عمران: ۱۶۹ (۱۸) مجمع الزوائد، باب المؤذن المتحسب، الرقم: ۱۹۱۱ - المعجم الكبير، الرقم: ۱۳۳۱۱

(۱۹) دلائل النبوة، باب ما جرى بعد انقضاء الحرب، ج ۳، ص ۴۹۱ - شرح الصدور، ج ۱، ص ۳۰۹

..... ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

”مَا عَمِلَ أَحَدٌ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ“ (۴)

ترجمہ: ”یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں۔“

قربانی کا وجوب و اہمیت

..... امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے (۵) کیونکہ قرآن مجید میں ”وَ انْحَرُوا“ (۶) یعنی قربانی کیجئے! صیغہ امر کے ساتھ قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

..... نیز ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُصَحِّحْ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّاتَنَا“ (۷)

ترجمہ: ”جسے گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔“

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

”أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالدِّينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُصَحِّحُ كُلَّ سَنَةٍ“ (۸)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ ہر سال قربانی کرتے رہے۔“

..... ایک اور حدیث ہے:

”حُضِرْتُ بِأَكْرَمِ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُفْدِ بَيْتِهِ سِتَّةَ سِنِينَ سِتَّةَ سِنِينَ سِتَّةَ سِنِينَ“

تھے، ذبح فرمائے۔ ایک بکر اپنی طرف سے ذبح فرمایا اور دوسرا اپنی امت کی جانب سے۔ (۹)

..... ایک روایت میں ہے کہ

”امير المؤمنين حضرت علي المرتضى رضي الله عنه نے عید الاضحیٰ کے روز دو بکرے ذبح فرمائے، تو کسی مسلمان کے پوچھنے پر

فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔

لہذا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کر رہا ہوں۔“ (۱۰)

قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد یا عورت میں یہ شرائط پائی جائیں اس پر قربانی واجب ہے:

مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، مقیم ہونا، یعنی 57 میل اور 4 فرلانگ (تقریباً 93.47 کلومیٹر) مسافت کے سفر

میں نہ ہونا، حاجتِ اصلیہ (یعنی ضرورت کی چیزیں مثلاً مکان، لباس، استعمال کے برتن، سواری، اوزار وغیرہ) کے علاوہ ساڑھے

52 تولہ چاندی کی قیمت کی نقدی یا سامان تجارت یا کسی اور نصاب کا مالک ہونا۔

(۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ، الرقم: ۱۲۹۳ (۵) الہدایۃ، کتاب الاضحیۃ، ج ۴، ص ۳۵۵ (۶) سورۃ کوثر: ۲

(۷) سنن ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ، الرقم: ۱۳۱۲۳ (۸) جامع ترمذی، باب الدلیل علی ان الاضحیۃ سنۃ، الرقم: ۱۵۰۶

(۹) صحیح مسلم، باب استحباب الضحیۃ، الرقم: ۱۹۶۶۔ سنن ابی داؤد، الرقم: ۲۴۹۲ (۱۰) سنن ابی داؤد، باب الاضحیۃ عن المیت، الرقم: ۲۴۹۰

قربانی کیوں واجب کی گئی؟

قربانی کو واجب کرنے کی اہم حکمت یہ ہے کہ جد الانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مثالی سیرت طیبہ جو کہ ایثار و قربانی اور جہاد سے عبارت ہے، کی یاد تازہ کر کے آپ کی اتباع کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے۔

قربانی کا طریقہ

بہتر یہ ہے کہ خود ذبح کرے اگر خود نہ جانتا ہو تو کسی صحیح العقیدہ، ہنی مسلمان کو اپنی طرف سے ذبح کرنے کے لیے کہے۔ اور بوقت ذبح خود موجود رہنا زیادہ بہتر ہے۔ ذبح کرنے والے کیلئے تکبیر ذبح ”بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہنا لازم ہے اور یہ کلمات کہنا مسنون ہے:

”اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنْ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحِیَاتِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ ۚ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝“

قربانی کے اہم مسائل

اونٹ کیلئے پانچ سال، گائے بھینس کے لیے دو سال، بکری کیلئے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ اگر عمر اس سے ایک دن بھی کم ہو تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔ بھیڑ بھی ایک سال کی ہونی چاہئے، لیکن اس میں یہ تخفیف فرمادی گئی کہ چھ ماہ سے زیادہ عمر کی بھیڑ (بشرطیکہ اتنی صحتمند اور موٹی ہو کہ دیکھنے میں ایک سال کی محسوس ہوتی ہو۔) کی قربانی جائز ہے۔

اندھے، کانے، ہلنگڑے، نہایت لاغر، ایک تہائی سے زیادہ کان یا دم کٹے، جس کا سینگ جڑ سے مع گوڈے کے ٹوٹ گیا ہو، جو جانور گندگی کھاتا ہو اور اس کے جسم سے بدبو آتی ہو، جسکے نصف یا زیادہ تھن سوکھ چکے ہوں، جسکے زیادہ دانت نہ ہوں اور ناک کٹے کی قربانی جائز نہیں۔

گائے، بھینس اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ چاہے سب قربانی کرنے والے ہوں اور چاہے بعض قربانی کرنے والے اور بعض عقیدہ کرنے والے ہوں۔ لیکن کسی ایسے شخص کو شامل نہ کیا جائے جو بد مذہب جیسے مرزائی وغیرہ ہو، یا محض گوشت کیلئے حصہ ڈال رہا ہو۔ ورنہ کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

جس پر قربانی واجب ہو، اسے پہلے اپنی واجب قربانی ادا کرنی چاہئے، پھر اگر مزید توفیق ہو تو نقلی قربانیاں کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے۔ اگر توفیق ہو تو اپنا واجب ادا کرنے کے بعد آقائے نعمت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگوں بالخصوص والدین کو ایصالِ ثواب کیلئے قربانی کرے۔

یہ جو مشہور ہے کہ گھر میں ایک آدمی قربانی کر دے تو سب کا واجب ادا ہو جاتا ہے، غلط ہے۔ گھر میں جتنے مردوں یا عورتوں میں قربانی کے واجب ہونے کی شرطیں پائی جائیں، ان سب کو اپنی اپنی طرف سے علیحدہ علیحدہ قربانی کرنا واجب ہے۔ قربانی حج کی طرح عمر میں صرف ایک بار واجب نہیں ہے، بلکہ ہر سال قربانی واجب ہے۔

قربانی کی کھالیں

..... قربانی کی کھال کو باقی رکھتے ہوئے، مصلیٰ، مشکیزہ یا ڈول وغیرہ بنا کر خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور کسی کار خیر میں بھی دے سکتا ہے۔

..... لیکن قربانی کی کھال کو بیچ دینے کی صورت میں اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

..... سکول، نالی، قبرستان، یا مسجد میں اسے خرچ نہ کیا جائے۔

..... ایسے ہی قربانی کی کھال قصاب کو معاوضے میں نہ دے۔

..... اور نہ ہی امام مسجد کو امامت کے صلہ میں دے۔ البتہ اگر امام مسجد ضرورت مند ہو تو اس بنا پر دے سکتا ہے۔

نوٹ: یاد رہے اس پر فتن دور میں چرم قربانی، زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف دینی مدارس کے طلبہ ہیں۔ اس میں دو ہر اثواب ہے، ایک صدقہ جاریہ کا اور دوسرا سنِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اور اشاعت و ترویج کا۔

قربانی اور پرویزی فتنہ

منکرینِ حدیث اور یہودیوں کے ایجنٹ غلام احمد پرویز کے پیروکار اور کمیونسٹ قسم کے لوگ جو کہ غیر محسوس طریقے سے اسلام کو مخ کر رہے ہیں اور اسی ضمن میں یہ لوگ قربانی کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس سنت متواترہ کے خلاف کہتے ہیں کہ قربانی صرف حج میں واجب ہے، حاجیوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں کو قربانی نہیں کرنی چاہئے، یہ پیسہ کسی مفید مقصد میں خرچ کرنا چاہئے۔ نیز یہ کہ قربانی سے ہر سال لاکھوں موشیوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہجرت مدینہ کے بعد صرف ایک حج کیا ہے، لیکن آپ ہر سال قربانیاں فرماتے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ قربانی حاجیوں کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی مشروع ہے۔ رہا پرویزیوں کا یہ شیطانی وسوسہ کہ قربانی کا پیسہ کسی اور مفید کام میں خرچ کرنا چاہئے۔ اگر پرویزیوں کی یہ بات مان لی جائے تو کل فریضہ حج کے بارے میں کہیں گے کہ حج پر خرچ ہونے والا کھربوں روپیہ کسی اور مفید کام پر خرچ کرنا چاہئے۔ اور اس طرح ایک ایک کر کے تمام شعائر اسلام کو مٹانے کا راستہ ہموار کریں گے۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ قربانی پر خرچ ہونے والا پیسہ، پیسے کا ضیاع نہیں بلکہ بہترین عبادت ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ثابت ہے کہ قربانی کے ہر بال کے بدلے نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ ظاہر ہے یہ ثواب کہیں اور پیسہ خرچ کرنے سے تو نہیں ملے گا۔ پھر قربانی کے گوشت سے مسلمانوں کا فائدہ اٹھانا اور چرم قربانی سے لاکھوں تعلیمی ورفاہی اداروں میں مستحقین کی ضرورتوں کا پورا ہونا اور دیگر دینی و مالی فوائد اس پر مستزاد ہیں۔

پرویزیوں کا یہ شیطانی وسوسہ کہ قربانی سے موشیوں میں کمی آتی ہے درست نہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن جانوروں کی قربانی نہیں کی جاتی، وہ جانور کم ہیں۔ لیکن قربانی والے جانوروں کی ہمیشہ بہتات رہتی ہے۔ دراصل جب یہ جانور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اللہ کے نام پر قربانی کر دیئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان موشیوں میں بے پناہ برکت ڈال دیتے ہیں۔

درس قرآن:

اولیاء اللہ کی شان و عظمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِينِكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَنزِلَ إِلَيْكَ طَرَفُكَ فَلَمَّا رَأَاهُ مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّيَ غَنِيٌّ كَرِيمٌ“ (۱)

ترجمہ: ”اس شخص نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا: ”میں اسے (تختِ بلقیس کو) آپ کے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے، پھر جب آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کے پاس رکھا ہوا ہے، تو کہا: ”یہ میرے رب کا فضل ہے“ تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے بھلے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ اور بڑے کرم والا ہے۔“

قرآن مجید اور کتبِ تفاسیر کے مطابق اس آیتِ مبارکہ کا سیاق و سباق اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن و انس، حیوانات و بحروں اور ہوا کی فرمانروائی و بادشاہی عطا فرمائی ہوئی تھی۔

آپ نے ملکہ یمین، بلقیس کو اپنے دربارِ عالی میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا ہوا تھا۔ بلقیس اپنے اعیانِ سلطنت سے مشورہ کے بعد اسلام قبول کرنے کی غرض سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضری کے لیے دربار کے قریب پہنچ چکی تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ بلقیس کا وہ عظیم الشان تخت جو یمین کے دار الحکومت ”سبأ“ کے عظیم الشان محل میں پڑا ہوا ہے، بلقیس کے دربار میں پہنچنے سے پہلے یہاں موجود ہونا چاہیے چنانچہ اپنے دربار میں موجود جن و انس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت، اس کے میرے پاس آنے سے پہلے لے آئے؟ تو ایک جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کا اجلاس برخاست ہونے سے پہلے لے آؤں گا، تو اس موقع پر ایک عالمِ کتاب (جن کا نام صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ ہے اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا منشی تھا (۲)) نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس لاتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ یہ کہا: اور پل کی پل میں وہ تخت بھی لے آیا، پھر بلقیس بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان و کمالات نبوت اور بے مثل و بے نظیر حکومت و بادشاہی کے شاندار نظارے دیکھ کر مسلمان ہو گئی۔

یہ تخت بلقیس چالیس گز چوڑا، اسی گز لمبا اور تیس گز اونچا تھا اور دربارِ سلیمانی سے تقریباً 1500 میل کی مسافت پر پڑا ہوا تھا۔

(۱) سورۃ نمل: ۲۰ (۲) السنن الکبریٰ للسنائی، باب قولہ تعالیٰ وما کفر سلیمان، الرقم: ۱۰۹۴۱ - تفسیر درمثور، تفسیر قرطبی زیر بحث آیت نمبر ۱۰۴، سورۃ بقرہ

اس آیت سے مبارکہ سے درج ذیل فوائد و نکات ثابت ہوئے:

﴿1﴾

..... ﴿یَعْقِدُہُ کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مافوق الاسباب (اسباب کے بغیر) کام انجام دینے کا اختیار عطا کیا ہوا ہے“

شُرک نہیں ہے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی نے 1500 میل مسافت پر موجود زنی تخت کو پہل مارنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بغیر کسی ظاہری سبب کے پیش کر دیا۔ جب سلیمانی امت کے ولی کی یہ شان ہے تو ”محمدی ولی“ کی کیا شان و عظمت ہوگی؟ اور خود سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قدرت و اختیارات کا کیا عالم ہوگا؟

﴿2﴾

..... ﴿حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کا ”1500 میل کی مسافت سے تخت لے آنا“ اس بات کی دلیل ہے آپ کو تخت کا علم تھا، اس سے ولی اللہ کا علم الغیب ثابت ہوتا ہے۔

﴿3﴾

..... ﴿حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ ”خود دربار سلیمان سے غائب بھی نہیں ہوئے اور تخت بھی مقام سباء سے لے آئے“

اس سے ولی اللہ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جب ایک ولی اللہ سینکڑوں میل دور تک دیکھ سکتا ہے اور تصرف کر سکتا ہے تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی نگاہ نبوت سے اپنے غلاموں کا در و در شریف اور ان کی التجائیں سن سکتے ہیں اور چاہیں تو مدد فرما سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”شَہِید“ (حاضر و ناظر) بنا کر مبعوث کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَہِیدًا“ (۳)

ترجمہ: ”بیشک ہم نے آپ کو شاہد یعنی حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔“

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر کوئی شان نبوت سے جلنے والا اعتراض کرے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے، لہذا حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حاضر و ناظر ماننا شرک ہے؟

تو اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے اور انسان بھی دیکھتا اور سنتا ہے اور کوئی بھی اسے شرک قرار نہیں دیتا۔ لہذا جس طرح اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے اور اس کی عطا سے بندہ بھی دیکھتا سنتا ہے اور یہ شرک نہیں اسی طرح خدا غیب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی عطا سے حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی غیب جانتے ہیں اور حاضر و ناظر ہیں، یہ بھی شرک نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی اور مستقل ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رضوان اللہ علیہم اور دیگر مخلوقات کی صفات عطائی اور مجازی ہیں۔

﴿4﴾

..... ﴿قرنی عادت﴾ (یعنی جو کام عادت نہ ہو سکے) تکلیف مالا یطاق نہیں، بلکہ خلاف عادت امور انجام دینا بندگانِ خدا کے اختیار میں ہے اور ثابت ہوا کہ ولی کرامت کے ظاہر کرنے میں بے بس و بے اختیار نہیں ہوتا بلکہ کرامت کا ظہور ولی کے اختیار میں ہوتا اسی لیے فرمایا:

”أَنَا أَتَيْنِكَ بِهِ“

ترجمہ: ”میں وہ تخت لاسکتا ہوں۔“

جب کرامت میں ولی اللہ بے بس نہیں تو معجزہ میں نبی بھی بے بس نہیں بلکہ با اختیار ہوتا ہے۔

﴿5﴾

..... ﴿ممداری اسے دینی چاہیے جو زیادہ باصلاحیت ہو یعنی میرٹ کے مطابق ذمہ داری سونپنا سنت پیغمبر ہے۔

﴿6﴾

..... ﴿بوقت ضرورت اپنی صلاحیتوں کو بیان کرنا جائز ہے اس لیے حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی:

”أَنَا أَتَيْنِكَ بِهِ“

ترجمہ: ”میں وہ تخت آپ کے پاس لاسکتا ہوں۔“ لیکن تکبر و غرور کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

﴿7﴾

..... ﴿کتاب اللہ کا علم سب سے بڑی خوبی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی کرامت بیان کرتے ہوئے اس کے صاحب علم ہونے کا ذکر کیا حالانکہ اس ولی اللہ میں اور خوبیاں بھی موجود تھیں۔

﴿8﴾

..... ﴿حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ نے تخت لانے کا حکم ملنے پر وجہ دریافت نہیں کی۔ جس سے پتہ چلا کہ کمالِ ادب یہی ہے کہ انبیاء کرام اور بزرگانِ دین کے حکم کی علت و حکمت دریافت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ فوری تعمیل کرنی چاہیے۔

﴿9﴾

..... ﴿اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات بیان کرنا سنت اللہ ہے۔

﴿10﴾

..... ﴿مادی چیز بھی ہزاروں میل فی سیکنڈ حرکت کر سکتی ہے، اس سے سائنس کا وہ نظریہ باطل ٹھہرا کہ صرف غیر مادی چیزیں مثلاً روشنی، الیکٹران، پروٹان وغیرہ ہی اتنی تیز حرکت کر سکتی ہیں اور مادی اشیاء میں اتنی تیز حرکت ممکن نہیں۔

﴿11﴾

..... ﴿حضرت سلمان علیہ السلام نے اپنے صحابی کی کرامت کے بارے میں فرمایا:

”هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي“

ترجمہ: ”یہ میرے رب کا فضل ہے۔“

جس سے ثابت ہوا کہ ولی کی کرامت درحقیقت پیغمبر کی نبوت کا فیض ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سبب کی بجائے مسبب الاسباب کو ملحوظ رکھتے ہیں وگرنہ بظاہر تو یہ کام حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا تھا۔

﴿12﴾

..... ﴿اس آیت میں ”كَفَرًا“ بمعنی ناشکری کے ہے اس سے ثابت ہوا کہ جہاں تارک نماز وغیرہ کے لیے ”کفر“ کا لفظ حدیثوں میں آیا ہے وہاں کفر مراد نہیں بلکہ ناشکری مراد ہے کیونکہ ترک عمل سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، گنہگار ہوتا ہے۔

﴿13﴾

..... ﴿اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے پر اس کا شکر کرنا چاہیے اور شکر کا ایک طریقہ زبان سے منعم کی نعمت کا اعتراف بھی ہے۔

﴿14﴾

..... ﴿اللہ تعالیٰ ہمارے شکر کا محتاج نہیں۔ اگر بندہ شکر کرے گا تو اس کا اپنا فائدہ ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ“ (۴)

ترجمہ: ”البتہ اگر تم میرا شکر کرو گے تو تمہیں ضرور بالضرور زیادہ عطا کروں گا۔“

﴿15﴾

..... ﴿آزمائش صرف مصائب کی صورت میں نہیں ہوتی بلکہ نعمت کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔

درس حدیث:

اولیاء عظام کے کمالات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْتَطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص میرے کسی ولی (بندہ مقرب) سے عداوت رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ کسی اور میری پسندیدہ چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جتنا کہ فرائض کے ذریعے (میرا قرب پاتا ہے) اور میرا بندہ نفل (زائد) عبادات کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب پاتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت فرماتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ عطا فرماتا ہوں۔“

تشریح:

..... ﴿عَادَى لِي﴾

”عَدُو“ سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے: ظلم کرنا، دور رہنا، دشمنی رکھنا اور لڑائی کرنا۔

..... ﴿وَلِيًّا﴾

”وَلِي“ یا ”وَلَايَةُ“ سے بنا ہے۔ اور اس کا معنی ہے: محبت کرنا، قریب ہونا، حاکم ہونا، تصرف کرنا، مدد کرنا، دوستی کرنا اور کوئی کام ذمہ لینا۔ لہذا ”ولی“ کا لغوی معنی ہے: قریب، محب، حاکم، مددگار، دوست، متولی امر۔

شریعت میں ”ولی“ اسے کہتے ہیں جو مومن اور متقی و پرہیزگار ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب محبت سے نواز دے۔ اور

(۱) صحیح بخاری، باب التواضع، الرقم: ۶۵۰۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، الفصل الاول، الرقم: ۲۲۶۶۔

اس بات پر متکلمین کا اتفاق ہے کہ کافر اور فاسق و فاجر کو اللہ تعالیٰ اپنی ولایت (اپنے قرب محبت) سے نہیں نوازتا۔

..... ﴿ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ ولایت پر فائز ہونے کے اسباب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مرتبہ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ آئینہ دل پر آفتاب رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے اور تجھ پر جمال محمدی (علی صاحبہ علی آلہ جمل الصلوٰات واطیب التسلیمات) قلب و روح کو منور کر دے اور یہ نعمت انہیں بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم کے نائبین یعنی اولیائے امت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔“ (۲)

لفظ ولی کے تمام لغوی معانی مبالغہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندوں میں پائے جاتے ہیں اور اس کے دلائل کتاب و سنت اور سیرت بزرگان دین میں بکثرت موجود ہیں اور اس حدیث بالا میں بھی اس پر مضبوط استدلال موجود ہے۔

..... ﴿ **بِالْحَرْبِ:**

اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے ولی کے دشمن کے خلاف اعلان جنگ ہے یا پھر دشمن ولی کا اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کے خلاف اعلان جنگ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہدایت کی توفیق مرحمت نہ فرمائے یا اسے ایمان پر خاتمہ نصیب نہ فرمائے۔ اور آخرت میں اسے عذاب الیم میں مبتلا کر دے۔

..... ﴿ بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے دو گناہوں پر وعید جنگ فرمائی ہے: ایک سود پر جو سورہ بقرہ آیت 279 میں ہے اور دوسری حدیث بالا میں اللہ کے محبوب بندوں سے عداوت پر بیان کی گئی ہے۔“ (۳)

..... ﴿ حضرت ملا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَحَارَبَةُ اللَّهِ لِلْعَبْدِ تَذُلُّ عَلَى سُوءِ حَاتَمَتِهِ“ (۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ اس کے ایمان کے بُرے خاتمہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔“

..... ﴿ **عَبْدِي:**

قرب محبت پانے والے شخص کو ”عَبْدِي“ (میرا بندہ) فرمانے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں بلند مراتب حاصل کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ جیسا سورہ بنی اسرائیل میں آیت اسراء میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم کے لئے ”عبد“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

..... ﴿ **مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ:**

”فرض“ سے مراد وہ دینی احکام ہیں جنہیں دلیل قطعی کے ذریعے جن و انس پر لازم کر دیا جائے۔ فرض کا انکار کفر ہے، اور

(۲) تفسیر مظہری زیر بحث آیت نمبر ۶۳، سورۃ یونس (۳) مرقاة المفاتیح، باب ذکر اللہ والتقرب، زیر بحث حدیث نمبر ۲۲۶۶، ج ۴، ص ۱۵۳

(۴) مرقاة المفاتیح، باب ذکر اللہ والتقرب، زیر بحث حدیث نمبر ۲۲۶۶، ج ۴، ص ۱۵۳

فرض کو ادا نہ کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔ بعض مقامات پر فرض کا اطلاق نواہی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ نواہی میں بھی کام کو نہ کرنا فرض کر دیا جاتا ہے بلکہ نواہی سے احتراز کرنا، اوامر کی ادائیگی سے زیادہ ضروری ہے۔

﴿وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ:

”نوافل“ سے مراد وہ عبادات ہیں جو فرض و واجب نہیں۔ جیسے نفلی نماز، نفلی روزہ وغیرہ۔

﴿فَإِذَا أَحْبَبْتُهٖ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ الْخ:

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ محبوب کے کان ہاتھ اور پاؤں بن جانے سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ مومن فرض پر پابندی کے بعد نوافل کی کثرت اختیار کرتا ہے اور مجاہدات و ریاضات کے ذریعے وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات اس پر وارد ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اب اس کا سننا، دیکھنا، پڑھنا اور چلنا عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے دوریاں اور فاصلے ختم کر دیے جاتے ہیں اور وہ جہاں چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی کا واقعہ موجود ہے کہ ملکہ یمن بقیس مسلمان ہونے کی غرض سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کے قریب پہنچ چکی تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں کون ہے جو بقیس کا تخت (سیکڑوں میل دور صنعاء یمن سے) اس کے میرے پاس پہنچنے سے پہلے میرے پاس لائے؟ تو قرآن مجید میں ہے:

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِينكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ“ (۵)

ترجمہ: ”اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا: میں آپ کے پاس وہ تخت آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں۔“

یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی تھے، لیکن حضور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کی شان پہلی امتوں کے اولیاء کرام سے کہیں زیادہ ہے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَلَدُ اللَّهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي

وَوَقْتُ قَبْلِ قَلْبِي قَدْ صَفَالُ (۶)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میرے زیر حکومت ہے اور میرا وقت مجھ سے پہلے میرے لئے صاف ہو چکا تھا۔“

نَظَرْتُ إِلَى بَلَدِ اللَّهِ جَنَعًا

كَعَزْدَلَةٍ عَلَى حُكْمِ التَّصَالُ (۷)

ترجمہ: ”میں نے اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات کو بیک وقت ایسے دیکھا جیسے رائی کا دانہ۔“

اس حدیث میں اولیاء کرام کے لیے جن مافوق الاسباب اختیارات کا ذکر ہے وہ اختیارات روحانی ہیں، لہذا اولیاء

وَبَيَّنَ ذَلِكَ سِتًّا وَ أَرْبَعُونَ سَنَةً (۲۰)

ترجمہ: ”میں نے اپنے والد کو ان کی قبر میں دیکھا گویا کہ آپ سو رہے ہیں اور وہ دھاری دار چادر جس میں آپ کو دفن دیا گیا تھا وہ ویسے ہی تھی جیسے دفن کے وقت تھی اور آپ کے پاؤں پر زخم اپنی اسی حالت پہ تھا اور یہ واقعہ غزوہ احد کے 46 سال گزر جانے کے بعد پیش آیا تھا۔“

..... اور اسی طرح کھدائی میں امام مالک اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما روایت فرماتے ہیں:
احد کے شہداء میں سے حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما کی قبریں سیلاب کی وجہ سے کھل گئیں:
”فَوَجَدَا لَمْ يَتَغَيَّرَا كَأَنَّمَا مَاتَا بِأَلْأَمْسِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”تو دونوں صحابی اس طرح دیکھے گئے کہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی (وہ تروتازہ اور شگفتہ و شاداب تھے) گویا کہ وہ کبھی ہی شہید ہوئے۔“
اس موقع پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”لَا يُنْكِرُ بَعْدَ هَذَا مُنْكَرٌ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اب اس کے بعد کوئی بھی انکار کرنے والا (حیات شہد اکا) انکار نہیں کرے گا۔“
..... صحیح بخاری میں ہے: ولید بن عبد الملک کے دور حکومت میں جب حجرہ نبوی کی دوبارہ تعمیر کیلئے کھدائی کی گئی تو کھدائی سے ایک ٹانگ ظاہر ہوئی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے پہچان کر بتایا کہ یہ حضرت عمر فاروق (شہید مسجد نبوی) رضی اللہ عنہ کی ٹانگ ہے۔ (۲۳)

..... بیسویں صدی کا واقعہ ہے کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء رضی اللہ عنہم کی قبروں کے نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کو یہاں سے منتقل کر کے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جب ان شہداء کی قبریں کھولی گئی تو 13 صدیاں گزرنے کے باوجود ان کے اجسام صحیح و سلامت پائے گئے۔ ہزاروں لوگوں نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن مجید کی اس آیت کی صداقت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

الحمد للہ! راقم الحروف نے ان شہداء کی قبروں پر حاضری دی ہے اور قبروں پر یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ رقم ہے۔

..... مفسر قرآن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاةَ الشُّهَدَاءِ مُحَقَّقَةٌ وَإِنَّ الْأَرْضَ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ وَالشَّهَدَاءَ وَالْعُلَمَاءَ وَالْمُؤَدِّينَ الْمُحْتَصِنِينَ وَحَمَلَةُ الْقُرْآنِ (۲۴)

(۲۰) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۹، سورۃ آل عمران - خصائص کبریٰ، باب فائدہ فی حکمت قتال الملائکہ

(۲۱) موطا امام مالک، باب الدفن فی قبر واحد من ضرورة، الرقم: ۱۶۰۴ - مرقاة المفاتیح، باب دفن الميت، ج ۳، ص ۱۲۲۰

(۲۲) خصائص کبریٰ، باب فائدہ فی حکمت قتال الملائکہ - دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جرى بعد انقضاء الحرب - تفسیر مظہری زیر بحث آیت مذکورہ

(۲۳) صحیح بخاری، باب ما جاء فی قبر النبي ﷺ، ج ۲، ص ۱۰۳ (۲۴) تفسیر القرطبی، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۹، سورۃ آل عمران

کرام کو یہ اختیار وفات کے بعد بھی حاصل رہتے ہیں کیونکہ اجماع امت ہے کہ وفات سے روح فنا نہیں ہوتی۔ روح کا وفات کے بعد دنیاوی زندگی کی نسبت زیادہ مضبوط ہونا مضبوط دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَوْلَ عِبَادِهِمُ“ (۸)

ترجمہ: ”پیشک میت دفن کر کے لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

حالانکہ اگر زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیا جائے تو وہ باہر سے لاؤڈ سپیکر کی آواز بھی نہیں سن سکتا، لیکن میت جوتوں کی آواز سنتی ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ ثابت کرنا بھی مقصود ہے اولیائے کرام ظاہری زندگی کی طرح وفات کے بعد بھی دور و نزدیک سے سن سکتے ہیں اور فریاد رسی کر سکتے ہیں۔

..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اودر قبر خود مثل احیاء تصرف مے کند“ (۹)

ترجمہ: آپ (حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ) اپنی قبر میں بھی زندہ لوگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں تمام سلاسل روحانیہ: قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ وغیرہا کے مسلمہ مشائخ کا اہل قبور سے فیض حاصل کرنے اور ان کے روحانی تصرفات پر اجماع ہے۔

..... وَإِنْ سَأَلْنِي لِأَعْطِيَنَّهُ:

اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو ضرور اسے عطا کرتا ہوں۔ اس سے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی دعاؤں کا قبول ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان سے دعا کروانا ہمیشہ سے مسلمانوں

میں مروج ہے۔

..... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

”فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ“ (۱۰)

ترجمہ: ”تم میں سے جس کی بھی ان سے ملاقات ہو تو وہ تمہارے لئے استغفار کریں۔“

..... امام بخاری و مسلم کے اتاذ شیخ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خط پیدا ہوا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضہ نبوی پر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! اسْتَسْقِ لِمَاتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا“

(۸) صحیح بخاری، باب المیت یسمع خلق النعال، الرقم: ۱۳۳۸ (۹) بیعات، باب نسبت اویسیہ، ص: ۱۲۴

(۱۰) صحیح مسلم، باب من فضائل اویس القرنی، الرقم: ۲۵۴۲ - مصنف ابن شیبہ، باب ما ذکر فی اویس القرنی، الرقم: ۳۲۳۴

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہونے والی ہے۔“

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خواب میں فرمایا:

إِنِّتِ عُمَرَا فَاَقْرَأْهُ السَّلَامَ وَآخِیْرُهُ اَنْتُمْ مُسْقُوْنَ (۱۱)

ترجمہ: ”عمر کے پاس جاؤ! انہیں سلام کہو اور بشارت دو کہ تمہیں بارانِ رحمت سے نوازا جا رہا ہے۔“

شراح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ اور ناصر الدین البانی نے اپنی

تصنیف ”التوسل انواعہ واحکامہ“ میں اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ (۱۲)

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نیابت میں آپ کی امت کے اولیائے کرام بھی قبور میں فیض رسانی

فرما رہے ہیں اور اہل قبور سے فیض و برکت حاصل کرنا ہمیشہ سے امت مسلمہ میں مروج ہے بلکہ مخالفین کے مسلمہ اکابرین سے بھی

ثابت ہے۔

﴿..... وَلَیْنِ اسْتَعَاذْنِیْ لَاُعِیْذَنْہُ﴾

اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور بالضرور پناہ دیتا ہوں۔ اس سے مراد نفس اور شیطان کے شر سے یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی طرف سے سختی یا اس کی بارگاہ سے دوری وغیرہ سے پناہ مانگنا مراد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اولیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم گناہوں سے محفوظ ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کو اپنی پناہ میں رکھتے ہوئے گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور کسی حکمت کے تحت ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً رجوع الی اللہ کی توفیق مرحمت فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارک سے دیگر بے شمار فوائد اخذ کئے جاسکتے ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر ترک کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس ٹوٹی پھوٹی تحریر کو اپنے پیارے حبیب اور مسلمانوں کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل قبول و منظور فرمائے۔ اٰمِیْن! بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ!

(۱۱) مستند ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل عمر، الرقم: ۳۲۰۰۲۔ مصنف عبد الرزاق، باب الاستسقاء، الرقم: ۳۹۱۳

(۱۲) فتح الباری، قَوْلُهُ تَابَتْ سُوَالُ النَّاسِ اِلَیْہِمْ اِلَّا تَسْتَسْقَیْ، جلد ۲، صفحہ: ۳۹۵۔ التوسل انواعہ واحکامہ، الفصل الرابع، الشبهة الثالثة، جلد ۱، صفحہ: ۱۱۸

ختم گیارہویں شریف اور اعتراضات کے جوابات

حضرت غوث الاعظم

سلطان الاولیاء، قطب الاقطاب، محی الدین، شیخ الکل، غوث اعظم، سید عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک 471ھ کو بحیرہ اخضر جیل کے علاقے میں پیدا ہوئے اور 11 ربیع الاول 560ھ کو بغداد شریف میں وصال فرما گئے۔
آپ کے والد گرامی امام الاتقیاء حضرت ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ نواسہ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ امۃ الجبار رحمۃ اللہ علیہا سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔
حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی ولی باکرامت ہیں، ماں کی گود میں تھے کہ رمضان المبارک کے دنوں میں ماں کا دودھ نہ پینے جیسی کرامات کا ظہور شروع ہو گیا۔

تعلیم و ریاضت

آپ نے ابتدائی تعلیم جیل کے علاقے میں حاصل کی۔ 17، 18 سال کی عمر میں مرکز علم و عرفان بغداد شریف تشریف لے گئے اور 25 سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہو گئے۔
اس کے بعد مسلسل پچیس سال مزید جنگلات اور غاروں میں مشکل ترین چلوں اور روحانی ریاضتوں میں مشغول رہے اور ہر طرح کے روحانی و باطنی کمالات کی تکمیل فرمائی۔

وعظ و تبلیغ و اصلاح و ارشاد

521ھ کا واقعہ ہے کہ زیارت نبوی اور زیارت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشرف ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بار اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چھ بار لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم فرمایا اور مرکز ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا جبہ عطا فرما کر پہننے کا حکم فرمایا۔ (۱)

چنانچہ اس کے بعد آپ نے درس و تدریس و عظ و نصیحت اور اصلاح و ارشاد کا کام شروع کر دیا،۔ عظیم الشان مدرسہ اور لنگر خانہ قائم کیا، بڑی بڑی مجالس (جن میں ستر ستر ہزار خواص و عوام کا اجتماع ہوتا تھا) قائم کیں، اور سلوک کے طلبہ کیلئے شاندار روحانی تربیت کا سلسلہ شروع کیا، اولیائے کاملین، علمائے ربانین، مفتیان شرع اور قرآء قرآن کی کثیر تعداد تیار کی جس کے نتیجے میں نہ صرف عراق بلکہ دنیا بھر میں آپ کے فیض یافتگان پھیل گئے اور دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور آپ محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

کرامات

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کرامات اولیاء کا ثبوت موجود ہے۔ سیرت نگاروں نے (جن میں بڑے بڑے محدث، فقیہ اور اولیائے کاملین شامل ہیں) نے لکھا ہے کہ پہلی اور پچھلی امتوں میں کسی ”ولی اللہ“ سے اس قدر کرامات کا ظہور نہیں ہوا جس قدر کثرت اور تواتر کے ساتھ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔

..... شیخ ابن تیمیہ (تمام وہابی فرقوں کے مسلمہ پیشوا و امام) نے لکھا ہے:

”كَوَامَاتُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ قَائِمَةٌ بِالنَّوَائِرِ“ (۲)

ترجمہ: ”شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات متواتر روایات سے ثابت ہیں۔“

..... سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی کوئی نشست کرامات سے خالی نہیں ہوتی تھی۔

..... دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”جمال الاولیاء“ میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی

کرامت کہ آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میرے حکم سے کھڑی ہو جا تو مرغی زندہ ہو گئی کا ذکر کیا ہے۔ (۳)
..... آپ خود ”قصیدہ غوثیہ“ میں فرماتے ہیں:

بِلَاذِ اللَّهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي

وَوَفَّقَنِي قَبْلَ قَلْبِي قَدْ صَفَّاهُ

نَظَرْتُ إِلَى بِلَاذِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخَرَدَلَةٍ عَلَى حُكْمِ التَّصَالِ

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میرے زیر فرمان ہے اور میرا وقت مجھ سے پہلے میرے لیے صاف تھا میں نے اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات کو ایک ہی وقت میں رائی کے دانہ کی مثل دیکھا۔“

(۲) جلاء العینین فی محاکمۃ الأحمدين، باب محنة القول بخلق القرآن، ج ۱، ص ۲۲۳۔ تاریخ ابن الوردي، باب نحو خمسة عشر ذراعاً، ج ۲، ص ۴۰

(۳) جمال الاولیاء، باب مطلب دوم، کرامات کی قسمیں، ص ۲۲

تمام سلاسل روحانیہ کے مشائخ آپ سے فیض یاب ہوئے

..... سند المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اخبار الاخیار“ میں فرماتے ہیں ۔

غوثِ اعظم دلیلِ راہِ یقین بہ یقین رہبر اکابر دین

اوست در جملہ اولیاء ممتاز چوں پیغمبر در انبیاء ممتاز (۴)

..... سلسلہ سہروردیہ کے مورث اعلیٰ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان کے چچا شیخ عبدالقادر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ غوثیہ میں پیش کیا اور حضرت غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا، فرماتے ہیں: اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں علوم لدنیہ بھر دیئے اور میں علم و حکمت کی باتیں کہنے لگا اور مجھے فرمایا:

”أَنْتَ أَحْوَرُ الْمَشْهُورِينَ بِالْعِرَاقِ“ (۵)

ترجمہ: ”تم کو آخر میں عراق میں بڑی شہرت حاصل ہوگی۔“

..... اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے مورث اعلیٰ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ غوثیہ میں حاضر ہو کر انواع و اقسام کے فیوض و برکات حاصل کئے اور عراق میں کام کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”أَعْظَيْتُ الْعِرَاقَ لِشَهَابِ الدِّينِ عُمَرَ السَّهْرَوْرْدِيِّ وَأَعْظَيْتُكَ الْهِنْدَ“ (۶)

ترجمہ: ”میں نے عراق شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا ہے، آپ کو میں ہندوستان دیتا ہوں۔“

چنانچہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں لاکھوں غیر مسلموں کو دولتِ اسلام سے سرفراز فرما کر ہندوستان میں اسلام کی زبردست اشاعت فرمائی۔

..... کتبِ معتبرہ میں ہے کہ جب حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کے محلہ حلبہ میں وعظ کرتے ہوئے حالتِ کشف میں فرمایا:

”قَدْ حَيَّيْتُ هَذِهِ عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيٍّ لِلَّهِ“ (۷)

ترجمہ: ”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“

تو خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس وقت خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے) نے اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی زمین سے چھونے لگی اور عرض کی:

”بَلَّ عَلَى رَأْسِي“ (۸)

ترجمہ: ”بلکہ (اے غوثِ اعظم! رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دونوں قدم) میرے سر پر ہیں۔“

(۴) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار باب خاتمہ کتاب، ص ۲۶ (۵) بیحۃ الاسرار، فصول من کلامہ، مرجعہ، ص ۴۰۔ نفعات الانس للجامی، ص ۱۰

(۶) تفریح الخواطر، باب المنقبۃ الحادیۃ عشر، ص ۴۸ (۷) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۱، سورۃ صغی۔ الفتاویٰ الحدیثیۃ لابن حجر الہیتمی، ج ۱، ص ۲۲۵

(۸) تفریح الخواطر، باب المنقبۃ الحادیۃ عشر، ص ۴۶

اسی وقت بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”إِنَّ وَلَدَ غِيَاثِ الدِّينِ سَبَقَ فِي وَضْعِ رَقَبَتِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ وَ أَحْبَابَهُ فِيمَوْضِعِهِ وَحُسْنِ آدِبِهِ صَارَ مَحْبُوبًا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَ سَيُعْطَى زَمَانًا تَصْرَفُ الْهِنْدُ فِي يَدِهِ“ (۹)

ترجمہ: ”غیاث الدین کے بیٹے نے گردن جھکانے میں اولیاء اللہ اور اُن کے احباب سے سبقت کی ہے اور وہ تواضع اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بن گیا ہے اور عنقریب اس کو ہندوستان کی ولایت سے سرفراز کیا جائے گا۔“

..... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ کی شان میں ایک منقبت میں فرماتے ہیں: ے

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت

اقتاب جہاں در پیش درت افتادہ چوں پیش شاہ گدا (۱۰)

..... حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا:

”بَعْدَ وَفَاتِي بِمُرُورِ مِائَةٍ وَسَبْعَةٍ وَخَمْسِينَ عَامًا يُؤَلِّدُ رَجُلٌ قَلَنْدِيٌّ مُحَمَّدِيٌّ الْمَشْرَبِ الْمُسْلِي بَهَاءَ الدِّينِ مُحَمَّدَ النَّقْشَبَنْدِي وَيَقُولُ بِنِعْمَةِ حَاصَّتِي“ (۱۱)

ترجمہ: ”میرے انتقال کے ۱۵۷ سال بعد بخارا میں ایک محمدی المشرب شخص محمد بہاؤ الدین نقشبندی نامی پیدا ہوگا جو ہم سے ایک خاص نعمت پائے گا۔“

..... چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جب میدان سلوک میں قدم رکھا اور حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر ”اسم اعظم“ پکارتے ہوئے سو گئے تو خواب میں زیارت غوثیہ اور فیوض و برکات سے مشرف ہوئے۔ (۱۲)

..... حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمان غوثیہ ”قَدْ حَمَىٰ هَذِهِ عَلَى رَقَبَتِهِ كُلِّ وَلِيٍّ لِلَّهِ“ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے بلا توقف فرمایا:

”عَلَى عَيْنِي وَعَلَى بَصِيرَتِي“ (۱۳)

ترجمہ: ”آپ کا قدم میری آنکھ اور دل پر ہے۔“

..... حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل اشعار آج بھی غوث الاعظم رحمہ اللہ کے مزار شریف پر لکھے ہوئے ہیں:

(۹) تفریح الخواطر، باب المنقبة الحادية عشرة، ص ۴۶ (۱۰) مہر منیر، باب حضرت غوث اعظم و اکابرین امت، ص ۴۴

(۱۱) تفریح الخواطر، باب المنقبة العاشرة، ص ۴۴ (۱۲) تفریح الخواطر، باب المنقبة العاشرة، ص ۴۴

(۱۳) تفریح الخواطر، باب المنقبة العاشرة، ص ۴۶

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
 سرورِ اولادِ آدم شاہ عبدالقادر است
 آفتاب و مہتاب و عرش و کرسی و قلم
 نورِ قلب از نورِ اعظم شاہ عبدالقادر است

..... ﴿سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز پیشوا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ”مکتوبات“ میں فرماتے ہیں:

”حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی قُطبیت کبریٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے مختص کر دیا گیا۔ اب جس کسی کو بھی اس راستے سے فیض و برکات حاصل ہوتی ہیں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔“ نیز فرمایا:

وصولِ فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء بتوسط شریف او مفہوم می شود چہ ایں مرکز غیر اورا میسر نہ شد

ازیں جاست کہ فرمود ے

أَقَلَّتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَبَشَرْنَا
 أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: ”اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول تمام قطبوں اور نجمیوں کو آپ کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکزی مقام آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: اگلوں کے آفتاب ڈوب گئے لیکن ہمارا سورج بلندی کے آفاق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔“ (۱۳)

..... ﴿علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی محمد امداد اللہ مہاجر کی حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہتے ہیں:

خداوند بحق شاہ جیلاں
 محی الدین و غوث و قطبِ دوراں
 بکن خالی مرا از ہر خیالے
 ولیکن آں کہ زو پیدا است حالے (۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام سلاسل روحانیہ کے مشائخ بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ہیں اور پوری دنیا حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و برکت سے مستفید ہے۔

..... ﴿امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ے

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیا سا تیرا
 تجھ سے اور ہر کے اقطاب سے نسبت کیسی قطب خود کون ہے خادم تیرا چیلّا تیرا (۱۶)

ختم گیارہویں شریف

”ختم گیارہویں شریف“ ایک کثیر الفوائد تربیتی نظام ہے جو تلاوت قرآن مجید، نعت خوانی، وعظ و نصیحت، تبلیغ دین، ذکر و فکر و مراقبہ، تزکیہ نفس، خواص و عوام کے لیے لنگر عام، صالحین و علماء سے ملاقات، ایصالِ ثواب، صلوة و سلام اور دعاؤں جیسے امور خیر پر مشتمل ہے۔

..... شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ اس تقریب کو منعقد فرماتے۔

نیز فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تقریب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محفل میلاد کی غرض سے ہوتی تھی۔ (۱۷)

..... بعد ازاں ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۰ھ کو حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ کے سجادہ نشینوں نے ۱۱ تاریخ ختم شریف کا سلسلہ جاری رکھا۔

..... چنانچہ سند الحدیث حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”ملفوظات عزیز“ میں فرماتے ہیں:

”حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابرین جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظم کی مدح میں قصائد و منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، اسکے بعد طعام شیرینی جو تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔“ (۱۸)

..... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ”ما ثبت بالنسب“ میں ختم گیارہویں شریف پر کلام فرمایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ ان کے استاد اور پیر و مرشد امام عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مشائخ عظام بھی گیارہویں تاریخ کو ختم دلاتے تھے۔ نیز لکھا ہے کہ ہمارے ملک (ہندوستان میں) حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور مشائخ عظام میں گیارہویں تاریخ متعارف ہے۔ (۱۹)

شیخ المشائخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا مشاہدہ

..... سند الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”کلمات طیبات“ فرماتے ہیں:

”مکتوبات حضرت مرزا مظہر جان جاناں میں ہے کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چوڑا دیکھا ہے جس میں بہت سے

اولیاء اللہ حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ دوزانو اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغناء ماسوا اللہ اور کیفیات فنا آپ میں جلوہ نما ہیں، پھر یہ سب حضرات کھڑے ہو گئے اور چل دیئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے جارہے ہیں پس امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ کے ساتھ ایک گیم پوش، سر اور پاؤں سے برہنہ، ثولیدہ بال ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت اور عظمت کے ساتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لیا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہ خیر التاہیین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ایک حجرہ شریف ظاہر ہوا جو نہایت ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ یہ تمام باکمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ایک شخص نے کہا:

”امروز عرس حضرت غوث الثقلین است بتقریب عرس تشریف بروند“ (۲۰)

ترجمہ: ”آج حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس (گیارہویں شریف) ہے عرس پاک کی تقریب پر تشریف لے گئے ہیں۔“

ختم گیارہویں کے خلاف اعتراضات

- 1- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَ أَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ یعنی نہیں ہے انسان کیلئے مگر جو اس نے کوشش کی۔ لہذا اس آیت کی رو سے کسی مسلمان کی دعایا کسی مسلمان کے عمل سے دوسرے مسلمان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔
- 2- ختم گیارہویں کی مروجہ صورت عہد نبوی اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہ تھی، لہذا یہ بدعت و گمراہی اور دین میں اضافہ ہے۔
- 3- گیارہویں کی تاریخ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کی۔ لہذا یہ بھی بدعت اور دین میں اضافہ ہے۔
- 4- ختم گیارہویں میں ”یا شایخ عبد القادر جیلانی شہیداً اللہ“ اور ”امداد کن امداد کن“ جیسے کلمات شریک ہیں۔ کیونکہ مردوں سے امداد مانگنا یا کسی کو غائبانہ پکارنا شرک ہے۔
- 5- غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز شرک ہے۔ جب کہ کہا جاتا ہے یہ غوث اعظم کی نیاز ہے۔
- 6- ”وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعَنَ اللّٰهُ“ یعنی اور (حرام کیا اس چیز کو) جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔ لہذا گیارہویں پر غوث اعظم کا نام پکارنے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔
- 7- ”غوث اعظم“ کا معنی ہے سب سے بڑا فریادرس۔ یہ کلمہ شریک ہے کیونکہ سب سے بڑا فریادرس اللہ تعالیٰ ہے۔
- 8- کھانا سامنے رکھ کر اس پر قرآن پڑھنے اور اس پر دعا کرنے کا ثبوت کیا ہے؟

اعتراضات اور ان کے جوابات

..... ﴿ پہلا اعتراض:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَ أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ (۲۱)

ترجمہ: ”اور نہیں ہے انسان کیلئے مگر جو اس نے کوشش کی۔“

لہذا معتزلہ فرقہ اور اس زمانہ میں ان کے پیروکاروں کا اعتراض ہے کہ اس آیت کی رو سے انسان کو صرف اپنی کوشش اور عمل سے فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کی دعاؤں یا ایصالِ ثواب (اپنی نیکی کا دوسروں کو ثواب پہنچانا) سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

..... ﴿ جواب:

اس آیت کا یہ مفہوم لینا غلط ہے کیونکہ اس سے بہت سی آیات اور احادیث کی مخالفت و نفی لازم آتی ہے جیسا کہ

..... ﴿ قرآن مجید میں ہے:

”وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے۔“

..... ﴿ قرآن مجید میں ہے:

”رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ“ (۲۳)

ترجمہ: ”اے میرے رب! میری، میرے والدین اور مومنین کی بخشش فرما جس دن حساب قائم ہو۔“

یہ دعائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے اور نماز میں سب مسلمان یہ دعا کرتے ہیں۔ اس سے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کیلئے دعا کرنا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

..... ﴿ ارشادِ نبوی ہے:

”مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَوْ بَعُونَ رَجُلًا لَا يَشِيرُ كُنْ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَعَهُمْ اللهُ فِيهِ“ (۲۴)

ترجمہ: ”نہیں ہے کوئی مسلمان شخص جس کی نماز جنازہ میں چالیس شخص کھڑے ہو جائیں جو مشرک نہ ہوں مگر اللہ تعالیٰ اس میت کے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔“

..... ﴿ ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَأَنْ يَبْقِيَ الْمَتَّعُوتُ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ أَبِي أَوْ أُمِّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ

ترجمہ: ”شہداء کی زندگی ایک حقیقت ہے اور یقیناً زمین انبیاء، شہداء، علماء اور ثواب کی نیت سے اذان پڑھنے والوں اور قرآن کے حافظوں کے (جسموں) کو نہیں کھاتی۔“

..... ﴿شہداء کی زندگی کے بارے میں مفسر قرآن علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَذَهَبَ كَثِيرٌ مِنَ السَّلَفِ إِلَى أَنَّهَا حَقِيقَةٌ بِالرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ (۲۵)

ترجمہ: ”جمہور سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ شہداء کی زندگی حقیقی ہے (صرف روحانی نہیں) بلکہ روح اور جسم کے ساتھ ہے۔“
..... ﴿اور مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي لِأَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْأَجْسَادِ فَيَذْهَبُونَ مِنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُونَ وَيَنْصُرُونَ أَوْلِيَاءَهُمْ وَيَدْعُرُونَ أَعْدَاءَهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَيَوَةُ لَا تَأْكُلُ الْأَرْضُ أَجْسَادَهُمْ وَلَا أَكْفَانَهُمْ“ (۲۶)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ اُن کی روحوں کو اجسام میں متشکل ہونے کی طاقت عطا فرماتا ہے وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اور اس وجہ سے زمین ان کے جسموں اور کفنوں کو نہیں کھاتی۔“

روح کی حقیقت

..... ﴿مفسر قرآن امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ الْأَرْوَاحَ جَوَاهِرَ قَائِمَةً بِأَنْفُسِهَا..... تَنْفِي بَعْدَ الْمَوْتِ دَارِ كَتَّة“ (۲۷)

ترجمہ: ”روحیں جوہر ہیں جو کسی جسم کی احتیاج کے بغیر خود موجود ہیں..... موت کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اس حال میں کہ بہت زیادہ ادراک کرنے والی ہیں۔“

..... ﴿قرآن مجید میں ہے:

”قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ (۲۸)

ترجمہ: ”اے غیب جاننے والے نبی فرمادو: روح میرے رب کے امر سے ہے۔“ یعنی عالم امر سے ہے۔

یاد رہے کہ عالم امر سے مراد وہ جہان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی مادہ کے بغیر پیدا کیا ہو اور عالم خلق سے مراد وہ جہان ہے جس کو پہلے سے موجود کسی مادہ سے پیدا کیا نیز یاد رہے کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا بلکہ پوری کائنات تک روح کی پہنچ بغیر کسی دقت کے ہوتی ہے اور وفات کے بعد صالحین کی روحیں آزاد ہوتی ہیں جبکہ کفار کی روحیں قید کر دی جاتی ہیں۔

(۲۵) تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت نمبر ۱۵۳، سورۃ بقرہ (۲۶) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۵۳، سورۃ بقرہ

(۲۷) تفسیر بیضاوی، زیر بحث آیت نمبر ۱۵۳، سورۃ بقرہ (۲۸) سورہ بنی اسرائیل: ۸۵

فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَذْجِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجَبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ“ (۲۵)

ترجمہ: ”قبر میں میت ایسے ہے جیسے پانی میں ڈوبنے والا اور اپنی مدد کیلئے فریاد کرنے والا، میت دعا کا انتظار کرتی ہے جو اسے باپ، ماں، دوست اور بھائی کی طرف سے پہنچتی ہے۔ پس جب دعا میت کو پہنچتی ہے تو وہ اس کیلئے دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر والوں پر پہاڑوں کی مثل رحمت داخل فرماتا ہے اور بے شک زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعائے مغفرت ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَّبِعُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالُ الْجَبَالِ مِنَ الْحَسَنَاتِ، فَيَقُولُ: أَتَى هَذَا؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدَيْكَ لَكَ مِنْ بَعْدِكَ“ (۲۶)

ترجمہ: ”قیامت کے دن ایک آدمی کے پیچھے پہاڑوں کی مثل نیکیاں چلیں گی تو وہ کہے گا یہ نیکیاں کہاں سے ہیں؟ تو کہا جائے گا تیرے بعد تیرے لئے تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی وجہ سے۔“

یہ حدیث مبارکہ مختلف الفاظ کے ساتھ سنن ابن ماجہ (۲۷)، مسند احمد (۲۸) اور الادب المفرد للبخاری (۲۹) میں بھی موجود ہے۔

ان احادیث مبارک سے بھی دعا کی افادیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص عاص بن وائل (جو کہ کافر تھا) نے ۱۰۰ غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی، اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے تو اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے باقی پچاس غلاموں کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور کہا میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھتا ہوں تو وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے باپ نے سو غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی میرے بھائی ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس باقی ہیں کیا میں اس کی طرف سے آزاد کروں؟ تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمُ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمُ عَنْهُ أَوْ حَبَسْتُمُ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ“ (۳۰)

ترجمہ: ”بیشک وہ اگر مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو ضرور یہ ثواب اسے پہنچ جاتا۔“

(۲۵) شعب الایمان، فصل فی حفظ حق الوالدین، الرقم: ۴۵۲۴۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ، الفصل الثالث، الرقم: ۲۳۵۵

(۲۶) مجمع الزوائد، باب الاستغفار لاهل الکبائر من المسلمین، الرقم: ۱۴۵۹۶۔ المعجم الاوسط، الرقم: ۱۸۹۳

(۲۷) سنن ابن ماجہ، باب بر الوالدین، الرقم: ۳۶۶۰۔ (۲۸) مسند احمد، الرقم: ۱۰۶۱۰۔ (۲۹) الادب المفرد، باب بر الوالدین بعد موتہما، الرقم: ۳۶

(۳۰) سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی وصیۃ العربی، الرقم: ۲۸۸۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی العتق عن المیت، الرقم: ۱۲۶۳۴

..... ایک حدیث مبارک میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک مینڈھے کی قربانی کی اور فرمایا:

”هَذَا عَتَقِي وَعَمَّنْ لَمْ يُصَحَّحْ مِنْ أُمَّتِي“ (۳۱)

ترجمہ: ”یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے جس نے قربانی نہیں دی۔“

..... ایک اور حدیث مبارک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم مردوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقات اور حج کرتے ہیں کیا یہ چیزیں مردوں کو پہنچتی ہیں تو فرمایا:

”إِنَّهُ لَيَصِلُ إِلَيْهِمْ وَإِنَّهُمْ لَيَفْرَحُونَ بِهِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ إِذَا أُهْدِيَ إِلَيْهِ“ (۳۲)

ترجمہ: ”بیشک یہ انہیں پہنچتی ہیں اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔“

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے میت کو ثواب پہنچنے کے بارے میں اہل فیصلہ فرمادیا۔ نیز فرمایا کہ قبر والے دعاؤں، صدقات اور حج کا ثواب پہنچانے سے خوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہلسنت ختم گیارہویں اور دیگر ختموں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ لہذا اس حدیث نبوی کے مطابق ختم دلانے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندے ختم دلانے والوں پر خوش ہو جاتے ہیں۔

..... ایک روایت میں ہے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كَانَتْ الْأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اخْتَلَفُوا إِلَى قَبْرِهِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ“ (۳۳)

ترجمہ: ”انصار مدینہ جب ان کا کوئی وفات پاتا تو وہ اس کی قبر پر آتے جاتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔“

..... اور مفسر قرآن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قَالَ الْحَافِظُ شَمْسُ الدِّينِ ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ مَا زَالَ الْوَا فِي كُلِّ مَضَرٍ يَجْتَمِعُونَ وَيَقْرَءُونَ لِمَوْتَاهُمْ

مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ فَكَانَ ذَلِكَ إِجْمَاعًا“ (۳۴)

ترجمہ: ”حافظ شمس الدین بن عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ سے اکٹھے ہو کر اپنے مردوں کے لیے

قرآن خوانی کرتے ہیں اور کبھی کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، تو یہ اجماع امت ہوا۔“

مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب (اپنی نیکی کا دوسروں کو ثواب پہنچانا) اس پر بے شمار دلائل ہیں اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا ہے اور یقیناً حق کے متلاشی کے لئے یہ دلائل ناکافی نہیں ہیں۔

اسی طرح ورثاء کا میت کی طرف سے حج بدل کرنا یا اس کے قرضے اُتارنا اس جیسی اور بہت سی صورتیں ہیں کہ ایک مسلمان

(۳۱) سنن ابی داؤد، باب فی الشاة یضحی بها عن جماعۃ، الرقم: ۲۸۱۰ (۳۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الوضوء من غیر حدث، ج ۳، ص ۱۱۹

(۳۳) مرقاة المفاتیح، باب دفن المیت، زیر بحث حدیث نمبر ۱۴۱۶، ج ۳، ص ۱۲۲۸ (۳۴) تفسیر مظہری زیر بحث آیت نمبر ۳۹، سورۃ نجم، ج ۹، ص ۱۲۹

کے عمل سے مسلمان اموات کو فائدہ پہنچتا ہے۔

..... لہذا صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:
 ”هَذَا مَذْمُوحُ الْحُكْمِ فِي هَذِهِ الشَّرِيعَةِ يَقُولُهُ: أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“ (۳۵)

ترجمہ: یہ حکم ہماری شریعت میں اس آیت ”أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“ سے منسوخ ہو گیا۔

..... اور شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”إِنَّ الْمُرَادَ بِالْإِنْسَانِ هُنَا الْكَافِرُ“ (۳۶)

ترجمہ: ”اس آیت میں ”انسان“ سے مراد کافر ہے۔“

اسی طرح آیات کا ظاہری تعارض ختم کرنے کیلئے مفسرین نے اور تاویلیں بھی کی ہیں۔

..... دوسرا اعتراض:

ختم گیارہویں کی مروجہ صورت عہد نبوی وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ تھی لہذا یہ بدعت و گمراہی اور دین میں اضافہ ہے۔

..... الزامی جواب:

کتنے ہی دینی کام ہیں جن کی مروجہ صورت عہد نبوی وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں موجود نہیں تھی مخالفین ان کو بدعت و گمراہی اور دین میں اضافہ قرار کیوں نہیں دیتے مثلاً قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے، قرآن مجید کے حاشیے اور تفاسیر کی کتب، بخاری و مسلم سمیت حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کی موجودہ ترتیب و صورت، مدارس دینیہ میں مروج مختلف نصاب اور تمام دینی کتابیں، تبلیغ دین کے مروجہ جدید طریقے اور جلع و کافرنس، مساجد کے نئے نئے نقشے و ڈیزائن جو کہ عہد نبوی وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے قطعاً مختلف ہیں، مخالفین کے مدرسوں میں ختم بخاری، جہاد کے جدید ہتھیار، مسجدوں کے مینار، نماز باجماعت کے مقررہ اوقات وغیرہ۔

اگر یہ سب کام عہد نبوی وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اپنی موجودہ صورت کے ساتھ موجود نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے جائز اور دینی کام ہیں کہ ان کے اندر دینی فائدہ ہے تو ختم گیارہویں اور ذکر میلاد کے اندر بھی دینی فائدہ ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مخالفین ان کاموں کو بدعت قرار دینے میں بہت خیانت سے کام لیتے ہیں۔ ورنہ یہ کام بدعت سیئہ کے زمرے میں نہیں آتے ہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میلاد میں شانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان کی جاتی ہے اور ختم گیارہویں شریف میں شانِ اولیاء بیان کی جاتی ہے اور مخالفین کے دل شانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور شانِ اولیاء کے بغض و عناد سے بھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے !!!

تحقیقی جواب:

بدعت کا معنی ایجاد ہے اور شارح مشکوٰۃ محدث ملا علی قاری کی رحمتیہ فرماتے ہیں:

”قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا أُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ أَوْ السُّنَّةَ أَوْ الْأَثَرِ أَجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ وَمَا أُحْدِثَ مِنَ الْعُخَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُومٍ“ (۳۷)

ترجمہ: ”امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو نئی چیز پیدا کی جائے جو کہ کتاب اللہ، سنت رسول یا آثار صحابہ یا اجماع امت کے مخالف ہو تو وہ گمراہی ہے اور جو اچھی نئی چیز پیدا کی جائے جو ان (دلائل شریعہ) میں سے کسی ایک کے مخالف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔“ ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (۳۸)

ترجمہ: ”جو ہمارے اس دین میں ایسی چیز پیدا کرے جو اس دین میں سے نہ ہو (یعنی دین میں اس پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ وہ نئی چیز دین کی مخالف یا دین کو بدل دینے والی ہو) تو وہ مردود ہے۔“

اس حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں ہر نئی چیز کو مردود قرار نہیں دیا۔ (اگر آپ ایسا فرمادیتے تو آج مساجد و مدارس اور دین کی تعلیم و تبلیغ کا سارا نظام بدعتِ سیئہ و مردود قرار پاتا) بلکہ ایسی نئی چیزوں کو مردود قرار دیا جن پر شرع شریف میں کوئی دلیل نہیں لہذا اس حدیث کی بنیاد پر محدثین اور فقہانے بدعت (دین میں نئی بات) کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

1۔ بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت)

2۔ بدعتِ سیئہ (بری بدعت)

قادیانیوں کا یہ عقیدہ کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ نہیں ہیں اور نزولِ مسیح سے مراد یہ ہے کہ اس امت میں ایک شخص مثل عیسیٰ پیدا ہوگا اور وہ مرزا قادیانی ہے“ یہ عقیدہ دین میں نئی چیز ہے اور اس کی کوئی دلیل شرع میں نہیں ہے بلکہ شرع کے مخالف ہے لہذا یہ عقیدہ بدعتِ سیئہ ہے۔ اسی طرح مخالفین اہل سنت کا عقیدہ کہ ”نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا گائے گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے کہیں برا ہے۔“ اور اس قسم کے دیگر گستاخانہ عقائد بدعتِ سیئہ ہیں۔ جبکہ قرآن کے ترجمے، دینی کتابیں، تعلیم اور تبلیغ کے جدید طریقے، میلاد اور ختم گیارہویں شریف کے روح پروردینی کاموں جیسے نئے نئے طریقے بدعتِ حسنہ ہیں۔

بدعتِ حسنہ کے جواز و استحباب کا واضح اشارہ اس حدیث میں بھی ہے:

”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“ (۳۹)

(۳۷) برقاۃ المفاتیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۳۱ (۳۸) صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلة، الرقم: ۱۶۱۸ - سنن ابن ماجہ، الرقم: ۱۴

(۳۹) صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، الرقم: ۱۰۱۴ - جامع ترمذی، باب ما جاء فیمن دعا الی ہدی فاتبع، الرقم: ۲۶۴۵

ترجمہ: ”جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اس کیلئے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی۔“
 بلکہ فقہائے اسلام نے فرمایا: بعض ”بدعاتِ حسنہ“ واجب کا درجہ رکھتی ہیں جیسا کہ فہم قرآن کیلئے علم نحو پڑھنا۔ (۴۰)
 نیز حدیث پاک ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ کے متعلق محدثین اور شارحین حدیث کا اجماع ہے کہ اس سے بدعتِ سیئہ مراد ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْمُحَدَّثَاتُ الْبَاطِلَةُ وَالْبِدْعُ الْمَذْمُومَةُ“ (۴۱)
 ترجمہ: ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ بیشک اس سے مراد محدثاتِ باطلہ اور بری بدعت مراد ہے۔

تیسرا اعتراض:

یہ ہے کہ ختم گیارہویں کی تاریخ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کی لہذا یہ بھی بدعت اور دین میں اضافہ ہے۔

الزامی جواب:

یہ ہے کہ مخالفین بھی کافر نسوں، تبلیغی اجتماعات، تعلیم و تعلم، نکاح شادی اور کئی اور خالص دینی کاموں کیلئے تاریخ اور وقت مقرر کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے کاموں کیلئے کوئی نظام الاوقات مقرر نہیں ہوتا۔ تو وہ اسے بدعت اور دین میں اضافہ قرار کیوں نہیں دیتے؟ تو جس طرح بے شمار دیگر کاموں میں وقت اور تاریخ مقرر کرنا جائز ہے اسی طرح گیارہویں شریف اور دیگر ختموں میں بھی جائز ہے!!!

تحقیقی جواب:

یہ ہے کہ اگر شرع شریف نے کسی کام (مثلاً روزہ رمضان، حج میں وقوف عرفات) کی تاریخ یا وقت مقرر کر دیا ہے تو اس شرعی تاریخ یا وقت کو تبدیل کرنا بدعت اور دین میں تبدیلی ہے اور اگر شرع شریف نے ایک کام کا وقت مقرر نہیں کیا جیسے قرآن خوانی، تعلیم و تعلم، نفلی عبادات، نکاح، ذکر میلاد، ایصالِ ثواب، دعا، ادائیگی زکوٰۃ اور دیگر بے شمار دینی کام میں بندوں کیلئے ایسے دینی کاموں کیلئے وقت، تاریخ مقرر کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے:

”كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ“ (۴۲)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرماتے تھے۔“
 چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا تو گویا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہو گیا کہ اچھے کاموں کیلئے تاریخ مقرر کرنا شرعاً جائز ہے۔

(۴۰) سقاة المفاتیح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، زیر بحث حدیث نمبر: ۱۴۱

(۴۱) شرح النووی علی مسلم، باب البحث علی الصدقة ولویبق تمرة، ج ۴، ص ۱۰۲ (۴۲) صحیح بخاری، باب من جعل لاهل العلم ایاماً، الرقم: ۴۰

چوتھا اعتراض:

یہ ہے کہ ختم گیارہویں میں ”یا شَيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيلًا فِي شَيْئًا يَلَهُ“ اور ”امداد کن امداد کن“ جیسے کلمات شریک ہیں۔ کیوں کہ مردوں سے امداد مانگنا یا کسی کو غائبانہ پکارنا شرک ہے۔

جواب:

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو دُور و نزدیک سے سنے، دیکھنے اور تصرف کرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِينِكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَنزِلَكَ إِلَيْكَ طَرَفُكَ“ (۴۳)

ترجمہ: ”ایک شخص (آصف بن برخیا) جس کے پاس کتاب کا علم تھا، نے کہا میں وہ تخت (یعنی بلقیس کا تخت صنعاء یمن سے ملک شام میں) آپ کے پاس آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں۔“

بخاری شریف میں ہے:

”مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ النَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحَبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ“ (۴۴)

ترجمہ: ”میرا بندہ نفل عبادات کے ذریعے قرب کے مدارج طے کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو میں اسے اپنی پناہ عطا فرماتا ہوں۔“

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نہادند کے علاقے میں لڑ رہا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خطبہ جمعۃ المبارک کے دوران فرمایا:

”يَا سَارِيَّةُ الْعَجَبُ“ (۴۵)

ترجمہ: ”اے ساریہ! پہاڑ (یعنی پہاڑ کی پناہ لے لو)۔“

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز نہادند میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے سنی۔

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ایسی روحانی طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ دُور و نزدیک سے دیکھ سکتے ہیں، سن سکتے ہیں، تصرف کر سکتے ہیں، یقیناً حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جو کہ امتِ مصطفیٰ کے مرکزی ولی اور غوثِ اعظم ہیں

(۴۳) سورۃ نمل: ۴۰ (۴۴) صحیح بخاری، باب التواضع، الرقم: ۶۵۰۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، الفصل الاول، الرقم: ۲۲۶۶

(۴۵) کنز العمال، باب فضائل عمر الفاروق، الرقم: ۳۵۴۸۸۔ المقاصد الحسنیہ، الرقم: ۱۳۳۳

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار کرامات سے نوازا اور اعلیٰ روحانی طاقت عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَتَبْتُ دَلِيلًا عَلَى حُكْمِ التَّصَالِ (۴۶)

ترجمہ: ”میں نے اللہ کی ساری کائنات کو بیک وقت ایسے دیکھا جیسے رائی کا دانہ۔“

..... نیز یاد رہے کہ موت کے بعد سننے، دیکھنے کی طاقت دنیا کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ“ (۴۷)

ترجمہ: ”بے شک میت (دفن کر کے جانے والوں کے) جوتوں کی آواز سنتی ہے۔“

ظاہر ہے کہ ایک زندہ آدمی کے اوپر اتنی مٹی ڈال دی جائے تو وہ نہ باہر سے دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے۔ اسی طرح اہل قبور کا سلام کی آواز سننا اور جواب دینا بھی احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جو مقام محبوبیت اور جو روحانی تصرفات کی طاقت دنیا میں عطا فرماتا ہے موت کے بعد اسے واپس نہیں لیتا بلکہ اس میں اور اضافہ فرماتا ہے۔

..... مخالفین کی مسلمہ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”أود قبر خود مثل احویا تصرف مے کند“ (۴۸)

ترجمہ: آپ (حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ) اپنی قبر میں بھی زندہ لوگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

لہذا چاروں سلسلوں کے اولیائے کرام سے ”یا شیخ عبد القادر جیلانی شہیداً للہ“ کا وظیفہ ثابت ہے اور دیوبندیوں کا حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

”یا شیخ عبد القادر جیلانی شہیداً للہ“ پڑھنے کی صحیح العقیدہ سلیم الفہم کیلئے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ (۴۹)

..... **پانچواں اعتراض:**

غیر اللہ کی نذر و نیاز شرک ہے جب کہ کہا جاتا ہے یہ غوث اعظم کی نیاز ہے۔

..... **جواب:**

شرع شریف میں نذریہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مقصودی عبادت کو جو اس پر فرض نہ ہو اپنے آپ پر لازم کرے۔ اس معنی میں نذر کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے لیکن عرف عام میں نذر کا معنی تحفہ اور ہدیہ ہوتا ہے جیسے شعراء کہتے ہیں: ”یہ منقبت یا یہ شعر فلاں شخصیت کو نذر کیا جاتا ہے۔“ تو کبھی کسی نے اسے شرک قرار نہیں دیا اسی طرح جب نذر و نیاز کا لفظ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی طرف منسوب ہوتا ہے تو عرف عام میں اس سے مراد عبادت کے ثواب کا وہ تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے جو بزرگوں کی ارواح کو

(۴۶) تصیدہ غوثیہ، شعر نمبر ۲۳ (۴۷) صحیح بخاری، باب المیت یسمع خلق النعال، الرقم: ۱۳۳۸ (۴۸) بمعات، باب نسبت او یسیدہ، ص: ۱۲۴ (۴۹) امداد الفتاوی، ج ۱، ص ۹۴، مطبوعہ معجباتی۔

پہنچایا جاتا ہے۔ اور پہلے سوال کے جواب میں ہم دلائل شرعیہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ مسلمان اپنی ہر قسم کی عبادات (بدنی، مالی اور مرکب) کا ثواب کسی دوسرے مسلمان کو پہنچا سکتا ہے۔ چنانچہ مخالفین کے مسلمہ بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لیکن حقیقت این نذر آنست کہ ابداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریت مسنون و از روئے حدیث صحیحہ است مثل ماوردی فی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہ الخ“ (۵۰)

ترجمہ: ”لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے یا مال خرچ کرنے کا ثواب کسی میت کی روح کو بدیہ کر دینا جو کہ مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے بارے میں حدیث کی دو صحیح کتابوں میں روایت وارد ہوئی ہے۔“

چھٹا اعتراض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَمَا أَهْلًا بِهِ لَعَبِئَرِ اللَّهِ“ (۵۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس چیز کو جس پر اللہ تعالیٰ کے غیر کا نام پکارا جائے۔ لہذا ”گیارہویں غوثِ اعظم“ حرام ہے کیوں کہ اس پر غیر خدا شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام پکارا جاتا ہے۔

الزامی جواب:

اگر کسی چیز پر غیر خدا کا نام پکارنے سے وہ شے حرام ہو جاتی ہے تو تمام مسجدیں اور مدرسے (جیسے فیصل مسجد، مسجد اہل حدیث، جامعہ اشرفیہ وغیرہ) کو بھی حرام ہو جانا چاہئے اور اسی طرح عورتوں پر مردوں کا نام بولا جاتا ہے کہ یہ عورت فلاں کی بیوی ہے اسی طرح گھروں، زمینوں، پلاٹوں، گاڑیوں حتیٰ کہ قربانی و عقیقہ کے جانوروں پر غیر خدا کا نام بولا جاتا ہے لہذا ان تمام اشیاء کو حرام ہو جانا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا ایصالِ ثواب کی چیزوں پر حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگانِ دین کا نام پکارنا بھی جائز ہے۔

تحقیقی جواب:

ایصالِ ثواب کی چیزوں پر بزرگوں کا نام پکارنا سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَتَى الصَّدَقَةَ أَفْضَلَ؟ قَالَ: الْمَاءُ، قَالَ: فَحَفَرْتُهَا وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ“ (۵۲)

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِشَک اُم سعد فوت ہو گئی ہیں کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا: پانی۔ تو انہوں نے ایک کنواں کھودا اور کہا: ”یہ سعد کی ماں کا ہے۔“

یہ کنواں اللہ تعالیٰ کے نام کا صدقہ تھا تو صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اپنی ماں کی طرف

منسوب کیا بلکہ اس کنویں کا نام ”برام سعد“ پڑ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شخصیت نے اسے ناجائز قرار نہیں دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ صدقہ و عبادت کی چیزوں پر مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا نام پکارنا جائز ہے۔ معترض نے ”وَمَا أَهْلَ بِهِ لِيَغْيِرَ اللَّهُ“ کا جو ترجمہ کیا ہے یہ ترجمہ وہابی علماء کا خود ساختہ اور غلط ترجمہ ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو جمہور مفسرین نے کیا ہے چنانچہ

..... ﴿امام المفسرین صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا:

”أَمَى مَا ذُبِیحَ لِيَغْيِرَ اللَّهُ عَمَدًا إِلَّا ضَنَاوِرَ“ (۵۳)

ترجمہ: ”یعنی وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے غیر کا نام لے کر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔“

..... ﴿اور وہابیوں کی مسلمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

”وانچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا“

ترجمہ: ”اور وہ جانور حرام ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا جائے۔“ (۵۴)

..... ﴿اور اسی آیت کے تحت امام احمد بن علی ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الذَّبِيحَةُ إِذَا أَهْلٌ بِهَا لِيَغْيِرَ اللَّهُ عِنْدَ الذَّبْحِ“ (۱۲۹)

ترجمہ: ”مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس (آیت) سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا جائے۔“

الحمد للہ روئے زمین کے مسلمان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام (بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ) کے ساتھ ذبح کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نبی یا ولی کے نام پر جانور کو ذبح نہیں کیا۔

..... ﴿ساتواں سوال:

”غوثِ اعظم“ کا معنی ہے سب سے بڑا فریادرس۔ یہ کلمہ شریک ہے کیوں کہ سب سے بڑا فریادرس اللہ تعالیٰ ہے۔

..... ﴿الزامی جواب:

یہ ہے کہ ”قائدِ اعظم“ کا معنی ہے سب سے بڑا رہنما، ”وزیرِ اعظم“ کا معنی ہے سب سے بڑا مددگار یا سب سے بڑا ذمہ دار، ”فاروقِ اعظم“ کا معنی ہے سب سے بڑا حق و باطل میں فرق کرنے والا اور ”صدیقِ اکبر“ کا معنی ہے سب سے بڑا سچا۔ لغوی معنی کے اعتبار سے ان سب کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہئے لیکن عرف میں ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کرتے بلکہ ”قائدِ اعظم“ بانی پاکستان محمد علی جناح کو کہا جاتا ہے۔ ”وزیرِ اعظم“ کسی ملک کے انتظامی سربراہ کو کہا جاتا ہے۔ ”فاروقِ اعظم“ صحابی رسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا ہے اور ”صدیقِ اکبر“ صحابی رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا ہے۔ تو جس طرح یہ الفاظ مخصوص معنی کے اعتبار سے بندوں کیلئے جائز ہیں اور آج تک کبھی کسی نے ان کو شریک قرار نہیں دیا اسی طرح ”غوثِ اعظم“ کا مخصوص معنی کے اعتبار

(۵۳) تنویر المصاب من تفسیر ابن عباس، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۳، سورۃ بقرہ (۵۳) ترجمہ فتح الرحمن، سورۃ بقرہ ۱۶۳

(۵۵) احکام القرآن للجصاص، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۳، سورۃ بقرہ

سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر اطلاق جائز ہے۔

تحقیقی جواب:

”غوث“ کا معنی ہے: فریادرس یا مددگار یا فریاد کرنے والا۔ حقیقی فریادرس اور مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کے بند بھی فریادرس اور مددگار ہیں۔ چنانچہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا“ (۵۶)

ترجمہ: ”تمہارا مددگار اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ جو ایمان ہوئے۔“

اس آیت مبارک میں ایمان والوں کو بھی مددگار قرار دیا گیا ہے۔ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اصطلاح میں ”غوث“ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ایک مرتبہ کا نام ہے اور غوث اس ولی اللہ کو کہا جاتا ہے جو اپنے زمانے میں ولایت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اس سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہوں۔

..... بخاری شریف میں ہے:

”وَأَنَّ سَأَلِيَّ لَأَعْطِيَنَّهُ“ (۵۷)

ترجمہ: ”اگر وہ (ولی اللہ) مجھ سے مانگے تو ضرور میں اسے عطا کرتا ہے۔“

اس حدیث کے مطابق ”ولی اللہ“ کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مانگنے والا اور فریاد کرنے والا ہوتا ہے اور اس کا رب اسے اپنے خزانوں میں سے عطا کرنے والا ہوتا ہے اور آیت بالا سے ثابت ہے کہ بندگانِ خدا مدد کرنے والے ہوتے ہیں۔ لہذا غوث کے دونوں معنی فریاد کرنے والا اور فریادرس اور امداد کرنے والا ”ولی اللہ“ کے اندر شرعاً ثابت ہوئے۔

صوفیائے اسلام رحمۃ اللہ علیہم نے قطب الاقطاب حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس امت کے اولیاء کا ”سلطان“ اور ”غوثِ اعظم“ قرار دیا ہے۔ چنانچہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا غوثِ معظم نورِ ہدیٰ مختارِ نبی مختارِ خدا

سلطانِ دو عالم قطبِ علی حیرانِ زجلالت ارض و سما (۵۸)

لہذا واضح ہو گیا کہ ”غوثِ اعظم“ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ایک مرتبہ کا نام ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (أَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ) اللہ تعالیٰ سے بھی بڑے مددگار ہیں۔ توجس طرح ”صدیق اکبر“ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امتِ مسلمہ میں سب سے بڑا سچا مراد ہے، ”فاروقِ اعظم“ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امتِ مسلمہ میں سب سے بڑا حق و باطل میں فرق کرنے والا مراد ہے، جس طرح ”قائدِ اعظم“ سے تحریک پاکستان کے رہنماؤں میں سے بڑا رہنما مراد ہے، اسی طرح ”غوثِ اعظم“ سے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی جماعت میں سے سب سے بڑا فریاد کرنے والا اور فریادری کرنے والا ”ولی اللہ“ مراد ہے۔

قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی

..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حَبِیوۃُ الْأَنْبِیَاءِ أَقْوٰی مِنْهُمْ حَتّٰی لَا یَجُوزُ النِّكَاحُ بِأَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ بَعْدَ وَفَاتِہِ بِخِلَافِ الشَّہِیْدِ“ (۲۹)

ترجمہ: ”قبور میں انبیاء کرام کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی قوی ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کی ازواج سے نکاح جائز نہیں جبکہ شہید کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔“

..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا: میں کشمیریہ احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا:

”وَهُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّی فِی قَبْرِہٖ“ (۳۰)

ترجمہ: ”وہ اپنی قبر میں کھڑے تھے اور صلوٰۃ (یعنی نماز یا درود شریف) پڑھ رہے تھے۔“

..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

”حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ عَنِّیْ وَأُحَدِّثُ لَکُمْ وَوَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُغْرَضُ عَلَیْ أَعْمَالِکُمْ فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمَدْتُ اللہَ عَلَیْہِ وَمَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللہَ لَکُمْ“ (۴)

ترجمہ: ”میری ظاہری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے (رہنمائی کیلئے) گفتگو کرتے ہو اور میں تم سے گفتگو کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، میں اچھے اعمال پر اللہ کی حمد بیان کروں گا اور برے اعمال پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔“

..... امام علی بن ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی توثیق فرمائی ہے۔ (۵)

شہید فقہی:

شہید کی ایک قسم شہید فقہی ہے۔ اس شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اور نہ ہی کفن پہنایا جاتا ہے بلکہ خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے، صرف فالتو کپڑے اُتارے جاتے ہیں۔ شہید فقہی وہ ہے جو مسلمان، عاقل، بالغ، طاہر ہو پھر ظلماً آلہ جرحہ سے مارا جائے۔ یا میدان جنگ میں مقتول پایا جائے اور زخمی ہونے کے بعد کوئی فائدہ (مثلاً وصیت، نماز، علاج وغیرہ) نہ اٹھا سکے۔

شہید حقیقی و حکمی

جو مسلمان بھی اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے وہ حقیقی شہید ہے۔ چاہے فقہی ہو یا غیر فقہی۔ لیکن حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ نے اپنی امت پر یہ احسان کیا ہے کہ شہادت حقیقی کے بغیر بھی بہت سے حضرات کو شہید قرار دیا ہے یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے کے بغیر آخرت میں درجہ شہادت ملے گا۔

(۲۹) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۱۶۹، سورۃ آل عمران (۳۰) صحیح مسلم، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، الرقم: ۲۳۴۵

(۳۱) مجمع الزوائد، باب ما یحصل لامتہ، الرقم: ۱۳۲۵۰ - مسند البزار، الرقم: ۱۹۲۵ (۳۲) مجمع الزوائد، باب ما یحصل لامتہ، الرقم: ۱۳۲۵۰

آٹھواں اعتراض:

کھانا سامنے رکھ کر اس پر قرآن مجید پڑھنے اور اس پر دعا کرنے کا ثبوت کیا ہے؟

جواب:

کھانے پر قرآن مجید کی تلاوت اور دعا کرنے کی شرع شریف میں کہیں ممانعت نہیں آئی البتہ قرآن مجید کی جب بھی تلاوت کی جائے یا دعا کی جائے تو اس پر ثواب کا وعدہ احادیث مبارکہ میں موجود ہے بلکہ کھانے پر کلام پڑھنے کی اور دعا کرنے کی دلیل خاص بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ

..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک طشت میں حلوہ بھیجا تو مجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: فلاں فلاں کو اور جو بھی تمہیں ملے بلا کر لاؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 300 آدمی جمع ہو گئے۔ فرماتے ہیں:

”فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللَّهُ“ (۵۹)
ترجمہ: ”میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس حلوہ پر رکھا اور جو اللہ نے چاہا کلام پڑھا“
اور دس دس افراد کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر حلوہ کھایا لیکن اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ تبوک کے سفر میں کھانے کی اشیاء ختم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو سخت بھوک نے ستایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پکی کچی اشیاء طعام کے ڈھیر پر دعائے برکت فرمائی۔ حدیث پاک میں ہے:

”فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ: حُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ“ (۶۰)
ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کھانے پر دعائے برکت فرمائی اور فرمایا: اسے اپنے برتنوں میں محفوظ کرلو۔“

چنانچہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور تمام برتن بھی بھر لیے لیکن اشیاء طعام ختم نہیں ہوئیں !!!

درس حدیث:

سات مہلک گناہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّدَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَאَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالْعَوْلَى يَوْمَ الرِّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کردینے والے کاموں سے بچو! (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، جان کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے روز پیٹھ پھیر جانا، اور پاکدامن ایماندار کو بے خبر عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔“

کبیرہ گناہ کی تعریف:

مفسر قرآن علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ الْكَبِيرَةَ كُلَّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَيْهِ حَدًّا أَوْ صَرَّحَ بِالْوَعِيدِ فِيهِ“ (۲)

ترجمہ: ”کبیرہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جس پر شریعت نے کوئی حد مقرر کی ہو یا عذاب کی دھمکی دی ہو۔“

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کبیرہ گناہ کی یہی تعریف

مروی ہے (۳)

کبیرہ گناہوں کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں مذکور سات کام گناہ کبیرہ ہیں۔ (۴)

شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے تو میں نے یہ سترہ کام گناہ کبیرہ پائے:

(۱) صحیح بخاری، باب رمی المحصنات، الرقم: ۶۸۵۴ - صحیح مسلم، باب بیان الكبائر، الرقم: ۸۹ - سنن ابی داؤد، الرقم: ۲۸۴۴

(۲) تفسیر بیضاوی، زیر بحث آیت نمبر ۴۱، سورۃ نساء (۳) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۴۱، سورۃ نساء - شعب الایمان، فصل فی بیان الكبائر الذنوب، الرقم: ۲۸۶

(۴) مرقاة المفاتیح، باب الكبائر وعلامات النفاق، زیر بحث حدیث نمبر ۵۲، ج ۱، ص ۱۲۳

- 1۔ شرک۔ 2۔ گناہ کا پختہ ارادہ۔ 3۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جانا۔ 4۔ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔ 5۔ جھوٹی گواہی۔ 6۔ پاکدامن پر زنا کا الزام۔ 7۔ جھوٹی قسم اٹھانا۔ 8۔ جادو۔ 9۔ شراب نوشی۔ 10۔ یتیم کا مال کھانا۔ 11۔ سود کھانا۔ 12۔ زنا۔ 13۔ لواطت۔ 14۔ بغیر حق کے قتل کرنا۔ 15۔ چوری۔ 16۔ کفار سے لڑائی کے روز بھاگنا۔ 17۔ والدین کی نافرمانی۔ (۵)

..... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کبیرہ گناہوں کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔ (۶)

حدیث بالا کی تشریح:

حدیث بالا میں مذکور سات مہلکات (ہلاک کر دینے والے گناہوں) کی مختصر وضاحت:

الشِّرْکُ بِاللّٰهِ (اللہ کے ساتھ شرک کرنا):

..... لفظ شرک کا لغوی معنی ”حصہ داری“ ہے، اور حصہ دار کو شریک کہتے ہیں۔

..... شرع شریف میں شرک تو حید کی ضد ہے اور تو حید کا شرعی معنی ہے:

”اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات اور عبادت کے مستحق ہونے میں یکتا ماننا۔“

..... اور شرک کا معنی شرعی ہے: ”کسی کو اللہ کی ذات یا صفات میں یا عبادت کے حقدار ہونے میں حصہ دار بنانا۔“

..... یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی آٹھ ہیں:

- 1۔ زندہ یعنی موجود ہونا۔ 2۔ علم۔ 3۔ سننا۔ 4۔ دیکھنا۔ 5۔ کلام (یعنی کلام نفسی جس کا ارادہ سے تعلق ہوتا ہے)۔

- 6۔ ارادہ۔ 7۔ قدرت۔ 8۔ تکوین (یعنی عدم سے وجود میں لانا)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات غیر مخلوق ہے اور کسی کی محتاج نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بھی غیر مخلوق ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور تمام مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء و رسل و ملائکہ کی صفات، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں، لہذا کوئی مخلوق ذات اور صفات میں اللہ تعالیٰ کی حصہ دار نہیں ہو سکتی۔

عقیدہ توحید و شرک کے بارے میں ایک ضروری وضاحت:

عقیدہ توحید و شرک کا معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مانا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کو عطا کردہ صفات اور اختیارات کی نفی کی جائے، بلکہ عقیدہ توحید و شرک کی اصل یہ ہے کہ اللہ اور مخلوقات کی صفات میں فرق واضح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر مخلوق، مستقل اور ذاتی ہیں، جبکہ مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، غیر مستقل ہیں اور مجازی و عطائی ہیں۔

عقیدہ توحید و شرک کے بارے میں ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ:

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا، حاجت روا، داتا (سخی) اور غوث (مددگار) ہے، لہذا کسی نبی ولی کو مشکل کشا،

(۵) الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب خاتمة فی التحذیر من جملة المعاصی، ج ۱، ص ۱۸

(۶) تفسیر درمثور، تفسیر مظہری، تفسیر طبری، تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن، زیر بحث آیت نمبر ۳۱، سورہ نساء

حاجت روا، داتا اور غوث ماننا درست نہیں، بلکہ شرک و کفر ہے۔

اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے اختیار پیدا نہیں کیا، بلکہ درجہ بدرجہ اختیارات عطا فرمائے ہیں اور انبیاء کرام و اولیاء عظام اور ملائکہ کو تو بہت زیادہ کمالات و اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینا کرنا اور ایسے ہی کئی ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے اختیارات و کمالات قرآن پاک سے ثابت ہیں، احادیث مبارکہ میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و اختیارات کے واقعات عجیبہ سے بھری پڑی ہیں۔

ان دلائل شرعیہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مشکل کشا، حاجت روا، داتا اور غوث جیسے صفاتی اسماء سے پکارا جاتا ہے اور یہ قطعاً شرک نہیں بلکہ عطیات خداوندی پر ایمان کا اظہار ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا اس کی ذاتی صفیتیں ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سننے اور دیکھنے کی صفت ماننا شرک نہیں، اسی طرح مشکل کشا، حاجت روا، داتا اور غوث ہونا اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفیتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے ان صفات کا اس کے پیارے بندوں میں پایا جانا قطعاً شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے اور یہی عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صوفیاء اسلام رحمہم سے ثابت ہے۔

کیا شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو ”غوث اعظم“ کہنا شرک ہے؟

کچھ لوگ عقیدہ توحید کی غلط تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”غوث اعظم“ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”غوث اعظم“ کہنا شرک و کفر ہے وغیرہ۔ اَلْعَبَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ! اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ ”غوث“ کا معنی مدد یا مددگار ہے اور ولی کا ایک معنی بھی مددگار ہے، لہذا ”غوث اعظم“ کا معنی سب سے بڑا ولی اللہ ہے اور تمام سلاسل روحانیہ کے اولیاء کرام رحمہم کا اتفاق ہے کہ اپنے وقت اور اپنے مابعد وقت میں امت مصطفیٰ کے سب سے بڑے ولی اللہ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس وضاحت کے بعد واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ”غوث اعظم“ کہنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اولیاء کرام رحمہم میں سب سے بڑے غوث یعنی ولی اللہ ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ”صدیق اکبر“ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ”فاروق اعظم“ کہا جاتا ہے۔ یا جیسا کہ ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ”امام اعظم“ کہا گیا ہے اور تحریک پاکستان کے قائدین میں سے مسٹر محمد علی جناح کو ”قائد اعظم“ کہا جاتا ہے۔ تو کیا اگر کوئی کہے کہ ”صدیق اکبر“، ”فاروق اعظم“، ”امام اعظم“ اور ”قائد اعظم“ تو اللہ ہے؟ تو ایسے قائل کو جو جواب دیا جائے گا، وہی جواب ”غوث اعظم“ کے لفظ پر اعتراض کرنے والے کو دیا جائیگا۔

السَّخَرُ (جادو):

سحر (یعنی جادو) سے مراد ایسا ٹونا ہے جس کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچانا یا کوئی ناجائز مقصد حاصل کرنا مقصود ہو۔ جادو اگر کسی کلمہ کفریہ یا کفریہ فعل پر مشتمل ہو تو بالاجماع کفر ہے اور ایسا جادو گر اور علم کے باوجود ایسے جادو گر سے ایسا جادو کروانے والا

کافر ہے۔ جادو سیکھنا بھی جائز نہیں، البتہ کسی موذی جادوگر کے توڑ کے لئے ایسا جادو سیکھنا جو خلاف شرع کلمات و افعال پر مشتمل نہ ہو جائز ہے۔ جادو کے ذریعے کسی مسلمان کی جان، مال، اولاد اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا سخت حرام ہے، بلکہ اسلامی ممالک کے اندر شہریت رکھنے والے یہود و نصاریٰ کے خلاف جادو کرنا بھی جائز نہیں، کیوں کہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت اہل اسلام پر لازم ہے۔

یاد رہے کہ جادوگر اگر درجہ کفر تک پہنچ جائے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق مرد واجب القتل ہے اور عورت کو توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا اور اگر درجہ کفر تک نہ پہنچا ہو تو اس کی سزا ڈاکو کی سزا ہے یعنی اگر جان و مال کا نقصان پہنچایا ہو تو سولی چڑھایا جائے گا اور اگر صرف جان ختم کی ہو تو قتل کیا جائے گا اور اگر مال کو نقصان پہنچایا ہو تو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر صرف خوف و پریشانی پیدا کی ہو تو جلا وطن یا قید کیا جائے گا۔ (دیکھیے آیت محاربہ، سورہ مائدہ: 33)

جنات اور جادو سے بچاؤ کا وظیفہ:

چند بار درود شریف اور تعوذ و تسبیح کے بعد آیت الکرسی پڑھے اور وَلَا يَعْزُدُكَ حِفْظُهُمَا 11 بار پڑھے، بعد میں بھی چند بار درود شریف پڑھ کر دم کرے اور اگر پانی پر دم کر کے بیمار کو روزانہ پلایا جائے تو ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔ (۷)

قَتْلُ النَّفْسِ (جان کو قتل کرنا):

کسی مسلمان کے قتل کو جائز سمجھ کر اسے ناحق قتل کر دینا کفر ہے، جس کی سزا دائمی عذاب جہنم ہے۔ خود کش حملہ آور جو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھ کر حملہ کرے ایسے خود کش حملہ آور اور ان کے ماسٹر مائنڈ سب کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ کسی مسلمان کے قتل کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہوئے اسے قتل کرنا یا کسی ذمی (اہل کتاب جو دارالسلام کے شہری ہوں) کو جان بوجھ کر قتل کر دینا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ حدود و قصاص میں قاضی اسلام کے فیصلے کے مطابق کسی مجرم کو قتل کرنا یا پھر اہل حرب اور باغیوں کے خلاف قتال میں کفار اور باغیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔

کسی جان کو عمدہ قتل کرنا اس کا گناہ اتنا زیادہ ہے جتنا کہ سارے لوگوں کو قتل کرنے کا ہے یعنی ایک قتل کا گناہ اربوں قتلوں کے برابر ہے اور اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے مفسر قرآن حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَنْ حَيَّثُ أَنَّهُ هَتَكَ حُرْمَةَ الدِّمَاءِ وَسَنَّ الْقَتْلَ، وَجَزَّ النَّاسَ عَلَيْهِ“ (۸)

ترجمہ: ”ایک قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے اس لیے کہ قاتل نے خونوں کی عزت و حرمت کو پامال کر دیا اور قتل کرنے کی راہ ڈالی اور لوگوں کو قتل پر جری کر دیا۔“

قرآن و حدیث میں ناحق قتل کو بہت بڑا فساد قرار دیا گیا ہے اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

”مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَيْسٌ وَمِنْ

رَحْمَةُ اللَّهِ (۹)

ترجمہ: ”جس شخص نے کسی مومن کے قتل پر آدھے کلمہ سے بھی مدد کی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے وہ اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔“

اس حدیث مبارکہ کی رو سے وکلا کیلئے قاتل کا مقدمہ لڑنا جائز نہیں اور برادری اور دوست و احباب کو بھی قاتل کا ساتھ دینا جائز نہیں۔ کاش کہ لوگ اس حدیث پاک پر عمل کریں تاکہ قاتلوں کی حوصلہ شکنی ہو اور قتل و غارت کا خاتمہ ہو سکے!

أَكَلَ الرِّبَا (سود کھانا):

کسی کو پیسہ دے کر اس کے عوض اصل رقم سے زائد رقم مقرر کر کے وصول کرنا، یا دوائی چیزیں جو ہم جنس ہوں اور وزن یا کیل کی جاتی ہوں کے لین دین میں زیادتی کرنا یا ادھار کرنا ”ربا“ یعنی سود ہے۔

قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دے کر سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جنگ کا چیلنج کیا گیا ہے۔ جنگ کے چیلنج کا معنی یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں سود کھانے اور کھلانے والوں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے جیسا کہ بعض قریش اور نجران کے عیسائیوں کے خلاف قتال کا اعلان کیا گیا جس پر انہوں نے سود ختم کرنے کا اعلان کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَيعَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (۱۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود باقی رہ گیا اگر تم ایمان والے ہو؟ O اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَتَهُ وَشَاهِدَهُ“ (۱۱)

ترجمہ: ”رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی۔“

ارشاد نبوی ہے:

”وَرَهْمٌ رَّبًّا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَغْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ ذَنْبَةً“ (۱۲)

ترجمہ: ”دانستہ سود کا ایک درہم کھانا 36 بار زنا سے بھاری ہے۔“

(۹) سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلمًا، الرقم: ۲۶۲۰ - کنز العمال، الفرع الاول فی قاتل النفس، الرقم: ۳۹۸۹۵ (۱۰) سورۃ بقرہ: ۲۷۹

(۱۱) صحیح مسلم، باب لعن آکل الربا وموکلہ، الرقم: ۱۵۹۸ (۱۲) مسند احمد، الرقم: ۲۱۹۵۴۔ مسند البزار، الرقم: ۳۳۸۱

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أَمَّهُ“ (۱۳)

ترجمہ: ”سود کے ستر گناہ ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔“

..... حدیثِ پاک میں ہے کہ شبِ معراج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سود خوروں کو جہنم میں اس حال

میں دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑی بڑی کوٹھڑیوں کی طرح ہیں اور یہ لوگ جہنم میں پتھر اور تھوہر کے کانٹے کھا رہے ہیں۔ (۱۴)

اس وقت دنیا میں افراطِ زر، مہنگائی اور تجارتی خساروں کی بڑی وجہ سود ہی ہے۔ یہ تو دنیاوی نقصان ہے اور آخرت میں جو

دردناک عذاب ہے اللہ کی پناہ! (سود پر مفصل کلام دیکھئے تفسیراتِ افضلیہ سورہ بقرہ آیت نمبر 275 کے تحت)

..... **أَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ (یتیم کا مال کھانا):**

یتیم سے مراد وہ نابالغ ہے جس کا والد فوت ہو جائے۔

یتیم کا مال کھانے سے مراد کسی بھی ناجائز طریقہ سے یتیم کے مال سے فائدہ اٹھانا ہے۔ ویسے تو شریعتِ اسلامیہ میں ہر

خیانت حرام ہے لیکن یتیم کے مال میں خیانت پر نہایت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

..... اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا“ (۱۵)

ترجمہ: ”پیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔“

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”أَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُدْخِلَهُمْ نَعِيمَهَا مَذْمُونُ الْخَمْرِ وَالْكَلِّ وَالرِّبَا وَالْإِكْلِ

مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ“ (۱۶)

ترجمہ: ”چار شخص ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور اس کی نعتیں نہ چکھنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ (1) شراب کا عادی۔

(2) سود کھانے والا۔ (3) ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔ (4) والدین کا نافرمان۔

اسلام میں یتیموں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے:

..... اور ارشادِ نبوی ہے:

”مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلَّهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتٌ عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَاتٌ“ (۱۷)

ترجمہ: ”جو شخص یتیم کے سر پر اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہاتھ رکھے تو ہر بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ گزرا ہے نیکیاں ہیں۔“

(۱۳) سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الرِّبَا، الرقم: ۲۴۶۴ (۱۴) صحیح بخاری، باب تعبیر الرؤیا بعد صلوة الصبح، الرقم: ۴۰۴۶ (۱۵) سورۃ النساء: ۱۰ (۱۶) المستدرک، الرقم: ۲۴۶۰ - کنز العمال، الفصل الرابع، الرقم: ۳۹۶۳ (۱۷) مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقة والرحمة الرقم: ۴۹۴۴ - مسند احمد، الرقم: ۲۴۱۵۳

..... ارشاد نبوی ہے:

”خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے حسن سلوک کیا جاتا ہو اور برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے برا سلوک کیا جاتا ہو۔“

مسئلہ:

بالغ ہونے کے بعد اگر یتیم میں سمجھداری ثابت ہو جائے تو اس کے اموال اس کے سپرد کر دیئے جائیں بصورت دیگر پچیس سال کی عمر تک مزید انتظار کیا جائے گا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پچیس سال کی عمر میں اگر سمجھداری ثابت نہ بھی ہو تو اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ (۱۹)

..... التَّوَلَّى يَوْمَ الزَّخْفِ (قتال کے روز بھاگ جانا):

اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی اور کفار و فساد یوں کے فتنہ و فساد کو کچلنے کیلئے مسلمانوں پر تار و قیامت قتال فرض کر دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کا امام قتال کا اعلان کر دے اور لڑائی کا وقت آ جائے تو مسلمانوں کو ڈٹ کر لڑنے کا حکم ہے، ایسی جنگ میں جان دینے والا شہید کا اعلیٰ درجہ پاتا ہے اور شہادت کی موت طبعی موت سے بدرجہا بہتر ہے اور شہید کے لاتعداد فضائل قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

میدان جنگ سے بھاگنے کے بارے میں قرآن و حدیث میں وعیدیں وارد ہوئیں ہیں۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنْ يُؤْلِمْهُ يَوْمَ ذُبُرَا إِلَّا مُتَحَرِّقًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ“ (۲۰)

ترجمہ: ”اور جو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔“

میدان جنگ میں راہِ عزیمت یہ ہے کہ مسلمان کو کسی صورت میں بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ لیکن اگر کفار کی تعداد دو گنا سے زائد ہو اور فتح کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو تو دوبارہ تیاری کر کے قتال کرنے کی نیت سے پیچھے ہٹنے کی رخصت ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک سریہ (چھوٹے لشکر) نے جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے تو واپس لوٹ آئے، اہل مدینہ نے اس لشکر کو فراوان (یعنی بھاگ آنے والے) کہا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱۸) سنن ابن ماجہ، باب حق الیتیم، الرقم: ۳۵۴۹۔ الادب المفرد، الرقم: ۱۹۱۱ (تفسیر مظہری، تفسیرات افضلیہ، زیر بحث آیت نمبر ۲، سورہ نساء (۲۰) سورہ انفال: ۱۶)

”لَا، بَلْ أَنْتُمْ الْعَاذُونَ“ (۲۱)

ترجمہ: ”یہ (فرار) نہیں بلکہ اَلْعَاذُونَ یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔“
لیکن کفار کی تعداد دو گنا یا کم ہونے کی صورت میں پیچھے ہٹنے کی قطعاً اجازت نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قَالَ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر ضرور غالب آئیں گے۔“

..... ﴿ وَقَدْفُ الْمُخْصَنَاتِ (زنا کا الزام لگانا):

حدیث بالا میں پاکدامن عورتوں پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے کو ہلاک کرنے دینے والا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں عورت کی طرح پاکدامن مرد پر زنا کا الزام لگانا بھی سخت حرام ہے اور اس کی سزا بھی حد قذف ہے۔
حد قذف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگائے اور چار عادل گواہ پیش نہ کر سکے تو زنا کا الزام لگانے والے کو 80 کوڑے لگائے جائیں گے اور تازہ زندگی کسی عدالت میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔

مذکورہ بالا سزا مسلمان پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے کی ہے، لیکن اگر کسی کافر مرد یا عورت پر جھوٹا زنا کا الزام لگایا تو اگرچہ یہ ناجائز اور گناہ ہے، لیکن ایسے شخص پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی اور نہ ہی وہ ”مُزْدُودُ الشَّهَادَةِ“ قرار پائے گا۔ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے تو حکم مختلف ہے، اس صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ اگر شوہر چار عادل عینی گواہ پیش کر دے تو عورت کو سنگسار کیا جائے گا، کیوں کہ شادی شدہ، آزاد، مسلمان، زانی، کی سزا یہی ہے اور اگر شوہر چار گواہ پیش نہ کر سکے تو شوہر پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی بلکہ لعان کرایا جائے گا۔

..... ﴿ لعان کیا ہے؟

لعان یہ ہے کہ قاضی اسلام کی عدالت میں شوہر چار بار اپنی بیوی کے زانیہ ہونے کی گواہی دے گا اور پانچویں بار کہے گا: اگر وہ جھوٹ کہہ رہا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد بیوی چار بار گواہی دے گی کہ وہ پاک دامن ہے اور پانچویں بار کہے گی: اگر وہ زانیہ ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اس کے بعد قاضی ان دونوں میں تفریق (علیحدہ) کرا دے گا۔ اگر تفریق کے بعد عورت اقرار کرے کہ الزام درست تھا تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور اگر مرد اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی، حد قذف کے بعد دونوں پھر سے نکاح کرنے کے مجاز ہوں گے۔

درس قرآن:

مفہوم عبادت و حقوق والدین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا (۱)

ترجمہ: ”اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں آف تک نہ کہہ اور انہیں نہ جھڑک اور اُن سے تعظیم کے ساتھ کلام کر۔ اور اُن کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں بڑے دلکش انداز میں بتایا ہے کہ انسان کا تعلق اپنے رجم و کریم رب سے کیا ہونا چاہیے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَقَضَىٰ رَبُّكَ“ اے انسان! تیرے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے۔ ”أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ“ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

عبادت کیا ہے؟

علماء لغت عرب نے کہا ہے:

”الْعِبَادَةُ أَقْصَىٰ غَايَةِ الْخُشُوعِ وَالْعِذْلِ“ (۲)

ترجمہ: ”عبادت“ ادب و اطاعت کا آخری درجہ ہے۔

اسلام میں مسلمانوں کو ہر بڑی شخصیت کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے اور ماں باپ، اساتذہ سے لے کر انبیاء کرام علیہم السلام تک تمام بزرگ ہستیوں کی تعظیم و اطاعت کو مسلمانوں پر لازم کر دیا گیا لیکن ان بزرگ ہستیوں کے ادب و اطاعت پر لفظ ”عبادت“ کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ ان ہستیوں کے ادب و اطاعت کا درجہ ادب و اطاعت کا آخری درجہ نہیں ہے جبکہ عبادت ”ادب و اطاعت کے آخری درجہ کا نام ہے“ جس کی مستحق صرف وہی ہستی ہے جس کی عظمتوں اور بلند یوں کی کوئی حد نہیں یعنی جو ہستی پوری کائنات میں سب سے بلند و بالا شان والی ہے اور وہ ہستی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے جس نے انبیاء کرام و ملائکہ علیہم السلام اور تمام

(۱) سورۃ اسرا ایل: ۲۳، ۲۴ (۲) تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن زیر بحث آیت نمبر ۴، سورۃ فاتحہ - لسانِ عرب، ج ۹، ص ۱۰

حکمی شہداء کی احادیث کے مطابق فہرست

- ۱۔ طاعون میں مرنے والا، ۲۔ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، ۳۔ ڈوبنے والا، ۴۔ دب کر مرنے والا، ۵۔ نمونیہ میں مرنے والا، ۶۔ جل کر مرنے والا، ۷۔ دروزہ میں مبتلا ہو کر مرنے والی حاملہ، ۸۔ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، ۹۔ اپنی جان کی حفاظت میں مارا جانے والا، ۱۰۔ اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، ۱۱۔ دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، ۱۲۔ سواری سے گر کر مرنے والا، ۱۳۔ اللہ کے راستہ میں مرنے والا مثلاً علم دین کی طلب میں جانے والا، نماز کو جانے والا، حج کو جانے والا، غرض ہر نیک کام کیلئے جانے والا اس دوران اگر مر جائے، ۱۴۔ پہاڑ سے گر کر مرنے والا، ۱۵۔ جس کو درندے کھا جائیں، ۱۶۔ نفاس میں مرنے والی عورت، ۱۷۔ اپنے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا، ۱۸۔ اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا، ۱۹۔ کسی مصیبت یا حادثہ میں مرنے والا، ۲۰۔ صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا، ۲۱۔ بھیڑیوں کی بیماری مثلاً: دمہ، کھانسی یا تپ دق میں مرنے والا، ۲۲۔ سفر میں مرنے والا، ۲۳۔ جو شخص ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کرے: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ لِي فِي الْمَوْتِ وَفِيهَا بَعْدَ الْمَوْتِ“، ۲۴۔ نیزہ کی ضرب سے مرنے والا، ۲۵۔ جو عاشق پاک دامن رہا، ۲۶۔ بخار میں مرنے والا، ۲۷۔ سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا، ۲۸۔ گڑھے میں گر کر مرنے والا، ۲۹۔ ظلماً قتل کیا جانے والا، ۳۰۔ اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا، ۳۱۔ اللہ کی راہ میں بستر پر فوت ہونے والا، ۳۲۔ جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے، ۳۳۔ جو اچھو سے مر جائے، ۳۴۔ پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، ۳۵۔ جو چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے، ۳۶۔ جو پتھر گرنے سے مر جائے، ۳۷۔ جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہوئی مر جائے، ۳۸۔ نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہوئے مر جائے، ۳۹۔ اپنے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، ۴۰۔ جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے مر جائے، ۴۱۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر روزانہ سو بار درود شریف پڑھے، ۴۲۔ صبح و شام سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے والا شہید ہے، ۴۳۔ چاشت کی نماز پڑھنے والا، ۴۴۔ ہر ماہ تین روزے رکھنے والا، ۴۵۔ وترفوت نہ کرنے والا، ۴۶۔ دائمی با وضو رہنے والا شہید ہے، ۴۷۔ بیت المقدس کا خادم شہید ہے، ۴۸۔ زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے، ۴۹۔ غلبہ بدعت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا شہید ہے، ۵۰۔ ہر کامل مؤمن، ۵۱۔ جس کے اوپر دیوار گر جائے، ۵۲۔ عورت بچہ جننے کے باعث مر جائے، ۵۳۔ جو عورت کنوارے پن میں مر جائے، ۵۴۔ ہر رات میں سورہ یٰسین پڑھنے والا، ۵۵۔ جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، ۵۶۔ جسے بادشاہ نے ظلماً قید کیا یا مارا اور وہ مر گیا، ۵۷۔ جو مؤذن طلب ثواب کیلئے اذان کہتا ہو، ۵۸۔ راست گوتا جر، ۵۹۔ مرگی سے مرنے والا۔

موجودات کو پیدا کیا ہے اور جو ہستی تمام جہانوں کی رب اور مالک ہے۔

نیز یاد رہے کہ عبادت کا تعلق نیت اور عقیدہ سے ہوتا ہے یعنی عبادت کا اطلاق صرف اسی تعظیم و تکریم اور ادب و اطاعت پر ہوتا ہے جس میں نیت و عقیدہ میں یہ بات ہوگی کہ جس کی تعظیم کر رہے ہیں وہ ہمارا ”إِلٰہ“ ہے اور اگر کسی کی تعظیم میں ایسی نیت اور عقیدہ نہ ہو تو اس تعظیم پر عبادت کا اطلاق نہیں ہوگا مثلاً سابقہ سماوی مذاہب میں انبیائے کرام علیہم السلام اور بڑی شخصیات کو تعظیم و تہیت کی نیت سے سجدہ جائز تھا جیسا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا (۳) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے آپ کے سامنے سجدہ تہیت و سجدہ تعظیم کیا (۴) اور ظاہر ہے فرشتے اور پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی سجدہ کرتے تھے لیکن اس سجدے پر عبادت کا اطلاق ہوتا تھا اور جو سجدہ بزرگ شخصیات کو کیا جاتا تھا اس سجدہ پر عبادت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح ہم نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں یہ کھڑا ہونا یقیناً عبادت ہے لیکن اگر ماں، باپ، اساتذہ یا کسی بڑی شخصیت کیلئے کھڑے ہو جائیں (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ و علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتی تھیں (۵)) تو اس قیام تعظیمی پر عبادت کا اطلاق نہیں ہوگا لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ عبادت ”ادب و اطاعت کے آخری درجے کا نام ہے“ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ نیت و عقیدہ میں یہ بات بھی شامل ہو کہ جس کا ادب و اطاعت کر رہے ہیں وہ ہمارا خدا اور معبود ہے اور بوقت تعظیم و اطاعت اگر عقیدہ یہ ہو کہ جس کی تعظیم کر رہے ہیں وہ خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہے یا خدا کی نشانیاں میں سے کوئی نشانی ہے تو ایسی تعظیم ہرگز شرک و کفر قرار نہیں پائے گی کیونکہ ایسی تعظیم قرآن و سنت کے مضبوط دلائل سے ثابت ہے:

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ“ (۶)

ترجمہ: ”اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ“

یعنی وہ پتھر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔

..... اور قرآن مجید میں ہے:

”وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (۷)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی نشانیاں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔“

..... حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہما صحاب رسول کی تعظیم نبوی کے شاندار مناظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ اِنْ تَنَحَّيْنَا عَنْهَا اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَذَلِكَ بِهَا وَجْهٌ وَجِلْدَةٌ.....

وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ“ (۸)

(۳) سورۃ بقرہ ۳۳ (۴) سورۃ یوسف ۱۰۰ (۵) سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی القیام، الرقم: ۵۲۱۶ (۶) سورۃ آل عمران ۹۵ (۷) سورۃ حج: ۳۲

(۸) صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة، الرقم: ۲۴۳۱ - مسند احمد، الرقم: ۱۸۹۲۸

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! جب وہ (پیغمبر اسلام) کھگارتے ہیں تو وہ کسی شخص کے ہاتھ پر پڑتا ہے تو وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے۔“

..... ﴿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْمُنْبَرِ الَّذِي يَجْلِسُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَضَعُهَا عَلَى وَجْهِهِ۔ (۹)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس منبر پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کے لئے تشریف رکھتے تھے۔ پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر مل لیتے تھے۔“

..... ﴿ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے ”فَنَحْنُ نَفْسِلُهَا لِلْمَرْطِي فَيُسْتَشْفَى بِهَا“ (۱۰)

ترجمہ: ہم اس جبہ کو پانی میں بیماریوں کے لئے ڈبو تے ہیں اور اس سے شفا پاتے ہیں۔

افسوس کہ آج کل کچھ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اشیاء و مقامات کی تعظیم کرنے کے عمل کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ آثار نبوی و آثار صحابہ کی بے حرمتی کرتے ہیں اور انہیں بڑی بے دردی سے ضائع کر رہے ہیں اور عالم اسلام اس پر خاموش ہے۔ (اس پر مفصل کلام کے لیے دیکھئے ہمارا مقالہ ”آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت“)

عبادت کا مفہوم خاص اور مفہوم عام

مفہوم خاص کے اعتبار سے لفظ ”عبادت“ کا اطلاق صرف حقوق اللہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر ہوتا ہے لیکن مفہوم عام کے اعتبار سے عبادت کا اطلاق عقائد، حقوق اللہ، حقوق العباد، اخلاق اور تمام دینی احکام پر ہوتا ہے، چاہے اُن احکام کا تعلق مسلمانوں کی انفرادی زندگی سے ہو، چاہے اجتماعی زندگی سے ہو یا بین الاقوامی زندگی سے ہو۔

عبادت کے مفہوم عام کے اعتبار سے ”وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ“ کا معنی یہ ہے: ”اے انسان! تیرے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کر“ یعنی تم پر مکمل شریعت اسلامیہ کو اپنانا لازم کر دیا ہے تمہارے عقائد و نظریات بھی اسلام کے مطابق ہونے چاہئیں۔ تمہیں حقوق اللہ کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ بندگانِ خدا کے ساتھ تمہارے معاملات بھی درست ہونے چاہئیں اور تمہیں اپنے ظاہری و باطنی اخلاق کی بھی اصلاح کرنی چاہیے۔ الغرض تمہاری انفرادی اور اجتماعی زندگی میرے احکام کے مطابق ہونی چاہیے۔ تمہاری تجارت، تمہاری سیاست، تمہاری معاشرت، تمہاری ثقافت، تمہارا رہنما سہنا، تمہاری بود و باش، تمہارا قول و فعل اور کردار سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔

(۹) الشفاء، باب اعزاز مالہ من صلۃ بالنبی، ج ۲، ص ۱۲۴۔ الثقات لابن حبان، الرقم: ۱۶۰۶

(۱۰) صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب، الرقم: ۲۰۶۹۔ شعب الایمان، الرقم: ۵۴۰۲

حقوق والدین

اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے رہا ہے اور والدین کے حقوق و آداب کی تعلیم دے رہا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ماں باپ کے حقوق کی کتنی زیادہ اہمیت ہے چنانچہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا“

ترجمہ: ”اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الْعَدْلُ: الْإِنْصَافُ، وَالْإِحْسَانُ: التَّفَضُّلُ“ (۱۱)

ترجمہ: ”عدل“ برابری ہے اور ”احسان“ استحقاق سے بہتر سلوک کرنے کا نام ہے۔

والدین کے ساتھ ”احسان“ کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ تم اگرچہ والدین کی بے لوث پرورش اور بے حد محبت و شفقت کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے لیکن تمہارا جذبہ اور تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم نے ماں باپ کے ساتھ ان کے استحقاق سے بڑھ کر سلوک کرنا ہے۔

خدمت والدین

اب ہم والدین کی خدمت کی اہمیت کے بارے میں چند احادیث نبویہ اور اقوال فقہاء اسلام پیش کرتے ہیں:

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ الہ وسلم میں آپ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو واپس لوٹ اور

”فَاَصْحِكُهَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا“ (۱۲)

ترجمہ: ”اُن کو ہنسا جیسا کہ تو نے اُن کو رولا یا ہے۔“

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں جہاد کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے والدین موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ تو فرمایا: اُن کی خدمت میں رہو کیونکہ

”فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا“ (۱۳)

ترجمہ: ”کیونکہ جنت اُن کے قدموں کے نیچے ہے۔“

(۱۱) تفسیر القرطبی، زیر بحث آیت نمبر ۹۰، سورۃ نحل - حلیۃ الاولیاء و طبقات، ج ۶، ص ۲۹۱

(۱۲) سنن ابی داؤد، باب فی الرجل یغزو ابواءہ کارہان، الرقم: ۲۵۲۸ (۱۳) سنن النسائی، باب الرخصة فی التخلّف لمن له والدة، الرقم: ۳۱۰۳

انہی احادیث کی روشنی میں فقہاء اسلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان پر حج فرض ہو جائے یعنی حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں اور اس کے والدین کو اس کی خدمت کی ضرورت ہو تو وہ حج ملتوی کر دے اور والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور اگر اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی اور وہ حج نہیں کر سکا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔

..... صحیح بخاری صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ سخت بارش ہونے لگی تو وہ ایک غار میں چلے گئے۔ اتفاقاً پہاڑی سے ایک بڑی چٹان غار کے منہ پر آ پڑی جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔

آخر کار تینوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کسی ایسے عمل کے وسیلے سے دعا کرنی چاہیے جو عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چٹان کو ہٹا دیں گے۔

تو ایک نے عرض کی: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے جن کے لئے میں بکریاں چراتا تھا جب میں شام کو واپس لوٹتا تو بچوں سے پہلے والدین کو دودھ پلاتا تھا ایک روز میں دور کے علاقے میں چلا گیا۔ جب لیٹ واپس آیا تو والدین سو چکے تھے میں دودھ دوہنے کے بعد دودھ کا برتن اٹھا کر اُن کے سر ہانے کھڑا ہو گیا میں ادباً انہیں جگاتا نہیں تھا اور نہ ہی بچوں کو والدین سے پہلے دودھ پلانا چاہتا تھا اور بچے میرے قدموں میں بھوک کی وجہ سے چیخ و پکار کرتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے میرا یہ عمل خالصتاً تیری رضا کی خاطر تھا تو اس چٹان کو اتنا ہٹا دے کہ ہمیں آسمان نظر آنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے قدرے اس چٹان کو ہٹا دیا حتیٰ کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے عرض کی: اے اللہ! مجھے اپنے چچا کی بیٹی سے حد درجہ کی محبت تھی میں نے اس سے گناہ کی خواہش کی تو اس نے ایک سو دینار کا مطالبہ کیا جو کہ میں نے کما کر اُسے دیئے اور جب میں اس سے گناہ کرنے ہی لگا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر جا، تو میں پیچھے ہٹ گیا، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو اس چٹان کو ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے قدرے مزید اس چٹان کو ہٹا دیا۔

تیسرے شخص نے عرض کی: اے اللہ! میں نے ایک مزدور سے سولہ رطل (تقریباً آٹھ سیر) چاول کے بدلے میں کام کروایا وہ مزدوری لیے بغیر چلا گیا تو میں اس کا چاول کاشت کرتا رہا اور اس قدر برکت ہوئی کہ کئی گائیں اور غلام خرید لیے۔ وہ مزدور میرے پاس لوٹا اور کہا: خدا سے ڈر! مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھے واپس کر تو میں نے اُسے کہا: جاؤ، یہ گائیں اور چرواہے لے جاؤ، اس نے کہا: خدا سے ڈر اور مذاق نہ کر۔ میں نے اسے کہا: میں نے تجھ سے مذاق نہیں کیا یہ گائیں اور چرواہے تمہارے ہی ہیں، لے جاؤ۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری خوشنودی کیلئے کیا تھا، اس چٹان کو ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا۔ (۱۴)

..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا:

”هُمَا جَنَّتُكَ وَكَأْرُكَ“ (۱۵)

ترجمہ: ”وہ تمہارے لیے یا تو جنت ہیں یا پھر وہ تمہارے لیے دوزخ ہیں۔“

یعنی اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل کر سکتا ہے اور اگر اُن کو ناراض کیا تو دوزخ میں جاؤ گے۔

..... حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ بُرِّئَ وَالِدَيْهِ طُوبَى لَهُ زَادَ اللَّهُ فِي عُمْرِهِ“ (۱۶)

ترجمہ: جس نے اپنے والدین سے حسن سلوک کیا مبارک ہوا سے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ کرے گا۔

..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً“ (۱۷)

ترجمہ: جو بیٹا اپنے والدین کو ایک بار پیار کی نگاہوں سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک بار ایسی نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج

کا ثواب عطا فرماتے ہیں

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ وہ دن میں سو بار دیکھے، تو فرمایا: اللہ تعالیٰ بہت بڑا

اور بڑا طیب یعنی فیاض ہے۔

..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

سے سوال کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا،

میں نے عرض کی پھر کونسا؟ فرمایا: ”تَحَمُّلُ الْوَالِدَيْنِ“ یعنی والدین سے نیکی کرنا، عرض کی پھر کونسا؟ تو فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ یعنی

دین کی سربلندی کے لئے طاقت لگا دینا۔ (۱۸)

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

”رَغِمَ أَقْبُھُ“ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کی؟ تو فرمایا:

”مَنْ أَذْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ“ (۱۹)

ترجمہ: ”جو والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پالے پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو سکے۔“

(۱۵) سنن ابن ماجہ، باب بر الوالدین، الرقم: ۳۶۶۲ (۱۶) المستدرک، کتاب البر الصلۃ، الرقم: ۴۲۵۴۔ الادب المفرد للبخاری، باب من بر والدیه، الرقم: ۲۲

(۱۷) شعب الایمان، باب بر الوالدین، الرقم: ۴۳۴۲ (۱۸) صحیح بخاری، باب فضل الصلوۃ لوقتہا، الرقم: ۵۲۴

(۱۹) صحیح مسلم، باب رغم انف من ادرک ابویہ، الرقم: ۲۵۵۱۔ الادب المفرد، باب من ادرک والدیه قلم یدخل الجنة، الرقم: ۵۲۴

والدین کا ادب و احترام

اللہ تعالیٰ نے (آیت بالا میں) اس کے بعد والدین کی بے ادبی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّمَا يَنْبَغُ عَنْكَ الْكَبْرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا“

ترجمہ: ”اگر تیرے پاس والدین میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تو انہیں آف (ہائے افسوس) نہ کہہ اور انہیں نہ جھڑک مطلب یہ ہے اگر بڑھاپے میں والدین کا مرض طول پکڑ جائے یا اُن کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جائے اور وہ بات بات پر خفا ہونے لگیں یا وہ تیرے دوست و احباب کے سامنے تجھے بُرا بھلا کہیں یا تیری دولت میں تیری اجازت و مشاورت کے بغیر لین دین کریں یا کوئی نقصان کر ڈالیں تو تجھے والدین کی طرف سے ایسے معاملات کے رد عمل میں ہائے افسوس کہنے کی بھی اجازت نہیں۔

..... ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شکایت کی کہ اس کے والد اس کے مال میں بغیر اجازت کے لین دین کرتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبْنِكَ“ (۲۰)

ترجمہ: ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

یعنی تیری دولت تیرے باپ کی ہے اور تو خود بھی اپنے باپ کے لئے بمنزلہ غلام کے ہے۔

..... اور ارشاد نبوی ہے:

”لَا يَقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ“ (۲۱)

ترجمہ: ”باپ سے بیٹے کے قتل پر قصاص نہیں لیا جائے گا۔“

..... اس کے بعد والدین کے حضور ادب و احترام بجالانے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

”وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ“

ترجمہ: ”اور اُن سے نہایت تعظیم سے گفتگو کر اور اُن کے سامنے انکساری کے پر محبت کے ساتھ جھکا دے۔“

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”كُنْ مَعَ الْوَالِدَيْنِ كَالْعَبْدِ الْمُذْنِبِ الذَّلِيلِ الضَّعِيفِ لِلْسَيِّدِ الْفَقْطِ الْغَلِيظِ“ (۲۲)

ترجمہ: ”اپنے والدین کے ساتھ اس طرح رہو جیسے ایک گنہگار کمزور ذلیل غلام اپنے غضبناک اور سخت مزاج آقا کے لیے۔“

یعنی وہ غلام جس نے آقا کا کوئی جرم کر لیا ہو اور آقا سخت غصے میں ہو اور غلام اپنے غضبناک آقا کے حضور معافی کی درخواست لے کر آئے جس طرح وہ غلام ادب اور خوف کے ساتھ اپنے آقا سے بات کرتا ہے اسی طرح اولاد کو اپنے والدین سے

(۲۰) سنن ابن ماجہ، باب ما الرجل من مال ولده، الرقم: ۲۲۹۱ (۲۱) جامع ترمذی، باب ما جاء في الرجل يقتل ابنه، الرقم: ۱۳۰۰

(۲۲) تفسیر روح البیان، زیر بحث آیت نمبر ۲۳، سورہ بنی اسرائیل، ج ۵، ص ۱۳۴

ادب و احترام میں ڈوب کر گفتگو کرنی چاہیے۔

عاجزی و انکساری کے پُر محبت سے جھکانے کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کو والدین کے سامنے صرف ظاہری ادب و تواضع کے ساتھ پیش ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ ظاہری تواضع و انکساری کے ساتھ رحمت و محبت کی خوشبو بھی ہو۔
پھر فرمایا:

”وَقُلْ رَبِّ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا“

ترجمہ: ”تو عرض کر: اے میرے پروردگار! ان پر رحم و کرم فرما جیسے کہ انہوں نے میری حالتِ صغر میں (محبت و شفقت کے ساتھ) مجھے پالا تھا۔“

مطلب یہ ہے کہ اے مولائے کریم! والدین نے میری پرورش کی، میرے لئے بے حساب تکلیفیں برداشت کیں، میں اُن کا صلہ دینے سے قاصر ہوں تو ان پر اپنا درِ رحمت کشادہ فرما! جس طرح انہوں نے میری بے بسی کی حالت میں مجھ پر اپنی شفقتوں اور محبتوں کی انتہاء کر دی تھی اسی طرح تو بھی ان پر اپنی عنایت بے پایاں اور رحمت بے انداز کے پھول برسا۔

والدین کی نافرمانی

اسلام میں گناہ کے سوا ہر کام میں والدین کی اطاعت کو لازم کر دیا گیا ہے اور والدین کی نافرمانی کو کبیرہ ترین گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اس بارے میں ہم چند احادیث نبویہ بیان کرتے ہیں۔

..... ﴿حُذِرُوا الْاَوْدَانَ﴾ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ تو ہم نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ تو فرمایا:

..... ﴿اَلَا شِرَاكُ بِاللّٰهِ﴾ ”خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔“

..... ﴿وَعَقْوُ الْوَالِدَيْنِ﴾ ”اور والدین کی نافرمانی“ اور آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ بیٹھ گئے اور فرمایا:

..... ﴿اَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ﴾ ”خبردار اور جھوٹی گواہی۔“ (۲۳)

..... ﴿حُذِرُوا الْاَوْدَانَ﴾ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں مجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی، فرمایا:

..... ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بنانا اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔

..... ﴿2﴾ والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے اہل و عیال اور مال و دولت چھوڑ دینے کا حکم دیں

..... ﴿3﴾ فرض نماز قضا نہ چھوڑنا کیونکہ جو فرض نماز قضا چھوڑ دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ (بخشش) دور ہو جاتا ہے۔

..... ﴿4﴾ شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔

5..... خدا کی نافرمانی سے بچنا کیونکہ خدا کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

6..... اور جنگ سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لوگ قتل ہو جائیں۔

7..... جب لوگ وبائی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہوں اور تو اُن میں ہو تو وہیں ٹھہرے رہنا۔

8..... اپنے اہل و عیال پر اپنی دولت خرچ کرنا۔

9..... انہیں حُسنِ ادب سکھانے کیلئے اپنی لاٹھی اُن سے نہ اٹھانا۔ یعنی انکی تربیت میں غفلت نہ برتنا۔

10..... اُن میں خدا کا خوف پیدا کرنا۔ (۲۴)

..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں:

”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٍ وَلَا مُذْمَنٌ خَبِرٌ وَلَا مَثَنَانٌ“ (۲۵)

ترجمہ: ”(تین شخص) جنت میں داخل نہیں ہوں گے: (۱) والدین کا نافرمان (۲) شراب کا عادی (۳) احسان جتانے والا۔

..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللَّهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى

يُعَجِّلُ لَهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ“ (۲۶)

ترجمہ: ”ہر گناہ کی سزا کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کو قیامت تک مؤخر فرمادے لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا کو

اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے زندگی میں جلد دے دیتا ہے۔“

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”رِضَا اللَّهِ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ“ (۲۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔“

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”ثَلَاثٌ دَعَوَاتٌ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ“ (۲۸)

ترجمہ: ”تین دعاؤں کے مقبول ہونے میں کوئی شک نہیں (وہ یہ ہیں) (۱) مظلوم کی دعا، (۲) مسافر کی دعا، (۳) والد کی اپنی

اولاد کے لئے دعا۔“

ان ارشاداتِ قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہاء اسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا ہر کام میں والدین کی

اطاعت اولاد پر لازم ہے یہاں تک کہ اگر نمازِ نفل (یعنی فرض و واجب کے علاوہ کوئی نماز چاہے سنتِ مؤکدہ ہی ہو) میں مشغول ہو

(۲۴) مسند احمد، الرقم: ۲۰۴۵۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الثالث، الرقم: ۶۱

(۲۵) شعب الایمان، فصل فی عقوق الوالدین، الرقم: ۴۳۹۰، (۲۶) المستدرک، کتاب البر والصلة، الرقم: ۴۲۶۳

(۲۷) شعب الایمان، فصل فی عقوق الوالدین، الرقم: ۴۳۳۵، (۲۸) جامع ترمذی، باب ما جاء فی دعوة الوالدین، الرقم: ۱۹۰۵

اور والدین کو اس کے نماز میں ہونے کا علم نہ ہوا اور اسے پکاریں تو نفل نماز توڑ کر والدین کی بات سننا واجب ہے لیکن بعد میں نماز کی قضا کرے، نیز فرماتے ہیں کہ ماں باپ کا نافرمان شخص فاسق ہے۔ عدالت اس کی گواہی رد کر سکتی ہے اور اگر وہ کسی مسجد میں امام ہو تو نمازی اس بنا پر اسے امامت سے معزل کر سکتے ہیں۔ بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ ماں باپ کے نافرمان اور بے ادب کے لئے دنیا سے بے ایمان ہو کر مرنے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں اپنے والدین کا باادب اور اطاعت گزار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین میں سے کس کا حق، خدمت و اطاعت میں فائق ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کونوں میں سے میرے اچھے برتاؤ کا زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا: ”أُمُّكَ“ تیری ماں، عرض کی پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کی پھر کون؟ فرمایا: تیرا باپ۔ (۲۹)

اس حدیث مبارکہ کی رو سے خدمت و احسان میں ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ ماں کی تکلیف و مشقت باپ کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے لیکن حق اطاعت میں والد کا حق زیادہ ہے کیونکہ والد اپنے اہل و عیال کا حاکم ہوتا ہے اور ماں کو بھی اپنے شوہر کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الرِّجَالُ قَوُّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ (۳۰)

ترجمہ: ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔“

..... اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک انصاری خاندان کا اونٹ دیوانہ ہو گیا تو انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال عرض کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باغ میں تشریف لے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! یہ اونٹ دیوانے کتے کی طرح ہو گیا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ آپ پر حملہ کر دے گا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوئی ڈر نہیں۔ تو جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور خجڑ سا چڑا بُکینِ یدِیہ آپ کے سامنے سجدہ میں گر گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اونٹ کی پیشانی کو پکڑا اور اسے کام پر لگا دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! یہ بے زبان جانور ہے اور ہم عقلمند ہیں اور ہمارا زیادہ حق بنتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں سجدہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَا مَرُتُ الْمَرْأَةُ أَنْ تَسْجُدَ لِرَجُلٍ جَهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا“ (۳۱)

ترجمہ: ”اگر کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو اس کے عظیم حق کی وجہ سے سجدہ کرے۔“

لہذا حق اطاعت و حاکمیت میں باپ کا درجہ بلند ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلِلّٰهِ جَالٌ عَلَیْھِمْ دَرَجَۃٌ“ (۳۲)

ترجمہ: ”اور مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے۔“

وفات کے بعد والدین کے حقوق

اس کے بعد ہم والدین کے اُن حقوق کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جن کا تعلق اُن کی وفات کے بعد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ والدین کی وفات کے بعد اُن کے اہل قرابت اور دوستوں کے ساتھ نیکی کرنا، والدین کے لئے دعائے بخشش کرنا اور انہیں ایصالِ ثواب کرنا یعنی اپنی نیکیوں کا ثواب انہیں پہنچانا اگر ممکن ہو تو اُن کے وعدے پورے کرنا۔ اُن کا قرض اُتارنا، ان کی قبر کی زیارت کرنا بھی حقوق والدین میں شامل ہے۔

..... ﴿ حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: کیا والدین کی وفات کے بعد اُن سے نیکی کی کوئی صورت ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”نَعَمْ، اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَاَلِاسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِیْقَآءُ بِعُھُودِھِمَا مِنْ مَّوَدَّھِمَا وَ اِکْرَامُ صَدِیقَھِمَا وَصَلٰۃُ الرَّجِمِ الَّذِیْ لَا تُوَصَّلُ اِلَّا بِھِمَا“ (۳۳)

ترجمہ: ”ہاں، اُن کا نمازِ جنازہ پڑھنا، اُن کے گناہوں کی بخشش مانگنا، اُن کے وعدے پورے کرنا، اُن کے دوست کی عزت کرنا اور اُن کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا۔“

..... ﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک شخص کے پیچھے پہاڑوں کی طرح نیکیاں آئیں گی تو وہ کہے گا: یہ نیکیاں مجھے کیسے مل گئیں تو کہا جائے گا:

”بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدِکَ لَکَ مِنْ بُعْدِکَ“ (۳۴)

ترجمہ: تیری وفات کے بعد تیری اولاد کی دعاؤں کی وجہ سے۔

..... ﴿ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری والدہ اچانک وفات پا گئی ہیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں۔ تو عرض کی کونسا صدقہ زیادہ بہتر رہے گا؟ فرمایا: پانی کا۔ تو حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) نے ایک کنواں کھودا اور عرض کیا:

”ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ“ (۳۵)

ترجمہ: ”یہ سعد کی ماں کا ہے۔“

(۳۲) سورۃ بقرہ: ۲۲۸ (۳۳) سنن ابن ماجہ، باب صل من کان ابوک یصل، الرقم: ۳۹۶۴

(۳۴) مجمع الزوائد، باب الاستغفار لاهل الکباثر من المسلمین، الرقم: ۱۷۵۹۶۔ سنن ابن ماجہ، باب بر الوالدین، الرقم: ۳۹۶۰

(۳۵) سنن ابی داؤد، باب فی فضل سقی الماء، الرقم: ۱۶۸۱

درس حدیث:

جہاد اور اس کی اقسام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنَّتُكُمْ“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔“

جہاد کیا ہے

جہاد کا مادہ جہد ہے، جس کا معنی ہے: طاقت، مشقت و استطاعت وغیرہا اور جہاد کا لغوی معنی ہے کہ کوشش کرنا، طاقت لگانا، مشقت اٹھانا وغیرہا اور شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کا معنی ہے دین کی حفاظت اور سر بلندی کے لیے پوری قوت کے ساتھ کوشش کرنا۔

جہاد کی قسمیں:

جہاد کی چند قسمیں ہیں: (۱) جہاد بالنفس، (۲) جہاد بالمال، (۳) جہاد بالسیف، (۴) جہاد باللسان

جہاد بالنفس:

اس سے مراد اپنے اندر چھپے ہوئے خطرناک دشمن ”نفس امارہ“ یعنی بری خواہشات کے خلاف اور شیطان مردود کے خلاف جہاد کرنا ہے اس جہاد کو حدیث میں ”جہاد اکبر“ قرار دیا گیا ہے۔

..... حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

”قَدْ مَثُمْتُ تَحْيِيرَ مَقْدَمٍ قَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ“

ترجمہ: ”تمہارا آنا مبارک ہو، تم ایک چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا جہاد کونسا جہاد ہے؟ جس کی طرف ہم

اس حدیث سے ایصالِ ثواب یعنی اپنی نیکیوں کا ثواب وفات پانے والوں کو پہنچانا ثابت ہوا نیز ثابت ہوا کہ جس چیز کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے اسے مجازی طور پر میت کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ آج کل جو لوگ ایصالِ ثواب کی اشیاء مثلاً حضرت داتا صاحب کی دیگ، حضرت غوث اعظم کا بکرا وغیرہ پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں انہیں اس حدیث مبارکہ سے ہدایت حاصل کرنی چاہیے۔

..... ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

”مَنْ زَارَ قَبْرَ آبُوَيْہِ اَوْ اَحَدِہُمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَہٗ وَکُتِبَ بَرًّا“ (۳۶)

ترجمہ: ”جو شخص ہر جمعہ کے دن والدین میں سے ایک یا دونوں کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسے فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”اِنَّ الْعَبْدَ لَیْمُوْتُ وَالِدَاہٗ اَوْ اَحَدُہُمَا وَاِنَّہٗ لَہُمَا لَعَاقٌ فَلَا یَزَالُ یَدْعُو لَہُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَہُمَا حَتّٰی یُکْتَبَہُ اللّٰہُ بَارًّا“ (۳۷)

ترجمہ: ”بیشک ایک شخص کے والدین دونوں یا ایک وفات پا گئے اس حالت میں کہ وہ اُن کا نافرمان تھا تو وہ شخص اُن کے لئے مسلسل دعائیں کرتا رہا اور اُن کے گناہوں کی معافی مانگتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے نیکی کرنے والا لکھ دیا۔“

جو والدین کے لیے دعائیں کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”اِذَا تَرَكَ الْعَبْدُ الدُّعَاَ لِلْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یَنْقَطِعُ عَنْہُ الرِّزْقُ“ (۳۸)

ترجمہ: جب بندہ اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرنا چھوڑ دے تو اس سے اس کے رزق میں کمی آ جاتی ہے۔

..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے ”کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عِتْقًا مِّنَ النَّارِ“ تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے اور اس کے والدین کو ثواب میں کسی کمی کے بغیر پورے پورے حج کا ثواب ملتا ہے۔ (۳۹)



تمہ در حقوق استاذ

نہایت مناسب ہوگا کہ حقوق والدین کے آخر میں حقوق استاذ کا ذکر کیا جائے۔

استاذ کے حقوق بھی والدین کے حقوق کی طرح ہیں لیکن استاذ اگر عالم باعمل ہو تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کا نائب و وارث ہونے کی وجہ سے اسکے حقوق والدین کے حقوق پر فائق ہیں۔

(۳۶) شعب الایمان، فصل فی حفظ حق الوالدین، الرقم: ۵۲۲ (۳۷) شعب الایمان، فصل فی حفظ حق الوالدین، الرقم: ۵۲۳ - کنز العمال، الرقم: ۴۵۳۳

(۳۸) کنز العمال، الرقم: ۴۵۵۵۶ - المقاصد الحسنیۃ، الرقم: ۲۳۶ (۳۹) شعب الایمان، فصل فی حفظ حق الوالدین، الرقم: ۵۲۳ - کنز العمال، الرقم: ۴۵۳۳

استاذ کی فضیلت

..... ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ عَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَوْ بَابًا مِنْ عِلْمٍ أَنْتَى اللَّهُ أَجْرَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (۴۰)

ترجمہ: ”جس نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت سکھائی یا علم کا ایک ”باب“ سکھایا تو اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو قیامت تک کے لئے جاری فرمادیتا ہے۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ“ (۴۱)

ترجمہ: ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن کیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ حَتَّى الثَّمَلَةِ فِي حُجْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ“ (۴۲)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں حتیٰ کہ چوئیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لئے دعا کرتی ہیں۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”اللَّهُ أَجْوَدُ مُجُودًا ثُمَّ أَنَا أَجْوَدُ بِنَبِيِّ أَدَمَ وَأَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَنَشَرَهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِيرًا وَاحِدَةً أَوْ قَالَ أُمَّةً وَاحِدَةً“ (۴۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی (داتا) ہے پھر میں اولادِ آدم سے سب سے بڑا سخی (داتا) ہوں اور اولادِ آدم سے میرے بعد سب سے بڑا سخی (داتا) وہ شخص ہے جو علم حاصل کرے تو اس کی اشاعت کرے وہ قیامت کے دن اکیلے ایک امیر کی حیثیت سے یا فرمایا ایک امت کی حیثیت سے آئے گا۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”مَا تَصَدَّقَ النَّاسُ بِصَدَقَةٍ مِثْلَ عِلْمٍ يُنْشَرُ“ (۴۴)

ترجمہ: ”علم کو پھیلانے سے افضل صدقہ کسی نے نہیں کیا۔“

..... ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ“ (۴۵)

ترجمہ: ”جو شخص کسی بندے کو کتاب اللہ کی آیت کی تعلیم دے تو وہ اس کا آقا ہے۔“

(۴۰) کنز العمال، باب فی الترغیب فیہ، الرقم: ۲۸۶۰۴ (۴۱) صحیح بخاری، باب خیر کم من تعلم القرآن، الرقم: ۵۰۲۶

(۴۲) المعجم الکبیر، الرقم: ۶۹۱۲ - مجمع الزوائد، باب فی فضل العالم والمتعلم، الرقم: ۵۰۶ (۴۳) شعب الایمان، نشر العلم، الرقم: ۱۶۳۲

(۴۴) المعجم الکبیر، الرقم: ۶۹۶۴ - مجمع الزوائد، باب فیمن نشر علما، الرقم: ۷۵۹ (۴۵) شعب الایمان، فصل فی تعلیم القرآن، الرقم: ۲۰۲۳

..... ارشاد نبوی ہے:

”تَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعْلَمُونَ مِنْهُ“ (۴۶)

ترجمہ: ”تم جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے ساتھ عاجزی کے ساتھ پیش آؤ۔“

..... امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفًا فَقَدْ صَدَّقَنِي عَبْدًا إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ“ (۴۷)

ترجمہ: ”جس نے مجھے ایک حرف سکھایا تو اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا اسے اختیار ہے کہ مجھے فروخت کر دے یا آزاد کر دے۔“

..... فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”أَنْ لَا يَفْتَتِحَ بِالنِّكَّاحِ قَبْلَهُ وَلَا يَجْلِسَ مَكَانَهُ وَإِنْ غَابَ وَلَا يَرُدَّ عَلَى كَلَامِهِ وَلَا يَتَقَدَّمَ عَلَيْهِ فِي مَشْيِهِ..... وَيَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يُرَاعِيَ حُقُوقَ أَسْتَاذِهِ وَأَدَابِهِ وَلَا يَضَنَّ بِشَيْءٍ مِنْ مَالِهِ“ (۴۸)

ترجمہ: ”شاگرد اپنے استاذ سے پہلے کلام نہ کرے اور استاذ اگرچہ موجود نہ ہو اس کی جگہ پر نہ بیٹھے، استاذ کی بات رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے..... آدمی کو چاہیے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا خیال رکھے اور اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بغل نہ کرے۔“

..... فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”أَنْ يُقَدَّمَ حَقٌّ مُعَلِّمِهِ عَلَى حَقِّ أَبِيهِ وَسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ..... وَيَتَوَاضَعُ لِمَنْ عَلَّمَهُ خَيْرًا

وَلَوْ حَرْفًا وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَّخِذَهُ وَلَا يَسْتَأْثِرَ عَلَيْهِ أَحَدًا فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ فَصَمَ عُرْوَةً مِنْ عُرَى

الْإِسْلَامِ وَمِنْ إِجْلَالِهِ أَنْ لَا يَقْرَعَ بَابَهُ بَلْ يَنْتَظِرُ حُرُوجَهُ“ (۴۹)

ترجمہ: ”(شاگرد کے لئے ضروری ہے) کہ استاذ کے حق کو اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے.....

اور جس نے اسے اچھے علم کی تعلیم دی اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس سے عاجزی سے پیش آئے اور مناسب نہیں کہ

کسی وقت اس کی مدد سے پیچھے رہے اور اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں میں

سے ایک رسی کھول دی اور یہ بات بھی استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ گھر کے اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ کو نہ

کھٹکھٹائے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ (۴۸)

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اپنی بندگی اور حقوق والدین و اساتذہ کی بہتر سے بہتر ادائیگی کی

توفیق بخشے۔ اٰمِیْن اٰمِیْن وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ

وَلَدِہٖ سَیِّدِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجَیْلِیِّ وَعَلٰی اَوْلِیَآءِ اللّٰهِ اَجْمَعِیْنَ

(۴۶) کنز العمال، باب فی الترغیب فیہ، الرقم: ۲۸۵۱۴ (۴۷) فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۲۲۲۔ بریقۃ محمودیۃ، باب الثالث والخمسون، ج ۴، ص ۳

(۴۸) فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المنقرقات، ج ۵، ص ۲۴۸ (۴۹) فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المنقرقات، ج ۵، ص ۲۴۹

اسلام میں احکام پردہ و حجاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”دین اسلام“ تقویٰ و طہارت اور شرم و حیا وغیرت کی اعلیٰ ترین اقدار کا حامل مذہب ہے لہذا ”دین اسلام“ نے افراد اور معاشرے کو زنا کی دینی، اخلاقی و معاشرتی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیے بعض صورتوں میں 100 کوڑوں اور بعض صورتوں میں سنگساری (یعنی پتھر مار مار کے ہلاک کرنے) کی سخت ترین سزائیں مقرر کر دی ہیں اور اس جرم فحش کے انسداد کے لیے زنا کے تمام دواعی و اسباب اور محرکات پر بھی پابندی لگائی ہے جیسا کہ

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْنٰی اِنَّہٗ كَانَ فَاَحِشَّۃً وَّ سَاءَ سَبِيْلًا“ (۱)

ترجمہ: ”اور تم زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی اور برار استہ ہے۔“

اس آیت میں زنا کے قریب جانے سے ممانعت کا معنی یہ ہے کہ تم زنا کے دواعی و اسباب اور محرکات کو بھی اختیار نہ کرو۔ چونکہ بے پردگی اور اجنبی عورتوں و مردوں کا باہمی اختلاط ہی اقوام مغرب کی اخلاقی تباہی کا سبب بنا ہے حتیٰ کہ اب نکاح کے بغیر دوستی میں حرام اولاد پیدا کرنے کی کھلی چھٹی ہے اور اب تو جنس پرستی اور تبدیلی جنس کا رجحان بھی پیدا ہو چکا ہے اَلْعِیَاضُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔

لہذا ہم پردہ و حجاب کے احکام شرعیہ پر قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی سے چند دلائل پیش کر رہے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ پردہ و حجاب عربوں کی ثقافت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شریعت مطہرہ ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا اہم دینی فریضہ ہے اور انسانی اقدار کی حفاظت کے لیے امر لا بدی ہے۔

ستر کے مسائل و احکام

ستر سے مراد یہ ہے کہ مرد اور خواتین چھپانے کے اعضاء کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

..... ارشاد نبوی ہے: ”مَا بَيْنَ السَّرَّةِ اِلَى الرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ“ (۲)

ترجمہ: ”مرد کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔“

..... اور ارشاد نبوی ہے: ”الرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ“ (۳)

ترجمہ: ”گھٹنا ستر ہے۔“

(۱) سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲ (۲) المستدرک، الرقم: ۶۴۱۸ - المعجم الاوسط، الرقم: ۴۶۶۱ (۳) سنن الدارقطنی، باب الامر بتعلیم الصلوات، الرقم: ۸۸۹

..... اور ارشاد نبوی ہے:

”لَعَنَ اللَّهُ النَّاطِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ“ (۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے (ستر) دیکھنے والے اور (ستر) کو عمدہ دکھانے والے (دونوں) پر لعنت کی ہے۔“
لہذا مرد کے لیے ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے نگا کرنا ناجائز و گناہ ہے اور مرد کے ستر کو دیکھنے والے اور میڈیا پر دکھانے والے تمام ذمہ داران بھی گناہ کے مرتکب ہیں۔

عورت کے لیے نماز کے اندر ستر یہ ہے کہ وہ چہرہ اور ہاتھوں کے سوا سارا جسم چھپا کر رکھے حتیٰ کہ اگر کسی عورت کے سر کا چوتھا حصہ نماز میں نگار ہے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کیا عورت تہبند کے بغیر صرف قمیص اور چادر کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ الدَّرْعُ سَابِغًا يُغْطِي ظَهْرَ قَدَمَيْهَا“ (۵)

ترجمہ: ”بشرطیکہ قمیص لمبی ہو کہ پاؤں کے اوپر والے حصے کو چھپالے۔“
البتہ نماز سے باہر عورت کا جسم اس کے شوہر کے لیے ستر نہیں لیکن محارم کیلئے چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ سارا جسم ستر ہے اور اجنبی لوگوں کے لیے ستر عورت کے ساتھ پردہ و حجاب کے احکام زائد ہیں جن کی رو سے عورت کو آنکھ کے سوا چہرہ اور تمام جسم چھپانا چاہئے۔ البتہ بوڑھی عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ نگار کھنے کی مجاز ہیں۔ ستر عورت کے ان احکام کے ساتھ عورتوں و مردوں کے لیے غُضُّ بصر یعنی نگاہوں کو جھکانا اور تمام دیگر محرکاتِ شہوت سے بھی بچنا ضروری ہے۔

پردہ و حجاب کے بارے میں قرآن مجید میں احکام

1..... ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ (۶)

ترجمہ: ”اور عورتیں اپنی زینت (جسمانی اور مصنوعی محاسن) نہ دکھائیں بجز اسکے جو خود ظاہر ہو جائے۔“
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں ”بجز اسکے کہ جو خود ظاہر ہو جائے“ سے مراد لباس ہے۔ (۷) مفسرین کے دیگر اقوال کے مطابق اس سے مراد آنکھوں کا سرمہ اور زیورات کی جھنکار وغیرہ ہے جو اضطراری صورت ہے۔ (۸) اس آیت کے حکم کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنے تمام محاسن کو چھپانے کیلئے اپنے اختیار کو بروئے کار لائیں پھر اگر کوئی چیز اضطرار یعنی غیر اختیاری طور پر کھل جائے تو تمہارا مواخذہ نہیں ہوگا۔

2..... ”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ“ (۹)

ترجمہ: ”اور مومن مردوں کو فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ (طریقہ) اُن کیلئے بہت پاکیزگی والا ہے۔“

(۴) شعب الایمان، فصل فی الحمام، الرقم: ۴۳۹۹ (۵) سنن ابی داؤد، باب فی کم تصلی المرأة، الرقم: ۶۳۰ (۶) سورۃ نور: ۳۱

(۷) تفسیر درمنثور، تفسیر خازن، زیر بحث آیت نمبر ۳۱، سورۃ نور: ۳۱ (۸) تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی، تفسیر طبری، زیر بحث آیت نمبر ۳۱، سورۃ نور: ۳۱ (۹) سورۃ نور: ۳۰

ان احکام میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے محاسن کے فتنہ و آزمائش سے مردوں کو بچانے کے لئے دوہرا انتظام کیا گیا ہے ایک طرف عورتیں اپنے محاسن چھپائیں تو دوسری طرف عورتوں کے لباس اور قد و قامت اور آنکھ وغیرہ جیسے محاسن جن کو چھپانا عورت کے بس میں نہیں رہتا سے بچنے کے لئے مرد غرض بصر یعنی آنکھوں کو نیچی رکھنے کی عادت اختیار کریں۔

3 ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ﴾ (۱۰) ترجمہ: ”اے نبی! اپنی بیبیوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو حکم دیں کہ وہ جلابیب (بڑی چادروں) کا ایک پلہ اپنے آپ (سروں اور کندھوں) پر ڈالے رہیں۔“

اس آیت کے تحت صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے مومنین کی عورتوں کو آنکھ کے سوا اپنے سروں کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔“ (۱۱) جبکہ اس سے پہلے عورتوں کیلئے چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ ستر کے احکام نازل ہو چکے تھے ازواج مطہرات چہروں کو چھپائے بغیر قضاء حاجت کیلئے جاتی تھیں اور جب ملاقاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ملاقات کیلئے آتے تو بھی چہرہ اور ہاتھوں کے سوا دیگر جسم کے ستر کا اہتمام فرماتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! آپ کے پاس اچھے اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں کتنا ہی اچھا ہو کہ آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ (۱۲)

4 ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ (۱۳) ترجمہ: ”اور جب تم نے ان (ازواج مطہرات) سے کوئی استعمال کی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔“ اس آیت کے تحت عالم و عارف شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حکم تمام مومن عورتوں کیلئے ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام عورتیں مردوں سے پردہ اختیار کریں اور اپنے جسموں کو مردوں پر ظاہر نہ کریں۔ (۱۴)

5 ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَغْفِنْنَ فَخِيْرَهُنَّ﴾ (۱۵) ترجمہ: ”اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں درآں حالیکہ وہ اپنی زینت (جسمانی اور مصنوعی محاسن) نہ دکھاتی پھریں اور اگر وہ اس (چہرہ ڈھانپنے کے کپڑے) اتارنے سے (بچیں) تو یہ ان کیلئے زیادہ بہتر ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کے کپڑے اتارنے کی رخصت سے مراد بڑی چادریں ہیں (۱۶) نیز اسی احکام القرآن میں ہے کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ بوڑھی عورت کے بال ستر ہیں

(۱۰) سورۃ احزاب: ۵۹ (۱۱) تفسیر مظہری، زیر بحث آیت نمبر ۵۹، سورۃ احزاب (۱۲) صحیح بخاری، باب خروج النساء الی البراء، الرقم: ۱۳۶

(۱۳) سورۃ احزاب: ۵۳ (۱۴) تفسیر ابی احمدیہ، زیر بحث آیت نمبر ۵۳، سورۃ احزاب (۱۵) سورۃ نور: ۶۰

(۱۶) تفسیر درمستور، تفسیر الاحکام القرآن للخصاص، تفسیر روح المعانی، زیر بحث آیت نمبر ۶۰، سورۃ احزاب

اجنبی کیلئے جوان عورت کی طرح بوڑھی عورت کے بالوں کو دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ (۱۷)

پردہ و حجاب کے بارے میں احادیث مبارکہ میں احکام

نماز کے اندر چہرہ، ہاتھ اور بعض فقہاء کے نزدیک پاؤں کے سوا سارا جسم ستر ہے، اسی لئے حجاب کی آیات نازل ہونے سے پہلے ازواج مطہرات اور دیگر خواتین صرف نماز والا ستر اختیار کرتی تھیں جس سے کچھ لوگ پردہ و حجاب کے واضح احکام کے نزول کے بعد بھی پہلے کے احکام کی بنا پر چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ چہرہ ہی ”مرکز حسن اور قنہ کا سبب ہے“ لہذا ضرورت شرعیہ مثلاً گواہی، حادثہ، علاج معالجہ وغیرہ کے بغیر نو جوان عورت کیلئے اجنبیوں کے سامنے چہرہ نہ دکھنا درست نہیں۔ چنانچہ احادیث ملاحظہ کریں:

1..... اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہما رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس تھیں کہ (ناہینا صحابی) حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اِحْتَجِبَا مِنْہُ“

ترجمہ: ”تم دونوں اس سے پردہ کرو۔“

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ ناہینا ہیں وہ ہمیں نہیں دیکھتے، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اَفْعَمٰیَا وَاِنْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہِ“ (۱۸)

ترجمہ: ”کیا تم دونوں بھی ناہینا ہو کیا تم دونوں اسے نہیں دیکھتیں؟“

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد مرد کیلئے اجنبی عورت اور عورت کیلئے اجنبی مرد کو دیکھنا ناجائز نہیں۔

2..... ارشاد نبوی ہے:

”وَنِسَاءٌ کَاغِیَاتٌ عَارِیَاتٌ..... لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُجِدْنَ رِیْحَهَا“ (۱۹)

ترجمہ: ”اور ایسی عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود نکلی ہیں..... جنت میں داخل نہیں ہوگی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی۔“

3..... حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے منع کیا تو ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”اَلْحَمُّ الْمَوْتُ“ (۲۰) ترجمہ: ”دیور موت ہے۔“

نوٹ: جن لوگوں نے کزنوں، دیوروں، بہنوئیوں اور غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ ختم کر رکھا ہے انہیں پردہ و حجاب کے اس حکم شرعی پر

(۱۷) تفسیر الاحکام القرآن للجصاص، زیر بحث آیت نمبر ۶۰، سورۃ احزاب (۱۸) جامع ترمذی، باب ما جاء فی احتجاب النساء، الرقم: ۲۴۶۸

(۱۹) صحیح مسلم، باب النساء الکاسیات العاریات، الرقم: ۲۱۲۸ (۲۰) صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، الرقم: ۵۲۴۲

عمل کرنا چاہیے۔

4..... اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابی رسول حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے جب مجھے دیکھا تو مجھے پہچان لیا کیونکہ ”كَانَ رَأْيِي قَبْلَ الْحِجَابِ“ انہوں نے پردہ و حجاب کے احکام سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا میں اُن کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہنے سے بیدار ہو گئی تو

”فَخَمَرْتُ وَجْهِي بِحِجَابِي“ (۲۱)

ترجمہ: ”میں نے نورِ ابروی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔“

یہ حدیث روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ازواجِ مطہرات اور خواتینِ اسلام ”حجاب“ کے احکام نازل ہونے سے پہلے چہرہ نہیں چھپاتی تھیں لیکن پردہ و حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد وہ اپنے چہروں کو چھپاتی تھیں اور اجنبی لوگ انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

5..... رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

”ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ اَبَدًا الَّذِيُوْتُ مِنَ الرِّجَالِ وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ، وَمُذْمُومٌ مِنَ الْخَمْرِ“

ترجمہ: ”تین ہرگز جنت میں ہمیشہ داخل نہیں ہوں گے (۱) دیوث (۲) عورتوں میں سے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت (۳) شراب پینے والا۔“

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے عرض کی: دیوث کون ہے؟ فرمایا:

”الَّذِي لَا يُبَالِي مَنْ دَخَلَ عَلَى اَهْلِهِ“ (۲۲)

ترجمہ: ”جو اپنی اہل خانہ (یعنی خواتینِ خانہ) کے بارے میں پروا نہ کرے کہ کون ان کے پاس آتا جاتا ہے۔“

عورتوں کی مردوں کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ سر کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹوا دیں یا مردانہ لباس پہنیں یا مردوں کی طرح ہر جگہ گھومتی پھریں یا مردوں کے عادات و اطوار اختیار کریں۔

اجنبی عورتوں کا ہاتھ ملانا اور دیکھنے کا شرعی حکم

1..... ارشادِ نبوی ہے:

”قَالَ عَيْتَانِ زَنَاٰهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زَنَاٰهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زَنَاٰ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زَنَاٰهَا الْبَطْشُ

وَالرَّجُلُ زَنَاٰهَا الْخَطَا“ (۲۳)

ترجمہ: ”دونوں آنکھوں کا زنا، دیکھنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا کلام کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے۔“

(۲۱) صحیح بخاری، باب لولا اذ سمعتموه، الرقم: ۳۴۵۰ (۲۲) شعب الایمان، باب فصل فی الزہد، الرقم: ۱۰۳۱۰ - مجمع الزوائد، الرقم: ۴۴۲۱

(۲۳) صحیح مسلم، باب قدر علی ابن آدم حفظہ من الزنا، الرقم: ۲۶۵۴

2..... ارشاد نبوی ہے:

لَا أَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِغْيِطٍ مِّنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةٌ لَا تَجِلُّ لَهُ“ (۲۴)
ترجمہ: ”تم میں سے کسی ایک کا سر لوہے کی سلاخ سے پھاڑ دیا جائے یا اس کیلئے کسی غیر محرم عورت کو چھونے سے بہتر ہے۔“

3..... حضرت امیر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! ہم آپ سے مصافحہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:
”إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ“ (۲۵)

ترجمہ: ”میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔“

4..... ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”مَا مَسَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ امْرَأَةً قَطُّ“ (۲۶)
ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کبھی کسی (اجنبی) عورت کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوا۔“

5..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ نَظَرَ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْدَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صَبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْإِنْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۲۷)
ترجمہ: ”جو کسی اجنبی عورت کے محاسن کو نظرِ شہوت سے دیکھے قیامت کے دن اسکی آنکھ میں سیسہ ڈالا جائے گا۔“

اختتامیہ

میں نے پردہ و حجاب کے شرعی احکام کے بارے میں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی سے چند مضبوط دلائل پیش کیے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے لوگ ان احکام شرعیہ کا ضرور احترام کریں گے اور پردہ و حجاب کی ترویج کیلئے اپنا دینی کردار پیش کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے اور جو لوگ مسلمان ہیں اور اسکے باوجود مسلمانوں میں بے راہروی پھیلانے کے کسی طرح بھی ذمہ دار ہیں اس آیت مقدسہ کا مطالعہ کر کے اپنی اصلاح کریں گے:

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (۲۸)

ترجمہ: ”بیشک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے اُن کے لئے دنیا و آخرت میں سخت سزا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

(۲۴) المعجم الکبیر، الرقم: ۴۸۶ - مجمع الزوائد، باب: منی یحجب الصبی، الرقم: ۴۴۱۲ (۲۵) سنن نسائی، باب: بیعة النساء، الرقم: ۴۱۸۱

(۲۶) صحیح مسلم، باب: کیفیة بیعة النساء، الرقم: ۱۸۶۶ - سنن ابی داؤد، الرقم: ۲۹۳۱

(۲۷) الهدایة، فصل فی الوطی والنظر والممس، ج ۲، ص ۳۶۸ - المبسوط للسرخسی، باب: النظر الی الاجنبیات، ج ۱۰، ص ۱۵۳ (۲۸) سورۃ نور: ۱۹

درس قرآن: (ماخوذ از تفسیرات افضلیہ)

سود کے دینی، اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی نقصانات

..... ﴿ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَيْسِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ ۚ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۱)

ترجمہ: ”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسا کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان نے چھو کر مضبوط الحواس کر دیا ہو، یہ اس وجہ سے ہے کہ بیشک انہوں نے کہا: تجارت سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے تو وہ باز آجائے تو اس کے لیے ہے جو پہلے ہو چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو سود کی طرف لوٹ آئے تو یہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

ان آیات میں سود کو کبیرہ ترین گناہ قرار دے کر سودی کاروبار کرنے والے کو جہنمی قرار دیا گیا اور اس آیت میں بھی یہ فرمایا کہ روزِ قیامت سود خور ایسے چلتے اور گرتے نظر آئیں گے جیسے کسی شخص کو جنات کا سایہ پڑ جائے اور وہ مضبوط الحواس ہو جائے۔

سود

سود کیا ہے؟ سود کو عربی زبان میں ”ربا“ کہا جاتا ہے ”ربا“ کا معنی زیادتی ہے۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

- ① قرض دینا اور اس پر ماہانہ یا سالانہ زائد رقم لینے کا معاہدہ کرنا۔
- ② ایک میعاد تک سود پر قرض دینا مثلاً 6 ماہ کے لیے اور اگر سودی قرضہ لینے والا میعاد بڑھانے کا مطالبہ کرے تو اس پر مزید اور سود دینے کا معاہدہ کرنا۔

..... ③ تجارت کے لیے پیسہ دینا اس شرط پر کہ نفع ہو یا نقصان ہو دونوں صورتوں میں اصل رقم رب المال (مال کے مالک) کو واپس کرنی ہوگی اور کاروبار کرنے والے پر لازم ہوگا کہ وہ رب المال کو ماہانہ یا سالانہ اتنی زائد رقم دے گا۔

..... ④ سود کی چوتھی صورت اجناس میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا سونا، سونے کے بدلے میں، چاندی، چاندی کے بدلے میں، گندم، گندم کے بدلے میں جو، جو کے بدلے میں، کھجور، کھجور کے بدلے میں، نمک، نمک کے بدلے میں برابر برابر اور نقد نقد ہوں اور زیادتی سود ہے۔ (۲)

اس حدیث پاک میں درج بالا چھ ہم جنس چیزوں میں کسی زیادتی یا ادھار کے ساتھ تجارت کو سود قرار دیا گیا ہے مثلاً ایک

مصنف پر ایک نظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ وَحَاثِمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ

خطابات و مقالاتِ افضلیہ کے مصنف استاذی و استاذ الاساتذہ پیشوائے اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری

دامت برکاتہم العالیہ کی ولادت ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ بمطابق 20 جنوری 1953ء کو آبائی گاؤں مراڑیاں شریف کے قریب محلہ ٹہی مرل گجرات میں ہوئی۔

آپ کے دادا جان فقیہ اعظم حضرت مولانا خواجہ پیر محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے درس نظامی کے ممتاز استاذ تھے۔ حضرت سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریف، حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد نواز کیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ، علامہ علی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید قاسم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، خطیب بری امام اسلام آباد جیسے اکابر علماء نے آپ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔

آپ اعلیٰ تقویٰ و طہارت اور زہد و عبادت کی وجہ سے بارگاہِ نبوی میں اس قدر منظورِ نظر تھے کہ آپ کی دعا سے خلیفہ شہیر ربانی حضرت سید یعقوب شاہ صاحب ماجرہ شریف نزد کجہ اور کئی دیگر سالکین، زیارتِ نبوی سے مشرف ہوئے۔ آپ اس قدر مستجاب الدعوات تھے کہ کئی بار آپ کی دعا سے اُسی وقت آسمان پر بادل چھائے اور خوب بارش ہوئی۔

آپ مدظلہ العالی کے والد گرامی قطب الاولیاء استاذ العلماء حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ فاضل مدرسہ غوثیہ بٹالہ شریف انڈیا و خلیفہ مجاز دربار عالیہ بٹالہ شریف ہیں۔ آپ کے والد گرامی عارف کامل اور متبحر عالم دین تھے آپ کی زندگی عبادت و ریاضت، خدمتِ خلق، اصلاح و ارشاد، تعلیمِ علوم دین، کثرتِ درود شریف، یتیموں کی پرورش، ساداتِ عظام کی خدمت و تعظیم، عشقِ رسول و محبتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ قادریہ عالمیہ سمیت درجنوں دینی مدارس کے قیام سے عبارت ہے۔

حضرت نے اپنے چاروں بیٹوں اور تینوں بیٹیوں کو مکمل درس نظامی اور سلوک و تصوف کی تعلیم سے آراستہ کر کے دین کی تعلیم و تبلیغ پر مامور فرمایا اور خصوصاً حضرت پیر محمد افضل قادری کو مئی 1976ء میں جلسہ عام میں دستار بندی کر کے نیک آباد مراڑیاں شریف کے ادارے اپنی زندگی میں اُن کے سپرد کر دیئے اور 2003ء میں حج بیت اللہ کے دوران ۸ ذوالحجہ کو مقامِ منیٰ میں زیارتِ نبوی کرائی جس میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تمہیں ہماری دوہری سرپرستی حاصل ہے پھر 14 ذوالحجہ کو مدینہ منورہ میں زیارتِ نبوی کرائی جس میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مراڑیاں شریف کا مدینہ شریف سے اتصال ہے۔“

پیشوائے اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی نے تصوف و سلوک کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔

درس نظامی کی تعلیم اپنے والد گرامی اور دیگر جید اساتذہ سے مکمل کی اور پھر 1967ء سے 1969ء تک حکیم الامت مفتی اعظم حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال میں شرح و بسط کے ساتھ مکمل صحاح ستہ (دورہ حدیث) کی تعلیم حاصل کی۔

درس نظامی کی تدریس 1967ء سے شروع کر دی ہوئی تھی پھر 1973ء میں امام الحدیث مفتی اعظم حضرت سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ والہی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دوبارہ دورہ حدیث پڑھا اور اُن سے علم کلام، فتویٰ نویسی اور مناظرہ کی تعلیم حاصل کی اور منطق و فلسفہ کی بالائی کتب اور علم طب و حکمت کی تعلیم امام المنقول والمعقول حضرت مولانا سلطان احمد چشتی گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ (حاصلات والاشریف) سے حاصل کی۔ نیز آپ نے 1970ء سے 1976ء تک پرائیویٹ تیاری کر کے میٹرک، ایف اے، بی اے اور فاضل عربی کے امتحانات پاس کیے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اسلامیات پاس کیا۔

استاذی محترم مدظلہ العالی 1967ء سے تادم حال مئی 2021ء تک 54 سال سے کریماسعدی سے بخاری شریف تک کئی بار مکمل درس نظامی اور اس کے ساتھ فاضل عربی کی تدریس کر چکے ہیں۔

آپ نے ہمیشہ ملک بھر میں تنظیمی، تحریکی دورے کیے لیکن آپ نے کئی بار ملتان، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی اور پشاور جیسے دور دراز شہروں میں رات کو جلسوں سے خطاب کیا اور صبح 8/9 بجے نیک آباد مراڑیاں شریف پہنچ کر آرام کیے بغیر درس نظامی اور بالخصوص بخاری شریف کے اسباق پڑھائے اور ملک بھر میں بے شمار دورہ جات کے باوجود بہت ہی کم ناغے کیے۔

آپ کی تدریس کے کمالات سے ہے کہ آپ مشکل سے مشکل سبق کی ایسی تقریر فرماتے کہ طلبہ کو وہ تقریر ہمیشہ کے لیے یاد رہتی نیز عبارت سننے کے دوران صرف ونحو کے مسائل کا خوب اجرا بھی کر دیتے۔

آپ کی زندگی دینی ولی تحریکوں، باطل قوتوں سے ٹکراؤ، درس و تدریس، اصلاح و ارشاد، خدمت خلق اور اندرون و بیرون ملک مدارس و مساجد کی تعمیر میں گزری ہے۔ خطبات و مقالات افضلیہ، اربعین افضلیہ اور غلط ترجمہ کی نشاندہی، تاریخی فتاویٰ اور مسلم حکام و اداروں کے نام مکتوبات کے علاوہ آپ کے انتہائی تحقیقی مضامین اخبارات و رسائل میں چھپ چکے ہیں۔

آپ کے عظیم کارناموں سے ایک کارنامہ نیک آباد میں ”قادریہ عالمیہ یونیورسٹی (برائے طالبات)“ ہے جس سے اس سال (2020ء) میں درس نظامی کے چاروں درجات سے 1180 عدد، عربی فاضل، میٹرک، ایف اے، بی اے سے 147 عدد، ترجمہ القرآن اور حفظ قرآن سے 159 عدد، اعتکاف کورس سے 439 عدد اور اسلامی معلوماتی کورسز سے 1341 عدد، کل 3266 عدد طالبات میں اسناد تقسیم کی گئی ہیں۔

یہ عظیم ادارہ حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی کی ہمیشہ محترمہ حاجی ریحانہ کوثر قادری جو کہ آپ کی تلمیذہ بھی ہیں 1980ء سے 24 جنوری 2021ء تک چلاتی رہیں۔ 40 سالہ دور تدریس میں آپ نے 52060 عالمات کو تعلیم و تربیت سے نوازا اور 450 مدارس قائم فرمائے۔ 10 جمادی الآخرہ 1442ھ/24 جنوری 2021ء کو آپ کے وصال کے بعد پیشوائے

اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری کی دوسری ہمیشہ باجی رضوانہ کوثر قادری جو کہ آپ کی تلمیذہ بھی ہیں ”قادریہ عالمیہ یونیورسٹی“ نیک آباد شعبہ خواتین کی سربراہ مقرر ہوئی ہیں۔

22 سال سے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے سالانہ امتحانات میں طالبات کے ملک بھر اور کشمیر کے مدارس میں سے قادریہ عالمیہ یونیورسٹی کی تعداد ہی امتحانات میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ جامعہ قادریہ عالمیہ میں 1000 مسافر طلبہ و طالبات کے لیے فری تعلیم، فری خوراک، فری رہائش اور فری علاج کی سہولتیں موجود ہیں۔

پیشوائے اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی نے بھی اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کو دین اسلام کی تعلیم و خدمت پر مامور کیا ہوا ہے اور آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی پیر محمد عثمان علی قادری نیک آباد کا مرکز چلا رہے ہیں۔ آپ کی ایک بیٹی گجرات شہر میں، ایک بیٹی ٹنگم برطانیہ میں اور ایک بیٹی نیک آباد میں دینی خدمات انجام دے رہی ہیں اور چھوٹے دو بیٹے صاحبزادہ پیر محمد صدیق علی قادری اور صاحبزادہ پیر محمد حسین علی قادری ابھی زیر تعلیم و تربیت ہیں۔

آپ کے سینکڑوں خلفاء اور ہزاروں تلامذہ پاکستان اور بیرونی ممالک میں دین اسلام کی تعلیم، تدریس، اصلاح و ارشاد اور دیگر دینی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔

پیشوائے اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی درس نظامی اور علوم عربیہ و اسلامیہ کے بے مثل استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ خطیب، عظیم مصلح و مرشد اور روحانی پیشوا ہیں اور ہر میدان میں فاتح مناظرہ ہیں۔ 1984ء میں جہلم میں دوران مناظرہ اہل حدیث فرقہ کے چوٹی کے محدث و مناظر حافظ عبد القادر روپڑی کی حدیث پاک میں اغلاط کی نشاندہی کر کے انہیں مبہوت کر کے رکھ دیا جس کے نتیجے میں فرقہ اہل حدیث کو شکست فاش ہوئی۔ آپ نے 1999ء میں بحالی قبر سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی عالمگیر تحریک کے دوران حرمین شریفین کے موجودہ علماء سے 11 سوالات کیے لیکن آج تک اس مذہب کا کوئی عالم ان کا جواب لکھنے کی جسارت نہیں کر سکا۔

پیشوائے اہلسنت حضرت پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی نے 1985ء میں تین سال کی محنت شاقہ سے نالہ بھمبر گجرات پر 8 میل لمبا حفاظتی بند تعمیر کرایا جس کی بدولت گجرات شہر اور 35 دیہات سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے۔ آپ نے متعدد سڑکیں پختہ کرائیں، درجنوں دیہات میں سوئی گیس کی لائنیں بچھوائیں، نیک آباد میں خواجہ اسلم فری ڈسپنسری قائم کی اور ”افضلیہ ویلفیئر فاؤنڈیشن“ کے ذریعے نادار لوگوں کی امداد کی اور خصوصاً زلزلہ کشمیر و مانسہرہ 2005ء، زلزلہ بلوچستان 2008ء اور تباہ کن سیلابوں، بارشوں اور آفتوں میں ملک بھر میں تباہ حال لوگوں کی بھرپور امداد کی۔

آپ نے جماعت خدام اہلسنت پاکستان، جماعت اہلسنت پاکستان، عالمی تنظیم اہلسنت، ناموس رسالت محاذ، پاکستان سنی اتحاد کونسل، اور تحریک لبیک یا رسول اللہ میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا اور ناموس رسالت، ختم نبوت، نظام مصطفیٰ، تحفظ آثار رسول و آثار آل و اصحاب اور انسداد فحاشی کی سینکڑوں مہمات اور تحریکوں میں مجاہدانہ خدمات انجام دیں اور ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کی آواز بلند کرنے کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں اور اس سلسلہ میں 16 بار پنجاب کی مختلف

جیلوں میں اور چار بار میانوالی جیل میں قید تنہائی کے ساتھ نظر بند رہے ہیں اور اس دوران 53 روز غازی علم الدین شہید کے ”محض کمرہ“ میں بھی محبوس رہے اور آپ کی تحریک پر میانوالی جیل میں مسجد غازی علم الدین شہید تعمیر کرائی گئی۔

تحریک لبیک یا رسول اللہ کی تحریکی سرگرمیوں سے ریٹائرمنٹ:

آپ نے اپنی علالت اور بڑھاپے کے باوجود ”تحریک لبیک یا رسول اللہ“ کی بنیاد رکھی جو پاکستان اور دنیا بھر میں بے حد مقبول ہوئی۔ آپ نے اس تحریک کو پروان چڑھانے کے لیے تاریخی قربانیاں پیش کیں حتیٰ کہ یہ تحریک پاکستان کی سب سے بڑی تحریک بن گئی اور انقلاب اسلامی کے دھانے پر پہنچ گئی لیکن افسوس کہ کچھ ساتھیوں کی غلطیوں کی وجہ سے اپنی پٹری سے اتر گئی۔ حضرت پیر صاحب مدظلہ العالی نے اصلاح احوال کے لیے بے پناہ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے تو آپ نے تحریک کی سرگرمیوں سے ریٹائرمنٹ اختیار کر لی۔

تفسیراتِ افضلیہ:

حال ہی میں آپ نے شدید علالت، ہارٹ فیلیر اور بڑھاپے کے باوجود ”تفسیراتِ افضلیہ“ کا انتہائی محنت طلب اور مشکل کام شروع کیا ہوا ہے جس کا ابھی پہلا پارہ شائع کیا گیا تھا کہ 31 اکتوبر 2018ء کو تحفظ ناموس رسالت کے لیے ملک گیر اور تاریخ ساز احتجاج اور ناموس رسالت دھرنوں کی پاداش میں آپ 23 نومبر 2018ء کو گرفتار ہوئے اور تقریباً چھ ماہ گزر انوالہ، لاہور کی جیلوں میں محبوس رکھے گئے جہاں شدید علالت اور لائبریری اور معاون نہ ہونے کے باوجود ”تفسیراتِ افضلیہ“ کے پونے آٹھ پارے مکمل کیے جن میں سے پہلے چھ پاروں پر مشتمل جلد اول پانچ بار شائع ہو چکی ہے اور دنیا بھر میں علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہو رہی ہے۔

خطبات و مقالاتِ افضلیہ:

یہ کتاب جو کہ علوم و معارف کا عظیم خزانہ ہے۔ عقائد اسلامیہ، احکام شرعیہ، مسائل فقہیہ، مواعظ دینیہ، سیرت و تاریخ، تصوف و اخلاق، نکاتِ افضلیہ اور بے شمار دیگر فوائد پر مشتمل ہے۔ علماء و مشائخ، وکلاء و جج حضرات، اساتذہ و طلبہ، ڈاکٹرز اور تمام شعبہ زندگی کے لوگوں حتیٰ کہ کم پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی نہایت مفید اور بے مثال علمی و تحقیقی مواد ہے۔

اگر یہ جامع القوائد کتاب دینی مدارس، سکولز، کالج اور یونیورسٹیز کے طلباء و طالبات کو سبقتاً پڑھادی جائے تو انشاء اللہ اسے پڑھنے والے طلبہ زندگی بھر صراطِ مستقیم پر فائز رہ کر قسم قسم کے فیوض و برکات سے مسلمانوں کو محفوظ کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب کی دنیا بھر کے مسلمانوں میں تار و ز قیامت ترویج فرمائے، آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ خاتم النبیین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وعلی ولیدہ السید الشیخ عبد القادر الجیلانی وعلی اولیاء اللہ اجمعین

مفتی محمد شہزاد قادری

مفتی و مدرس جامعہ قادریہ عالمیہ، نیک آباد گجرات پاکستان